بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انا من المجرمین منتقمون

کر رہا ہوں میں رقم وصفِ امیرِ مختار — قاتلانِ شہ دیں پر چلی جس کی تلوار
جنگ جو، شیر فگن، مردِ قوی و جرار — نام سے جس کے لرزتا تھا گروہِ اشرار
بیشۂ جرأت و ہمت کا غضنفر تھا وہ
عاشقِ صادق اولادِ پیمبر تھا وہ

ناصر اہلبیت حضرت مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کے تاریخی سوانح حیات

الموسوم بہ

مختار آلِ محمدؐ

مصنفہ و مؤلفہ

آقائے ملت، مؤرخ یگانہ حضرت فخر العلماء جناب مولانا السید نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی مدظلہ پشاور

حسب فرمائش

شیعہ جنرل بک ایجنسی انصاف پریس ریلوے روڈ لاہور

مطبع .... حیدری پریس ریلوے روڈ لاہور

پرنٹر و پبلشر .... ملک رضا علی

تعداد اشاعت ۵۰۰

قیمت مجلد .... روپے

اظہارِ حقیقت

میں حضرت مختار کی ایک جامع اور صحیح سوانح عمری کی عرصہ دراز سے ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ میں نے گذشتہ سال ملت جعفریہ کے مشہور اہل قلم جناب مولانا السیّد نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی سے جو کہ تحریر اور تقریر دونوں پر پورا قابو رکھتے ہیں۔ عرض کی کہ حضرت مختار کی ایک جامع سوانح عمری تحریر فرما دیں موصوف نے میری استدعا منظور کر لی۔ مجھے نہایت مسرت ہے کہ سوانح عمری مکمل ہو کر ارباب ذوق کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے۔ میں اس امر کے اظہار میں خوشی محسوس کرتا ہوں کہ موصوف میں یہ خوبی ہے کہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس کے کسی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑتے، ہماری بہترین دعائیں موصوف کے لیے وقف ہیں۔

والسلام

(الحاج) ملک صادق علی عرفانی

لاہور

انتساب

میں اپنی اس حقیر تالیف "مختار آل محمدؐ" کو

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام

اور دیگر شہداء کربلا علیہم السلام کے اسمائے گرامی

سے معنون و منسوب کرتا ہوں ۔

والسلام

نجم الحسن

سر لفظ

ناصرِ اہلبیت حضرت امیر مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کے کارنامے اگرچہ سطحِ تاریخ پر سونے کے حروف سے لکھنے کے قابل تھے لیکن سلاطین بنی اُمیہ کے اثرات سے متاثر مورّخین نے انہیں صحیح مقام دینے کی بھی زحمت گوارہ نہیں کی اور افسوس اس کا ہے کہ انہیں کے اثرات سے ہمارے اہلِ قلم بھی متاثر ہو گئے ہیں۔ کس قدر رنج کی بات ہے کہ ایک اہم کردار شخصیت اور عظیم الشان کارنامے کا مالک سبک انداز میں پیش کیا جا رہا ہے اور اس کی شخصیت اور کارنامے کے معترف بھی اسے سبک ہی سمجھ رہے ہیں۔ میرے نزدیک زمانہ سابق کے اہلِ قلم کو جو دامنِ اہلبیت سے وابستہ تھے اور عہدِ حاضر کے ان اربابِ قلم کو جو اہلِ عصمت کے پیرو ہیں آئمہ معصومین علیہم السلام کے ارشادات کی روشنی میں اس مجاہدِ اعظم کے حالات قلم بند کرنا چاہیئے تھے۔ یعنی ان کے لیے ضروری تھا کہ عہد اموی کے مورخین کی تاسی سے قطع نظر کر کے ارشادات آئمہ کی روشنی میں ان کے متعلق رائے قائم کرتے اور ان کے حالات تحریر فرماتے۔ لیکن ایسا اب تک نہیں کیا گیا جس نے جو کچھ لکھا انہیں متاثرہ تاریخوں کی روشنی میں لکھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بھی اسی طرح جادہ انصاف سے ہٹ گئے جس طرح اموی عہد کے مورخین ہٹے ہوئے تھے یہی وجہ ہے کہ حضرت مختار کے حالات کمزور طریقے سے انظارِ عامہ کے سامنے پیش کیے گئے اور بعضوں نے تو یہ ستم ظریفی کی کہ ان کے تاریخی اور اہم واقعات کو افسانے کا رنگ دے دیا۔ ہم نے اسی کمزوری کو محسوس کرتے ہوئے اس مجاہدِ اعظم کے حالات کو ارشادات حضرات معصومینؑ اور ان کے عمل و کردار نیز مستند علماء کے فرمودات کی روشنی میں قلم بند کیا ہے اور اس امر کی کوشش کی ہے کہ حضرت مختار کے صحیح خدوخال سطحِ قرطاس پر اُبھر سکیں۔ ان کی زیرِ نظر سوانح عمری میں اس امر کا لحاظ بھی رکھا ہے کہ واقعات کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔ اور اسی بقائے تسلسل کے لیے بعض متعلقہ واقعات بھی لکھ دیئے ہیں۔ خدا عمرِ نوح عطا کرے جناب الحاج ملک صادق علی صاحب عرفانی کو کہ انہوں نے مجھے اس اہم خدمت کی طرف متوجہ فرمایا۔

والسلام

سید نجم الحسن کراروی پشاور

وہ کتابیں جن سے کتاب مختار آلِ محمدؐ کی تالیف میں مدد لی گئی ہے۔

نمبر شمار	اسماء کتب	نمبر شمار	اسماء کتب	نمبر شمار	اسماء کتب
۱	قرآن مجید	۲۰	مجمع البحرین	۴۰	الملل والنحل شہرستانی
۲	مجالس المومنین	۲۱	اسرار الشہادت	۴۱	معارف الملۃ الناجیہ والناریہ
۳	تاریخ ابو الفداء	۲۲	تفسیر امام حسن عسکری	۴۲	رجال کشی
۴	تاریخ طبری	۲۳	آثار حیدری	۴۳	نقض الفضائح
۵	ناسخ التواریخ	۲۴	قاموس	۴۴	شرح ابن ابی الحدید
۶	روضۃ الصفاء	۲۵	صراح	۴۵	اصدق الاخبار
۷	تاریخ الخلفاء	۲۶	ذوب النصار ابن نما	۴۶	حدیقۃ الشیعہ
۸	تاریخ خضری	۲۷	دمعہ ساکبہ	۴۷	قرۃ العین امام عبداللہ ابن محمد
۹	تاریخ فخری	۲۸	خیر المآل فی اسماء الرجال		
۱۰	تاریخ حبیب السیر	۲۹	روضۃ المجاہدین	۴۸	اخذ الثار ابو مخنف
۱۱	تاریخ ابن خلدون	۳۰	الفاروق	۴۹	تفسیر صافی
۱۲	سیرت ابن ہشام	۳۱	نور الابصار علامہ محمد ابراہیم	۵۰	سیدہ کالال
۱۳	تاریخ کامل	۳۲	جلاء العیون	۵۱	مقدمہ نہج البلاغہ عبدالرزاق
۱۴	جامع التواریخ	۳۳	بحار الانوار	۵۲	فتنہ ابن سبا
۱۵	تاریخ مروج الذہب مسعودی	۳۴	منہاج السنۃ ابن تیمیہ	۵۳	خلاصۃ المقال فی علم الرجال
۱۶	تاریخ اسلام مسٹر ذاکر حسین	۳۵	مشکوٰۃ شریف	۵۴	تنقیح المقال
		۳۶	مناقب ابن شہر آشوب	۵۵	الفتنۃ الکبریٰ
۱۷	کنز الانساب ابو مخنف	۳۷	مناقب خوارزمی	۵۶	اصل الشیعہ واصولہا
۱۸	نور الابصار امام شبلنجی	۳۸	ینابیع المودۃ	۵۷	فہرست ابن ندیم
۱۹	تحفۃ الزائر	۳۹	المنجد	۵۸	میزان الاعتدال

نمبر شمار	اسماء کتب
۵۹	تہذیب التہذیب
۶۰	معجم البلدان
۶۱	حیواۃ الحیوان
۶۲	منار الہدیٰ
۶۳	روائح القرآن
۶۴	صواعق محرقہ
۶۵	مسند احمد بن حنبل
۶۶	سر الشہادتین.
۶۷	اخبار الدول
۶۸	کشف الانوار
۶۹	کفایہ الاثر
۷۰	تنزیہہ الانبیاء
۷۱	علل الشرائع
۷۲	مقاتل الطالبین
۷۳	استیعاب عبد البر
۷۴	ابصار العین
۷۵	نور المشرقین
۷۶	کشف الغمہ
۷۷	مائتین فی مقتل الحسین
۷۸	منتخب طریحی
۷۹	عبد اللہ ابن سبا
۸۰	خلاصۃ المصائب
۸۱	شہید اعظم عبد الحمید
۸۲	تاریخ اعثم کوفی
۸۳	انسانیت موت کے دروازہ پر
۸۴	روضۃ الشہداء
۸۵	طمانچہ بر رخسار یزید
۸۶	کبریت احمر
۸۷	لہوف ابن طاؤس
۸۸	ریاض القدس
۸۹	مقتل ابی مخنف
۹۰	تہذیب و تمدن اسلامی
۹۱	تحفۃ الاحیات شیخ عباس قمی
۹۲	عمدۃ الطالب
۹۳	تاریخ خمیس
۹۴	قمقام زخار
۹۵	تاریخ ائمہ
۹۶	جنات الخلود
۹۷	ارجح المطالب
۹۸	مجالس مفجعہ
۹۹	رسالہ تجدید عہد
۱۰۰	نور العین امام اسحاق اسفرائنی
۱۰۱	ارشاد شیخ مفید
۱۰۲	حجۃ اللہ البالغہ

کتاب مختار آلِ محمدؐ کے مضامین کی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۱

تمہید و دیباچہ

ناصر آلِ محمدؐ حضرت مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی علیہ الرحمہ

اور

ان کے نہ مٹنے والے کارنامے

بجتا رہے گا بربطِ کردار تا بہ حشر
خاموش ہو بھی جائے اگر سازِ زندگی

حضرت مختار ابن ابی عبیدہ ثقفیؒ نے اپنی زندگی میں جو ایمان افروز کارنامے کئے ہیں وہ تاریخی اہمیت کے لحاظ سے اپنی مثال نہیں رکھتے —— ان کے کارناموں کا دو لفظوں میں خلاصہ یہ ہے کہ آپ کمالِ عقیدت کے ساتھ محبتِ آلِ محمد کا جذبہ کامل لے کر اُٹھے۔ واقعہ کربلا کے شرکار کی کثیر تعداد قتل کی اور خود سر سے گزر گئے۔ —— آپ کا عمل، آپ کا کردار قرآن و حدیث کی روشنی میں رونما ہو کر سطحِ تاریخ پر اُبھرا اور اس نے ایسے گہرے نقوش چھوڑے جو تا شامِ اَبد تک مٹانے سے نہ مٹیں گے۔ —— دُنیا میں ان کے سوا ایسی کوئی ہستی نہیں۔ جس نے شریکۃ الحسین حضرت زینب و ام کلثوم علیہما السلام کے دلوں سے رنج و غم کے اُن نہ ہٹنے والے بادلوں کو کچھ نہ کچھ چھانٹ دیا ہو، جو واقعہ کربلا کو بچشم خود دیکھنے اور قیدِ شام کی مصیبتوں کے جھیلنے اور بے پردگی کی تکلیف برداشت کرنے سے چھا گئے تھے —— یہی وہ ہستی ہے جس نے سرِ ابن زیاد و ابن سعد وغیرہما بھیج کر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی پیشانی مبارک سجدۂ شکر میں جھکا دی اور ان کا دل اس طرح ٹھنڈا کیا کہ انہوں نے فرطِ مسرت سے ان مخدراتِ عصمت و طہارت کو جو محرم ۶۱ھ سے ربیع الاول ۶۷ھ تک غم کے لباس میں تھیں سر میں تیل ڈالنے آنکھوں میں سرمہ لگانے اور مناسب کپڑے بدلنے کا حکم

دے کہ ۹ ربیع الاول کو یوم عید قرار دے دیا۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو ممدوح نگاہ سے دیکھا حضرت علی علیہ السلام نے اپنی آغوش میں کھلایا ــــــ حضرت امام حسن علیہ السلام نے آپ کی مواسات قبول کی ــــــ حضرت امام حسین علیہ السلام نے یوم عاشورا آپ کو یاد فرمایا ــــــ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے آپ کی مدح کی اور آپ کے ہدایا قبول کئے ــــــ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے آپ کے کارنامے کو سراہا ــــــ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپ کو دعائیں دیں۔

کون نہیں جانتا کہ ہر حیرت انگیز کارنامے میں قدرت کا ہاتھ ہوتا ہے مختار کی اس نے مدد کی جو واقعہ یحییٰ بن زکریا کے سلسلہ میں مدد کرتا رہا۔ مختار کی اس نے مدد کی۔ جو اپنے وجود ظاہری سے قبل انبیاء کی مدد کرتا رہا (حدیث قدسی) مختار کی اس نے مدد کی۔ جس نے سلمان کو شیر سے بچایا۔ مختار کی اس نے مدد کی۔ جس نے حضرت رسول کریم کو کفار کے فتنہ پردازیوں کے تاثر سے محفوظ و مصئون رکھا۔

قدرت چاہتی تھی کہ واقعہ کربلا کا (فی الجملہ) دنیا میں بدلا لے (تاریخ ابو الفداء جلد ۲ صہ ۱۴۹) جس کی حیثیت عذاب کی ہو (مجالس المومنین) لہٰذا اس نے اسباب فراہم کئے۔ مختار کے دل میں اہل بیت رسول کی زبردست محبت جاگزین کی۔ اور وہ صرف جذبہ انتقام لے کر میدان میں بصورت عذاب الٰہی آئے۔ اور کامیابی حاصل کرنے کے فوراً بعد جان بحق تسلیم ہو گئے اور انہیں حصول مقصد کے بعد زیادہ دن حکومت کرنا نصیب نہیں ہوا۔

ابو مخنف ابن لوط ابن یحییٰ خزاعی کا بیان ہے۔ کہ حضرت مختار کو جس قدر کامیابی نصیب ہوئی وہ توفیق الٰہی سے ہوئی (کنز الانساب و بحر المصائب صہ ۱۴ طبع بمبئی ۱۳۰۲ھ) اور ان کا یہ کام نہایت نیک تھا جس کے نتیجہ میں وہ شہید ہوئے۔ (تاریخ ابو الفداء جلد ۲ صہ ۱۴۹)

اسے نہ بھولنا چاہیئے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے خون کا بدلا عام انسانی ہاتھوں سے ناممکن ہے کیونکہ امام حسینؑ کے خون کی قیمت عقلاً چند نجس انسانوں کے قتل سے ادا نہیں ہوسکتی خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ یزید جیسا ظالم قتل نہ کیا جا سکا ہو اس کے لیے تو ضرورت ہے کہ اصل شر کا قتل کے ساتھ ساتھ ان کے فعل پر راضی رہنے والے بھی جو قیامت تک پیدا ہوں گے سب کے سب قتل کیے جائیں اور جہنم میں داخل ہوں۔ من قتل مومنا متعمدا فجزاءہ جھنم خالدا فیھا کیوں کہ یہ مسلمات

سے ہے کہ العامل بالظلم والمعین علیہ والراضی بہ شرکاء ظلم کرنے والے ظالم کی مدد کرنے والے اور اس کے فعل پر راضی ہونے والے سب برابر کے شریک ہیں (نور الابصار امام اہلسنت علامہ شبلنجی ص۲۴۸ طبع مصر) اسی لیے زیارت امام حسین میں فرمایا گیا ہے کہ لعن اللہ من قتلک وشارک فی دمک واعان علیک ولعن اللہ من بلغہ ذلک فرضی بہ خدا اس پر لعنت کرے جس نے تجھے قتل کیا اور اس پر لعنت کرے جو تیرے خون میں شریک ہوا اور اس پر لعنت کرے جس نے تیرے خلاف دشمن کی مدد کی اور اس پر لعنت کرے جسے تیرے قتل کی خبر ہو اور وہ اس پر راضی رہے۔ (تحفۃ الزائر علامہ مجلسی طبع ایران ۱۲۶۱ھ) یہ ظاہر ہے کہ یزید سرشت دنیا کے ہر عہد میں رہے اور اب بھی ہیں۔ اور قیامت تک رہیں گے۔

یک حسینے نیست تا گردد شہید

ورنہ بسیار اند در عالم یزید

میں کہتا ہوں کہ دریں صورت جبکہ حسینی خون بہا اور انتقام انسانی دسترس سے باہر ہے ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ:

"حضرت مختار کے قتل کرنے اور ان کے کارناموں کو کیا کہا جائے گا"

اس کا جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ حضرت مختار نے واقعہ کربلا کے ان شرکاء کو جو دستیاب ہو سکے ان کے فعل و عمل اور کردار کا عملی بدلا دیا ہے نہ یہ کہ خون حسین کا بدلا لیا ہے۔"

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام بحوالہ حضرت رسول کریم و حضرت علی علیہ السلام بطور پیشگوئی ارشاد فرماتے ہیں کہ یسلطہ اللہ علیہم للانتقام بما کانوا یفسقون اللہ تعالیٰ ان کے فسق و فجور کا انتقام لینے کے لیے حضرت مختار کو ان پر مسلط کرے گا (آثار حیدری ترجمہ تفسیر امام حسن عسکری ص۴۸۱ طبع لاہور) اسی بنا پر مختار نے فرمایا ہے کہ اگر میں ایک لاکھ آدمیوں کو بھی امام حسین کے ایک قطرۂ خون کے عوض قتل کرنا چاہوں تب بھی اس کا بدلا نہیں ہو سکتا۔ (تاریخ طبری جلد ۴ ص۶۵۷) ——— مختار کا مقصد یہ تھا کہ ان لوگوں نے جو کچھ کیا ہے اس کا مزہ وقت موعود سے پہلے دنیا میں میرے ہاتھوں سے چکھ لیں ——— انہیں یہ پتہ چل جائے کہ کسی کو جو تکلیف پہنچائی جاتی ہے اس کا اثر ستم رسیدہ پر کیونکر پہنچتا ہے اور کیسے صدمہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ جس نے کربلا میں جو کچھ کیا تھا اس کو اسی طرح کا بدلا دیا ہے جس نے تیر مارا تھا اسے تیر مارا۔ جس نے تلوار لگائی تھی اسے تلوار لگائی۔ جس نے لاش کو پامال کیا تھا اس کی لاش پامال کی۔ ——— مطلب یہ ہے کہ شہداء کربلا کے خون کا بدلا بدستور باقی ہے جو قیامت میں

حضرت حجت علیہ السلام کے ہاتھوں لیا جائے گا جس کے نتیجہ میں "اصل ونسل" کو قتل کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔ (مجمع البحرین صہ ۲۷۶، اسرار الشہادت صہ ۵۸۱)

کارنامہ مختار کے سلسلہ میں اجازت امام کا تذکرہ بھی آتا ہے۔ میرے نزدیک حضرت مختار نے جس نیت وارادہ اور جس جذبہ وعقیدت سے قاتلان حسین کو قتل کیا ہے وہ اجازت کا محتاج نہیں کیونکہ اس کا تعلق جس روحی، احساس دماغی اور جذبہ قلبی سے ہے۔ جو فطرۃً اجازت کا پابند نہیں ہوا کرتا۔ ع

"نالہ پابند نَے نہیں ہوتا"

"تاہم یہ مسلم ہے کہ حضرت مختار نے کھلی ہوئی اجازت کی سعی کی تھی جو نصیب نہیں ہو سکی۔ مروج الذہب مسعودی بر حاشیہ کامل جلد ۶ صہ ۱۵۵) لیکن پھر بھی انہوں نے جو کچھ کیا وہ غیر ممدوح نہیں ہے (تاریخ ابو الفداء جلد ۲ صہ ۱۴۹) کیونکہ علما کا اتفاق ہے کہ حضرت مختار اطاعت گذار بادشاہ کی طرح اُٹھے اور انہوں نے دشمنان خدا کی طرف لمبے ہاتھ بڑھائے اور اُن کی ان ہڈیوں کو جو فسق وفجور سے بنی تھیں۔ بھوسہ بھوسہ کر دیا اور ان کے ان اعضا وجوارح کو جس کی نشوونما شراب سے ہوئی تھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ وحاز الی فضیلۃ لم یرق الی شعات نزفیھا عربی ولا عجمی ولحنہ منقبۃ لم یسبقہ الیھا ہاشمی" مختار نے وُہ فضیلت حاصل کر لی جس کی عظیم بلندی کو نہ کوئی عربی پہنچ سکا، کوئی غیر عربی اور وہ سبقت حاصل کر لی جس کی طرف کسی ہاشمی سے بھی سبقت نہیں ہو سکی (ذوب النضار صہ ۴۰) یہی وجہ ہے کہ ان سے رسولِ خدا، فاطمہ زہرا اور اُئمہ ھدیٰ خوش ہیں۔ (دمعہ ساکبہ صہ ۴۱۱) اس کے متعلق میرا کہنا ہے کہ صریحی اجازت ثابت ہو یا نہ ہو لیکن امام معصوم کی عدم رضا ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہے۔ کما ینطق کتابنا ھذا بالحق۔

باب ۲

حضرت مختار کے مختصر خاندانی حالات

حضرت مختار بنی ہوازن کے قبیلہ ثقیف کے چشم وچراغ تھے۔ یہ قبیلہ جرات وہمت

شجاعت اور بہادری میں مشہور زمانہ تھا۔ آپ کے اجداد میں ثقیف نامی ایک عظیم شخصیت گزری ہے۔ جس کی طرف قبیلہ ثقیف منسوب ہے جس کا تعلق بنی ہوازن سے ہے (صراح ص۶۶ جلد ۲ مجمع البحرین ص۳۱۰) حضرت مختار کے دادا مسعود ثقفی تھے۔ یہ نہایت بزرگ شخص تھے۔ اور ابوالحسن محدث مصنف فیض الباری کے ارشاد کے مطابق انہیں اصحاب میں بڑا درجہ حاصل تھا۔ (خیر المآل فی اسماء الرجال طبع لاہور ۱۳۱۸ھ) ان کے والد عمر یا عمیر ثقفی تھے۔ (ناسخ التواریخ جلد ۲ ص۶۶) علامہ ابن نما لکھتے ہیں کہ عمیر ثقفی کے والد عقدہ اور ان کے والد غنرہ تھے (ذوب النضار ص۴۰۱ ضمیمہ بحار ج ۱۰)

حضرت مختار کے والد جناب ابو عبیدہ ثقفی تھے۔ میرے نزدیک انہیں بھی صحابی رسول ہونے کا شرف حاصل تھا علامہ شبلی نے الفاروق میں انہیں صحابی تسلیم نہیں کیا۔ یہ نہایت ہی شجاع اور بہادر تھے۔ ان کی جرأت و ہمت اور میدان قتال میں ان کی نبرد آزمائی اہل کمال کی نگاہوں میں بڑی ممتاز حیثیت رکھتی تھی۔ انہوں نے اکثر اسلامی جہادوں میں سپہ سالاری کی ہے اور شاندار کامیابی سے اسلام کو فروغ بخشا ہے میدان جنگ میں شب و روز گزارنے میں انہیں بڑی خوشی محسوس ہوتی تھی یہ اسلام کی امداد میں سر سے گزرنے کے لیے بے چین رہتے تھے۔ مورخ ہروی کا بیان ہے کہ خلیفہ دوم حضرت عمر نے انہیں فتح عراق کے لیے سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر دشمن کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اور اپنی روایتی بہادری سے عظیم کارنامے کئے بالآخر ہاتھیوں کے ایک بہت بڑے غول پر حملہ کرتے ہوئے ایک ہاتھی کے پیر سے کچل کر جان بحق تسلیم ہو گئے (روضۃ الصفاج ۳ ص۴۲، مجالس المومنین ص۳۵۶، روضۃ المجاہدین ص۵ الفاروق ص۴۴)

حضرت مختار کے چچا جناب مسعود کے بیٹے سعد تھے۔ جناب سعد بن مسعود ثقفی، یہ بھی اپنی خاندانی روایات کے مطابق بڑے شجاع بہادر اور جرأت و ہمت سے بھرپور تھے۔ انہوں نے بھی اکثر اسلامی جنگوں میں نبرد آزمائی کی ہے اور بڑے کار نمایاں کئے ہیں انہوں نے اکثر گورنری کے فرائض بھی انجام دیئے ہیں۔ فتح مدائن کے بعد خلیفہ ثانی حضرت عمر نے انہیں وہاں کا گورنر بنایا تھا۔ یہ عہد ثالث میں بھی وہاں کے بدستور گورنر رہے اور عہد امیر المومنین میں بھی اسی عہدہ پر بحال رہے۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ ص۴۲) پھر جب معاویہ کا اقتدار قائم ہو گیا تو اس نے انہیں مدائن سے ہٹا کر موصل کا گورنر بنا دیا تھا۔ (نور الابصار ص۹ طبع لکھنؤ) جناب سعد دوستداران اہلبیت میں سے تھے اور آل محمد سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ (مجالس المومنین ص۳۵۶)

حضرت رسول کریمؐ کی زبان اقدس پر ولادت مختار کی بشارت

علما کرام کا بیان ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح بنی اسرائیل میں اچھے اور برے، فرمانبردار اور نافرمان دونوں طرح کے لوگ تھے۔ اسی طرح میری امت میں بھی ہیں۔ بعض اچھے بعض برے بعض فرمانبردار بعض نافرمان ہیں اور جس طرح بنی اسرائیل کے لوگوں کو دنیا میں ان کے کردار کا بدلا دیا گیا تھا۔ اسی طرح میری امت میں بھی عمل اور کردار کا بدلا دیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں جو اطاعت گزار تھا اس کو اس کی جزا اور جو نافرمان تھا اس کی اس کو سزا دنیا میں بھی دی گئی تھی۔ اور اس کا انداز یہ تھا کہ فرمانبرداروں کا درجہ بلند کر دیا گیا تھا۔ اور نافرمانوں کو عذاب میں بتلا کر دیا تھا ہماری اُمت میں بعض وہ ہیں جو عزت کے قابل ہیں اور بعض وہ ہیں جو سزا کے لائق ہیں۔ بعض اطاعت گزار ہیں۔ بعض نافرمان ہیں۔ جو اطاعت گزار اور تابع فرمان ہیں۔ ان کی عزت خدا اور رسول کی نگاہ میں بہت زیادہ ہے اور جو عاصی وگنہگار ہیں وہ عتاب وعذاب کے مستحق ہیں۔ اور دنیا میں بھی اس سے ضرور دوچار ہوں گے یہ سن کر اصحاب نے دست بستہ عرض کی۔ مولا ہم میں وہ لوگ ہیں جن کا شمار عاصیوں اور گنہگاروں میں ہے۔

فرمودند آنہانکہ بتعظیم ما اہلبیت و رعایت حقوق ما مامور شدند
پس مخالفت و انکار و استخفاف بآل و رزند و اولاد رسولؐ را بکشند

آپ نے فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہیں جن پر خداوند عالم نے ہم اہلبیت کی تعظیم وتکریم واجب قرار دی ہے اور ہمارے حقوق کا لحاظ کرنا ان پر فرض فرمایا ہے لیکن وہ ان تمام فرائض واجبات سے بحب دنیا غفلت کرتے ہیں اور ہماری عزت کے بجائے ہماری توہین کرنے کا تہیہ کئے ہوتے ہیں۔ اور وہ دن دور نہیں کہ اولاد رسولؐ کو قتل کریں گے۔ یہ سن کر لوگوں نے نہایت تعجب سے پوچھا کہ مولا کیا واقعی ایسا ہوگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک ہوگا اور ضرور ہوگا۔ اور سنو یہ میرے نور نظر اور روشنی بصر حسن وحسین جو تمہاری نگاہوں کے سامنے ہیں اُمت ناہنجار کے ہاتھوں قتل کئے جائیں گے۔ اور اے میرے اصحاب تمہیں بھی معلوم ہو کہ یہ اس بے دردی سے قتل ہوں گے کہ جس کا جواب نہ ہوگا پھر خداوند عالم جو عادل حقیقی ہے ان پر دنیا میں اسی طرح عذاب نازل کرے گا جس طرح اس نے قتل یحییٰ بن زکریا کی وجہ سے بنی اسرائیل پر نازل کیا تھا۔ اصحاب نے

پوچھا، مولا، ان پر نزول عذاب کا کیا انداز ہوگا، فرمایا کہ خدا ایک شخص کو پیدا کرے گا جو اپنی شمشیر آبدار سے انہیں کیفر کردار تک پہنچا کر دم لے گا، اور انہیں اچھی طرح عذاب میں مبتلا کر دے گا اصحاب نے پھر پوچھا مولا وہ پیدا ہونے والا کون ہوگا؟ کس قبیلہ کا ہوگا اور اس کا نام کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ بنی ثقیف کا چشم و چراغ ہوگا اور اس کا نام مختار ہوگا (نور الابصار ص۱۴۔ جلاء العیون ص۲۲۷۔ بحار الانوار ص۳۹۸ جلد۱)

حضرت شہید ثالث سید نور اللہ شوشتری بحوالہ قاضی میبذی شارح دیوان مرتضوی و تفسیر حضرت امام حسن عسکریؑ رقمطراز ہیں۔ سیقتل ولدی الحسین وسیخرج غلام من ثقیف ویقتل من اللذین ظلموا ثلاث مائۃ وثلاثۃ ثمانین الف رجل، گفتند "من ھو" گفت ھو مختار بن ابی عبیدہ ثقفی"، حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب میرا فرزند حسین قتل کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد بنی ثقیف کا ایک شخص خروج کرے گا اور ان لوگوں میں سے جنہوں نے قتل حسین میں حصہ لیا ہوگا۔ اسی ہزار تین سو تین افراد قتل کرے گا۔ لوگوں نے دریافت کیا مولا، اس کا نام کیا ہوگا۔ فرمایا مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی (مجالس المومنین ص۳۵۹)

حضرت مختار کے متعلق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت اور پیشگوئی حضرات علماء اہلسنت بھی تسلیم کرتے ہیں اور انہوں نے بھی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ لیکن ان کے بیان میں کمال درجہ کا تعصب موجود ہے۔ اور شاید یہ انداز بیان حکومت بنی امیہ کے دباؤ اور تاثر کا نتیجہ ہو۔ مختار کے متعلق رسول کریم کی پیش گوئی کے لیے ملاحظہ ہو۔ منہاج السنۃ امام ابن تیمیہ حسین و یزید ص۳۲ طبع ہند پریس کلکتہ ذخیر المآل فی اسماء الرجال السّمیٰ بہ ترجمۃ الاکمال طبع لاہور ۱۳۱۸ و مشکوۃ شریف ص۵۴۳ طبع لکھنؤ۔

ان کتابوں کے بعض مصنفین نے حضرت مختار پر یہ الزام بھی لگایا ہے کہ وہ نزول وحی کے مدعی تھے۔ اس کے متعلق مورخ اسلام علامہ محمد خاوند پاشا رقمطراز ہیں کہ مختار جو کچھ کہتے تھے وہی ہوتا تھا جس سے جہلا نے یہ رائے قائم کر لی کہ ان پر وحی کا نزول ہوتا تھا اور اسی نزول کا انتساب[۱] ان کی طرف کر دیا۔ حالانکہ ایسا نہ تھا، ان کا کہنا اس لیے درست ہوتا تھا کہ وہ ذہانت اور فراست کے درجہ کمال پر فائز تھے۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ ص۸۴ طبع نولکشور)

بشارت محمدیہ کے مطابق حضرت مختار کی ولادت

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ "بعد اندک مدت از بشارت

[۱] اس کی بحث آگے آئے گی ۱۲

دادن جناب امیر علیہ السلام مختار متولد شد "حضرت علی علیہ السلام کے بشارت محمدیہ کو بیان کرنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی پیدا ہوئے تھے (جلاء العیون ص۲۴۷ و نور الابصار ص۱۴ طبع لکھنؤ)

حضرت مختار کی ولادت باسعادت

تاریخ شاہد ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھوں کارہائے نمایاں ظہور پذیر ہوئے یا جو مقرب بارگاہ بندے گزرے ہیں، ان کے کوائف وحالات ابتدائے نشوونما بلکہ اس سے بھی قبل سے عام انسانی حالات وصفات سے جداگانہ رہے ہیں۔ مثال کے لیے حضرت علی علیہ السلام اور ان کے فرزند حضرت عباس علمدار کے حالات دیکھے جا سکتے ہیں۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۱ ص۲۲ و ذکر العباس طبع لاہور) حضرت علی کے متعلق خلیفہ دوم کا اعتراف تاریخوں میں موجود ہے وہ کہتے ہیں: "عجزت النساء ان تلدن مثل علی بن ابی طالب" دنیا کی عورتیں علی بن ابی طالب کی مثال پیدا کرنے سے عاجز ہیں (مناقب خوارزمی ص۴۸ ینابیع المودۃ ص۶۲)

حضرت مختار کے ہاتھوں چونکہ کارنمایاں عالم ظہور میں آنے والا تھا۔ اسی لیے ان کے بطن مادر میں مستقر ہونے سے پہلے اور اُس کے بعد عجیب وغریب حالات و واقعات ظاہر ہوئے ہیں۔

حضرت علامہ شیخ جعفر بن محمد بن نما علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: کان ابو عبیدہ والدہ یتنوق فی طلب النساء تذکر له نساء قومه فابی ان یتزوج منهن فاتاه آت فی منامه فقال تزوج دومة الحسناء۔ حضرت مختار کے والد ابو عبیدہ ایک نیک سیرت، خوش سلیقہ عورت کی تلاش میں سرگرداں تھے، وہ چاہتے تھے کہ ایک خاندانی عورت دستیاب ہو جائے۔ لوگوں نے انہیں کی قوم کی بہت سی عورتوں کی نشاندہی کی لیکن انہوں نے اُن میں سے ایک پر بھی رضا ظاہر نہ کی اور کسی ایک کو بھی پسند نہ کیا۔ ابو عبیدہ اپنے بستر پر اندرون خانہ سو رہے تھے کہ خواب میں ایک آنے والے نے ان سے کہا کہ اے ابو عبیدہ! تم دومۃ الحسناء سے نکاح کر لو۔ وہ تمہارے لیے ویسا ہی فرزند جنے گی جیسا تم چاہتے ہو۔ وہ ایسی عورت ہے جس کی تم کبھی کوئی بُرائی نہ دیکھو گے اور نہ سنو گے۔

خواب سے بیدار ہو کر ابو عبیدہ نے اس واقعہ کو اپنے اہل قبیلہ سے بیان کیا، ان لوگوں نے ان کے اس خواب کا استقبال کیا اور سب نے اس رشتہ کے لیے رائے قائم کر دی اور وہب بن عمر بن معتب کے پاس ان کی لڑکی "دومۃ الحسنا" کے لیے پیغام بھیج دیا گیا، انہوں نے اس رشتہ کو بخوشی منظور کر کے ابو عبیدہ کے ساتھ اپنی لڑکی "دومہ" کی شادی کر دی۔

دومۃ الحسنا ابو عبیدہ کے ساتھ نہایت خوشی اور مسرت کے ایام گذار رہی تھیں کہ استقرار حمل ہو گیا اور مادر رحم میں اس بچے کا نقطۂ وجود اور نطفۂ شہود و نمود قائم ہوا۔ جس کے ہاتھوں کاتب تقدیر نے واقعہ کربلا کا بدلا لینا لکھا ہوا تھا۔ اور جسے نصرت محمدؐ وآل محمدؐ کا شرف عظیم نصیب ہونے والا تھا۔ دومۃ کا بیان ہے کہ مارأیت فی النوم قائلا یقول کہ میں نے قیام نطفہ کے فوراً بعد خواب میں دیکھا کہ ایک شخص آیا ہے اور کہتا ہے ؎

البشری بالولد   اشبہ شی بالاسد

اے دومۃ تجھے بشارت ہو کہ تیرے بطن سے وہ بچہ پیدا ہونے والا ہے جو شیر کی مانند ہوگا، وہ بڑا بہادر اور زبردست نبرد آزما ہوگا۔ وہ کہتی ہیں فلما وضعت، کہ جب وضع حمل ہوا اور بچہ پیدا ہو چکا تو وہی آنے والا جو بشارت دے گیا تھا پھر خواب میں آیا اور کہنے لگا کہ اے دومہ! یہ ۔۔ بڑا ہو کر نہایت بہادر ہوگا۔ نبرد آزمائی میں اس کے قدم پیچھے نہ ہٹیں گے۔ اور دشمن کے مقابلہ میں یہ کامیاب ہوگا۔ اور میدان جنگ میں بڑی دلیری سے کامیابی اور کامگاری حاصل کرے گا۔ ذوب النضار فی شرح الثار صفحہ ۴۰۱ ضمیمہ بحار الانوار طبع ایران ۱۸۲۷ء، نور الابصار صفحہ ۲۱)

بعض معاصرین لکھتے ہیں کہ ہاتف غیبی نے مختار کی ماں سے یہ بھی کہا تھا کہ یہ بچہ اہل بیت پیغمبر کا دوست ہے اور آل محمدؐ کے دشمنوں کو باِمداد الٰہی قتل کرے گا۔

تاریخ ولادت حضرت مختار کی تاریخ ولادت کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گزری البتہ یہ مسلم ہے کہ آپ سنہ ۱ ہجری میں پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۲۸۷۔ ذخیرۃ المآل فی اسماء الرجال محدث ابوالحسن طبع لاہور ۱۳۱۸ھ و ذوب النضار شرح الثار ابن نما صفحہ ۴۰۱ طبع ایران ۱۲۸۷ھ و نور الابصار صفحہ ۲۱، تاریخ اسلام مسٹر ذاکر حسین جلد ۵ صفحہ ۱۲ میں ہے۔ بعض معاصرین کا کہنا ہے کہ مختار کی ماں کا نام حلیمہ تھا۔ نیز یہ کہ مختار کا باپ مختار کے پیدا ہوتے ہی فوت ہو گیا تھا اور یہ کہ مختار اس روز پیدا ہوئے تھے جس روز رسول خدا جنگ تبوک[۱] میں تشریف لے گئے تھے میرے نزدیک یہ سب امور غلط ہیں۔

---

۱ جنگ تبوک سنہ ۹ھ میں ہوتی ہے۔ (سیرت ابن ہشام صفحہ ۴۲۲) اگر اس میں حضرت مختار کی ولادت تسلیم کی جائے تو اس سے تاریخی مسلمات کی مخالفت ہوگی۔ کیونکہ یہ مسلم ہے کہ آپ کی عمر ۶۷ سال کی تھی۔ اور آپ نے ۶۷ھ میں شہادت پائی ہے۔ ۱۲

مختار اور اُن کے بھائی بہن کے اسماء

علامہ ابن نما اور علامہ محمد ابراہیم رقمطراز ہیں کہ مختار کی ولادت کے بعد ان کے والد ابو عبیدہ ثقفی نے ان کا نام "مختار" رکھا (ذوب النضار صہ ۴۰۱ و نور الابصار صہ ۲۱) میرے نزدیک یہ نام قدرتی طور پر اس لیے قرار پایا کہ یہی خُدا و رسول و ائمہ کی نگاہ میں واقعہ کربلا کا بدلہ لینے کے لیے چنے ہوئے تھے۔ کیونکہ لفظ مختار کے معنی چنے ہوئے کے ہیں۔ علما نے کہا ہے کہ مختار کے چار اور سگے بھائی تھے۔ جن کے نام یہ ہیں:
۱۔ جبیر۔ ۲۔ ابو جبیر۔ ۳۔ ابوالحکم۔ ۴۔ ابوامیہ - اور ایک بہن تھی جس کا نام صفیہ تھا جو عبداللہ ابن عمر سے منسوب تھی۔ (نور الابصار صہ ۲۱) تواریخ میں ہے کہ آپ کی ایک بہن عمر سعد کے پاس تھی۔

حضرت مختار کی کنیت

کتاب ذوب النضار فی شرح الثار علامہ جعفر بن نما صہ ۴۰۱ وکتاب روضۃ الصفا جلد ۳ صہ ۸۰ میں ہے کنیتہٗ ابواسحاق حضرت مختار کی کنیت ابواسحاق تھی۔ حضرت مختار نے اس کنیت کا جوان ہونے کے بعد اکثر مواقع کارکردگی میں ذکر کیا ہے علامہ خاوندشاہ ہروی اپنی کتاب "روضۃ الصفا" میں لکھتے ہیں کہ آغاز واقعہ انتقام کے موقع پر جب لوگ توثیق مختار کے لیے محمد بن حنفیہ کے پاس مدینہ جا کر واپس ہوئے تھے تو مختار نے کمال مسرت کے ساتھ کہا تھا۔ "اللہ اکبر من ابواسحاق ام کہ بہ تیغ آبدار من ظالمان خاکسار بادیہ پیما آتش دوزخ خواہند رفت"۔ میں ابواسحاق ہوں میری تیغ آبدار سے عنقریب دشمنانِ آلِ محمد جہنم رسید ہوں گے۔

حضرت مختار کا لقب

کتاب مجمع البحرین صہ ۳۰۵ و جلاء العیون صہ ۲۴۷ میں ہے کہ حضرت مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کا لقب کیسان تھا۔ صراح جلد ۲ صہ ۲۴۳ میں ہے۔ کیسان بمعنی زیرکی است، کیسان کے معنی عقل مندی اور ہوش مندی کے ہیں۔ المنجد صہ ۵۱، طبع بیروت میں ہے کہ کیسان کیّس سے مشتق ہے جس کے معنی عاقل اور ذہین کے ہیں اور اسی کے ذیل میں صاحب فہم اور صاحب ادب کے معنی بھی ہیں علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے کہ یہ لقب حضرت علی علیہ السلام کا عنایت کردہ ہے۔ (جلاء العیون صہ ۲۴۷ طبع ایران) علامہ ابن نما ارشاد فرماتے ہیں کہ اسی لقب کی وجہ سے شیعوں کا فرقہ کیسانیہ مختار کی طرف منسوب ہے (ذوب النضار صہ ۴۰۲ و بحار الانوار صہ ۴۰۱)

علامہ ابوالقاسم لاہوری تحریر فرماتے ہیں کہ مختار کی طرف شیعوں کا جو فرقہ منسوب تھا اسے "مختاریہ" کہتے تھے۔ وہ فرقہ علامہ شہرستانی (سنی) کی تحریر کے مطابق محمد بن حنفیہ کو امام مانتا تھا لیکن صحیح یہ ہے کہ مختار اور اُن کے ماننے والے حضرت امام زین العابدین کو امام زمانہ مانتے تھے۔ اسی حالت میں مختار ہمیشہ رہے اور اسی اعتقاد پر اُن کی شہادت واقع ہوئی، اعلیٰ اللہ مقامہ۔ (معارف الملۃ الناجیہ والناریہ صفہ ۵۲ طبع لاہور ۱۲۹۶ھ)

علامہ مجلسی کا فیصلہ یہ ہے کہ "الکیسانیہ ھم المختاریہ" کیسانیہ اور مختاریہ فرقہ ایک ہی ہے جو حضرت مختار کی طرف منسوب ہے۔ (بحار الانوار جلد ۱۰ صفہ ۴۰)

میرے نزدیک کیسانیہ یا مختاریہ کوئی فرقہ نہ تھا۔ بلکہ مختار کے اس گروہ اور پارٹی کو کیسانیہ اور مختاریہ کہتے تھے جو واقعہ کربلا کا بدلہ لینے میں حضرت مختار کے ساتھ تھا۔

باب ۳

حضرت مختار کے بچپن کے حالات

مثل مشہور ہے کہ ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات، جس کا مستقبل روشن ہوتا ہے، جس سے کارہائے نمایاں کا ظہور ہونے والا ہوتا ہے، اس کے بشرہ سے آیندہ کے آثار عالم طفلی میں ہی ظاہر ہونے لگتے ہیں عام لوگ چاہے اس خصوصیت کا ادراک نہ کر سکیں لیکن وہ نگاہیں جو بمفاد قرآن مجید اعراف پر خطہ پیشانی پڑھ کر دخول جنت اور دخول جہنم کا حکم لگا سکیں گی۔ وہ یقیناً دل کی گہرائیوں میں اپنی چھپی ہوئی محبت کا مطالعہ کر کے اس کے اثرات کا مظاہرہ کرتی ہیں۔

جناب مختار حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے زانوئے مبارک پر

علامہ ابو عمر محمد بن عمر ابن عبد العزیز الکشی اور علامہ محمد باقر مجلسی اور علامہ شیخ ابن نما، اصبغ ابن نباتہ صحابی حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت مختار کمال کمسنی کی حالت میں

حضرت کے زانو پر بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ کمال محبت و رحمت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیر رہے ہیں اور فرماتے جاتے ہیں اے عقل مند اور اے بہادر و ہوشیار (رجال کشی ص۸۴ ۔ بحار الانوار ص۲۴۴ جلد ۱، ذوب النضار ص۲۰۲) اس واقعہ کی تفصیل حافظ عطاء الدین حسام الواعظ بحوالہ شیخ ابو جعفر ابن بابویہ القمی یوں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب مدینہ کی ایک ایسی گلی سے گذر رہے تھے جس میں چھوٹے چھوٹے بچے کھیل رہے تھے ۔ انہیں کھیلنے والوں میں مختار بھی تھے ۔ مختار کے کندھوں پر گیسو لہرا رہے تھے حضرت علی کی جو نہی نگاہ مختار پر پڑی آپ ٹھہر گئے اور آپ نے پوچھا کہ یہ بچہ کس کا ہے ۔ کہا گیا کہ ابو عبیدہ صحابی رسول کا ۔ یہ سُن کر حضرت علی آگے بڑھے اور بڑھ کر مختار کو آغوش میں اٹھا لیا پھر اپنے زانو پر بٹھا کر دست مبارک اُن کے سر پر پھیرنے لگے اس کے بعد فرمایا ۔ اے پسر من کے باشد کہ تو خون مارا از اعادی ما باز خواہی ۔ " اے میرے فرزند وہ زمانہ کب آئے گا کہ تو ہمارے دشمنوں سے بدلا لے گا " (روضۃ المجاہدین ص۳ طبع ایران)

عہد طفلی اور کسب کمالات میں شوق وانہماک

حضرت مختار کو بڑے ہو کر چونکہ ایک بہت بڑے کام کو پروان چڑھانا تھا ۔ لہذا قدرتی طور پر انہیں کسب کمالات میں دلچسپی لابدی اور لازمی وضروری تھی یہی وجہ ہے کہ وہ بچپن سے ایسے کمالات حاصل کرنے میں منہمک رہے جو آگے چل کر ان کے قدرتی منصوبہ میں ممد اور معاون ثابت ہوئے ۔ علامہ محمد احمد نجفی بحوالہ زید ابن قدامہ لکھتے ہیں ۔ کہ مختار نے چار سال کی عمر سے لکھنا پڑھنا شروع کر کے علم قرآن و حدیث اور ریضیات حاصل کرنے کے بعد فن شہسواری ، تیر اندازی ، نیزہ بازی اور پیراکی میں تیرہ سال کی عمر سے پہلے پہلے کمال حاصل کر لیا اور ان کمالات کے مظاہرے کو واقعہ قیس الناطف میں بروئے کار لا کر اپنے والد ابو عبیدہ اور چچا سعد کو خوش کیا ۔ (مختار نامہ ص۲۴۳)

فاضل معاصر مولانا سید ظفر حسن صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں کہ مختار کو فن سپاہ گری میں کمال حاصل تھا ، تیر اندازی میں اپنا مثل نہ رکھتے تھے ۔ (ملاحظہ ہو مختصر مختار نامہ ص۳۰)

۱۳ سال کی عمر میں جذبہ نبرد آزمائی

علامہ شیخ جعفر بن محمد بن نما تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کی عمر جب تیرہ سال کی ہوئی تو آپ میں جذبۂ اظہار شجاعت کمال کو پہنچ گیا ، اتفاقاً اسی دوران میں واقعہ قیس الناطف ظہور پذیر ہوا حضرت مختار اس معرکہ میں اپنے والد اور چچا کے ہمراہ موجود تھے وکان ینفلت للقتال جب معرکہ تیز ہوا تو مختار بے تحاشا میدان کارزار کی طرف دوڑے اور جنگ کی آگ میں کود پڑنے کے لیے بے چین ہو گئے

"فیمنعہ سعد بن مسعود عمہ" یہ دیکھ کر مختار کے چچا سعد بن مسعود نے بڑھ کر اس شیر بچہ کو قابو میں کیا اور جنگ کرنے سے روکا۔ (ذوب النضار فی شرح الثار صفحہ ۴۰) یہ واقعہ فتح ایران کے سلسلے میں ۱۳ھ میں وقوع پذیر ہوا ہے۔ اس جنگ کو "جنگ قیس ناطف یا واقعہ جسر کہتے ہیں۔ (تاریخ اسلام جلد ۲ صفحہ ۲)

حضرت مختار کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا

(جنگ عراق میں حضرت ابو عبیدہ کی موت)

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ فارس کی حکومت کا چوتھا دور جو ساسانی کہلاتا ہے، نوشیرواں عادل کی وجہ سے بہت نام آور تھا۔ آنحضرت کے زمانہ میں اسی کا پوتا پرویز تخت نشین تھا۔ اس مغرور بادشاہ کے زمانے تک سلطنت نہایت قوی اور زور آور رہی لیکن اس کے مرنے کے ساتھ دفعتہً ایسی ابتری پیدا ہوگئی کہ ایوانِ حکومت مدت تک متزلزل رہا۔ شیرویہ اس کے بیٹے نے کل آٹھ مہینے حکومت کی اور اپنے بھائیوں کو جو کم وبیش ۱۵ تھے قتل کرا دیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا اردشیر، سات برس کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ لیکن ڈیڑھ برس کے بعد دربار کے ایک افسر نے اس کو قتل کر دیا اور آپ بادشاہ بن بیٹھا۔ سن ہجری کا بارھواں سال تھا۔ چند روز کے بعد درباریوں نے اس کو قتل کر کے جواں شیر کو تخت نشین کیا۔ وہ ایک برس کے بعد قضا کر گیا۔ اب چونکہ خاندان میں یزدجرد کے سوا جو نہایت صغیر السن تھا اولاد ذکور باقی نہیں رہی تھی۔ "پوران دخت" کو اس شرط پر تخت نشین کیا گیا کہ یزدجرد سن شعور کو پہنچ جائے گا تو وہی تاج و تخت کا مالک ہوگا۔

پرویز کے بعد جو انقلاب حکومت ہوتے رہے۔ اس کی وجہ سے ملک میں جا بجا بے امنی پھیل گئی۔ چنانچہ "پوران" کے زمانے میں یہ مشہور ہو گیا کہ فارس میں کوئی وارث تاج و تخت نہیں۔ برائے نام ایک شخص کو ایوان شاہی میں بٹھا رکھا ہے۔ اس خبر کی شہرت کے ساتھ عراق میں قبیلہ وائل کے دو سردار مثنیٰ شیبانی اور سوید عجلی نے تھوڑی جمعیت بہم پہنچا کر عراق کی سرحد حیرہ و ابلہ کی طرف غارت گری شروع کی (اخبار الطوال ابو حنیفہ دینوری) یہ حضرت ابو بکر کی خلافت کا زمانہ تھا۔ اور خالد یمامہ اور دیگر قبائل عرب کی مہمات سے فارغ ہو چکا تھا۔ مثنیٰ نے حضرت ابو بکر کی خدمت میں حاضر ہو کر عراق پر حملہ کرنے کی اجازت حاصل کی۔ مثنیٰ خود اگرچہ اسلام لا چکے تھے لیکن اس وقت تک ان کا تمام قبیلہ عیسائی یا بت پرست تھا۔ حضرت ابو بکر کی خدمت سے واپس آ کر انہوں نے اپنے قبیلہ کو اسلام

کی ترغیب دی۔ اور قبیلہ کا قبیلہ مسلمان ہوگیا۔ (فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۲۴۱) ان نومسلموں کا ایک بڑا گروہ لے کر عراق کا رُخ کیا، ادھر حضرت ابوبکر نے خالد کو مدد کے لئے بھیجا۔ خالد نے عراق کے تمام سرحدی مقامات فتح کر لیے اور حیرہ پر علم فتح نصب کیا۔ یہ مقام کوفہ سے تین میل ہے اور چونکہ نعمان بن منذر نے "خورنق" میں ایک مشہور محل بنایا تھا۔ وہ ایک یادگار مقام خیال کیا جاتا تھا۔ ... حضرت ابوبکر نے ربیع الثانی ۱۳ھ ۶۳۴ء میں (بلاذری صفحہ ۲۵۰) خالد کو حکم بھیجا کہ فوراً شام کو روانہ ہوں اور مثنیٰ کو اپنا جانشین کرتے جائیں۔ خالد ادھر روانہ ہوئے اور عراق کی فتوحات دفعۃً رک گئیں۔ حضرت عمر مسند خلافت پر بیٹھے تو سب سے پہلے عراق کی مہم پر توجہ کی۔ بیعت خلافت کے لیے تمام اطراف و دیار سے بے شمار آدمی آئے تھے، اور تین دن تک ان کا تانتا بندھا رہا تھا۔ حضرت عمر نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور مجمع عام میں جہاد کا وعظ کیا لیکن چونکہ لوگوں کا خیال تھا کہ عراق حکومت فارس کا "پایۂ تخت" ہے اور وہ خالد کے بغیر فتح نہیں ہو سکتا۔ اس لیے سب خاموش رہے۔ عمرؓ نے کئی دن تک وعظ کیا لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر چوتھے روز اس جوش سے تقریر کی کہ حاضرین کے دل ہل گئے۔ مثنیٰ شیبانی نے اُٹھ کر کہا، مسلمانو! میں نے مجوسیوں کو آزما لیا ہے۔ وہ مردِ میدان نہیں ہیں۔ عراق کے بڑے بڑے اضلاع کو ہم نے فتح کر لیا ہے اور عجم ہمارا لوہا مان گئے ہیں۔

حاضرین میں ابو عبید ثقفی بھی تھے جو قبیلہ ثقیف کے سردار تھے وہ جوش میں آکر اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ انالھذا یعنی اس کام کے لیے میں ہوں۔ ابو عبید کی ہمت نے تمام حاضرین کو گرما دیا۔ ہر طرف سے غلغلہ اُٹھا کہ ہم بھی حاضر ہیں۔ حضرت عمرؓ نے مدینہ منورہ اور مضافات سے ہزار آدمی انتخاب کئے اور ابو عبید کو سپہ سالار مقرر کیا۔ (بلاذری)

حضرت ابوبکر کے عہد میں عراق پر جو حملہ ہوا اس نے ایرانیوں کو چونکا دیا تھا۔ "پوران دخت" نے رستم کو جو فرخ زاد گورنر خراسان کا بیٹا اور نہایت شجاع اور صاحب تدبیر تھا۔ دربار میں طلب کیا اور وزیر حرب مقرر کر کے کہا کہ تو سیاہ و سفید کا مالک ہے یہ کہہ کر اس کے سر پر تاج رکھا۔ اور درباریوں کو جن میں تمام امرا اور اعیان سلطنت شامل تھے۔ تاکید کی کہ رستم کی اطاعت سے کبھی انحراف نہ کریں۔ چونکہ اہل فارس اپنی نااتفاقیوں کا نتیجہ دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے دل سے ان احکام کی اطاعت کی۔ اس کا اثر یہ ہوا، کہ چند روز میں تمام بدانتظامیاں مٹ گئیں، اور سلطنت نے پھر وہی زور و قوت پیدا کر لی، جو "ہرمز" "پرویز" کے زمانے میں اس کو حاصل تھی۔ رستم نے پہلی تدبیر یہ کی کہ اضلاع عراق میں ہر طرف ہرکارے اور نقیب دوڑائے جنہوں نے مذہبی حمیت کا جوش دلا کر تمام ملک میں مسلمانوں کے برخلاف

بغاوت پھیلا دی چنانچہ ابو عبیدہ کے پہنچنے سے پہلے فرات کے تمام اضلاع میں ہنگامہ برپا ہوگیا۔ اور جو مقامات مسلمانوں کے قبضہ میں آچکے تھے ان کے ہاتھ سے نکل گئے۔ پوران دخت نے رستم کی اعانت کے لیے ایک اور فوج گراں تیار کی۔ نرسی و جاپان کو سپہ سالار مقرر کیا، جاپان عراق کا ایک مشہور رئیس تھا، اور عرب سے اس کو خاص عداوت تھی، نرسی، کسریٰ کا خالہ زاد بھائی تھا اور عراق کے بعض اضلاع قدیم سے اس کی جاگیر تھی۔ یہ دونوں افسر مختلف راستوں سے عراق کی طرف بڑھے اودھر ابو عبیدہ اور مثنیٰ حیرہ تک پہنچ چکے تھے کہ دشمن کی تیاریوں کا حال معلوم ہوا مصلحت دیکھ کر خفاخان کو ہٹ آئے۔ جاپان نمارق پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔

ابو عبیدہ نے اس اثنا میں فوج کو ساز و سامان سے آراستہ کرلیا اور پیش قدمی کر کے خود حملے کے لیے بڑھے۔ نمارق پر دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں۔ جاپان کے میمنہ اور میسرہ پر جوشن شاہ اور مردان شاہ دو مشہور افسر تھے۔ جو بڑی ثابت قدمی سے لڑے لیکن بالآخر شکست کھائی اور عین معرکہ میں گرفتار ہوگئے۔ مردان شاہ بد قسمتی سے اسی وقت قتل کر دیا گیا، لیکن جاپان اس حیلے سے بچ گیا کہ جس شخص نے اس کو گرفتار کیا تھا وہ اس کو پہچانتا نہ تھا۔ جاپان نے کہا کہ اس بڑھاپے میں میں تمہارے کس کام کا ہوں، مجھ کو چھوڑ دو۔ اور معاوضے میں مجھ سے دو غلام لو۔ اس نے منظور کر لیا۔ بعد میں لوگوں نے جاپان کو پہچانا تو غل مچایا کہ ہم ایسے دشمن کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ لیکن ابو عبیدہ نے کہا کہ اسلام میں بد عہدی جائز نہیں۔

ابو عبیدہ نے اس معرکہ کے بعد "کسکر" کا رُخ کیا۔ جہاں نرسی فوج لیے ٹھہرا تھا۔ سقاطیہ میں دونوں فوجیں مقابل ہوئیں، نرسی کے ساتھ بہت بڑا لشکر تھا۔ اور خود کسریٰ کے دو ماموں زاد بھائی بندویہ و تیرویہ میمنہ اور میسرہ پر تھے۔ تاہم نرسی اس وجہ سے لڑائی میں دیر کر رہا تھا کہ پایۂ تخت سے امدادی فوجیں روانہ ہو چکی تھیں۔ ابو عبیدہ کو بھی یہ خبر پہنچ چکی تھی۔ انہوں نے بڑھ کر جنگ شروع کر دی۔ بہت بڑے معرکے کے بعد نرسی کو شکست فاش ہوئی، ابو عبیدہ نے خود سقاطیہ میں مقام کیا اور تھوڑی سی فوجیں ہر طرف بھیج دیں کہ ایرانیوں نے جہاں جہاں پناہ لی ہے ان کو وہاں سے نکال دیں۔

فرخ اور فراوندا د جو بادوسما اور زوابی کے رئیس تھے مطیع ہوگئے چنانچہ اظہار خلوص کے لئے ایک دن ابو عبیدہ کو نہایت عمدہ عمدہ کھانے پکوا کر بھیجے، ابو عبیدہ نے دریافت کیا کہ یہ سامان کل فوج کے لیے ہے یا صرف میرے لیے؟ فرخ نے کہا کہ اس جلدی میں ساری فوج کا اہتمام

نہیں ہوسکتا تھا۔ ابو عبیدہ نے دعوت کے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ اور کہا کہ مسلمانوں میں ایک کو دوسرے پر کچھ ترجیح نہیں۔ اس شکست کی خبر سُن کر رستم نے مروان شاہ کو جو عرب سے دلی عداوت رکھتا تھا اور جس کو نوشیرواں نے تقدس کے لحاظ سے "بہمن" کا خطاب دیا تھا۔ چار ہزار فوج کے ساتھ اس سامان سے روانہ کیا کہ "درفش کاویانی" جو کئی ہزار برس سے کیانی خاندان کی یادگار چلا آتا تھا اور فتح و ظفر کا دیباچہ سمجھا جاتا تھا۔ اس کے سر پر سایہ کرتا جاتا تھا۔ مشرقی فرات کے کنارے ایک مقام پر جس کا نام مروحہ تھا۔ دونوں حریف صف آرا ہوئے، چونکہ بیچ میں دریا حائل تھا۔ بہمن نے کہلا بھیجا کہ یا تم اس پار اُتر کر آؤ یا ہم آئیں۔ ابو عبیدہ کے تمام سرداروں نے یک زبان ہو کر کہا۔ کہ ہم کو اسی طرف رہنا چاہیئے، لیکن ابو عبیدہ جو شجاعت کے نشہ میں سرشار تھے سمجھے کہ یہ نامردی کی دلیل ہے۔ سرداروں نے کہا یہ نہیں ہوسکتا کہ جانبازی کے میدان میں مجوسی ہم سے آگے بڑھ جائیں۔

مروان شاہ جو پیغام لے کر آیا تھا۔ اس نے کہا ہماری فوج میں عام خیال ہے کہ عرب مردِ میدان نہیں ہیں۔ اس جملہ نے اور بھی اشتعال دلایا اور ابو عبیدہ نے اسی وقت فوج کو کمر بندی کا حکم دے دیا۔ کشتیوں کا پل باندھا گیا اور تمام فوج پار اُتر کر غنیم سے معرکہ آرا ہوئی۔ پار کا میدان تنگ اور ناہموار تھا اس لیے مسلمانوں کو موقع نہیں مل سکتا تھا کہ فوج کو ترتیب سے آراستہ کر سکتے۔

ایرانی فوج کا نظارہ نہایت مہیب تھا، بہت سے کوہ پیکر ہاتھی جن پر گھنٹے لٹکتے تھے اور بڑے بڑے زور سے بجتے چلے جاتے تھے۔ گھوڑوں نے یہ مہیب نظارہ بھی نہیں دیکھا تھا بدک کر پیچھے ہٹے ابو عبیدہ نے دیکھا کہ ہاتھیوں کے سامنے کچھ زور نہیں چلتا۔ گھوڑے سے کود پڑے اور ساتھیوں کو للکارا کہ جانبازو! ہاتھیوں کو بیچ میں لے لو اور ہودوں کو سواروں سمیت الٹ دو۔

اس آواز کے ساتھ سب گھوڑوں سے کود پڑے اور ہودوں کی رسیاں کاٹ کر فیل نشینوں کو خاک پر گرا دیا۔ لیکن ہاتھی جس طرف جھکتے تھے۔ صف کی صف پس جاتی تھی۔ ابو عبیدہ یہ دیکھ کر پیل سفید پر جو سب کا سردار تھا حملہ آور ہوئے اور سونڈ پر تلوار ماری کہ مستک سے الگ ہو گئی۔ ہاتھی نے بڑھ کر ان کو زمین پر گرا دیا۔ اور سینے پر پاؤں رکھ دیئے کہ ہڈیاں تک چور چور ہو گئیں۔ ابو عبیدہ کے مرنے پر ان کے بھائی حکم نے علم ہاتھ میں لیا۔ اور ہاتھی پر حملہ آور ہوئے۔ اس نے ابو عبیدہ کی طرح ان کو بھی پاؤں میں لپیٹ کر مسل دیا۔ اسی طرح سات آدمیوں نے جو عرب کے سب ابو عبیدہ کے ہم نسب اور خاندانِ ثقیف سے تھے۔ باری باری علم ہاتھ میں لیے اور مارے گئے۔ آخر میں مثنیٰ نے علم ہاتھ میں لیا۔ لیکن اس وقت لڑائی کا نقشہ بدل چکا تھا اور فوج میں بھاگڑ پڑ چکی تھی۔ یہ واقعہ حسب

بیان بلاذری ہفتہ کے دن رمضان سنہ ۱۳ھ میں واقع ہوا۔ (الفاروق صـ۴۴ تا صـ۴۹ طبع دہلی ۱۸۹۸ء)
مورخ اعظم اسلام مسٹر ڈاکٹر جبین لکھتے ہیں کہ اس لڑائی میں مسلمانوں کے ۹ ہزار آدمی تھے۔ چار ہزار لڑنے
اور ڈوبنے میں ضائع ہوئے دو ہزار بھاگ گئے۔ اور تین ہزار باقی رہ گئے تھے۔ لشکر فارس کے چھ ہزار
آدمی کام آئے۔ یہ واقعہ ماہ شعبان سنہ ۱۳ھ کا ہے (تاریخ اسلام جلد ۳ صـ۳۰ طبع دہلی ۱۹۱۳ء) علامہ خاوند
شاہ لکھتے ہیں کہ جس دن ابو عبیدہ قتل ہوئے ہیں۔ اسی کی شب میں ابو عبیدہ کی بیوی نے خواب میں دیکھا
کہ آسمان سے ایک شخص جامِ خوشگوار لیے ہوئے اُترا ہے۔ اور اس نے وہ جام ابو عبیدہ کو دیا۔ انہوں نے
خود نوش کیا اور اپنے کئی ساتھیوں کو پلایا۔ ابو عبیدہ نے جب یہ خواب سنا تو کہا کہ میں اور میرے بہت
سے ساتھی اس جنگ میں شربتِ شہادت نوش کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (روضۃ الصفا۔ جلد ۲
صـ۲۴۴ طبع نولکشور)

حضرت مختار کے والد کی وفات کے بعد

واقعہ جسر یعنی قیس الناطف میں اظہار شجاعت اور والد کے انتقال (وفات کے بعد حضرت
مختار اپنے چچا سعد بن مسعود کے ہمراہ کوفہ میں قیام پذیر ہو گئے اور وہیں ایام حیات گزار رہے تھے
تا اینکہ حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت واقع ہوئی۔ (روضۃ المجاہدین صـ۵)

فتح مدائن کے بعد گورنری کا مسئلہ اور حضرت مختار

حضرت مختار اپنے والد ابو عبیدہ کی موت کے بعد کوفہ میں تھے کہ صفر سنہ ۱۶ھ میں مدائن فتح
کر لیا گیا۔ (تاریخ ابو الفداء) فتح مدائن کے بعد وہاں کی گورنری کا مسئلہ زیر بحث لایا گیا۔ بالآخر فیصلہ
ہوا کہ حضرت مختار کو ان کے والد کی خدمات کے لحاظ سے وہاں کی گورنری تفویض کی جائے۔ "چون مدائن
را بگشادند امیری مدائن را بمختار دادند" چنانچہ وہاں کی گورنری اُن کے حوالہ کر دی گئی۔ (روضۃ المجاہدین)
حافظ عطاء الدین حسام الواعظ صـ۵ طبع ایران) لیکن چونکہ ان سے زیادہ کار آزمودہ ابو عبیدہ کے بھائی
اور حضرت مختار کے چچا سعد ابن مسعود تھے۔ لہٰذا انہیں اس منصب پر بمشورہ مختار فائز کر دیا گیا۔ علامہ
خاوند شاہ ہروی لکھتے ہیں۔ "چون مدائن در تحت تسخیر اسلام آمد عمر امارت آں دیار را بسعد بن
مسعود کہ عم مختار بود ارزانی داشت" کہ جب مدائن اہل اسلام کے قبضہ میں آگیا۔ تو خلیفہ دوم نے وہاں
کی گورنری مختار کے چچا سعد کے سپرد کر دی۔ سعد سنہ ۱۶ھ میں وہاں کے گورنر مقرر ہوئے۔ اور حضرت عثمان
اور حضرت امیر المومنین کے عہد میں بھی بدستور اسی عہدہ پر مدائن میں کام کرتے رہے۔ (روضۃ الصفا جلد ۳

صہ۲۴۔ روضۃ المجاہدین صہ۳)

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت امام حسنؑ نے بھی انہیں مدائن کی گورنری کے عہدہ پر فائز رکھا۔ (دمعہ ساکبہ صہ۲۳۹)

علامہ محمد ابراہیم مجتہد بحوالہ کتاب نقض الفضائح علامہ رازی قزوینی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مختار کے چچا جناب سعد عہد معاویہ میں موصل کے گورنر مقرر کر دیئے گئے۔ (نور الابصار صہ۹ طبع لکھنؤ)

باب ۴

حضرت مختار کی شرافت ذاتی

تاریخ الفخری صہ۸۹ طبع مصر ۱۹۲۷ء میں ہے۔ کان رجلاً شریفاً فی نفسہ، عالی الھمۃ، کریماً کہ حضرت مختار فی نفسہ شریف، بلند ہمت اور کریم الطبع تھے۔ روضۃ الصفا جلد ۳ صہ۸۴ طبع لکھنؤ میں ہے کہ حضرت مختار بے انتہا ذہانت کے مالک اور فراست کے درجۂ کمال پر فائز تھے۔ ان کا یہ حال تھا کہ ہونے والے واقعات کو قبل وقوع بیان کر دیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ ان کے پاس جبرئیل آتے اور وحی لاتے تھے حالانکہ ایسا نہ تھا۔ تاریخ طبری جلد ۴ صہ۶۴۹ میں ہے کہ "مختار مرد دلاور بود" حضرت مختار نہایت ہی بہادر اور شجاع تھے۔ اصدق الاخبار فی الاخذ بالثار صہ۳۶ میں ہے کہ مختار فصاحت و بلاغت میں اپنی نظیر آپ تھے۔ وہ مسجع اور مقفیٰ کلام اور عبارت پر پوری قدرت رکھتے تھے اور مافی الضمیر کی ادائیگی میں درجہ کمال پر فائز تھے۔

کتاب ذوب النضار فی شرح الثار صہ۴۰۱ ضمیمہ بحار میں ہے کہ حضرت مختار نہایت زبردست بہادر تھے وہ حملہ آوروں میں کسی چیز کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اور بڑے بڑے مہالک میں کود پڑنے میں ہچکچاتے نہ تھے۔ وہ زبردست عقل و فہم کے مالک تھے۔ اور بے مثل حاضر جواب تھے۔ اور سخاوت میں یکتائے زمانہ تھے۔ اور فراست میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ وہ ستاروں سے زیادہ ہمت میں بلند تھے اور سوجھ بوجھ میں اپنی آپ مثال تھے۔ اور تدبر و تفکر میں ٹھیک منزل پر پہنچنے والے تھے۔ میدانِ جنگ میں نہایت ہوشیار اور دشمنوں کے حملوں سے بے انتہا باخبر رہتے تھے۔ ہر قسم کے تجربہ میں

کمال رکھتے تھے۔ اور بڑے بڑے مہلکوں میں کود کر اُن پر قابو پا لیتے تھے۔

کتاب روضۃ المجاہدین صٓ۳ میں ہے کہ حضرت مختار زبردست مرد میدان اور دلیری میں یکتائے زمانہ تھے۔ امداد خداوندی اور توجہ محمدی و مرتضوی آپ کے شامل حال تھی صٓ۴ آپ دوستداران اہلبیت میں سے تھے اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی بیعت کے لیے مردانہ وار تبلیغ کیا کرتے تھے۔ کتاب نورالابصار فی اخذ الثار صٓ۲۲ میں ہے کہ حضرت مختار شجاعت وجسارت، عقل و فہم، ہمت وسخاوت، حاضر جوابی و بدیہہ گوئی میں یگانہ اور امثال واقران میں فخر زمانہ تھے۔ وہ بڑے بڑے امور میں جا پڑنے میں دلیر اور بہادر تھے۔ انہیں خداوند عالم نے ذہن و ذکا میں ممتاز قرار دیا تھا وہ فصاحت بیان اور طاقت زبان میں یکتائے روزگار اور دلیری و دانائی اور تدبیر و اصابت رائے میں عجوبہ اعصار تھے یعنی ان امور میں اُن کی نظیر مادر گیتی کی آغوش میں نہ تھی۔ انہوں نے کسب علوم وفنون حضرت محمد حنفیہ سے کیا تھا اور علم وفضل میں درجہ کمال پر فائز تھے۔

کتاب حدیقۃ الشیعہ علامہ اردبیلی میں ہے کہ حضرت مختار کے حسن عقیدہ میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں، علامہ حلیؒ نے انہیں مقبولین میں تسلیم کیا ہے۔ مختار اور اُن کے جیسے لوگوں کے لیے یہ مسلّم ہے کہ من اہل الدرجات الرفیعۃ والمراتب العالیۃ، ان کا شمار بلند درجے کے لوگوں اور بلند مرتبہ حضرات میں ہے۔

کتاب دمعۃ ساکبہ صٓ۴۰۴ میں ہے زبان میں ایسی برکت تھی کہ ان کے مُنہ سے جو کچھ نکلتا تھا صحیح ہوتا تھا ان کے کلام میں لغزش نہیں ہوتی تھی۔ وہ سجع میں کلام کرتے تھے۔ ان کا بیان بہت بلند ہوتا تھا دل کے اتنے مضبوط تھے۔ جس کی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ شجاعت میں بہت ہی بلند درجہ رکھتے تھے بہادروں پر پل پڑنا ان کے لیے بالکل معمولی سی بات تھی۔ ان کے فہم وفراست کا تیر ٹھیک نشانہ پر لگتا تھا وہ سوجھ بوجھ میں کامل تھے۔ انہیں کسی اقدام میں شرمندگی نہیں ہوتی تھی۔ یہ بلندیوں پر ہمیشہ فائز رہے۔

علامہ محمد ابراہیمؒ تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی مختار کے حالات احادیث وسیر میں بغور ملاحظہ کرے گا۔ اُسے معلوم ہوگا کہ وہ "از سابقین مجاہدین بود" ان سابقین مجاہدین میں سے تھے۔ جن کا ذکر خداوند عالم نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔۔۔۔ اور دعائے حضرت سجاد سے یہ واضح ہے کہ "او از برگزیدگان و نیکو کاراں است" کہ حضرت مختار برگزیدہ کردگار اور نیک شعار تھے۔ (نورالابصار صٓ۱۳)

مورخ اسمٰعیل ابوالفدا لکھتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے حضرت امام حسینؑ کا انتقام مختار کے ہاتھ سے لیا۔۔۔۔ یہ کار نیک بظاہر اس سے ظہور میں آیا۔۔۔۔ یہ حالت محاصرہ میں بھی لڑتے رہے یہاں تک کہ مقتول

ہوئے ...... انہیں شہادت کا درجہ نصیب ہوا۔ (ترجمہ تاریخ ابوالفدا جلد ۲ صـ ۱۴۹)

مورخ ابن جریر کا بیان ہے کہ حضرت مختار جو کچھ کہتے تھے بقدرت خدائے عزوجل وہی ہوتا تھا (تاریخ طبری ج ۴ صـ ۶۵۹)

حضرت مختار کا ولی اللہ ہونا

مثل مشہور ہے کہ "ولی را ولی می‌شناسد" ولی کو ولی پہچانتا ہے۔ حضرت مختار کو حضرت رسول کریم کا سراہنا، امیرالمومنین علیہ السلام کا اپنی آغوش میں کھلانا۔ امام حسن کا آپ سے امداد حاصل کرنا امام حسین کا کربلا میں بار بار یاد کرنا امام زین العابدین کا آپ کو دعا دینا، امام محمد باقر کا آپ کو کلمات خیر سے یاد کرنا۔ امام جعفر صادق کا خدمات کو سراہنا یہ بتاتا ہے۔ کہ حضرت مختار ولی اللہ تھے اور یہ حضرات ان کے مراتب جلیلہ سے واقف اور باخبر تھے۔ اس کے علاوہ روایات میں ان کو لفظ ولی اللہ سے یاد کیا گیا ہے۔ حضرت شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب مزار میں ان کی جو زیارت تحریر فرمائی ہے۔ اس میں ایک جملہ یہ بھی ہے۔ السلام علیک ایھا الولی الناصح۔ سلام ہو تم پر اے ولی ناصح۔ (نورالابصار صـ ۱۹) اسی طرح وہ مکتوب جو رسول خدا نے حضرت مختار کے نام بذریعہ امیرالمومنین ارسال فرمایا ہے اور جسے ایک شخص عینی نے حضرت مختار تک پہنچایا۔ اس سلسلہ میں بھی تواریخ میں یہ مرقوم ہے کہ اس آنے والے نے حضرت مختار کو جن لفظوں اور جملوں سے مخاطب کیا وہ یہ ہے، السلام علیك یا ولی الله۔ اے اللہ کے ولی آپ پر میرا سلام ہو۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ صـ ۷۵)

ان کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ حضرت مختار جو کچھ منہ سے کہہ دیتے تھے وہی ہوتا تھا۔ اب یہ ہونا دو حال سے خالی نہیں۔ یا یہ کہ انہیں علم غیب تھا۔ اور وہ جانتے تھے کہ یہ کچھ ہونے والا ہے یا یہ کہ ان میں اثرات ولایت تھے جو ان کے منہ سے نکل جاتا تھا وہی ہوتا تھا۔ بہر دو صورت ان کی ولایت سے استدلال ہوتا ہے علامہ ہروی فرماتے ہیں کہ مختار میں یہ بات ضرور تھی کہ جو کچھ کہتے تھے، ہوتا تھا، انہوں نے محاربہ موصل کے موقع پر یہ کہا تھا کہ عنقریب ابراہیم ابن مالک اشتر فتح حاصل کرکے ابن زیاد اور حصین بن نمیر کا سر میرے پاس بھیجیں گے۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں یہ امر ظہور پذیر ہو گیا۔ جس کی وجہ سے لوگ کہنے لگے کہ مختار پر وحی نازل ہوتی ہے۔ نزول وحی کا قائل ہونا جہلا کی اوپچ ہے۔ اُن پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی بلکہ ان میں قدرتی طور پر ایسی فراست موجود تھی جس سے وہ آئندہ کے حالات جانتے تھے۔ اور وہ بمفاد قول رسول کریمؐ "فراسۃ المومن لا تخطی" مومن کی فراست خطا نہیں کرتی، جو کچھ کہتے تھے ٹھیک ہوتا تھا (روضۃ الصفا جلد ۳ صـ ۸۴)۔

میرے نزدیک قول کا خطا نہ ہونا یہ بھی ولایت اور علم غیب کی دلیل ہے۔ مثال کے لیے ولی خدا حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔

کتاب چودہ ستارے صہ ۳۱۵ میں بحوالہ امام شبلنجی مرقوم ہے کہ جس زمانہ میں آپ ہارون رشید کی قید کی سختیاں جھیل رہے تھے۔ امام ابو حنیفہ کے شاگرد رشید ابو یوسف اور محمد بن حسن ایک شب قید خانہ میں اس لیے گئے کہ آپ کے بحر علم کی انتہا معلوم کریں اور دیکھیں کہ آپ علم کے کتنے پانی میں ہیں وہاں پہنچ کر ان لوگوں نے سلام کیا۔ امامؑ نے جواب سلام عنایت فرمایا، ابھی یہ حضرات کچھ پوچھنے نہ پائے تھے کہ ایک ملازم ڈیوٹی ختم کر کے گھر جاتے ہوئے آپ کی خدمت میں عرض پرداز ہوا کہ میں کل واپس آؤں گا۔ اگر کچھ منگانا ہو تو مجھ سے فرما دیجئے، میں لیتا آؤں گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں جب وہ چلا گیا تو آپ نے ابو یوسف وغیرہ سے فرمایا کہ یہ بیچارہ مجھ سے کہتا ہے کہ میں اس سے اپنی حاجت بیان کروں۔ تاکہ یہ کل اس کی تکمیل و تعمیل کر دے لیکن اُسے خبر نہیں کہ یہ آج رات کو وفات پا جائے گا۔ ان حضرات نے جو یہ سُنا تو سوال و جواب کے بغیر ہی واپس چلے آئے۔ اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم ان سے حلال و حرام واجب و سنت کے متعلق سوالات کرنا چاہتے تھے" فاخذ یتکلم معنا علم الغیب" مگر یہ تو ہم سے علم غیب کی باتیں کر رہے ہیں۔ ان کے بعد ان دونوں حضرات نے اُس ملازم کے حالات کا پتہ لگایا تو معلوم ہوا کہ وہ ناگہانی طور پر رات ہی میں وفات کر گیا۔ یہ معلوم کر کے یہ حضرات سخت متعجب ہوئے۔ (نور الابصار شبلنجی)

بعض روایات سے مستفاد ہوتا ہے۔ کہ حضرت مختار جس زمانہ میں قید خانہ ابن زیاد میں تھے اسی زمانہ میں ان (۴۵۰۰) مومنین کے ساتھ جو بجرم محبت آل محمد قید کئے گئے تھے حضرت میثم تمار بھی تھے۔ حضرت میثم نے مختار سے کہا تھا کہ تم عنقریب رہا ہو جاؤ گے اور رہا ہو کر قاتلان حسین سے بدلا لو گے اور حضرت مختار نے کہا تھا کہ تم رہا ہو جاؤ گے لیکن محبت آل محمد میں تمہارے اعضاء و جوارح زبان سمیت قطع کئے جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ابن زیاد نے آپ کے ہاتھ پاؤں اور زبان قطع کر کے شہید کر دیا۔ (لواعج الاحزان جلد ۲ صہ ۱۴۷) اسی طرح حضرت مختار نے قید خانہ میں عمر بن عامر ہمدانی معلم کوفہ سے فرمایا تھا کہ تم آج ہی قید سے رہا ہو جاؤ گے چنانچہ وہ اسی وقت رہا ہو گئے۔ (قرۃ العین واخذ الثار ابی مخنف)

حضرت مختار کی شادی خانہ آبادی

سنہ ۱۳ھ میں جناب ابو عبیدہ ثقفی کی وفات کے بعد سے حضرت مختار اپنے چچا سعد بن مسعود ثقفی کے ہمراہ رہنے لگے۔ جب آپ کی عمر ۱۵ سال کی ہوئی تو جناب سعد نے آپ کی شادی ام ثابت بنت سمرۃ ابن جندب الفزاری سے کردی۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد آپ کی دوسری شادی عمرۃ بنت نعمان بن بشیر الانصاری سے ہوئی۔ یہ بیویاں حضرت مختار کی زندگی بھر موجود رہیں۔ اور ان سے اولادیں ہوئیں حضرت مختار کی شہادت کے بعد سنہ ۶۷ھ میں اول الذکر بیوی تو محفوظ رہی اور آخرالذکر بیوی مصعب ابن زبیر کے لشکر کے ہاتھوں قتل کردی گئی۔ (نور المشرقین حصہ اول باب ۶ صہ ۱۰۹ طبع کراچی سنہ ۱۹۵۲ء)

حضرت مختار کا ذکر کتب آسمانی میں

علما کا بیان ہے کہ حضرت مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی اور اُن کے کارنامے کا ذکر کتب آسمانی میں ہے علامہ محمد ابراہیم مجتہد کتب سلف کا ذکر کرتے ہوئے۔ بحوالہ معید ابن خالد جدلی رقمطراز ہیں کہ کتب سابقہ میں مرقوم ہے کہ "کسے از ثقیف پیدا خواہد شد و ظالمان را خواہد کشت و بداد مظلومان خواہد رسید و انتقام ضعفا رخواہد کشید" کہ بنی ثقیف سے ایک زمانہ میں ایک شخص پیدا ہوگا۔ وہ ظالموں کو قتل کرے گا۔ اور مظلوموں کی داد رسی اور دلجوئی کا سبب بنے گا۔ اور ضعیف و کمزور لوگوں پر جو مظالم ہوئے ہیں ان کا بدلہ لے گا (نور الابصار صہ ۲۲)

علامہ محمد باقر علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں کہ قرآن مجید میں جو یہ آیت ہے۔ لتفسدن فی الارض مرتین ولتعلن علوا کبیرا۔ الخ تم لوگ روئے زمین پر ضرور دو مرتبہ فساد پھیلاؤ گے۔ اور بڑی سرکشی کروگے الخ (پ ۱۵ ار کوع) اس میں حضرت مختار کا ذکر ہے۔ اس آیت کی تفسیر کے دو پہلو ہیں ایک ظاہری اور دوسرا باطنی۔ ظاہر طور پر اس کی تفسیر یہ ہے کہ پہلی دفعہ ارمیا پیغمبر کا حکم نہ ماننا اور اشعیا پیغمبر کا قتل کرنا۔ دوسری دفعہ حضرت ذکریا و یحییٰ کو شہید کرنا اور حضرت عیسیٰ کے قتل کا ارادہ کرنا ہے اور باطنی تفسیر اس کی یہ ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ دو بار فساد پھیلانے کے متعلق جو خداوند عالم نے فرمایا ہے۔ اس میں ایک تو حضرت علی کا قتل کرنا اور حضرت امام حسن پر طعنہ زنی ہے۔ اور دوسرے امام حسین کا قتل ہے ظہور قائم آل محمد سے قبل ان کا بدلہ لیا جائیگا۔ اور بدلا لینے والا ایسا ہوگا۔ کہ کسی دشمن آل رسولؐ کو نظر انداز نہ کرے گا۔ علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ بدلہ لینے والا وہی بہادر ہے جس کا نام ہے مختار۔ اور آیت کی باطنی تفسیر میں مختار ہی صرف اس لیے آتے

ہیں کہ ظہور قائم آلِ محمد سے قبل محمد و آل محمد پر جو مظالم ہوئے ہیں دُنیا میں ان کا بدلہ مختار کے سوا کسی نے نہیں لیا۔ (دمعہ ساکبہ ص۲۱۲ و تفسیر صافی ص۲۵۸)

حضرت آقائے دربندی تحریر فرماتے ہیں کہ جس طرح واقعہ کربلا اور شہادت امام حسین کا ذکر کتب سماوی میں ہے۔ فکن اللہ انتقام المختار من الکفار اس طرح حضرت مختار کے انتقام لینے کا ذکر بھی کتب سماویہ میں ہے۔ (اسرار الشہادت ص۵۷) علامہ حسام الواعظ، عطاالدین تحریر فرماتے ہیں کہ واقعہ مختار کے سلسلہ میں نہروان کی جنگ کے موقع پر ایک راہب نے بھی اس کا اقرار کیا ہے کہ حضرت مختار کا ذکر توریت اور انجیل میں ہے۔ (روضۃ المجاہدین ص۱۱۱)

جناب مختار حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں

یہ ظاہر ہے کہ جناب مختار نے جو کارنامہ انظار عالم کے سامنے پیش کیا ہے۔ وہ مختار کے دست و بازو کی تنہا کارکردگی نہیں تھی۔ بلکہ ان کے ساتھ تائیدات شامل حال تھیں۔ تواریخ و سیر اور تفاسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ مختار کے ساتھ خداوند عالم، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شیر خدا کی خصوصی تائید تھی رب العزت کا قرآن مجید میں ذکر فرمانا، رسول کریم کا ولادت مختار سے قبل بشارت دینا حضرت علی کا آغوش میں لے کر مختار کے سر پر ہاتھ پھیرنا اور ایسے الفاظ زبان مبارک پر جاری کرنا جو ہمت افزا ہوں۔ یہ بتاتا ہے کہ ان حضرات کی تائید شامل حال تھی اور ان لوگوں کی نگاہ میں مختار کو بلند مقام حاصل تھا۔ پھر رسول خدا کا وہ خط جو مختار کو بوقت خروج دیا گیا وہ سونے پر سہاگہ ہے اور چونکہ ان حضرات کی نظر میں مختار کو بلند مقام حاصل تھا اور ان کی تائیدات غیبی شامل حال تھیں۔ اسی وجہ سے مختار قہر خدا بن کر دشمنانِ آلِ محمد کے لیے ابھرے اور انہیں ان کے کردار کا وہ مزہ چکھایا جس کی تلخی ان کی نسلوں کے حلقوں سے شام ابد تک نہ جائے گی۔

علامہ راشد الخیری لکھتے ہیں، مختار کا دورہ حقیقۃً خدائی قہر تھا جس نے دشمنانِ اہلبیت کو ان کے اعمال کا مزا چکھا دیا۔ ورنہ مختار کو حکومت یا سلطنت سے واسطہ نہ تھا۔ (سیدہ کا لال ص۲۲۲ طبع ہفتم محبوب المطابع دہلی ۱۹۴۳ء)

باب ۵

جناب مختار کا جذبۂ عقیدت

اور ان کے متعلق

حضرات ائمہ طاہرین کے خیالات و تصورات

کتب سیر و تواریخ اور احادیث و اقوال ائمہ دیکھنے سے روز روشن کی طرح یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت مختار حضرات آل محمد سے پوری پوری محبت والفت رکھتے تھے اور اہل بیت سے ان کا جذبہ عقیدت درجہ کمال پر فائز تھا وہ ان حضرات کی شراب محبت و مودت سے ہمہ وقت سرشار رہا کرتے تھے اور ان کے منہ سے جو الفاظ نکلتے تھے۔ ان میں محبت کی بُو اور اُن سے جو افعال سرزد ہوتے ان میں اُن کی تاسی کی خوبو تی تھی۔ ولادت سے لے کر جوانی اور جوانی سے عہد شہادت تک کے واقعات پر نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے کسی وقت بھی آل محمدؑ کے خلاف کبھی کوئی نظریہ قائم نہیں کیا اور یہ عقیدہ اور مذہب کے لحاظ سے شیعہ کامل تھے یہی وجہ ہے کہ کسی شیعہ عالم کو ان کی شیعیت میں کوئی شبہ نہیں ہوا۔ تواریخ میں ہے۔ کہ حضرت مختار حضرات آل محمد سے کمال محبت کی وجہ سے واقعہ کربلا کا بدلہ لینے کے لیے سر سے کفن باندھ کر اُٹھے اور بفضلہ تعالیٰ اس میں پورے طور پر کامیاب ہوئے۔

علامہ محمد ابراہیم لکھنوی لکھتے ہیں کہ حضرت مختار کمال جذبہ عقیدت کے ساتھ اُٹھے اور ایک بادشاہ پُرشکوہ کی شان سے دشمنوں کے قلع و قمع کرنے کی طرف متوجہ ہو کر اس درجہ پر فائز ہو گئے۔ جس پر عرب و عجم میں سے کوئی فائز نہیں ہوا۔ مختار کے جذبہ عقیدت اور حسن عقیدہ پر ایک عظیم شاہد بھی ہے اور وہ حضرت ابراہیم ابن مالک اشتر کی ذات ستودہ صفات کی کار مختار میں شرکت ہے جس کی آل محمدؑ سے عقیدت اور مذہب شیعہ میں پختگی مہر نیمروز سے بھی زیادہ روشن ہے۔ (نور الابصار صـ۱۲) اور چونکہ مختار نے کمال جذبہ کے ساتھ نہایت بے جگری سے واقعہ کربلا کا بدلہ لیا تھا۔ اسی لیے اہل کوفہ پریشان حال لوگوں کے لیے ضرب المثل کے طور پر کہتے تھے کہ ان کے گھر میں مختار داخل ہو گئے ہیں (مجالس المومنین صـ۳۵۶) اور چونکہ

حضرت مختار نے دشمنانِ آلِ محمد کا قتل ابو عمرہ کیسان، غلام حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ہاتھوں کرایا تھا اسی لیے جب کسی پر کوئی تباہی آئی تھی۔ ضرب المثل کے طور پر اہلِ کوفہ کہا کرتے تھے دخل ابو عمرہ بیتہ اس کے گھر میں ابو عمرہ داخل ہوگیا ہے۔ (دمعہ ساکبہ صفحہ ۴۰)

غرضیکہ حضرت مختار کا جذبہ عقیدت ایسا ہے جس پر حرف نہیں رکھا جاسکتا۔ علامہ حافظ عطاء الدین حسام الواعظ رقمطراز ہیں بدانکہ مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی از جملہ مخلصان اہل بیت بود" معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت مختار حضرت پیغمبر اسلام علیہ السلام کے اہل بیت اطہار کے مخلصوں میں سے ایک اہم مخلص تھے۔ (روضۃ المجاہدین صفحہ ۳)

اس خلوص کا اندازہ اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے جسے تاریخ میں واقعہ موصل سے یاد کیا جاتا ہے علامہ مجلسی رقمطراز ہیں کہ جب حضرت مختار نے حضرت ابراہیم ابن مالک اشتر کو قتل ابن زیاد کے لیے موصل کی طرف روانہ کرنے کا فیصلہ کیا اور وہ روانہ ہوئے تو حضرت مختار اُن کو رخصت کرنے کے لیے پا پیادہ ان کے ساتھ ہوتے اور کافی دُور تک گئے۔ حضرت ابراہیم نے راستہ میں حضرت مختار سے کہا۔ سوار شو خدا ترا رحمت کند مختار گفت میخواہم، ثواب من زیادہ باشد در مشایعت تو و می خواہم کہ قدمہائے من گرد آلود شد در نصرت دیاری آل محمدؐ" کہ آپ پا پیادہ چل رہے ہیں بہتر ہے کہ آپ سوار ہو جائیں۔ مختار نے جواب میں کہا کہ میں آپ کے ساتھ پیادہ اس لیے چل رہا ہوں تاکہ مجھے زیادہ ثواب مل سکے۔ اور میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے قدم نصرت آل محمدؐ کے سلسلہ میں گرد آلود ہوں۔

اجلاء العیون صفحہ ۲۴۴ و بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۶) چونکہ ان کا جذبہ محبت کامل تھا اسی لیے محمدؐ و آل محمدؐ کو ان پر پورا پورا اعتماد تھا اور ان حضرات کے نظریات و توجہات اور خیالات و تصورات ان کے بارے میں نہایت پاک اور پاکیزہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رسول کریم نے ان کی ولادت کی بشارت دی (نور الابصار صفحہ ۱۴) حضرت علی نے انہیں اپنی آغوش میں کھلایا (رجال کشی صفحہ ۸۴) حضرت امام حسن نے شہادت حضرت علی کے موقعہ پر ان کی مواسات قبول فرمائی۔ حضرت امام حسین نے جنگ کربلا میں ان کا حوالہ دیا۔ (اسرار الشہادت صفحہ ۵۷۱) حضرت امام زین العابدین نے ان کو دعائیں دیں (رجال کشی صفحہ ۸۵) حضرت امام محمد باقر نے ان کی بُرائی کرنے سے روکا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپ پر نزول رحمت کی دُعا فرمائی۔ (مجالس المومنین صفحہ ۳۵۶) ان اشارات کی مختصر لفظوں میں تفصیل ملاحظہ ہو۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مختار کے متعلق بشارت تحریر کی جاچکی ہے، حضرت علی علیہ السلام کا مختار کو گود میں لے کر پیار کرنا اور ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر حوصلہ افزا کلمات اپنی

زبان پر جاری فرمانا مرقوم ہو چکا، حضرت امام حسنؑ کے ساتھ جناب مختار نے جو مواسات کی اُسے تاریخ کی روشنی میں ملاحظہ کیجئے۔ کتاب چودہ ستارے صـ۱۲۰ میں ہے کہ صفین کے سازشی فیصلہ حکمین کے بعد حضرت علی علیہ السلام اس نتیجہ پر پہنچے کہ اب ایک فیصلہ کن حملہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ آپ نے تیاری شروع فرمادی اور صفین و نہروان کے بعد ہی سے آپ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ حملہ کی تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ دس ہزار کا افسر امام حسین کو اور دس ہزار فوج کا سردار قیس ابن سعد کو اور دس ہزار کا ابو ایوب انصاری کو مقرر کیا۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ فوج کی جو مکمل فہرست تیار ہوئی اس میں چالیس ہزار آزمودہ کار، سترہ ہزار رنگروٹ اور آٹھ ہزار مزدور پیشہ شامل تھے۔ لیکن کوچ کا دن آنے سے پہلے ابن ملجم نے کام تمام کر دیا۔ مقدمہ نہج البلاغہ عبد الرزاق جلد ۲ صـ۱۰۲ میں ہے کہ فیصلہ تو ڈھونگ ہی تھا مگر صفین کی جنگ ختم ہو گئی اور معاویہ حتمی تب ہی سے بچ گیا۔ اب امیر المومنین نے کوفہ کا رُخ کیا اور معاویہ پر آخری ضرب لگانے کی تیاریاں کرنے لگے، ساٹھ ہزار فوج آراستہ ہو چکی تھی اور یلغار شروع ہی ہونے والی تھی۔ کہ ایک خارجی عبد الرحمن بن ملجم نے دغا بازی سے حملہ کر دیا۔ حضرت امیر المومنین شہید ہو گئے۔ ابن ملجم کی تلوار نے حضرت علی کا کام تمام نہیں کیا بلکہ پوری اُمت مسلمہ کو قتل کر ڈالا۔ تاریخ کا دھارا ہی بدل ڈالا۔ ابن ملجم کی تلوار نہ ہوتی تو خلافت منہاج نبوت پر استوار رہتی۔ بہر حال امیر المومنین ۲۱ رمضان ۴۰ھ کو مسجد کوفہ میں شہید ہو گئے۔ حضرت امام حسین وغیرہ نے فرائض غسل و کفن سے سبکدوشی حاصل کی۔ حضرت مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کا بیان ہے کہ دفن و کفن سے فراغت کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام غریب خانہ پر تشریف لائے۔ میں نے اُن کے قدموں کو بوسہ دیا اور اُن کی پوری خدمت کی اس کے بعد سے اُن کی تاحیات خدمت کرتا رہا اور اُن کے بعد سے حضرت امام حسین کی خدمت گزاری کو فریضہ جانتا رہا۔

حضرت امام زین العابدین، حضرت امام محمد باقر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے وہ ارشادات جو جناب مختار سے متعلق ہیں۔ انہیں علامہ ابو عمر و محمد بن عبد العزیز الکشی کی کتاب الرجال میں ملاحظہ فرمایئے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں جناب مختار نے سر ابن زیاد اور عمر سعد بھیجا تو آپ نے سجدہ شکر ادا کیا اور کہا خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ اس نے ہمارے دشمنوں سے بدلا لیا وجزی اللہ المختار خیراً۔ خداوند عالم اس عمل کی مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کو جزائے خیر دے (صـ۸۵)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی زن ہاشمیہ نے اپنے بالوں میں کنگھی نہیں کی اور نہ خضاب لگایا ہے جب تک مختار نے امام حسین کے قاتلوں کے سر نہیں بھیجے۔ (صـ۸۴) علامہ سید نور اللہ

شوستری تحریر فرماتے ہیں کہ (لوگوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہوکر) بعض لوگ حضرت مختار کی مذمت کرنے لگے۔ تو چونکہ وہ زمانہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا تھا اور آپ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے اس ارتکاب سے منع فرمایا اور کہا کہ ایسا مت کرو کیوں کہ مختار نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا۔ ہمارے شیعوں کی بیواؤں کی تزویج کرائی اور بیت المال سے جو ان کے دست تصرف میں تھا۔ کافی مال بھیج کر امداد کی، منقول است کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام براو رحمت فرستاد، مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مختار کے کارناموں سے تاثر کی وجہ سے آن کے لئے رحمت کی دعا کی ہے۔ (مجالس المومنین ص۳۵۶)

حضرت آقائے دربندی آخر تحریر فرماتے ہیں کہ مرزبانی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد سے پانچ حج ایسے گزر گئے تھے کہ بنی ہاشم کے گھروں میں دھواں نہیں اٹھا تھا اور نہ کسی عورت نے غم کے کپڑے اتارے تھے۔ جب مختار نے عمر سعد اور ابن زیاد کا سر بھیجا تب گھر میں آگ بھی جلائی گئی اور غم کے کپڑے بھی اتارے گئے ..... فاطمہ بنت علی کا بیان ہے کہ جب تک مختار نے ابن زیادہ اور ابن سعد کا سر ہمارے پاس نہیں بھیجا، ہم نے سرمہ نہیں لگایا اور سر میں تیل نہیں ڈالا۔ (اسرار الشہادت ص۵۶۸ طبع ایران ۱۲۸۶ء)

واضح ہو کہ رجال کشی اور بعض دیگر کتب میں بعض ایسی روایات بھی مندرج ہو گئی ہیں۔ جن سے حضرت مختار کی مخالفت ظاہر ہوتی ہے۔ یہ روایات ضعیف ہیں۔ علامہ دربندی ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسی روایات یا تو تقیہ پر محمول ہیں یا ضعیف راویوں کی وجہ سے ناقابل قبول ہیں اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایسی چیزیں عامہ کے پروپیگنڈے سے بالکل اختراع کے طور پر آگئی ہیں یہ ہرگز قابل تسلیم نہیں ہیں۔ (اسرار الشہادت ص۵۶۸)

حجۃ الاسلام علامہ محمد ابراہیم مجتہد لکھنوی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مختار کے بارے میں ایسی جملہ عبارات و تحریرات اور روایات دشمنان آل محمد کی وجہ سے شہرت پاگئی ہیں۔ مختار کا زمانہ بنی امیہ کے بادشاہوں کا عہد حکومت تھا جو محمد و آل محمد کے شیعوں کے لیے انتہائی خطرناک تھا۔ مختار نے چونکہ بے شمار بنی امیہ اور ان کے حواریوں کو قتل کیا تھا۔ اس لیے بنی امیہ کے ہواخواہوں نے ان کے خلاف ایسی چیزیں مشہور کر دیں جو ان کے ثقاہت اور ان کے وقار کو پامال کر دیں۔ اور ان سے یہ چیزیں بعید نہ تھیں۔ کیوں کہ ان لوگوں نے ایسی حرکتیں امیر المومنین جیسی شخصیت کے خلاف بھی کی ہیں۔ (اور امام حسن کو بدنام کرنے کی ناکام سعی کی ہے) اور وہ روایات جو امام تک صحیح راستوں سے منتہی ہوتی ہیں وہ قطعی طور تقیہ پر محمول ہیں کیونکہ بنی امیہ سے ان حضرات کے خطرات ظاہر ہیں۔ ایک روایت جو اس قسم کی ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے

۲۰ ہزار کا مرسلہ ہدیہ قبول فرمالیا۔ پھر جب ایک لاکھ کا ہدیہ ارسال کیا تو آپ نے اُسے پسند نہ فرمایا بلکہ مختار کے رسل ورسائل سے بھی اجتناب کیا یہ واضح کرتی ہے کہ امام علیہ السلام نے حالات کی روشنی میں ایسا کیا تھا۔ (نور الابصار ص۴)

میں کہتا ہوں کہ اگر اُن کی نگاہ میں عمل مختار صحیح نہ ہوتا تو وہ پہلے ہی واپس فرمادیتے، انہوں نے پہلے تسلیم کرلیا اور اس سے غربا کی پرورش کی اُن کے مکانات کی مرمت کرائی اور اُسے بیواؤں پر صرف کیا، جیساکہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ارشاد سے واضح ہے لیکن جب انہیں خطرہ محسوس ہوا تو وہ اس کے استعمال سے مجتنب ہو گئے۔ (رجال کشی ص۸۳) علامہ مذکور تحریر فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ مختار کے دشمنوں نے ایسے ناپسندیدہ مطاعن اور مثالب سے انہیں مطعون کیا جو نظر مومنین سے انہیں گرادیں اور یہ بالکل ویسے کیا جیسے حضرت امیرالمومنین کے ساتھ کرچکے تھے۔ جس کے نتیجے میں بہت سے لوگ راہ راست سے بھٹک گئے اور انہوں نے اپنے کو ورطہ تباہی میں ڈال دیا۔ (نور الابصار ص۱۳)

علامہ شیخ جعفر بن محمد بن نما علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ معلوم ہونا چاہیئے کہ بہت سے علما کو الفاظ کے سمجھنے کی توفیق نہیں ہوئی نہ وہ روایات کو نقل کرتے ہوتے غفلت کی نیند سے بیدار ہوئے ہیں۔ لیکن اگر وہ مدح مختار میں اقوال ائمہ علیہم السلام پر غور کرتے تو انہیں یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ اُن سبقت کرنے والے مجاہدین میں داخل ہیں جن کی مدح خداوند عالم نے کتاب مبین میں کی ہے اور مختار کے لیے امام زین العابدین علیہ السلام کی دعا دلیل ظاہر و روشن ہے کہ وہ حضرت کے نزدیک منتخب و نیکوکار افراد میں داخل تھے۔ اگر مختار درست و صحیح راستے پر نہ ہوتے اور امام کے علم میں ہوتا کہ وہ اعتقادات میں حضرت کے مخالف ہیں تو ہرگز ایسی دعا نہ کرتے جو باب اجابت سے ٹکرائے نہ ایسی بات کہتے جو اچھی نہ سمجھی جائے۔ اور حضرت کی دعا عبث و بیکار ہو جاتی حالانکہ یہ محقق ہے کہ امام کا دامن عبث کام سے پاکیزہ و پاک ہے۔ ہم نے اس کتاب کے اثنا میں متعدد مقامات پر ایسے اقوال لکھے ہیں جن سے ان کی مدح ہوتی ہے اور بُرا بھلا کہنے کی ممانعت پائی جاتی ہے۔ وہ مدح و ثنا اور ممانعت ارباب علم و بصیرت کے لیے کافی و وافی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اعدا جناب مختار نے اس طرح کی حدیثیں صرف اس لئے گڑھی ہیں تاکہ شیعوں کے دل اس سے متنفر ہو جائیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ حضرت امیرالمومنین کے دشمنوں نے بہت سی بُرائیاں حضرت کی جانب منسوب کی ہیں، جن کے سبب سے بہت سے لوگ ہلاکت کے گڑھے میں گر گئے، اور ان کی محبت و الفت سے کنارہ کش ہو گئے۔ لیکن جو لوگ حضرت کے سچے دوست تھے ان کی حالت ان چیزوں نے نہیں بدلی۔ نہ وہ ان خواب پریشان سے

گمراہ ہوے۔ جناب مختار کے ساتھ بھی دشمنوں نے وہی برتاؤ کیا جو برتاؤ ابو الائمہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے کیا تھا۔ (ذوب النضار شرح الثار ص۱۴۵ و دمعہ ساکبہ ص۳۹۴)

ابن نما علیہ الرحمۃ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے نہایت مضبوط اور درست ہے اس لیے کہ جس شخص نے کوفہ میں دشمنانِ اہل بیت کو چن چن کر قتل کیا ہو۔ قاتلانِ امام حسین علیہ السلام کو تہ تیغ کیا ہو۔ ان کے گھر کھدوا دیے ہوں ان کے لیے وسعت زمین کو تنگ کیا ہو۔ بنی امیہ اور عبداللہ ابن زبیر کی حکومت کے ارکان متزلزل کر دیئے ہوں۔ ظاہر ہے کہ ایسے شخص کے بدنام کرنے کی انہوں نے ہر امکانی سعی و کوشش کی ہوگی۔ اس لیے احادیثِ مذمت کسی طرح قابل اعتماد و وثوق نہیں ہو سکتے۔ ہمارے فرقے کے محققین و علماء نے زبردست الفاظ میں ان کی مدح و ثنا کی ہے۔ جس سے ان کی عظمت و جلالت پر اچھی طرح روشنی پڑتی ہے ہم یہاں پر ان میں سے بعض اقوال کو نقل کرتے ہیں۔

علامہ کبیر حضرت محقق اردبیلی کتاب حدیقۃ الشیعہ میں فرماتے ہیں کہ جناب مختار کے حسنِ عقیدہ میں کلام کی گنجائش نہیں ہے۔ جناب علامہ حلی علیہ الرحمہ نے ان کو مقبول لوگوں میں شمار کیا ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے ان کے لیے دعاے خیر کی ہے۔ جناب مختار کے مؤثق و معتبر ہونے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے۔ کہ جب حضرت سید الشہداء کی شان یہ ہے کہ لوگ صرف آپ کے غم میں گریہ و زاری کے سبب سے داخل جنت ہوں گے اور جہنم سے آزاد ہو جائیں گے۔ اسی طرح وہ بھی جنتی ہوگا جو یہ تمنا کرے کہ کاش میں حضرت اور حضرت کے اصحاب کے ساتھ روز عاشورا ہوتا اور شرف شہادت حاصل کرتا تو یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ مختار کے مانند انسان جہنم میں داخل ہو جنت ان پر حرام ہو۔ حالانکہ انہوں نے عمر سعد، شمر بن ذی الجوشن، خولی اصبحی، قیس ابن اشعث (ابن زیاد) اور اُن کے مثل اعداء سید الشہدا علیہ السلام کو قتل کیا ہے۔ اس کے بعد علامہ اردبیلی ختم و جزم و یقین کے ساتھ فرماتے ہیں کہ جناب مختار اور ان کے امثال پیش پروردگار درجات رفیعہ اور مراتب عالیہ کے مالک ہیں۔ علامہ احمد اردبیلی نے اپنی تحریر میں جو واقعہ کربلا میں شریک ہونے کی تمنا کرنے سے نجات پانے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس کے ذیل میں ایک اہم واقعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ:

ایک روز بادشاہ عمر بن لیث اپنے لشکر کا جائزہ لے رہا تھا اور اُس نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ جس افسر کی فوج میں ایک ہزار چیدہ جوان ہوں گے اس کو ایک سونے کا گرز عطا کروں گا۔ جب وہ جائزہ سے فارغ ہوا اور حساب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس نے ایک سو بیس طلائی گرز عطا کیے ہیں جب اس نے ایک سو بیس گرز کا لفظ سُنا جس سے ایک لاکھ بیس ہزار فوج کے جوان ہوتے تھے۔ تو خود

از اسپ بزیر انداخت و سر بسجدہ نہاد" اپنے کو گھوڑے سے گرا دیا اور سر کو سجدہ میں رکھ کر رونا شروع کیا اور اپنے منہ پر خاک ملنے لگا۔ اور اسی عالم میں اتنی دیر تک روتا رہا کہ بیہوش ہو گیا۔ بالآخر جب ہوش آیا تو اس کے ایک مصاحب نے پوچھا جان پناہ میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں۔ حضور یہ تو خوشی کا موقعہ تھا اس وقت گریہ وزاری کیسی؟ بادشاہ نے کہا کہ جب میں نے یہ سنا کہ میری فوج میں ایک لاکھ بیس ہزار جوان ہیں "واقعہ کربلا بخاطر رسید" مجھے واقعہ کربلا یاد آگیا اور اس کا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا اور یہ حسرت پیدا ہوئی کہ کاش میں بھی اس روز لشکر سمیت کربلا میں موجود ہوتا اور یا تو کفار مسلمین کو تہس نہس کر دیتا اور اپنے آقا و مولا امام حسین پر قربان ہو جاتا۔ جب بادشاہ کا انتقال ہوا تو لوگوں نے اسے ایسی حالت میں خواب میں دیکھا۔ کہ اس کے سر پہ تاج مرصع ہے اور بر میں لباس فاخرہ اور حور و غلمان اس کے آگے پیچھے چکر لگا رہے ہیں۔ کسی نے کہا اے بادشاہ مرنے کے بعد تجھ پر کیا گزری اس نے عالم خواب ہی میں جواب دیا کہ خداوند عالم نے میری اس تمنا کے عوض جو میں نے جائزہ لشکر کے دن کی تھی میرے سارے گناہان صغیرہ و کبیرہ بخش دے۔ "وہرگاہ بمجرد نیتی کہ بجہت نصرت امام شہید در دل شخصے گذرد و نجات حاصل گردد یقین کہ مختار و امثال او را درجات رفیعہ و مراتب عالیہ خواہد بود" یہ بالکل واضح ہے کہ جب کہ صرف نیت نصرت سید الشہداء کی وجہ سے نجات ہو سکتی ہے تو مختار اور انہی کے مثل لوگوں کی نجات کیونکر نہ ہوگی یقین ہے کہ ایسے لوگوں کو بلند درجے اور عظیم مراتب حاصل ہوں گے۔ (نور الابصار ص‌۱۱ طبع لکھنؤ)

غرضیکہ حضرت مختار کی جلالت قدر میں کسی قسم کا شبہ نہیں وہ خدا اور رسول اور آئمہ طاہرین کی نظر میں ممدوح تھے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء اہل تشیع میں سے ان کی کسی نے مخالفت نہیں کی بلکہ تقریباً تمام کے تمام علماء ان کو اچھی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حضرت علامہ مجلسیؒ کا بیان ہے۔ کہ یہ علماء کی نگاہ میں مشکورین میں سے تھے۔ (بحار الانوار ص۳۹۸ ج ۱)

آقائے دربندی کا بیان ہے کہ اکثر اصحابنا علی انه مشکور و زائرہ ماجور۔ کہ اکثر اصحاب کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ حضرت مختار قابل تشکر ہیں اور ان کی زیارت کرنے والا اجر و ثواب پائے گا آپ کا یہ بھی بیان ہے کہ ان المختار ابن ابی عبیدہ الثقفی مشکور عند الله عز وجل و عند حججه المعصومين سلام الله عليهم اجمعين۔ کہ حضرت مختار خداوند عالم اور آئمہ معصومین کے نزدیک مشکور و ممدوح ہیں (اسرار الشہادت ص۵۶۷) مختصر یہ کہ حضرت مختار کے خلاف جو بھی مشہور ہے وہ بنی امیہ کے پروپیگنڈے کا نتیجہ ہے (تنقیح المقال علامہ مامقانی) اور یہ عجیب بات ہے کہ جو پروپیگنڈا بنی امیہ نے کیا تھا۔ ان کے ماننے والے اسے اب بھی چلا رہے ہیں۔ یہی

وجہ ہے کہ اموی پرستاروں میں سے کسی ایک نے بھی حضرت مختار کی مدح نہیں کی اور اب یا اس عہد سے پہلے جتنے علما گذرے ہیں انہوں نے حضرت مختار کے خلاف ہی لکھا ہے۔ مثال کے لیے ملاحظہ ہو مولانا محمد ابوالحسن محدث مصنف فیض الباری شرح صحیح بخاری اپنی کتاب خیر المآل فی السماء الرجال المسمیٰ بہ ترجمۃ الاکمال میں لکھتے ہیں کہ ۱۔ مختار بڑا ہی جھوٹا تھا۔ ۲۔ اس کے دل میں ہوس حکومت تھی لیکن وہ امام حسین کے خون بہا کا ڈھونگ رچاتا تھا۔ ۳۔ اس سے بہت سے مخالف دین باتیں ظاہر ہوئیں۔ الخ

محدث دہلوی شیخ عبدالحق لکھتے ہیں کہ مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کذاب تھا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۳ طبع دہلی ۱۲۷۳ھ)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ مختار شیعی کذاب تھا۔۔۔۔ یزید بہت سے دوسرے حکمرانوں سے اچھا تھا وہ عراق کے امیر مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی سے کہیں اچھا تھا۔ جس نے حضرت حسین کی حمایت کا علم بلند کیا ان کے قاتلوں سے انتقام لیا مگر ساتھ ہی ساتھ یہ دعویٰ بھی کیا کہ جبریل اس کے پاس آتے ہیں (ترجمہ منہاج السنۃ حسین و یزید ص ۳۴ طبع ہند پریس کلکتہ)

مولوی عبدالشکور لکھنوی لکھتے ہیں "ابن سبا کے بعد مختار نے بھی مشرکانہ تعلیم کے رواج دینے میں اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں بہت کام کیا اس نے پہلے نبوت کا پھر خدائی کا دعوے کیا۔ خاندانی تفرقہ کا فتنہ پیدا کر کے ہزاروں مسلمانوں کو قتل کرایا۔ اس نے واقعہ کربلا کو آلہ کار بنایا تھا۔ (فتنہ ابن سبا ص ۶۷ طبع ملتان)

مولوی اکبر شادی نجیب آبادی زیر عنوان ملت اسلامیہ میں فتنوں کی ابتداء لکھتے ہیں کہ عبداللہ ابن سبا کے بروز ثانی مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کی مشرکانہ تعلیم اور کفریہ دعاوی کو بھی جزو ایمان سمجھ لیا سلیمان بن صرد خزاعی ہاشمیوں اور شیعیان علی کو فراہم کر کے جنگ عین الوردہ میں ہزارہا مسلمانوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کرا چکا تھا کہ مختار مذکور نے محمد بن حنفیہ برادر امام حسین اور عبداللہ ابن عمر کو دھوکا دے کر کوفہ میں اپنی قبولیت اور رسوخ کے لیے راہ نکال لی، اور حضرت امام حسین کی شہادت اور حادثہ کربلا کے دلگداز واقعات و حسرت ناک تذکرہ کو آلہ کار بنا کر عبداللہ بن سبا والے فتنۂ خفتہ کو بیدار کر کے خاندانی امتیازات اور قبائلی عصبیتوں میں جان ڈال دی۔ (رسالہ تجدید عہد ربوبیت نمبر ص ۹ لاہور اپریل ۱۹۵۵ء)

علامہ شیخ محمد الخضری نے حضرت مختار کو فتنۂ کبریٰ تحریر کیا ہے۔ (تاریخ الامم الاسلامیہ جلد ۲ ص ۲۱۳ طبع مصر) علامہ جلال الدین سیوطی نے حضرت مختار کو المختار الکذاب لعنۃ اللہ تحریر کیا ہے (تاریخ الخلفاء ص ۱۴۹)

علامہ سپہر کاشانی اس کی تصدیق میں لکھتے ہیں کہ اہلسنت حضرت مختار کے کارنامہ عظیم کو طلب حکومت کا ذریعہ قرار دیتے ہیں (ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۶۶۶) ؎

گر قلم در دست غدارے بود لاجرم منصور بر دارے بود

اس "مشتے نمونہ از خروارے" سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ اموی بادشاہوں اور ان کے پرستاروں نے حضرت مختار کو بدنام کیا ہے۔ ورنہ جیسا کہ ہم نے اوپر تحریر کیا حضرت مختار خدا اور رسول اور ائمہ طاہرین کے منظور نظر اور ان کی نگاہ میں مشکور و ممدوح تھے۔ یہ بالکل درست اور قطعی طور پر اٹل ہے مجھے افسوس ہے کہ ہمارے بعض علما بھی اس پروپیگنڈے سے متاثر ہوگئے ہیں۔ میرے نزدیک ان لوگوں کے اقوال نظر انداز کر دینے کے قابل ہیں۔ اور انہیں بقول علامہ ابن نما معذور سمجھنا چاہیئے۔

باب ۶

حضرت مختار علماء کرام کی نگاہ میں

حضرت مختار کے متعلق خداوند عالم، حضرت محمد مصطفیٰ اور حضرات معصومین علیہ السلام کے نظریات کو پیش کرنے میں حضرات علماء کرام کے نظریات بھی ایک گونہ واضح ہوگئے ہیں۔ لیکن ہم زیر عنوان بالا اس کی مزید وضاحت کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ ان کے ممدوح ہونے میں کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہ جائے۔

واضح ہو کہ ہمارے وہ علما جن پر ہمارے مذہب حقہ اثنا عشریہ کی بنیادیں استوار ہوتی تھیں یعنی جن کا وجود بنیادی نقطہ نگاہ سے ہمارے مذہب میں عظیم سمجھا جاتا ہے۔ ان میں کے تقریباً کل کے کل کی نظروں میں حضرت مختار کو اونچا مقام نصیب ہوا ہے میری نظر سے ہمارے کسی بڑے عالم کی ایک تحریر بھی ایسی نہیں گزری۔ جس میں انہوں نے اپنا نظریہ مختار کے خلاف پیش کیا ہو۔ یہ اور بات ہے کہ انہوں نے نقل قول یا نقل روایات اپنی کتابوں میں کی ہو۔ یعنی ایسا تو ضرور ہے کہ روایات مدح و ذم دونوں نقل کردی گئی ہیں۔ لیکن اپنا ذاتی نظریہ کسی نے بھی مخالفت مختار میں نہیں پیش کیا بلکہ اکثر نے ایسا کیا ہے کہ مخالفت کی روایات کی تاویلات کی ہیں۔ البتہ بعض علماء روایت "حب شیخین سے نجات کلی میں متوقف ہوگئے ہیں۔ لیکن انہوں نے کارنامہ مختار میں ان کی نیک نیتی پر کسی قسم کا شبہ

ہیں کیا میرے نزدیک روایت حُبِ شیخین ماوّل ہے۔ اور ان کے حسن عقیدہ میں گنجائش کلام نہیں ہے۔"

علامہ شہید ثالث رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔ در حسن عقیدہ اور شیعہ راسخنے نیست۔ حضرت مختار کے حسن عقیدہ میں کسی شیعہ کو کلام و اعتراض کی گنجائش نہیں۔ علامہ کا بیان ہے۔ کہ حضرت علامہ حلی علیہ الرحمہ کے نزدیک حضرت مختار مقبول اصحاب میں تھے۔ (مجالس المومنین ص۳۵۶)

علامہ مجلسیؒ کتاب خلاصۃ المقال فی علم الرجال کے ص۳۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی ثقہ تھے، علامہ معاصر مولانا سعادت حسین مجتہد رقمطراز ہیں کہ علامہ مامقانی تنقیح المقال کی جلد ۳ میں حضرت مختار کے متعلق طویل بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کے بارے میں تحقیق اس کی مقتضی ہے کہ ہم دو حیثیتوں سے بحث کریں پہلی یہ کہ جناب مختار کا عقیدہ اور مذہب کیا تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ مسلمان بلکہ شیعہ امامی تھے۔ اس پر شیعہ سنی دونوں کا اتفاق ہے۔ میرے نزدیک امر حق یہ ہے کہ جناب مختار امامت حضرت زین العابدین کے قائل تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے یہ سنا تھا کہ اتنے ہزار اعوان و انصار بنی امیہ کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ کوئی سنی امیر المومنین کے لیے یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ آپ عواقب و انجام کو خداوند عالم کے اذن سے جانتے تھے۔ یہ مخصوص عقیدہ مذہب شیعہ کا ہے۔ اس لیے جناب مختار کا حتم و جزم و یقین سے یہ خبر دینا کہ میں کوفہ کا حاکم بنوں گا۔ عبید اللہ ابن زیاد مجھے قتل نہیں کر سکتا۔ جب تک میں بنی امیہ کے مددگاروں میں اتنے ہزار آدمیوں کو قتل نہ کر دوں۔ اور اگر یہ مجھے قتل بھی کر دے گا تو خداوند مجھے زندہ کرے گا، یہ عقیدہ اہل سنت کے مذہب کے موافق نہیں ہے اور فرقہ حقہ مذہب امامیہ کے لیے مخصوص ہے اس لیے کہ ائمہ کے لیے قائل ہیں کہ وہ عواقب و انجام سے باخبر ہیں جیسا کہ ائمہ کے حالات کو دیکھنے کے بعد وجدانِ صحیح اس کو معلوم کر سکتا ہے۔ بلکہ حالات کے دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ ائمہ نے اپنے مخصوص اصحاب کو بھی بعض امور کے اسرار و رموز و انجام کو بتلا دیا تھا اور مطلع کر دیا تھا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ جیسا کہ حبیب ابن مظاہر کو یہ مطلع کر دیا تھا کہ کربلا میں کیا ہونے والا ہے۔ اور میثم تمار کو یہ بتا دیا تھا کہ امیر المومنین پر کیا واقعات گزرنے والے ہیں، بلکہ خود جناب مختار کو جناب میثم تمار نے بتا دیا تھا کہ تم قید سے رہا ہو جاؤ گے اور امام حسین کے خون کا عوض لو گے۔ بلکہ ان کے علاوہ بہت سی باتیں اصحاب ائمہ کو معلوم تھیں جو متواتر احادیث سے ثابت ہیں اور کتب احادیث و تواریخ ان سے بھری پڑی ہیں۔ جناب مختار کے اس یقین سے

کہ وہ بنی امیہ کے حمایت کرنے والوں میں سے اتنے ہزار افراد کو قتل کریں گے پتہ چلتا ہے کہ وہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اگر قتل بھی کر دیئے گئے تو خداوند عالم ان کو زندہ کرے گا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جناب مختار، مسلم، موحد اور شیعہ امامی تھے۔ بلکہ اقوی واظہر یہ ہے کہ وہ امامت امام زین العابدین وغیرہ علیہم السلام کے قائل تھے.......

علامہ مامقانی فرماتے ہیں کہ مختار کے حالات پر بحث کا دوسرا عنوان یہ ہے کہ آیا ان کی حکومت باطل تھی یا امام کی اجازت سے قائم ہوئی تھی۔ ظاہر یہ ہے۔ کہ انہوں نے امام کی رضامندی حاصل کرنے کے بعد حکومت قائم کی تھی۔ جیسا کہ علامہ ابن نما علیہ الرحمۃ نے اس طرح کی ایک روایت تحریر کی ہے علاوہ بریں ائمہ علیہم السلام ان کے افعال سے راضی تھے۔ کہ انہوں نے بنی امیہ اور ان کے مددگاروں کو قتل کیا، گرفتار کیا، ان کے اموال لوٹے۔ جیسا کہ اس کی طرف ان روایات میں اشارہ ہو چکا ہے۔ جو ان کی مدح و ثنا، ان کے افعال پر اظہار تشکر و امتنان، جزائے خیر دیئے جانے کی دعا اور دعائے نزول رحمت پر دلالت کرتی ہیں۔ علامہ مامقانی نے ان تمام روایات ―――――

―――――――――――――

――――― کو نقل کیا ہے۔ اور آخر میں فرماتے ہیں۔ کہ یہ تمام باتیں جو ہم نے ذکر کیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب مختار شیعہ امامی تھے۔ ان کی سلطنت امام کی اجازت سے قائم ہوئی تھی..... بہرحال علامہ حلی نے جناب مختار کی روایت پر اعتماد کیا ہے۔ اسی سبب سے ان کو قسم اول کے راویوں میں شمار کیا ہے۔ یہ بھی ان کے شیعہ ہونے کی دلیل ہے۔ اس لیے کہ جو شخص علامہ کے خلاصہ کا مطالعہ کرے۔ اسے واضح ہو جائے گا۔ کہ قسم اول میں انہوں نے صرف شیعوں کو تحریر فرمایا ہے۔

جناب علامہ ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے بھی نص کر دی ہے کہ جناب مختار کی روایات پر عمل کیا جائے گا۔ علامہ حائری اور علامہ ابن نما تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مختار امامت زین العابدین کے قائل تھے نیز محمد حنفیہ امام زین العابدین کی امامت پر ایمان رکھتے تھے۔ (معارف الملۃ الناجیۃ والناز صفحہ ۵۲ و ذوب النضار ضمیمہ بحار جلد ۱۰ صفحہ ۴۰۱ طبع ایران)

حضرت مختار کے کردار پر غلط نگاہ اصاحب تجدید عہد کی تاریخ سے ناواقفیت

اور

عبداللہ ابن سبا کے وجود کی بحث

جیسا کہ میں نے حضرات معصومین اور علماء کرام کے اقوال سے واضح وثابت کر دیا کہ حضرت مختار کا کردار نہایت مستحسن اور قابل ستائش تھا۔ ان کی زندگی کے لمحات عقیدے کی خوشگواری میں گزرے پھر کھلے لفظوں میں کہتا ہوں کہ حضرت مختار نیک عقیدہ، خوش کردار، نیک نیت، نیک چلن، بلند ہمت اور جملہ صفات حسنہ کے مالک تھے۔ نہایت افسوس ہے کہ بنی اُمیہ کے پرستاروں نے اس پاک باز اور نیک سرشت شخصیت کو بدنام کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ اس وقت میرے پیش نگاہ ایک رسالہ ہے۔ جس کا نام ہے تجدید عہد، جو زیر ادارت غلام نبی انصاری ماہنامہ کی صورت میں لاہور سے نکلتا ہے۔ یہ پرچہ ربوبیت نمبر ہے۔ اس کی تاریخ اشاعت اپریل ۱۹۵۵ء ہے۔ اس میں حضرت مختار کے خلاف پوری زہر چکانی کی گئی ہے۔ اور ان کی مخالفت میں "آئیں بائیں شائیں" جو کچھ سمجھ میں آیا ہے لکھ مارا ہے۔ میں اس میں سے صرف چند جملے نقل کرتا ہوں۔

عبداللہ ابن سبا اور مختار ثقفی آنحضرت کے بعد حضرت عثمان غنی کے ابتدائی نصف عہد خلافت تک بظاہر ملت اسلامیہ میں امن وسکون تھا۔ اور ۳۰ ہجری تک مسلمانوں نے دنیا کا اتنا بڑا رقبہ اہم فتح کر کے اپنی حکومت وسیادت میں شامل کر لیا تھا کہ باقی بچا ہوا تاریک رقبہ اس منور رقبہ کے مقابلہ میں کوئی قدر وقیمت اور اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ اور اسلام کی دینوی طاقتوں کے کے مجموعہ کو بآسانی کچل سکتی تھی۔ لیکن راس المنافقین عبداللہ بن ابی کے بروز ثانی عبداللہ بن سبا صنعانی یہودی نے اسلامی جامہ پہن کر اور دوسرے منافقوں سے تقویت پاکر اور بہت سے نو مسلموں کو فریب دے کر وہ سب سے پہلا فتنہ اُمت مسلمہ میں برپا کیا جس نے اسلام کے مٹائے ہوئے خاندانی امتیاز اور نسلی عصبیت کو تعلیمات اسلامیہ اور اور مقاصد ایمانیہ کے مقابلہ میں پھر زندہ اور بیدار کر کے مسلمانوں کو مبتلائے مصائب اور خانہ جنگی میں مصروف کر دیا۔۔۔ اور مسلمانوں نے نہ صرف یہ کہ خانہ کعبہ کی بے حرمتی کو انتقامی جذبہ کے مقابلہ میں گوارا کیا۔ بلکہ عبداللہ ابن سبا کے بروز ثانی

مختار ابن ابی عبیدہ بن مسعود ثقفی کی مشرکانہ تعلیم اور کفریہ دعاوی کو بھی جزوِ ایمان سمجھ لیا سلیمان بن صرد خزاعی ہاشمیوں اور شیعیانِ علی کو فراہم کر کے جنگ عین الوردہ میں ہزارہا مسلمانوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کرا چکا تھا کہ مختار مذکور نے محمد بن حنفیہ برادر امام حسین اور عبداللہ ابن عمر کو دھوکا دے کر کوفہ میں اپنی مقبولیت و رسوخ کے لیے راہ نکالی اور حضرت امام حسین کی شہادت اور حادثہ کربلا کے دل گداز واقعات و حسرتناک تذکرہ کو آلہ کار بنا کر عبداللہ ابن سبا والے فتنۂ خفتہ کو بیدار کر کے خاندانی امتیازات اور قبائلی عصبیتوں میں جان ڈال دی۔ پھر اس کے بعد قوت، شوکت اور کوفہ کی حکومت حاصل کر چکا تو بجائے اس کے کہ ابتدائی دعاوی و اعلانات کے موافق علویوں کو حکومت دلاتا، مسلمانوں کو مشرک و کافر بنانا شروع کیا۔ اس نے نہایت چالاکی سے کوفہ والوں کو اپنی کرامتوں اور خوارق عادات طاقتوں کا یقین دلایا۔ کوفیوں کی مدد سے حاکم کوفہ کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے خود حاکم کوفہ بن گیا ...... بہرحال کوفہ والوں نے جو مختار مذکور کے فریب میں آگئے۔ اس کا سبب سوائے اس کے اور کچھ نہ تھا کہ ان کی غالب تعداد حقائق قرآنی سے غافل اور تعلیمات اسلامیہ میں ادھوری تھی۔ الخ صد۹۰۔

اس کے متعلق عرض ہے کہ مضمون نگار نے مذکورہ عبارت میں اپنے اُن جذبات کو پیش کیا ہے جو بغض للہی کے طور پر اس کے دل میں پیدا تھے۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ بنی اُمیہ کی پرستاری کا یہی جذبہ شاہکار ہوتا ہے۔ انہیں حقیقت سے بحث نہیں ہوتی یہ وہ سب کچھ کہنا چاہتے ہیں جو اُن کے دل میں محبت بنی امیہ کے جذبہ کے ماتحت پیدا ہو۔

اس مضمون میں انتشار اسلام کی تمام تر ذمہ داری عبداللہ ابن سبا اور حضرت مختار پر عائد کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ حضرت عثمان کی خلافت کے نصف عہد تک ملت اسلامیہ میں امن و سکون ابن سبا نے اس سکون کو برباد کیا۔ اور اسی کی پیروی مختار ثقفی نے کی۔

میں کہتا ہوں کہ مضمون نگار نے مذکورہ بیان میں اپنی تاریخ سے مکمل ناواقفیت کا ثبوت دیا ہے اس میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ اس کا جواب ہماری کتاب مختار آل محمد کے صفحات سے حاصل ہو گا۔ ہم اس مقام پر صرف دو باتیں بتانا چاہتے ہیں۔ (۱) حضرت عثمان کے نصف عہد خلافت سے فتنہ کی ابتدا ناقابل تسلیم ہے۔ اسلام میں فتنہ کی بنیاد اُسی وقت پڑ گئی تھی جس وقت حضرت رسول کریمؐ کو قلم و دوات دینے

سے انکار کر دیا گیا تھا اور نص خدا و رسول کے خلاف خلافت کی بنیاد رکھ دی گئی تھی۔ جیسا کہ علامہ شہرستانی نے کتاب ملل ونحل میں تحریر فرمایا ہے۔ (۲) حضرت مختار کو جس کا بروز ثانی قرار دیا گیا ہے اس کا وجود ہی نہیں ہے۔ یعنی عبداللہ ابن سبا کے وجود سے تاریخ و رجال کا استناد قاصر ہے یہ بالکل اسی طرح کا ایک افسانوی ہیرو ہے۔ جس طرح آج بھی ناولوں میں بنائے جاتے ہیں۔

مؤلف مختار آل محمد کا دعوے

مجھے مسرت ہے کہ دنیائے اسلام میں ابن سبا کے وجود سے سب سے پہلے میں نے اپنی مورخانہ سوجھ بوجھ اور تحقیق کے ذریعہ سے انکار کیا تھا۔ اب اس کے بعد بڑے بڑے علما یہی کچھ کہہ رہے ہیں ۱۹۳۷ء میں میں نے عبداللہ ابن سبا کی حقیقت کے زیر عنوان الواعظ لکھنؤ میں ایک مسلسل مضمون لکھا تھا۔ جس کی آخری قسط میں تحریر کیا تھا کہ "ابن سبا" ایک فرضی نام ہے۔ اور واقعہ جمل وصفین پر پردہ ڈالنے کے لیے سطح دہر پر نمایاں کیا گیا ہے۔ الخ۔ اس بیان کا حوالہ میرے مضمون "سعد ونحس" مطبوعہ اخبار شیعہ مورخہ ۸ نومبر ۱۹۴۵ء میں موجود ہے۔

عالم اہل سنت علامہ ڈاکٹر طہٰ حسین جو مصر کے اساطین علم میں سے ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں کہ ابن سبا بالکل فرضی اور من گھڑت چیز ہے اور جب فرقہ شیعہ اور دیگر اسلامی فرقوں میں جھگڑے چل رہے تھے۔ تو اس وقت اسے جنم دیا گیا۔ شیعوں کے دشمنوں کا مقصد یہ تھا۔ کہ شیعوں کے اصول مذہب میں یہودی عنصر داخل کر دیا جائے۔ یہ سب کچھ بڑی چالبازی اور مکر و فریب کی صورتیں تھیں۔ محض شیعوں کو زچ کرنے کے لیے امویوں اور عباسیوں کے دور حکومت میں شیعوں کے دشمنوں نے عبداللہ ابن سبا کے معاملہ میں بہت مبالغہ آمیزی سے کام لیا۔ اس کے حالات بہت بڑھا چڑھا کر بیان کئے۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ تھا۔ کہ حضرت عثمان اور ان کے عمال حکومت کی طرف سے جن خرابیوں کی نسبت دی جاتی ہے اور ناپسندیدہ باتیں جو ان کے متعلق مشہور ہیں کو سن کر لوگ شک و شبہ میں پڑ جائیں دوسرا فائدہ یہ کہ علی اور ان کے شیعہ لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہوں۔ نہ معلوم شیعوں کے دشمنوں نے شیعوں پر کتنے الزامات لگائے اور نہ جانے شیعوں نے کتنی غلط باتیں اپنے دشمنوں کی طرف عثمان وغیرہ کے معاملہ میں منسوب کیں۔ (الفتنۃ الکبریٰ جلد ا صـ ۱۳۲ طبع مصر)

اس ضمن میں ایک مشہور قصہ کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جسے بعد میں آنے والے راویوں نے بہت اہمیت دی ہے اور خوب بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے۔ یہاں تک کہ بہت سے قدیم و جدید مورخین نے اس قصہ کو حضرت عثمان کے خلاف رونما ہونے والی بغاوت کا سرچشمہ قرار دے لیا ہے۔ جو مسلمانوں میں

ایک ایسے افتراق کا باعث ہوئی کہ تا حال مٹ نہیں سکا۔ یہ قصہ عبداللہ ابن سبا ہے جو عربی دنیا میں ابن السودا کے نام سے مشہور ہے۔

میرا خیال ہے کہ جو لوگ ابن سبا کے معاملہ کو اس حد تک اہمیت دیتے ہیں۔ وہ نہ صرف اپنے آپ پر بلکہ تاریخ پر بھی شدید ظلم کرتے ہیں اس سلسلہ میں سب سے پہلی غور طلب چیز یہ ہے کہ ان تمام اہم مآخذ میں جو حضرت عثمان کے خلاف رونما ہونے والی شورش پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ہمیں ابن سبا کا ذکر ہی نہیں ملتا۔ مثلاً ابن سعد نے جہاں خلافت عثمان اور ان کے خلاف بغاوت کا حال رقم کیا ہے۔ وہاں ابن سبا کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ اسی طرح بلاذری نے بھی "انساب الاشراف" میں اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔۔۔۔ ۔۔۔ ابن سبا کی یہ داستان طبری نے سیف بن عمر کی روایت سے بیان کی ہے اور معلوم یہی ہوتا ہے کہ مابعد کے جملہ مورخین نے اس روایت کو طبری ہی سے لیا ہے۔ (ترجمہ الفتنۃ الکبری ص ۲۸۲-۲۸۵ طبع لاہور)

عالم اہل تشیع، ملت جعفریہ کے عظیم محقق حضرت حجۃ الاسلام علامہ شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء (نجف اشرف) تحریر فرماتے ہیں:-

"اس سلسلہ میں بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ عبداللہ ابن سبا، مجنون عامری اور ابو ہلال وغیرہ داستان سراؤں کے خیالی ہیرو ہیں۔ اموی اور عباسی سلطنتوں کے وسطی دور میں عیش و عشرت اور لہو و لعب کو اتنا فروغ حاصل ہو گیا تھا کہ فسانہ گوئی، محل نشینوں اور آرام طلبوں کا جزوِ زندگی بن گئی۔ چنانچہ اس قسم کی کہانیاں بھی ڈھل گئیں۔" (اصل الشیعہ و اصولہا ص ۲۵)

مختصر یہ کہ ابن سبا کا افسانہ مورخ طبری نے سب سے پہلے سیف بن عمر کے حوالے سے نقل کیا ہے اور سیف بن عمر راوی کے متعلق علماء علم رجال کا اتفاق ہے۔ کہ ۱۔ یہ گمنام اور مجہول الحال لوگوں سے روایت کرتا ہے ۲۔ یہ ضعیف روایات بیان کرتا ہے۔ ۳۔ متروکہ احادیث گڑھا کرتا ہے۔ ۴۔ یہ ساقط الروایت ہے ۵۔ من گھڑت حدیثیں معتبر لوگوں کی طرف منسوب کر کے بیان کرتا ہے۔ ۶۔ اس کی اکثر روایات ناقابلِ قبول، وضعی اور پر از کفر و زندقہ ہوتی ہیں (فہرست ابن ندیم ص ۱۳۷، میزان الاعتدال ج ۱ ص ۴۳۸، تہذیب التہذیب جلد ۴ ص ۹۵) وغیرہ۔ بنابریں۔ اس کے بیان اور اس کی روایت کو اہمیت نہیں دی جا سکتی۔

میں کہتا ہوں کہ صاحبِ تجدید عہد نے حضرت مختار کے کردار کی عمارت جس بنیاد پر قائم کی تھی اس کا وجود ہی نہ تھا۔ لہٰذا ان کی فرضی تعمیر منہدم ہو کے رہ گئی۔

باب ۷

جنگ صفین کے سلسلہ میں حضرت علی کا کربلا میں ورود

اور

سعد بن مسعود سے کارنامہ مختار کا تذکرہ

صفین نام ہے اس مقام کا جو فرات کے غربی جانب رقہ اور بالس کے درمیان واقع ہے۔ (معجم البلدان صہ ۳۷ باب ص طبع مصر ۱۹۰۶ء) یہیں اسلام کی وہ قیامت خیز جنگ عالم وقوع میں آئی ہے۔ جو جنگِ صفین کے نام سے مشہور ہے۔ اس جنگ کے اسباب میں معاویہ کی چیرہ دستیوں اور اس کے تمرد اور اس کی سرکشی کو پورا پورا دخل ہے۔

معاویہ عہد عمری سے شام کا گورنر تھا۔ وفات عثمان کے بعد جب امیر المومنین خلیفہ ظاہری تسلیم کئے گئے اور عنانِ حکومت آپ کے دستِ حق پرست میں آئی تو آپ نے معاویہ سے کہلا بھیجا کہ مجھ پر جو قتل عثمان کی سازش کا الزام لگا کر شامیوں کو برافروز کر رہے ہو۔ اور اپنے کو رسول خدا کا منصوص خلیفہ ظاہر کر رہے ہو (سیر الائمہ صہ ۴۵) یہ تمہاری حرکت افسوسناک ہے اس سے باز آؤ۔ معاویہ نے اس کا اُلٹا سیدھا جواب دیا۔ حضرت علی نے بار بار فہمائش کی۔ مگر معاویہ کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ یہاں تک کہ آپ کو یقین کامل ہو گیا کہ یہ میری بات کسی طرح نہ مانے گا۔ پھر اس کے علاوہ آپ کو اس امر کا علم قطعی ہو گیا کہ وہ مجھ سے برسرپیکار ہونے کی پوری پوری تیاری کر رہا ہے تو آپ نے برسرِ منبر فرمایا۔ میں نے حاکم وقت ہونے کی حیثیت سے معاویہ کو معزول کر دیا ہے۔ اور اب اسے حاکم شام تسلیم نہ کیا جائے۔ (اکسیر التواریخ صہ ۷۵)

معاویہ جو خود حضرت علی کو منصب خلافت کے حدود میں دیکھنا پسند نہیں کر رہا تھا اسے جب اس معزولی کی خبر ملی تو اس نے آپ سے مقابلہ کی ٹھان لی۔ چنانچہ جنگ جمل اسی کا ایک شاخسانہ تھا۔ جو حضرت عائشہ کی زیر سرکردگی ظاہر ہوا۔ جنگ جمل کے بعد آپ نے اس کو سمجھانے میں بڑے مبالغہ سے کام لیا۔ مگر کُتے کی دُم سیدھی نہ ہو سکی۔ اور وہ مرغ کی ایک ہی ٹانگ پر قائم رہا۔ معاویہ کھل کر میدان میں آنے

کے لیے بیچین تھا بنابریں ایک لاکھ بیس ہزار کا شکر لے کر حضرت علی پر حملہ کرنے کے لیے چل کھڑا ہوا اور مقام صفین پر آپہنچا۔ علامہ دمیری لکھتے ہیں: اجمعوا علی قتاله قاتلهم الله خدا معاویہ اور اس کے ساتھیوں کو غارت کرے کہ ان لوگوں نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے جنگ برپا کر لیا۔ (حیوٰۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۵۶) جب حضرت امیر علیہ السلام کو پتہ چلا کہ معاویہ ایک لاکھ بیس ہزار بروایتے ایک لاکھ ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر مقام صفین تک آپہنچا ہے۔ تو آپ نے بھی ۹۰ ہزار کی فوج سمیت حرکت فرمائی۔ (تاریخ اسلام صفحہ ۳۰)

آپ بارادہ صفین تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں مقام کربلا آگیا۔ آپ نے پوچھا اس زمین کو کیا کہتے ہیں۔ کہا گیا "کربلا"۔ یہ سن کر آپ اتنا روئے کہ زمین آنسو سے تر ہو گئی۔ اصحاب نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا: میں ایک دفعہ رسول کریمؐ کی خدمت میں ایسی حالت میں پہنچا کہ وہ رو رہے تھے۔ میں نے پوچھا رونے کا سبب؟ آپ نے جواب دیا کہ ابھی ابھی جبرئیل آئے تھے، وہ کہہ رہے تھے کہ تمہارا حسین کربلا میں شہید کر دیا جائے گا۔ یہ کہہ کر انہوں نے مجھے تھوڑی سی مٹی دی۔ اور کہا کہ اسے سونگھو، میں نے جونہی اسے سونگھا میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ (صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۵، منار الہدیٰ صفحہ ۱۹۲، روائح القرآن صفحہ ۹۴) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اسی سرزمین پر آل محمد کا ایک برگزیدہ گروہ قتل کیا جائے گا جس کے غم میں زمین و آسمان روئیں گے۔ (مسند جلد ۱ صفحہ ۸۵۔ سر الشہادتین صفحہ ۱۱۔ اخبار الدول صفحہ ۱۰۷۔ حیواۃ الحیوان صفحہ ۵۱/۱۲۰)

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی جب نینوا کے قریب پہنچے تو آپ کے لشکر کا پانی ختم ہو گیا۔ ہر چند سعی آب کی مگر پانی دستیاب نہ ہوا۔ ناگاہ ایک دیر راہب نظر پڑا وہاں پہنچ کر طلب آب کیا، راہب نے کہا یہاں پانی نہیں ہے، آپ آگے بڑھیں۔ دو فرسنگ چل کر آپ نے جانب قبلہ ایک مقام کھدوایا تو ٹھنڈے پانی کا چشمہ برآمد ہوا۔ لیکن اس کے دہانے پر بڑا پتھر تھا آپ نے اسے برطرف کیا، چشمہ جاری ہوا۔ راہب نے اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد آپ کربلا پہنچ کر وہاں بہت روئے۔ (کشف الانوار صفحہ ۱۱۲، حبیب السیر جلد ۱ صفحہ ۵۶، جامع التواریخ صفحہ ۲۳۸)

مجاہد کوفہ جناب سلیمان بن صرد خزاعی کا بیان ہے کہ میں جنگ صفین کے سلسلہ میں حضرت علی کے ہمرکاب تھا۔ جب آپ کی سواری کربلا پہنچی تو آپ بے ساختہ رونے لگے۔ میں نے پوچھا مولا کیوں رو رہے ہیں، آپ نے فرمایا کہ کیوں کر نہ روؤں، اس مقام پر میرے فرزندوں میں سے بہت سے افراد اس مقام پر اتریں گے، قیام کریں گے اور قتل کر دیئے جائیں گے۔ دشمنوں اور ظالموں کا گروہ ان پر پانی بند کر دے گا۔ اور اسی زمین پر ان کا خون بے دریغ بہایا جائے گا۔ یہ فرما کر آپ نے امام حسینؑ کی طرف رخ

کیا اور فرمایا اے میرے بیٹے حسینؑ یہ واقعہ ہائلہ تیرے ساتھ ہو گا۔ اور ایسا سنگین ہو گا کہ آسمان اس کے صدمے سے سرخ ہو جائے گا اور شفق کی صورت میں اُفق پر سُرخی ظاہر ہو گی۔ جو قیامت تک رہے گی ؎

ایں سُرخی شفق کہ بریں چرخ بے وفاست
ہر شام عکس خون شہیدان کربلاست

حضرت کامل کراروی بزبان اُردو کہتے ہیں ؎

اگر سمجھے تو ماتم زا فضائے آسمانی ہے
شفق کہتے ہیں جس کو خون بیکس کی نشانی ہے

الغرض حضرت علیؑ کے ارشاد کے جواب میں حضرت امام حسینؑ نے عرض کی۔ بابا جان آپ رنجیدہ نہ ہوں، ہماری زندگی کا زیور، رضائے پروردگار عالم ہے یہ سُن کر حضرت علیؑ جناب سعد بن مسعود ثقفی کی طرف متوجہ ہوئے۔ جو حضرت مختار علیہ الرحمہ کے چچا تھے۔ اور ان سے فرمایا کہ برادر زادہ ات مختار کشندگان فرزندان مرا بکشد، تمہارا بھتیجا مختار میرے فرزندوں کے قاتلوں کو قتل کرے گا۔ دیکھو اس کی حفاظت سے غفلت نہ کرنا تاکہ وہ اس کارنامے کا مظاہرہ کر سکے۔ (روضۃ المجاہدین) حضرت علی کے ورود کربلا کا واقعہ ماہ ذی الحجہ ۳۶ھ کا ہے۔ (تاریخ ابو الفداء)

حضرت امام حسنؑ پر فوجیوں کی یورش

اور

حضرت مختار کی مواسات کا ایک روشن پہلو

حضرات محمد و آل محمد سے جو عقیدت و محبت اور اُلفت حضرت مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کو تھی اُسے وہ اپنی زندگی کے ہر دور میں بروئے کار لا کر ہمیشہ اس کا مظاہرہ کرتے رہے۔ اُن کی کوشش ہوتی تھی کہ کوئی ایسا موقع نظر انداز نہ ہو جائے جس میں عقیدت کیشی کو بر سر کار لانا ضروری ہو۔ حضرت امام حسن علیہ السلام پر جب مصائب کی یورش ہوئی تو مختار اپنے فطری جذبہ سے مجبور ہو کر مظاہرۂ عقیدت کیشی کے لیے سامنے آ گئے۔ کتاب چودہ ستارے ص۱۱۹ میں ہے کہ مورخین کا بیان ہے کہ حضرت امام حسنؑ کے والد بزرگوار حضرت علی علیہ السلام کے سر مبارک پر بمقام مسجد کوفہ ۱۹ رمضان ۴۰ھ بوقت امیر معاویہ کی سازش سے عبدالرحمٰن ابن ملجم مرادی نے زہر میں بجھی ہوئی تلوار لگائی جس کے صدمہ سے آپ نے ۲۱ رمضان المبارک

سنہ ۴۰ھ بوقت صبح شہادت پائی۔ اس وقت امام حسن کی عمر ۳۷ سال ۶ ماہ کی تھی۔ حضرت علی کی تکفین و تدفین کے بعد عبداللہ ابن عباس کی تحریک سے بقول ابن اثیر قیس ابن سعد ابن عبادہ انصاری نے امام حسن کی بیعت کی اور ان کے بعد تمام حاضرین نے بیعت کر لی جن کی تعداد چالیس ہزار تھی، یہ واقعہ ۲۱ رمضان سنہ ۴۰ھ یوم جمعہ کا ہے۔ کفایتہ الاثر علامہ مجلسی میں ہے کہ اس وقت آپ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا جس میں آپ نے حمد و ثنا کے بعد بارہ امام کی خلافت کا ذکر فرمایا اور اس کی وضاحت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ ہم میں کا ہر ایک یا تلوار کے گھاٹ اترے گا یا زہر دغا سے شہید ہو گا۔ اس کے بعد آپ نے عراق ایران، خراسان، حجاز اور یمن و بصرہ کے عمال کے تقرر کی طرف توجہ کی۔ اور عبداللہ ابن عباس کو بصرہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ معاویہ کو جو نہی یہ خبر پہنچی کہ بصرہ کے حاکم ابن عباس مقرر کر دیئے گئے ہیں تو اس نے دو جاسوس روانہ کئے ایک قبیلہ حمیر کا کوفہ کی طرف اور دوسرا قبیلہ قین کا بصرہ کی طرف۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگ امام حسن سے منحرف ہو کر میری طرف آجائیں لیکن وہ دونوں جاسوس گرفتار کر لیے گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب عنانِ حکومت امام حسن کے ہاتھوں میں آئی تو زمانہ بڑا پُرآشوب تھا حضرت علیؑ جن کی شجاعت کی دھاک سارے عرب میں بیٹھی ہوئی تھی۔ دنیا سے کوچ کر چکے تھے۔ ان کی دفعتہً شہادت نے سوئے ہوئے فتنوں کو بیدار کر دیا تھا۔ اور ساری مملکت میں سازشوں کی کھچڑی پک رہی تھی خود کوفہ میں اشعث ابن قیس، عمرو بن حریث، شیث ابن ربعی وغیرہ کھلم کھلا برسرِ عناد اور آمادۂ فساد نظر آتے تھے...... معاویہ نے جابجا جاسوس مقرر کر دیئے تھے۔ جو مسلمانوں میں پھوٹ ڈلواتے تھے اور حضرت کے لشکر میں اختلاف و تشتت کا بیج بوتے تھے۔ اس نے کوفہ کے بڑے بڑے سرداروں سے اس سلسلہ میں نامہ و پیام شروع کیا اور انہیں بڑی بڑی رشوتیں دے کر توڑ لیا تھا۔

بحار الانوار میں علل الشرائع کے حوالہ سے منقول ہے کہ معاویہ نے عمر بن   اشعث ابن قیس، حجر ابن حجر، شیث ابن ربعی کے پاس علیحدہ علیحدہ یہ پیام بھیجا کہ جس طرح ہو سکے حسن بن علی کو قتل کرا دو۔ جو منچلا یہ کام کر گزرے گا۔ اسے دو لاکھ درہم نقد انعام دوں گا، اور اپنی فوج کی سرداری عطا کروں گا۔ نیز اپنی کسی لڑکی سے اس کی شادی کر دوں گا۔ اس انعام کے حاصل کرنے کے لیے لوگ شب و روز موقعہ کی تاک میں رہنے لگے۔ حضرت کو اطلاع ملی تو آپ نے کپڑوں کے نیچے زرہ پہننی شروع کر دی یہاں تک کہ نماز جماعت پڑھانے کے لیے بھی جب باہر نکلتے تو زرہ پہن کر نکلتے تھے۔

معاویہ نے ایک طرف تو خفیہ توڑ جوڑ کیے۔ دوسری طرف ایک بڑا لشکر عراق پر حملہ کرنے کے لیے بھیج دیا جب حملہ آور لشکر حدودِ عراق میں دور تک آگے بڑھ آیا تو حضرت نے اپنے لشکر کو حرکت کرنے

کا حکم دیا۔ حجر بن عدی کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ آگے بڑھنے کے لیے فرمایا۔ آپ کے لشکر میں بھیڑ بھاڑ تو کافی نظر آنے لگی، مگر سردار جو سپاہیوں کو لڑاتے ہیں، کچھ تو معاویہ کے ہاتھوں بک چکے تھے کچھ عافیت کوشی میں مصروف تھے۔ حضرت علیؑ کی شہادت نے دوستوں کے حوصلے پست کر دیئے تھے اور دشمنوں کو جرأت وہمت دلا دی تھی۔

مورخین کا بیان ہے کہ معاویہ ۶۰ ہزار کی فوج لے کر مقام "مسکن" میں جا اترا جو بغداد سے دس فرسخ تکریت کی جانب "اوانا" کے قریب واقع ہے۔ امام حسن علیہ السلام کو جب معاویہ کی پیش قدمی کا علم ہوا تو آپ نے بھی ایک بڑے لشکر کے ساتھ کوچ کر دیا۔ اور آپ کوفہ سے "ساباط" میں جا پہنچے، اور ۱۲ ہزار کی فوج "قیس ابن سعد" کی ماتحتی میں معاویہ کی پیش قدمی روکنے کے لیے روانہ کر دی۔ پھر ساباط سے روانہ ہوتے وقت آپ نے ایک خطبہ پڑھا جس میں فرمایا:

"لوگو! تم نے مجھ سے اس شرط پر بیعت کی ہے کہ صلح اور جنگ دونوں حالتوں میں میرا ساتھ دوگے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے کسی شخص سے بغض و عداوت نہیں میرے دل میں کسی کو ستانے کا خیال نہیں۔ میں صلح کو جنگ سے اور محبت کو عداوت سے کہیں بہتر سمجھتا ہوں"۔

لوگوں نے حضرت کے اس خطاب کا مطلب یہ سمجھا کہ حضرت امام حسنؑ، امیر معاویہ سے صلح کرنے کی طرف مائل ہیں اور خلافت و حکومت سے دستبرداری کا ارادہ دل میں رکھتے ہیں، اسی دوران میں معاویہ نے امام حسن کے لشکر کی کثرت سے متاثر ہو کر بمشورہ عمرو بن عاص، کچھ لوگوں کو امام حسن کے لشکر میں اور کچھ کو قیس ابن سعد کے لشکر میں بھیج کر ایک دوسرے کے خلاف پروپیگنڈا کرا دیا۔ امام حسن کے لشکر والے سازشیوں نے قیس کے متعلق یہ شہرت دی کہ اس نے معاویہ سے صلح کر لی ہے اور قیس ابن سعد کے لشکر میں جو سازشی گھسے ہوئے تھے، انہوں نے تمام لشکریوں میں یہ چرچا کر دیا کہ امام حسن نے معاویہ سے صلح کر لی امام حسن کے دونوں لشکروں میں اس غلط افواہ کے پھیل جانے سے بغاوت اور بدگمانی کے جذبات ابھر نکلے۔ امام حسن کے لشکر کا وہ عنصر جسے پہلے ہی سے شبہ تھا کہ یہ مائل بہ صلح ہیں۔ کہنے لگا کہ امام حسن بھی اپنے باپ حضرت علیؑ کی طرح کافر ہو گئے ہیں۔ بالآخر فوجی آپ کے بالکل خلاف ہو کر آپ کے خیمہ پر لوٹ پڑے۔ آپ کا کل اسباب لوٹ لیا۔ آپ کے نیچے سے مصلیٰ تک گھسیٹ لیا۔ دوش مبارک پر سے ردا تک اتار لی۔ اور بعض نمایاں قسم کے افراد نے آپ کو معاویہ کے حوالہ کر دینے کا پلان تیار کیا۔ آخر کار آپ ان بدبختوں سے مایوس ہو کر مدائن کے گورنر سعد کی طرف روانہ ہو گئے۔ جو حضرت مختار علیہ الرحمۃ کے حقیقی چچا تھے اور جنہیں حضرت علیؑ نے گورنر مدائن بنایا تھا جو عہد امام حسن میں بھی اسی عہدہ پر فائز تھے (تتمہ منتہیٰ

الانبیاء سید مرتضیٰ علم الہدیٰ) راستے میں ایک خارجی جراح ابن قبیصۂ اسدی) نے آپ کو ران مبارک پر کمینگاہ سے ایسا خنجر لگایا جس نے ہڈی تک کو شدید مجروح کر دیا۔ (تاریخ کامل جلد ۳ ص ۱۶۱ و تاریخ ائمہ ص ۳۳۳، فتح الباری شرح صحیح بخاری و تاریخ طبری طبع مصر)

شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ جب حضرت امام حسن گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہو رہے تھے تو جراح ابن سنان نے لگام پکڑ کر کہا کہ اپنے باپ کی طرح تم بھی کافر ہو گئے ہو۔ یہ کہہ کر پوری طاقت سے آپ کی ران پر خنجر مارا جس کے صدمہ سے آپ زمین پر گر پڑے۔ پھر ہمدان اور ربیعہ کے لوگوں نے آپ کو اٹھا کر قصر ابیض میں پہنچایا۔ (دمعہ ساکبہ ص ۲۳۹)

آپ نے گورنر مدائن کے پاس پہنچ کر قصر ابیض میں قیام فرمایا۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ ص)

تاریخ اسلام مسٹر ذاکر حسین جلد ا ص ۲۷ میں ہے کہ امام حسن کی فوج میں بغاوت پھیل گئی۔ فوجی آپ کے کیمپ پر ٹوٹ پڑے۔ آپ کا سب مال و متاع لوٹ لیا۔ آپ کے نیچے سے مصلیٰ تک گھسیٹ لیا۔ رد بھی دوش پر سے اتار لی، مگر ربیعہ اور ہمدان کے بعض بہادروں نے آپ کو بچا لیا اور بعض گمراہوں نے معاویہ سے سازش کر کے اور رشوتیں لے کر ارادہ کر لیا کہ آپ کو گرفتار کر کے معاویہ کے حوالے کر دیں۔ اور ان کے بعض رئیسوں نے خفیہ خط و کتابت کر کے معاویہ کی اطاعت قبول کر لی اور اسے لکھا کہ بہت جلد عراق چلے آیئے۔ ہم ذمہ لیتے ہیں کہ امام حسن کو پکڑ کر آپ کے حوالے کر دیں گے۔ الخ (حبیب السیر و ابن اثیر)

بہر حال ان حالات میں جب حضرت امام حسن حضرت مختار کے چچا سعد بن مسعود ثقفی کے پاس جا کر ٹھہرے تو جیسا کہ علما، اور موثق مورخین کے بیان سے مستفاد ہوتا ہے محب آل محمد حضرت مختار کو انتہائی تردد پیدا ہو گیا وہ یہ سوچنے لگے کہ ایسے حالات میں جبکہ امام حسن کے بڑے بڑے افسران نے یہ سازش کر رکھی تھی کہ انہیں گرفتار کر کے معاویہ کے سپرد کر دیں۔ اور نتیجہ میں حضرت کا یہ حال ہو گیا کہ جان بچانی دوبھر ہو گئی اگر ہمدان اور ربیعہ کے چند بہادروں نے امداد نہ کی ہوتی تو آپ لازماً قتل ہو جاتے اور اگر قتل سے بچ جاتے تو معاویہ کی قید و بند میں ہوتے، جس کا انجام آخری بھی قتل ہی ہوتا۔ اب جبکہ یہ ہمارے چچا کے پاس آ گئے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی سازش یہاں بھی روبکار ہو جائے اور میرے مولا کو کوئی صدمہ پہنچ جائے۔ حضرت مختار اسی اضطراب اور پریشانی میں گھبرائے پھر رہے تھے کہ یک بیک یہ خیال آیا کہ چلو، شریک اعور حارثی سے اس کے متعلق گفتگو کریں اور کوئی راستہ ان کے تحفظ کا بروئے کار لائیں شریک چونکہ شیعہ تھے اور ان کا عقلائے روزگار میں شمار تھا۔ حضرت مختار مشورہ طلبی کے لیے ان کے پاس گئے اور ان سے سارا واقعہ اور ماجرا بیان کیا۔ شریک چونکہ خود اپنے مقام پر حالات کی روشنی میں

امام حسن کے متعلق کسی کی طرف سے مطمئن نہ تھے اُن کو بجائے خود اسی قسم کا خدشہ اور اندیشہ تھا. لہٰذا حضرت مختار کے تردد سے اور زیادہ متاثر ہو گئے۔ بالآخر انہوں نے سوچ بچار کے بعد حضرت مختار کو رائے دی کہ تم تنہائی میں حالات کا جائزہ لینے اور تصورات کا اندازہ لگانے کے لیے اپنے چچا سے ملو اور اُن سے کہو کہ اس وقت معاویہ کی چل رہی ہے۔ ہَوا کے رُخ کا تقاضہ ہے کہ حضرت امام حسنؑ کو (جو تمہارے قبضہ میں ہیں بے دست وپا یعنی بلا یار و مددگار ہونے کی وجہ سے یہاں سے نکل کر جا نہیں سکتے) معاویہ کے حوالے کر دیں، اس سے آپ کو بے انتہا فائدہ پہنچ جائے گا، اگر سعد کے خیالات امام حسن کی طرف سے اچھے اور پاکیزہ ہوں گے تو وہ تمہیں ڈانٹ دیں گے۔ اور اگر ان کے خیالات و تصورات میں گندگی ہوگی۔ تو تمہاری رائے پر غور کرنے لگیں گے اور مناسب سمجھیں گے تو تمہاری رائے کی تائید میں اظہار خیال کر دیں گے۔ شریک نے کہا کہ تم ان سے گفت گو کے بعد اپنی پہلی فرصت میں مجھ سے ملنا تاکہ ان کے خیالات کے مطابق اطمینان حاصل کیا جائے یا رَدِ عمل سوچا جائے۔

شریک اعور کے مشورے کے مطابق حضرت مختار اپنے چچا سعد بن مسعود گورنر مدائن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان سے تنہائی میں عرض پرواز ہوئے اور کہا کہ چچا موقع اچھا ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو حضرت امام حسن کو معاویہ کے سپرد کر دیں یا انہیں قتل کر کے معاویہ کو آگاہ فرما دیں۔ اس سے یہ ہوگا کہ معاویہ آپ کی گورنری میں وسعت دے گا۔ اور اس کی نظر میں آپ کی عزت بڑھ جائے گی۔

مختار کی زبان سے یہ کچھ سن کر سعد بن مسعود برہم ہو گئے اور کہنے لگے کہ تجھ جیسے عقیدت کیش سے ایسے خیالات تعجب خیز اور افسوسناک ہیں۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم فرزند رسول کو دشمن کے سپرد کر دیں۔ یہ سن کر حضرت مختار مطمئن ہو گئے اور انہوں نے شریک اعور سے واقعہ بیان کر دیا جس کی وجہ سے انہیں بھی اطمینان ہو گیا۔ (نور الابصار ص۹ طبع لکھنؤ)

اس مقام پر مورخ محمد خاوند شاہ ہروی لکھتے ہیں کہ مختار نے اپنے چچا سعد بن مسعود سے پوری بدنیتی کے ساتھ کہا کہ امام حسن کو گرفتار کر کے معاویہ کے سپرد کر دینا چاہیئے الخ (روضۃ الصفا جلد ۳ ص۴، طبع لکھنؤ) یہی کچھ تنزیہ الانبیا اور علل الشرائع میں بھی ہے۔ (دمعہ ساکبہ ص۲۳۹) اس کا جواب محقق اجل علامہ عبد الجلیل رازی نے اپنی کتاب نقض الفضائح میں یہ دیا ہے کہ مختار کی ذات وہ تھی۔ جس کی طرف عہد طفولیت میں ہی حضرت امیر المومنین کی خصوصی نگاہ تھی۔ آپ نے ان کو دعائیں دی ہیں اور ان کی مدح وثنا فرمائی ہے اور ان کی امداد کا وعدہ فرمایا ہے۔ مختار نے امیر المومنین کے اس ارشاد کی تصدیق کی ہے کہ یہ ہزاروں دشمنانِ آل محمد کو قتل کرے گا اور اس خدمت کے صلہ میں وہ جنت کے مستحق بن گئے ہیں۔ پھر

کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایسی ذات حضرات ائمہ طاہرینؑ کی عظیم فرد حضرت امام حسنؑ کے متعلق ایسی رائے قائم کرے جس پر عمل یقیناً موجب جہنم ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ جب امام حسن سعد بن مسعود کے پاس قیام پذیر ہوئے تو مختار "از صفائے عقیدہ و نور مودت بر حضرت امام حسن بترسید کہ مبادا عم جہت خاطر معاویہ آسیبے باد رساند" اپنے صفائے باطن اور عقیدہ نیک اور اس نور کی وجہ سے جو ان کے دل میں آل محمد کی طرف سے تھا یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے چچا معاویہ کی خاطر سے حضرت امام حسن کو کوئی صدمہ پہنچا دیں اسی بنا پر وہ شریک اعور کے پاس گریاں و غمناک "روتے پیٹتے پہنچے جو شیعہ اور فہیم زمانہ تھے۔ ان سے مختار نے اندیشہ ظاہر کیا۔ شریک نے رائے دی کہ تم مخالف بن کر ان سے گفتگو کرو۔ تاکہ ان کے دل کا راز معلوم ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور ان کو محب آل رسول پا کر اطمینان حاصل کر لیا۔ مختار نے جو یہ ترکیب کی اس سے ان کی مذمت نہیں نکلتی بلکہ ان کی مدح کا پہلو روشن ہوتا ہے۔ اور ان کے مواسات حسنی کی بے نظیر مثال قائم ہوتی ہے۔ (مجالس المومنین شہید ثالث ص ۳۵۷)

میرے خیال میں مختار کا یہ اندیشہ بے معنی نہ تھا کیونکہ معاویہ کی ایسی حرکتیں بہت شہرت پا چکی تھیں اور وہ ایسے سازشی کاموں میں طاق تھے۔ ان ہی نے حضرت مالک اشتر کو اسی طرح شہید کرایا تھا۔ حضرت علی کو درجہ شہادت پر پہنچایا تھا اور بالآخر اسی ترکیب سے امام حسن کو ۵۰ھ میں شہید کرا دیا۔ (ملاحظہ ہو کتاب ذکر العباس، مروج الذہب مسعودی ص ۳۰۳ جلد ۲ مقاتل الطالبین ص ۵۱، ابو الفدا، جلد ا ص ۱۸۳، روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۷، حبیب السیر جلد ۲ ص ۱۸، تاریخ طبری ص ۶۰۴ فارسی، استیعاب جلد ا ص ۱۴۴)

باب ۸

واقعہ کربلا اور حضرت امام حسینؑ کی زبان مبارک

پر

یوم عاشورا خروج مختار کا حوالہ

یہ مسلم ہے کہ واقعہ کربلا صرف تاریخ اسلام ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم کا نادر اور عجیب و غریب

واقعہ ہے، دنیا میں یہی ایک واقعہ ایسا ہے جس سے عالم کی تمام چیزیں متاثر ہوئیں۔ آسمان متاثر ہوا، زمین متاثر ہوئی شمس و قمر متاثر ہوئے۔ حتیٰ کہ خود خداوند عالم متاثر ہوا۔ اس کا تاثر شفق کی سرخی ہے جو واقعہ کربلا کے بعد سے اُفق آسمانی پر ظاہر ہونے لگی (صواعق محرقہ) یہ وہ غم انگیز اور الم آفرین واقعہ ہے۔ جس نے جاندار اور بے جان کو خون کے آنسو رلایا ہے۔ اس واقعہ کا پس منظر رسول اور اولاد رسول کی دشمنی ہے۔ بدر و احد، خندق و خیبر میں قتل ہونے والے کفار کی اولاد نے ظاہری طور پر اسلام قبول کر کے اپنے آباؤ اجداد کا بدلہ حضرت رسول کریم اور حضرت امیر المومنین کی اولاد سے لیا۔ بدلہ لینے کے جذبات اسلامی کافروں کے دلوں میں عہد رسول ہی سے کروٹیں لے رہے تھے۔ لیکن عدم اقتدار کی وجہ سے کچھ بن نہ آتی تھی۔ رسول کے انتقام کے بعد جب ۳۵ھ میں امیر المومنین برسر اقتدار آئے تو ان لوگوں کو مقابلہ کا موقع ملا جو عنان حکومت کو دانتوں سے تھام کر جگہ پکڑ چکے تھے، بالآخر وہ وقت آیا کہ یزید ابن معاویہ خلیفہ بن گیا۔ حضرت علی اور حضرت امام حسن شہید کئے جا چکے تھے۔ عہد یزید میں امام حسین سے بدلہ لینے کا موقع تھا۔ یزید نے خلافت منصوبہ پر قبضہ مخالفانہ کرنے کے بعد امام حسین کے قتل کا منصوبہ تیار کیا اور ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا میں آپہنچے۔ یزید نے بروایتے اسی ہزار فوج بھجوا کر امام حسین کو اٹھارہ بنی ہاشم اور بہتر اصحاب سمیت چند گھنٹوں میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام ۲۸ رجب ۶۰ھ کو مدینہ سے روانہ ہو کر ۲ محرم الحرام ۶۱ھ کو رسول کریم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ ظالموں نے ۷ محرم الحرام سے پانی بند کر دیا، اور دسویں محرم کو نہایت بے دردی سے تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا۔

کتاب چودہ ستارے ص۱۷۶ میں ہے کہ اصحاب باوفا اور انصاران با صفا کی شہادت کے بعد آپ کے اعزہ و اقربا یکے بعد دیگرے میدان کارزار میں آکر شہید ہوئے۔ بروایت سماوی بنی ہاشم میں سب سے پہلے جس نے شرف شہادت حاصل کیا وہ عبداللہ ابن مسلم بن عقیل تھے۔ آپ حضرت علی کی بیٹی رقیہ بنت صہباء بنت عباد بن ربیعہ بن یحییٰ بن عبداللہ ابن علقمہ ثعلبیہ کے فرزند تھے۔ آپ میدان میں تشریف لائے اور ایسا شیرانہ حملہ کیا کہ روباہوں کی ہمتیں پست ہو گئیں۔ آپ نے تین حملے فرمائے اور ۹۰ دشمنوں کو فی النار کیا۔ دوران جنگ میں عمرو بن صبیح صیدادی نے آپ کی پیشانی پر تیر مارا آپ نے فطرت کے تقاضے پر تیر پہنچنے سے پہلے اپنا ہاتھ پیشانی مبارک پر رکھ لیا۔ آپ کا ہاتھ پیشانی سے اس طرح پیوست ہو گیا کہ پھر جدا نہ ہوا۔ اس کے بعد اس نے دوسرا تیر مارا جو آپ کے دل پر لگا اور آپ زمین پر تشریف لائے۔ (نور العین ترجمہ ابصار العین)

آپ کو خاک وخون میں غلطان دیکھ کر آپ کے بھائی محمد بن مسلم آگے بڑھے اور اُنہوں نے بھی زبردست جنگ کی۔ بالآخر ابو جرہم ازدی اور لقیط و ابن ایاس جہنی نے آپ کو شہید کر دیا۔ (بحار الانوار ص۳۰۲ جلد۱) ان کے بعد جعفر بن عقیل ابن ابی طالب میدان میں تشریف لائے۔ آپ نے پندرہ دشمنوں کو فنا کے گھاٹ اُتارا، آخر میں بشر بن خوط نے آپ کو شہید کر دیا۔ (کشف الغمہ ص۸۲) ان کے بعد جناب عبدالرحمٰن ابن عقیل میدان میں تشریف لائے، آپ نے نہایت بے جگری سے جنگ کی۔ آخرکار دشمنوں نے گھیر لیا۔ اور آپ عثمان بن خالد ملعون کی ضرب شدید سے راہئ جنت ہوئے۔ ان کے بعد عبداللہ اکبر بن عقیل میدان میں آئے اور زبردست مقاتلہ کے بعد عثمان بن خالد کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ابو مخنف کے کہنے کے مطابق عبداللہ اکبر کے بعد موسیٰ بن عقیل نے میدان لیا اور ۷۰ آدمیوں کو قتل کر کے شہید ہوئے ان کے بعد عون بن عقیل اور علی بن عقیل درجہ شہادت پر فائز ہوئے ان کے بعد محمد بن سعید بن عقیل اور جعفر بن محمد بن عقیل اور احمد بن محمد بن عقیل یکے بعد دیگرے میدان میں تشریف لائے اور کارہائے نمایاں کر کے درجہ شہادت حاصل کیا ان کے بعد محمد بن عبداللہ بن جعفر میدان میں آئے اور دس دشمنوں کو قتل کر کے بدست عامر بن نہشل شہید ہوئے ان کے بعد عون بن عبداللہ بن جعفر میدان میں آئے اور ۳۰ سوار ۸ پیادوں کو قتل کرنے کے بعد عبداللہ ابن بطہ کے ہاتھوں شہید ہوئے آپ کے بعد جناب حسن مثنیٰ میدان میں تشریف لائے آپ نے زبردست جنگ کی اور اس درجہ زخمی ہو گئے کہ جانبر ہونے کا کوئی امکان نہ تھا۔ بالآخر مقتولین میں ڈال دیئے گئے۔ نتیجہ پر ان کا ایک رشتہ کا ماموں "اسما بن خارجہ" المکنی بہ ابی الحسان" انہیں اٹھا کر لے گیا۔ اس کے بعد جناب قاسم بن الحسن میدان میں تشریف لائے۔ اگرچہ آپ کی عمر ابھی نابالغی کی حد سے متجاوز نہ ہوئی تھی لیکن آپ نے ایسی جنگ کی کہ دشمنوں کی ہمتیں پست ہو گئیں۔ آپ کے مقابلہ میں ارزق شامی آیا۔ آپ نے اُسے پچھاڑ دیا۔ اس کے بعد چاروں طرف سے حملے شروع ہو گئے۔ آپ نے اس عظیم کارزار میں ۷۰ دشمنوں کو قتل کیا۔ آخرکار عمر بن سعد بن عروہ ابن نفیل ازدی کی تیغ سے شہید ہوئے۔ مورخین کا بیان ہے۔ کہ آپ کا جسم مبارک زندگی ہی میں پامال سم اسپاں ہو گیا۔ ان کے بعد عبداللہ ابن حسن میدان میں تشریف لائے اور زبردست جنگ کی۔ آپ نے ۱۴ دشمنوں کو تہ تیغ کیا۔ آپ کو ہانی بن شبیث خضرمی نے شہید کیا۔ ان کے بعد ابوبکر ابن حسن میدان آئے۔ آپ نے میمنہ اور میسرہ کو تباہ کر دیا۔ آپ ۸۰ دشمنوں کو قتل کر کے شہید ہو گئے۔ آپ کو بقول علامہ سماوی عبداللہ بن عقبہ غنوی نے شہید کیا۔ ان کے بعد

احمد بن حسن میدان میں آئے، اگرچہ آپ کی عمر ۱۸ سال سے کم تھی لیکن آپ نے یادگار جنگ کی اور ۶۰ سواروں کو قتل کر کے آپ نے درجہ شہادت حاصل کیا۔ ان کے بعد عبداللہ اصغر میدان میں آئے۔ آپ حضرت علی کے بیٹے تھے۔ آپ کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود تمیمی تھیں۔ آپ نے زبردست جنگ کی۔ اور درجہ شہادت حاصل کیا۔ آپ ۲۱ دشمنوں کو قتل کر کے بدست عبداللہ ابن عقبہ غنوی شہید ہوئے۔ بعض اقوال کی بنا پر ان کے بعد عمر بن علی میدان میں آئے اور شہید ہوئے۔ طبری کا بیان ہے کہ یہ کربلا میں شہید ہوئے۔ اکثر مورخین کا کہنا ہے کہ عبداللہ اصغر کے بعد عبداللہ ابن علی میدان میں تشریف لائے۔ یہ حضرت عباس کے حقیقی بھائی تھے۔ ان کی عمر بوقت شہادت ۲۵ سال تھی آپ کو ہانی بن ثبیت حضرمی نے شہید کیا۔ ان کے بعد حضرت عباس کے دوسرے حقیقی بھائی عثمان بن علی میدان میں آئے۔ آپ نے رجز پڑھی۔ اور زبردست جنگ کی۔ دوران قتال میں خولی بن یزید اصبحی نے پیشانی مبارک پر ایک تیر مارا۔ جس کی وجہ سے آپ زمین پر آ رہے۔ پھر ایک شخص نے جو قبیلہ ابان بن دارم کا تھا۔ آپ کا سر کاٹ لیا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۲۳ سال تھی۔ ان کے بعد حضرت عباس کے تیسرے حقیقی بھائی میدان میں تشریف لائے اور بقول ابوالفرج بدست خولی ابن یزید اور بروایت ابی مخنف بضرب ہانی بن ثبیت حضرمی شہید ہوئے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۲۱ سال تھی۔ ان کے بعد فضل بن عباس بن علی میدان میں تشریف لائے اور مشغول کارزار ہوئے۔ آپ نے ۲۵۰ دشمنوں کو قتل کیا بالآخر چاروں طرف سے حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا گیا۔ ان کے بعد حضرت عباس کے دوسرے بیٹے قاسم بن عباس میدان میں تشریف لائے۔ آپ کی عمر بقول امام اسفرائنی ۱۹ سال کی تھی۔ آپ نے ۸۰ دشمنوں کو فنا کے گھاٹ اُتار دیا، اس کے بعد امام حسین کی خدمت میں حاضر ہو کر پانی مانگا۔ پانی نہ ملنے پر آپ پھر واپس گئے اور ۲۰ سواروں کو قتل کر کے شہید ہو گئے ان کے بعد حضرت عباس علمدار نے درجہ شہادت حاصل کیا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب ذکر العباس مولفہ حقیر) پھر حضرت علی اکبر علیہ السلام نے درجہ شہادت حاصل کیا۔ آخر میں حضرت علی اصغر امام حسین کے ہاتھوں پر شہید ہوئے۔

جملہ اصحاب و اعزا و اقربا کی شہادت کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی قربانی راہِ اسلام میں پیش فرما دی، آپ کی شہادت کے بعد آپ کے اہل حرم کے خیموں میں آگ لگا دی گئی پھر وہ گرفتار کر کے دربار کوفہ میں پہنچائے گئے وہاں سے شام بھیج دیے گئے۔ ایک سال قید شام میں گزارنے کے بعد مدینہ منورہ واپس ہوئے۔ اسی واقعہ کو واقعہ کربلا کہتے ہیں۔ جس کے تفصیلات ملاحظہ کرنے سے

انسان کا دل گریہ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یہ واقعہ ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ وقوع پذیر ہوا۔ اسی ۱۰ محرم ۶۱ھ کی صبح کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے بروایتے میدان میں نکل کر دشمنوں سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں یہاں سے ہند یا کسی اور طرف چلا جاؤں۔ مگر انہوں نے ایک نہ سنی، پھر آپ نے فرمایا مجھے یہ بتاؤ کہ مجھے کس جرم کی بنا پر قتل کرنا چاہتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا "نقتلك بغضاً لابيك" ہم تمہیں تمہارے باپ کی دشمنی میں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ (ینابیع المودۃ صفحہ ۳۴۶) پھر آپ نے قرآن مجید کو حَکَم قرار دیا لیکن انہوں نے ایک نہ مانی۔ (ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۵۰)

علامہ کنتوری تحریر فرماتے ہیں کہ پھر حضرت امام حسین نے ایک نہایت فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا جس کے چند فقرات یہ ہیں۔ الا ثم لاتلبسون بعدھا الا كريث ما يركب الفرس۔ اے گروہ کوفہ وشام آگاہ ہو جاؤ کہ تم ان بدعتوں کے بعد جو مجھ پر کر رہے ہو۔ دنیا میں بس اتنی ہی دیر رہو گے۔ جتنی دیر انسان گھوڑے پر سوار رہتا ہے۔ یعنی بہت جلد تباہ ہو جاؤ گے۔ وہ دن دور نہیں کہ تمہارے سروں کو آسمان کی گردش اسی طرح پیس دے گی جس طرح چکی میں دانہ پستا ہے۔ دیکھو میرا یہ کہنا وہ ہے جو میرے باپ دادا نے مجھ سے بتایا ہے۔ اب میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ تم اپنی ساری قوت وطاقت ہم پہنچا لو۔ اور جس قدر ظلم کرنا چاہتے ہو کر ڈالو۔ میں نے خدا پر بھروسہ کیا ہے، جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔ اسی کے دست قدرت میں تمام جانداروں کی پیشانیاں ہیں۔ میرا پروردگار صراط مستقیم پر ہے، دیکھو اب میں تمہارے کردار سے مایوس ہو کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتا ہوں۔ اللهم احبس عنهم قطر السماء وابعث عليهم سنين كسني يوسف خدایا ان سے باران رحمت روک دے اور ان پر سات سال اسی طرح قحط ڈال دے۔ جس طرح عہد یوسف میں مصر میں پڑا تھا۔ حضرت کی مراد یہ تھی کہ آدمی کو آدمی کھا جائے اور سب ہلاک ہو جائیں۔ وسلط عليهم غلام ثقيف يسقيهم كاساً مصبرة اور ان اشقیا پر اس شخص کو مسلط کر دے جو دلیر اور جوان ہے۔ اور مختار ثقفی کے نام سے مشہور ہے۔ وہی ان کو کاسہائے مرگ تلخ اور ناگوار پلائے۔ ولا يدع فيهم احداً الا قتله بقتلة وضربة بضربة اور اس مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کو ان پر ایسا مسلط کر دے کہ وہ ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑے جس نے کسی کو قتل کیا ہے۔ اس کو وہ قتل کرے اور جس شقی نے ان میں سے کسی کو چوٹ کا آزار دیا ہے یعنی تازیانہ یا طمانچہ لگایا ہے۔ اس کو اسی طریقے کی سزا دے۔ ينتقم لي ولاوليائي واهلبيتي واشياعي منهم یہ سب باتیں مختار اس غرض سے کرے کہ میرا اور میرے دوستوں کا اور میرے اہلبیت اور میرے پیرو مومنین پر جو ظلم ان اشقیا نے کئے ہیں۔ اس کا انتقام لے، فانهم غرونا وكذبونا

وخذلونا وانت ربنا علیك توكلنا والیك انبنا والیك المصیر خدایا ان مکاروں نے ہم کو فریب دیا اور یہ ہم سے جھوٹ بولے، ہماری تکذیب کی، ہم کو چھوڑ دیا۔ ہماری نصرت سے کنارہ کشی اختیار کی، ہمارے حقوق کا انکار کیا، خدایا اب یہ تیرے عذاب کے مستحق ہیں، خدایا ہم تجھ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ تیری طرف ہمارا رجوع قلب ہے۔ اور تیری ہی جانب ہماری بازگشت ہے۔ پھر فرمایا عمر بن سعد کدھر ہے اسے بلاؤ وہ بلایا گیا مگر آنے سے وہ کترا رہا تھا۔ جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا اے عمر بن سعد تو مجھے قتل کرتا ہے، اور یہ سمجھتا ہے کہ مجھے قتل کر کے تو ملعون سے جائزہ اور ملک رے وجرجان کی حکومت حاصل کرے گا۔ اے عمر خدا کی قسم تیری حسرت دل میں ہی رہے گی اور تیرا یہ خوابِ حکومت ہرگز شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا، اچھا اب تو ہمارے ساتھ جو کچھ کرنا چاہے کر لے یاد رکھ کہ مجھے قتل کر کے تو دنیا و آخرت میں خوش نہ ہو سکے گا، تو میری یہ بات بھی کان دھر کر سن لے کہ میں گویا دیکھ رہا ہوں کہ تیرا سر کوفہ میں ایک نیزہ پر بلند ہے، اور بچے اس پر پتھر مار رہے ہیں اور اس پر نشانہ لگا رہے ہیں۔ یہ سن کر عمر بن سعد سخت غیظ و غضب میں آگیا۔ ثم انصرف بوجهه عنه، پھر آپ کی طرف سے منہ پھیر کر چل دیا۔ ونادی باصحابه ما تنتظرون به اور اس نے اپنوں کو للکار کر کہا کیا دیکھتے ہو سب مل کر ان پر حملہ کر دو، یہ لوگ تمہارے ایک لقمہ سے زیادہ نہیں ہیں۔ (مائتین فی مقتل الحسین من کتب الفریقین جلد ا ص ۳۴۴۔ باب ۳ ہم طبع لکھنؤ۔ و جلاء العیون علامہ مجلسی ص ۲۰۳ طبع ایران)

علامہ سید محسن الامین العاملی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اے عمر سعد خدا تم لوگوں پر غلام ثقیف، مختار ابن ابی عبیدہ کو مسلط کرے اور خدا تم لوگوں کی نسل منقطع فرمائے اور تم پر ایسے شخص (مختار) کو مسلط کرے۔ جو خصوصیت کے ساتھ تجھے گھر میں بستر پر قتل کر دے ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اے خدا انہیں گن گن کر موت کے گھاٹ اتار، اور انہیں اس طرح قتل فرما کہ یہ چھٹکارہ نہ پا سکیں۔ اور کسی ایک کو بھی فنا کئے بغیر نہ چھوڑ۔ (اصدق الاخبار فی الاخذ بالثار ص ۳ طبع دمشق ۱۳۵۴ھ)

حضرت آقائے دربندی رقمطراز ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں کئی مرتبہ غلام ثقفی کے تسلط کا ذکر فرمایا ہے۔ اور خداوند عالم سے دعا فرمائی ہے کہ ان پر غلام ثقفی مختار ابن ابی عبیدہ کو مسلط فرما۔ یہاں تک لکھنے کے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں کہ مختار کے تسلط کی دعا صرف حضرت امام حسین علیہ السلام ہی نے نہیں کی۔ بل هذا الدعا قد صدر عن جمیع اصحاب الکساء، صلوٰت اللہ

علیہم اجمعین فی مواضع کثیرۃ بلکہ یہ دُعا پنجتن پاک نے مختلف مواقع پر فرمائی ہے اور اصحاب کساء کے تمام افراد نے موقع موقع سے حضرت مختار کے خروج اور ان کے بدلہ لینے کا ذکر فرمایا ہے (اسرار الشہادت ص۵۷ طبع ایران ۱۲۸۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام حسین بلکہ پنج تن پاک کی دعا مختار کے حق میں رائیگان جا نہیں سکتی تھی یہی وجہ ہے کہ مختار عذاب الٰہی بن کر ابھرے اور انہوں نے بڑے بڑے سرکشوں کا بھٹہ بٹھا دیا۔ اور اس طرح واقعہ کربلا کا بدلہ لیا۔ کہ دُنیا آج تک حیران ہے کیا خوب محترم سید شبیہ الحسنین صاحب امروہوی نے کہا ہے ؎

نام سے اس کے لرزتے تھے جفا کے پیکر — خولی و شمر و انس ابن نمیر خود سر
ابن مرجانہ کی سطوت پہ لگائی ٹھوکر! — پسر سعد تھا اور خاک مذلت سر پر

نام کو قاتل شبیر نہ چھوڑا اس نے
کون سا تھا بت سرکش کہ نہ توڑا اس نے

کربلا میں کئے شبیر پہ جو جور و ستم! — اس کی پاداش بھگتنے لگا اک اک اظلم
رنگ لا کر رہی مظلومی سلطان امم — سر پہ ہر ایک کے مختار کی تھی تیغ و دودم

قہر قہار نے گھیرا تھا ستمگاروں کو
لاشوں سے پاٹ دیا کوفہ کے بازاروں کو

باب ۹

حضرت مسلم کی کوفہ میں رسیدگی و شہادت

اور

حضرت مختار کی مواسات و ہمدردی اور گرفتاری

علماء کا بیان ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ۲۸ رجب ۶۰ھ کو منگل کے دن مدینہ منورہ سے کہ معظمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ ابن حجر کا کہنا ہے کہ نفر لمکۃ خوفا علی نفسہ امام حسین

خوف جان سے مکہ کو تشریف لے گئے (صواعق محرقہ ص۱۱۷) آپ کے ہمراہ مخدرات عصمت وطہارت اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ البتہ آپ کی ایک صاحبزادی کا نام فاطمہ صغریٰ تھا اور جن کی اس وقت سات سال تھی بوجہ علالت شدیدہ ہمراہ نہ جا سکیں۔ امام حسین نے آپ کی تیمارداری کے لیے حضرت عباس کی والدہ جناب ام البنین کو مدینہ میں ہی چھوڑ دیا تھا اور کچھ فریضہ خدمت ام المومنین جناب ام سلمہ کے سپرد کر دیا تھا۔ مدینہ سے روانہ ہو کر آپ ۳ شعبان ۶۰ھ کو جمعہ کے دن مکہ معظمہ پہنچے۔ آپ کے پہنچتے ہی والی مکہ سعید ابن عاص مکہ سے بھاگ کر مدینہ چلا گیا اور وہاں سے یزید کو مکہ کے تمام حالات سے باخبر کیا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ امام حسین کی طرف لوگوں کا رجحان بڑی تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔ والی مکہ کا خط پاتے ہی یزید نے عین مکہ میں قتل حسین کا منصوبہ تیار کیا۔

امام حسین مکہ معظمہ میں چار ماہ شعبان، رمضان، شوال، ذی قعدہ مقیم رہے۔ یزید جو ہر صورت امام حسین کو قتل کرنا چاہتا تھا اس نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ حسین اگر مدینہ سے بچ کر نکل آئے ہیں تو مکہ میں قتل ہو جائیں اور اگر مکہ سے بچ نکلیں تو کوفہ پہنچ کر شہادت پا جائیں۔ یہ انتظام کیا کوفہ سے بارہ ہزار خطوط دوران قیام مکہ میں بھجوائے۔ کیونکہ دشمنوں کو یہ یقین تھا۔ کہ حسین کوفہ میں آسانی کے ساتھ قتل کیے جا سکیں گے۔ نہ یہاں کے باشندوں میں عقیدہ کا سوال ہے اور نہ عقیدت کا۔ یہ فوجی لوگ ہیں۔ ان کی عقلیں بھی موٹی ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شہادت حسین سے قبل جتنے افسر بھیجے گئے وہ محض اس غرض سے بھیجے جاتے رہے کہ حسین کو گرفتار کر کے کوفے لے جائیں۔ (کشف الغمہ ص۶۸) اور ایک عظیم لشکر مکہ میں شہید کیے جانے کے لیے روانہ کیا اور تیس خارجیوں کو حاجیوں کے لباس میں خاص طور سے بھجوایا جس کا قائد عمر بن سعد تھا (ناسخ التواریخ جلد۶ ص۲۱۔ منتخب طریحی، خلاصۃ المصائب ص۱۵۱، ذکر العباس ص۲۲)

عبدالحمید خاں ایڈیٹر مولوی دہلی لکھتے ہیں کہ اس کے علاوہ ایک سازش یہ بھی کی گئی کہ ایام حج میں تین سو شامیوں کو بھیج دیا گیا کہ وہ گروہ حجاج میں شامل ہو جائیں اور جہاں جس حال میں بھی حضرت امام حسین کو پائیں قتل کر ڈالیں۔ (شہید اعظم ص۷۱)

خطوط جو کوفے سے آئے تھے۔ انہیں شرعی رنگ دیا گیا تھا۔ اور ایسے لوگوں کے نام سے بھیجے گئے تھے۔ جن سے امام حسین علیہ السلام متعارف تھے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا کہنا ہے کہ یہ خطوط "من کل طائفۃ وجماعۃ" ہر طائفہ اور جماعت کی طرف سے بھجوائے گئے تھے (سر الشہادتین ص۲۷) علامہ ابن حجر کا کہنا ہے کہ خطوط بھیجنے والے عام اہل کوفہ تھے۔ (صواعق محرقہ ص۱۱۷) ابن جریر کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں کوفہ میں ایک دو کے علاوہ کوئی شیعہ نہ تھا۔ (تاریخ طبری ص۲۴۵)

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی شرعی ذمہ داری سے عہدہ برآمد ہونے کے لیے تفحص حالات کی خاطر جناب مسلم ابن عقیل کو کوفہ روانہ کر دیا۔

حضرت مسلم بن عقیل حکم امامؑ پاتے ہی رو براہِ سفر ہو گئے۔ شہر سے باہر نکلتے ہی آپ نے دیکھا کہ ایک صیاد نے ایک آہو شکار کیا اور اُسے چھری سے ذبح کیا، دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس واقعہ کو امام حسین سے بیان کر دوں تو بہتر ہو گا۔ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بتایا۔ آپ نے دعائے کامیابی دی، اور روانگی میں عجلت کی طرف اشارہ کیا، جناب مسلم حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہاتھوں اور پیروں کا بوسہ دے کر باچشم گریاں مکہ سے روانہ ہو گئے۔

مسلم ابن عقیل کے دو بیٹے تھے محمد اور ابراہیم ایک کی عمر سات سال اور دوسرے کی عمر ۸ سال تھی۔ یہ دونوں بیٹے بروایتے مدینہ منورہ میں تھے۔ حضرت مسلم مکہ سے روانہ ہو کر مدینہ پہنچے۔ وہاں پہنچ کر روضہ رسول میں نماز ادا کی۔ اور زیارت وغیرہ سے فراغت حاصل کر کے اپنے گھر وارد ہوئے۔ رات گزری۔ صبح کے وقت بچوں کو لے کر دو راہبر سمیت جنگل کے راستے سے کوفہ کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں شدتِ عطش کی وجہ سے دونوں راہبر انتقال کر گئے۔ آپ بہزار وقت کوفہ پہنچے اور وہاں جناب مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ مختار نے انہیں اپنے مکان میں بڑی خوشی کے ساتھ ٹھہرایا اور ان کی پوری خدمت کی۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ صہ ۱۴۲، واعثم کوفی صہ ۳۵۶ وابصار العین صہ ۶۲)

اور جب بیعت کا سوال ہوا تو آپ نے حضرت مسلم کی سب سے پہلے بیعت کی اور کہا اے مسلم خدا کی قسم اگر امام حسین کی خدمت کا موقع مل جائے تو ان کی حمایت میں اس درجہ لڑنے کا حوصلہ رکھتا ہوں کہ تلوار کے گھاٹ اتر جاؤں۔ (روضۃ المجاہدین صہ ۵۔ ذوب النضار صہ ۴۰۲)

مختار کی بیعت کے بعد ۱۸ ہزار کوفیوں نے آپ کی بیعت کر لی، پھر بیعت کنندگان کی تعداد ۳۰ ہزار تک ہو گئی۔ اسی دوران میں یزید نے ابن زیاد کو بصرہ ایک خط لکھا جس میں تحریر کیا کہ کوفہ میں امام حسین کا ایک بھائی مسلم نامی پہنچ گیا ہے تو جلد از جلد وہاں پہنچ کر نعمان بن بشیر سے حکومت کوفہ کا چارج لے لے۔ اور مسلم بن عقیل کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دے۔ حکم یزید پاتے ہی ابن زیاد اپنی پہلی فرصت میں کوفہ پہنچ گیا۔ حضرت مسلم بن عقیل کو جب ابن زیاد کی رسیدگی کوفہ کی اطلاع ملی تو آپ خانہ مختار سے منتقل ہو کر "ہانی بن عروہ" کے مکان میں چلے گئے۔ ابن زیادہ نے معقل نامی ایک غلام کے ذریعہ سے حضرت مسلم کی صحیح فرودگاہ کا پتہ لگا لیا۔ اسے جب یہ معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل ہانی کے مکان میں ہیں تو حضرت ہانی کو بلوا بھیجا اور پوچھا کہ تم نے مسلم بن عقیل کی حمایت کا بیڑا اٹھایا اور وہ تمہارے گھر

میں قیام پذیر ہیں۔ حضرت ہانی نے پہلے تو انکار کیا لیکن جب معقل جاسوس سامنے لایا گیا تو آپ نے فرمایا اے امیر بات دراصل یہ ہے کہ ہم مسلم کو اپنے گھر بلا کر نہیں لائے۔ بلکہ وہ خود آگئے ہیں۔ ابن زیاد نے کہا کہ خیر جو صورت بھی ہو تم مسلم کو ہمارے حوالے کر دو جناب ہانی نے جواب دیا کہ یہ بالکل ناممکن ہے ہم اپنے مہمان عزیز کو ہرگز کسی کے حوالے نہیں کر سکتے۔ یہ سن کر ابن زیاد نے حکم دیا کہ ہانی کو قید کر دیا جائے۔ چنانچہ حضرت ہانی بن عروہ قید کر دیئے گئے۔ پھر ان سے کہا گیا کہ مسلم بن عقیل کو حاضر کر دو۔ ورنہ تم قتل کر دیئے جاؤ گے چنانچہ ہانی نے فرمایا کہ میں ہر مصیبت برداشت کروں گا لیکن مہمان تمہارے سپرد ہرگز نہ کروں گا۔ مختصر یہ کہ جناب ہانی جن کی عمر نوے سال کی تھی، کو کھمبے میں بندھوا کر پانچ سو کوڑے مارنے کا حکم دیا گیا۔ اس صدمۂ عظیم سے جناب ہانی بے ہوش ہو گئے۔ اس کے بعد اُن کا سر مبارک کاٹ کر دار پر لٹکا دیا گیا۔

مورخ اعثم کوفی تحریر فرماتے ہیں کہ کوفہ والوں نے سنا کہ امیر المومنین حسینؑ مکہ میں تشریف لائے ہیں۔ تو ان کے دوستوں میں سے کچھ لوگوں نے سلیمان بن صرد[۱] خزاعی کے گھر میں بیٹھ کر جلسہ کیا۔ سلیمان نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بیان کر کے رسول خدا پر درود بھیجا۔ پھر حضرت علی کے کچھ مناقب بیان کئے اور دعائے خیر کے بعد کہا۔ اے لوگو! تم نے معاویہ کے مرنے کی خبر سن لی اور جان لیا ہے کہ اس کی جگہ یزید نے لے لی ہے اور جاہل لوگوں نے اس کی بیعت اختیار کی ہے۔

---

[۱] میرے نزدیک مصنف اعثم کوفی کا بیان کہ سلیمان بن صرد کے گھر میں جلسہ کیا درست نہیں ہے کیونکہ سلیمان امیر معاویہ کے زمانہ سے قید میں تھے اور انہیں کے ہمراہ ابراہیم ابن مالک اشتر بھی تھے (قرۃ العین امام محمد عبداللہ ابن محمد حنفی صفحہ ۱۳۲ و اخذ الثار ابو مخنف صفحہ ۴۸۶ و نور الابصار صفحہ ۵۶) جس زمانہ میں حضرت مسلم کوفہ پہنچے تھے۔ نہ سلیمان تھے نہ ابن مالک تھے نہ اور کوئی ذمہ دار شیعہ تھا۔ صرف ہانی بن عروہ محمد کثیر اور مختار کا وجود ثابت ہوتا ہے۔ اول الذکر حضرات قتل ہو گئے اور مختار قید کر لیے گئے۔ باقی جملہ صحیح شیعہ یا قتل ہو چکے تھے یا قید میں تھے۔ یا امام حسین کے پاس پہنچ چکے تھے۔ امام حسین کی طلبی عام مسلمانوں کی طرف سے تھی۔ اور جو بارہ ہزار خطوط امام حسین کے پاس بھیجے گئے تھے۔ وہ ہر فرقہ اور جماعت کی طرف سے تھے۔ (سر الشہادتین صفحہ ۲۴) جن میں شیث ابن ربعی حجار بن ابجر قیس بن اشعث یزید بن حارث بھی شامل ہیں جو قتل حسین میں بھی پیش پیش رہے۔ (جلاء العیون صفحہ ۲۰۳)

امام حسین نے اس کی بیعت سے انکار کیا ہے انہوں نے آل ابی سفیان کی فرمانبرداری منظور نہیں فرمائی۔ اب مکہ میں تشریف لائے ہیں۔ تم ان کے ہوا خواہ ہو۔ اور اب سے پہلے ان کے باپ کے دوستدار تھے۔ آج امام حسین کو تمہاری امداد کی ضرورت ہے۔ اگر تم مددگار رہو اور ساتھ دو۔ اور کچھ پس و پیش نہ ہو۔ تو ان کے نام خطوط روانہ کر کے اپنے ارادوں سے آگاہی دو۔ اور اگر تم جانتے ہو۔ کہ تم کو کاہلی اور سستی اور دل برداشتگی پیدا ہوگی۔ اپنے اقراروں کو پورا نہ کر سکو گے تو خاموش ہو رہو۔ کیونکہ ابھی اس مہم کا آغاز ہی ہے۔ آنحضرت کو اپنے وعدوں اور امداد کا بھروسہ نہ دلاؤ۔ ان سب لوگوں نے برضا و رغبت جواب دیا کہ ہم نے تمہارا کہنا سنا اور منظور کر لیا۔ ہاں ہم آنحضرت کی مدد کریں گے۔ ان کی رضامندی میں اگر ہماری جانیں بھی جاتی رہیں گی تو کچھ پرواہ کی بات نہیں۔ سلیمان نے ان سے اس معاملہ کی نسبت مستحکم اقرار اور وعدے لیے اور حجت قائم کی کہ بے وفائی نہ کرنا۔ اپنے قول سے نہ پھرنا۔ جواب دیا کہ ہم بالکل ثابت قدم رہیں گے۔ امام حسین کی خوشنودی کے لیے اپنی جانیں تک دیں گے۔ اب سلیمان نے اُن سے کہا کہ تم سب لوگ امام حسین کے نام ایک ایک خط بھیج کر اپنے دلی ارادے اور اعتقاد سے مطلع کرو اور درخواست کرو کہ آپ یہاں آ جائیں۔ انہوں نے کہا کہ تمہارا ہی کہنا کافی ہے۔ اپنی طرف سے ایک خط لکھ کر ہم سب کے ارادوں سے انہیں مطلع کر دو۔ سلیمانؓ نے کہا کہ بہتر ہے کہ تم سب علیحدہ علیحدہ ایک ایک خط لکھ کر روانہ کرو۔ غرضیکہ سب نے اس مضمون کا ایک ایک خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

یہ خط حسین بن علی امیرالمومنین کے نام سلیمان بن صرد، مسیب بن نخبہ، حبیب ابن مظاہر، رفاعہ بن شداد، عبداللہ ابن وال اور باقی اور تمام ہمدردان اور اسلام کے خیرخواہوں کی طرف سے لکھا جاتا ہے کہ ہم سب تمہارے اور تمہارے باپ کے مکار دشمن کی موت سے خوش ہیں۔ اور شکر الٰہی بجا لاتے ہیں کہ اس کو ہلاک کر دیا۔ جن حیلوں، فریبوں اور مکاریوں سے اس نے خلافت پر قبضہ کیا تھا۔ ان بُری خصلتوں اور مذموم حالات کی تشریح نہیں ہو سکتی، وہ مسلمانوں کی رضامندی کے بغیر اُن کے سروں پر حکومت کرتا تھا۔ امت کے اچھے اچھے لوگوں کو قتل کراتا اور بدترین اشخاص کو زندہ رکھتا تھا۔ انجام کار، اللہ جل شانہٗ نے ظالموں میں تفرقہ ڈال دیا۔ خدا کا شکر کہ وہ دنیا سے اُٹھ گیا۔ اب سُنا جاتا ہے کہ اس کا لعین بیٹا اس کی جگہ بیٹھ گیا ہے ہم اس کی خلافت اور امارت سے رضامند نہیں اور نہ کبھی پسند کریں گے۔ ہم پہلے آپ کے باپ کے ہوا خواہ اور دوست تھے۔ اب آپ کے مددگار اور معاون ہیں۔ ان خطوط کے مضمون سے مطلع ہوتے ہی حضور سعادت و برکت کے ساتھ تشریف

لائیں۔ ہمارے پاس خوشی اور خرمی کے ساتھ آئیں۔ ہمارے سردار بنیں، آپ ہمارے حاکم اور خلیفہ ہوں گے۔ آج ہمارا نہ کوئی امیر ہے نہ پیشوا۔ جس کے پیچھے ہم نماز جمعہ اور دوسری نمازیں ادا کریں نعمان بن بشیر یزید کی طرف سے یہاں پر موجود ہے مگر اُسے کوئی عزت یا درجہ یہاں پر حاصل نہیں ہے۔ دن رات محل امارت میں پڑا رہتا ہے۔ نہ اُسے کوئی خراج دیتا ہے نہ اس کے پاس جاتا ہے اگر وہ کسی کو طلب کرتا ہے تو کوئی اس کا کہنا نہیں مانتا۔ بلکہ بالکل بے وقعت امیر ہے اگر آپ ہماری درخواست قبول فرما کر تشریف لے آئیں گے تو ہم اسے یہاں سے نکال دیں گے۔ بخیر و عافیت آپ کے تشریف لاتے ہی لشکر فراہم کر دیں گے۔ اچھی خاصی قوت بہم پہنچ جائے گی۔ پھر شام جاکر بدخواہ دشمن کو دور کر دیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ خدا ہمارے کاموں کو آپ کے وسیلہ سے درست کر دے گا والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پھر خط لپیٹ کر اور مہر لگا کر دو شخصوں عبداللہ ابن سلیع اور عبداللہ ابن سمع سکری کے حوالے کر دئے کہ امیر المومنین حسین کی خدمت میں پہنچا دیں انہوں نے مکہ پہنچ کر وہ خط حوالے کر دئے[1]۔ امام حسینؑ انہیں پڑھ کر اور حال دریافت کر کے خاموش ہو رہے۔ قاصدوں سے کچھ نہ فرمایا نہ خطوط کا جواب لکھا صرف ان کو خوش کر کے واپس بھیج دیا۔ انہوں نے کوفہ پہنچ کر تمام حال عرض کیا۔ اب کوفہ کے بڑے بڑے سردار قیس بن مہتر صدوانی و عبداللہ ابن عبدالرحمن رجی و عامر بن وال تمیمی وغیرہ ڈیڑھ سو سے زیادہ مشہور و معروف اشخاص بجانب مکہ روانہ ہوئے اور امیر المومنین حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر ہر ایک نے کئی کئی خط رئیسان کوفہ کی طرف سے پیش کئے جن میں آپ کے بلانے کی درخواستیں شامل تھیں اور زبانی بھی کہا کہ آپ کوفہ تشریف لے جائیں بلکہ ہمارے ہمراہ چلیں۔ امام حسین نے کوفہ جانے میں تامل فرمایا اور انہیں بھی کچھ جواب

---

[1] علامہ ابواسحاق اسفرائنی تحریر فرماتے ہیں کہ کوفیوں نے جو خطوط لکھے تھے ان میں مرقوم تھا کہ ہم بے امام ہیں۔ آپ آیئے ورنہ ہم خدا کے سامنے آپ کے خلاف فریاد کریں گے اور کہیں گے کہ خدایا ہم گمراہ ہو رہے تھے، اور امام حسین موجود ہوتے ہوئے ہم تک نہ پہنچے اور ہم فاسق و فاجر کی حکومت میں گمراہ ہو گئے۔ فلما قرا الحسین المکتوب اقشعر جلدہ خوفاً من اللہ جب امام حسین نے اس مضمون کا خط پڑھا تو خوف خدا سے آپ کانپ اُٹھے۔ (نور العین) اور آپ نے کوفہ جانے کے لیے پوری نیک نیتی اور ثواب و تقویٰ کی اُمید میں عزم بالجزم کر لیا۔

(انسانیت موت کے دروازے پر ص۴۵ و ذکر العباس ص۱۲۳)

نہ دیا۔ اب دو قاصد اور آئے اور کوفیوں کے خط لائے۔ یہ آخری خط تھے۔ جن میں امام کو بلایا تھا۔ اور ہانی بن ہانی سبیعی، سعد بن عبداللہ جعفی نے اس مضمون کے خطوط لکھے کہ امیر المومنین علی کے دوستوں کی طرف سے امیر المومنین حسینؑ کو معلوم ہو کہ تمام کوفہ والے آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ سب کے سب آپ کی خلافت اور امارت پر متفق ہیں۔ اب ذرا بھی تامل نہ کرنا چاہیئے۔ بہت جلدی تشریف لایئے۔ یہاں پہنچنے کا یہی وقت ہے۔ صحرا سرسبز ہیں۔ میوے پک رہے ہیں۔ دیہات میں چارہ بکثرت ہے۔ فی الفور آنا چاہیئے۔ کسی قسم کا پس و پیش نہ ہونا چاہیئے۔ جس وقت آپ کوفہ میں داخل ہو جائیں گے۔ وہ تمام فوجیں جو آپ کے لیے فراہم کی گئی ہیں۔ آپ کے پاس حاضر ہو جائیں گی اور خدمت گزاری اور جان نثاری کے لیے کمر بستہ ہوں گی۔

والسلام!"

امام حسینؑ نے ہانی اور سعید سے پوچھا کہ یہ خط کن شخصوں نے لکھے ہیں۔ انہوں نے کہا:

"اے رسول اللہ کے فرزند شبث بن ربعی، محار بن حجر، یزید ابن حارث، یزید بن برم، عروہ بن قیس، عمر بن حجاج، عمر بن عمیرہ نے متفق ہو کر یہ خطوط لکھے ہیں۔"

اب امام نے اُٹھ کر وضو کیا اور رکن و مقام کے نیچے نماز ادا کی پھر نماز سے فارغ ہو کر دُعا مانگی اور اس معاملہ کے خاتمہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد چاہی۔ اس کے بعد کوفیوں کے خطوط کا جواب لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

حسین بن علی کی طرف مومنین کی جماعت کو واضح ہو کہ ہانی بن ہانی اور سعید بن عبداللہ نے حاضر ہو کر تمہارے خط پیش کیے۔ احوال مندرجہ معلوم ہوئے۔ تمہارے مطلب اور مدعا میں ذرا کمی نہ کی جائے گی اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل بن ابی طالب کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں کہ تمام حالات اور تمہارے بیانات کی سچائی کا اندازہ کر کے مجھے اطلاع دیں۔ جب وہ تمہارے پاس پہنچیں۔ اپنے حالات سے انہیں باخبر کرو۔ اگر تم اسی اقرار اور عہد پر قائم ہو۔ جس کا ذکر خطوط میں درج ہے تو ان کی بیعت کر لو۔ ہر طرح سے ان کی مدد کرو۔ ان کے ساتھ سے علیحدہ نہ ہو۔ وہ امام جو اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرتا ہے اور صاحب علم و انصاف ہے۔ اس امام سے جو ظالم اور فاسق ہے، بہتر ہے اللہ تمہیں اور ہمیں راہ راست اور پرہیزگاری کی توفیق عطا کرے۔ وانہ سمیع الدعا والقادر علی مایشاء والسلام علیکم

پھر خط کو تمام کر کے بند کر دیا۔ پھر مہر لگا کر مسلم بن عقیل کے حوالہ فرمایا اور کہا کہ میں تمہیں کوفہ

بھیجتا ہوں وہاں جاکر دریافت کرنا کہ ان لوگوں کی زبانیں اپنی ان تحریروں کے مطابق ہیں یا نہیں وہاں پہنچنے کے بعد ایسے شخص کے گھر اترنا جو سب سے زیادہ اعتماد کے قابل اور ہماری دوستی میں پورا ثابت قدم معلوم ہو۔ وہاں کے باشندوں کو میری بیعت اور فرمانبرداری کی ہدایت کرنا۔ ان کے دلوں کو آل ابوسفیان کی طرف سے پھیر دینا۔ اگر یہ بات معلوم ہو کہ ان کے اقرار سچے ہیں، اور جو کچھ کہتے اور لکھتے ہیں اس کو پورا کریں گے تو مجھے لکھ بھیجنا اور جو امور مشاہدے سے گذریں۔ انہیں مفصل درج کر دینا۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ تمہیں اور مجھے شہادت کا درجہ عطا فرمائے گا۔ اس کے بعد آپس میں بغل گیر ہو کر ملے۔ اور روتے ہوئے ایک نے دوسرے کو رخصت کر دیا۔ مسلم نے کوفہ کا راستہ لیا۔ پوشیدہ سفر کیا، کہ بنی اُمیہ میں سے کسی کو اس حال کی خبر نہ ہو جائے۔ مبادا یزید کو خط لکھ کر تمام حالات سے مطلع کر دے۔ جس وقت مسلم مدینہ میں داخل ہوئے تو مسجد رسول میں آکر انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ آدھی رات کے وقت اپنے عزیزوں اور دوستوں سے رخصت ہو کر سفر کوفہ اختیار کیا اور قیس بن غیلان کے قبیلہ کے دو رہبر ساتھ لیے کہ غیر معروف راستے سے کوفہ میں پہنچا دیں۔ کچھ دور چل کر دونوں رہبر راستہ بھول گئے۔ اور غلطی سے ایسے میدان میں جا پہنچے جہاں پانی کا نام ونشان نہ تھا۔ انجام کار دونوں راہبر پیاس کی شدت سے مر گئے۔ اب مسلم بہت ہراساں ہو کر ادھر اُدھر پانی کی تلاش میں دوڑے مگر کسی جگہ پانی نہ پایا۔ آخر کار ایک گاؤں مضیق نام میں پہنچ کر پانی پیا۔ ساتھیوں اور مویشیوں اور گھوڑوں کو بھی پانی دیا، پھر کچھ دیر آرام کر کے امام حسین علیہ السلام کے نام خط لکھا، اور تمام کیفیت درج کر کے یہ بھی تحریر کیا کہ مجھے یہ سفر مبارک نہیں ہوا۔ فالِ بد معلوم ہوتی ہے۔ آپ مجھے اس سفر سے معاف رکھیں تو بہتر ہے۔ والسلام

جس وقت مسلم کا یہ خط امام حسینؑ کے پاس پہنچا۔ آپ نے احوال سے واقفیت کے بعد یہ جواب تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

حسین بن علی امیرالمومنین کی طرف سے مسلم بن عقیل کو معلوم ہو کہ تمہارا خط آیا۔ مضمون معلوم ہوا۔ یہ لکھنا کہ مجھے اس سفر سے معاف رکھو، بڑے تعجب کی بات ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ سستی اور شکستہ دلی کی وجہ سے یہ خط لکھا گیا ہے۔ تم اپنے دل کو مضبوط رکھو کسی امر کا خوف نہ کرو۔ اور جس کام کا حکم ہے۔ اُسے انجام دو۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسلم نے امام حسین کا یہ خط پڑھ کر کہا کہ امیرالمومنین نے مجھ پر یہ الزام قائم کیا ہے۔ جس کا مجھے

خیال تک نہیں، مجھے کاہل اور شکستہ دِل قرار دیا ہے۔ سبحان اللہ! مجھے کس وقت اور کس جگہ ایسا پایا۔ پھر وہاں سے سمت کوفہ روانہ ہوئے۔ اثناء راہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے ایک ہرن کا شکار کیا ہے اور اسے گرا کر ذبح کرتا ہے مسلم نے اس مشاہدہ سے اچھی فال لی کہ انشاء اللہ ہم بھی اپنے دشمنوں کو قتل کریں گے پھر داخل کوفہ ہو کر مسلم بن مسیب کے گھر میں قیام کیا۔ یہ مکان مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کا بنایا ہوا تھا۔ امیر المومنین علی علیہ السلام کے دوست مطلع ہو کر آپ کے پاس حاضر ہوتے۔ مسلم نے امام حسین کا خط پڑھ کر سنایا۔ جب انہوں نے امام حسین کا خط اور علی کا نام سنا خوب زور سے روئے اور "واشوقاہ" کے الفاظ اپنے زبان سے ادا کئے۔ پھر ایک ہمدانی شخص عابس بن ابی سلیب نے مسلم کے پاس آکر کہا کہ میں اور لوگوں کے دلوں اور بھروسہ سے بے خبر ہوں۔ جو کچھ مجھے کہنا ہے اپنی طرف سے کہتا ہوں کہ میرا دل اور میری جان فرزند رسول کی دوستی کے لیے وقف ہیں۔ خدا کی قسم یہی بات ہے۔ میں تمہارے آگے کھڑے ہو کر شمشیر زنی کروں گا۔ اور تمہارے دشمنوں کو مار دوں گا۔ یہاں تک کہ میری تلوار کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور صرف قبضہ ہی قبضہ ہاتھ میں رہ جائے اور اس خدمت گزاری اور دوستی سے صرف خوشنودی خدائے تعالیٰ مطلوب ہوگی۔ پھر حبیب بن مظاہر اسدی نے اٹھ کر کہا کہ خدا کی قسم میں بھی تمہاری دوستی میں ایسا ہی نکلوں گا جیسا عابس نے بیان کیا ہے۔ اب لوگوں کی ٹولیاں آنی شروع ہو گئیں۔ اور سب اسی قسم کی گفتگو کرتے تھے اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کی نسبت بڑے بڑے دعوے رکھتے تھے۔ مسلم کے لئے ہر شخص طرح طرح کے تحفے پیش کرتا تھا۔ مگر آپ نے کسی کا تحفہ قبول نہ کیا۔ اس وقت یزید کی طرف سے نعمان بن بشیر کوفہ کا حاکم تھا۔ اس نے مسلم کے آنے کی خبر سن کر اور جامع مسجد میں آکر لوگوں کو طلب کیا۔ جب سب موجود ہوئے تو اس نے منبر پر بیٹھ کر تقریر شروع کی اور کہا کہ اے کوفہ والو! تم کب تک فتنہ وفساد برپا رکھو گے کب تک نفاق کا دم بھرو گے، تم خدا سے نہیں ڈرتے اور نہیں جانتے کہ فساد کرنے سے محض بربادی اور ابتری وخونریزی کے سوا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ فتنہ انگیزی سے جان اور مال دونوں برباد ہو جاتے ہیں۔ خدا سے ڈرو اور اپنے حال پر رحم کرو۔ فساد سے بچو اور یہ بھی یاد رکھو کہ میں اس شخص سے بجنگ پیش آؤں گا۔ جو مجھ سے لڑنا چاہے گا۔ ہاں میں سوتے ہوئے کو جگاتا نہیں اور نہ جاگتے ہوئے کو ڈراتا ہوں۔ نہ کسی شخص کو محض خیال اور تہمت کی بنا پر گرفتار کرتا ہوں مگر تم اپنی کرتوت مجھ پر ظاہر کرتے اور عیب ونقصان کی راہ چلتے ہو۔ یزید کی بیعت اور اطاعت سے نکلتے ہو۔ اگر تم اس فساد سے باز آگئے۔ اور فرمانبرداری سے رہے تو تم کو معاف کر دوں گا۔ ورنہ خدائے

واحد کی قسم تلوار سے کام لوں گا۔ اس قدر کشت وخون کروں گا کہ تلوار پرزے پرزے ہو جائے گی۔ اگر میں تن تنہا بھی رہ جاؤں گا۔ تب بھی اس معرکہ اور کوشش سے باز نہ رہوں گا۔

مسلم بن عبداللہ ابن سعید حصی نے کہا امیر کا بیان کمزور شخصوں کا سا ہے اور اس میں ذرا بھی زور نہیں پایا جاتا۔ تو جو کچھ کہہ رہا ہے اسے عمل میں نہ لا سکے گا۔

نعمان نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں میرا کمزور ہونا اس سے بہتر ہے کہ گنہگاروں کے ساتھ گمراہوں میں شریک ہو جاؤں گا پھر یہ بات کہہ کر تاکید و تنبیہ کی اور منبر سے اُتر کر دارالامارۃ میں چلا آیا۔

عبداللہ ابن مسلم نے جو یزید کا دوست تھا۔ فوراً یزید کے نام اس مضمون کا خط روانہ کیا کہ میرے کوفی دوستوں اور خاص میرے طرف سے میرے امیر یزید کو معلوم ہو کہ مسلم بن عقیل نے وارد کوفہ ہو کر علی بن ابی طالب کے بہت سے دوستوں سے حسین بن علی کے لیے بیعت لی ہے اگر تجھے کوفہ کو اپنے قبضہ میں رکھنا ہے اور کسی دوسرے کے قبضہ میں دینا گوارا نہیں تو کسی سخت گیر شخص کو یہاں بھیج کہ تیرے احکام ذرا من کو حسب ایما جاری کرے۔ اور دشمنوں کو تیری منشا کے مطابق نیست و نابود کر دے۔ کیونکہ نعمان بن بشیر کمزور آدمی ہے۔ اگر کمزور بھی نہیں تو وہ لوگوں پر اپنے کو حقیر ظاہر کرتا ہے۔ والسلام

عمار بن ولید بن عقبہ اور عمر بن سعید نے بھی اسی مضمون کے خط روانہ کیے۔ یزید ان خطوں کو پڑھ کر نہایت برافروختہ ہوا اپنے باپ کے ایک غلام سرجون نامی کو بلا کر کہا کہ مجھے ایک مہم پیش آگئی ہے کیا تدبیر کی جائے اس نے پوچھا وہ کیا ہے؟ یزید نے کہا کہ مسلم بن عقیل نے داخل کوفہ ہو کر علی کے دوستوں کی ایک جمعیت فراہم کر لی ہے۔ اور ان سے حسین بن علی کے واسطے بیعت لی ہے اب کیا بندوبست کرنا چاہیے۔ اور تیری کیا رائے ہے سرجون نے کہا کہ اگر میری بات مانو تو کچھ کہوں۔ یزید نے کہا کہو! اس نے جواب دیا کہ تو نے عبیداللہ ابن زیاد کو حاکم بصرہ مقرر کیا ہے کوفہ بھی اسی کے حوالے کر دے پھر اس طرف سے اطمینان ہو جائے گا۔ وہ یقیناً تیرے دشمنوں کو منتشر کر دے گا۔

یزید کو اس کی رائے بہت پسند آئی۔ فوراً عبیداللہ ابن زیاد کے نام خط لکھا کہ مجھے میرے بعض دوستوں نے کوفہ سے اطلاع دی ہے کہ مسلم بن عقیل نے کوفہ میں آکر بہت سے آدمیوں کو جمع کیا ہے اور وہ ان سے امام حسین کی بیعت لے رہے ہیں تو اس خط کے مضمون سے واقف ہوتے ہی فوراً کوفہ کو چلا جا اور اس فساد کی آگ کو بجھا کر اس مہم کو سر کر۔ میں نے قبل ازیں تجھے بصرہ کی حکومت عطا کی تھی۔ اب کوفہ کی امارت بھی تجھے دیتا ہوں۔ مسلم بن عقیل کو اس طرح تلاش کر جس طرح بخیل آدمی زمین پر گرے ہوئے پیسے کو تلاش کرتا ہے جس وقت اسے گرفتار کر لے تو قتل کر کے فوراً اس کا سر

میرے پاس بھیج دے خوب یاد رکھ کر میں اس معاملہ کی نسبت تیرے کسی عذر اور حیلہ کو نہ سنوں گا! اس حکم کی تعمیل میں جلدی کر۔ والسلام

پھر یہ خط مسلم بن عمر باہلی کو دے کر کہا کہ بہت جلد بہ لے کر بصرہ پہنچ اور عبیداللہ بن زیاد کے حوالے کردے اور راستہ میں کسی جگہ قیام نہ کرنا بھاگا بھاگ چلا جا۔

اس حال سے پہلے امیرالمومنین حسینؑ بصرہ کے نامور اشخاص احنفؓ بن قیس مالک ابن مستمع منذر ابن جارود، قیس ابن مخطم، مسعود بن عمر اور عمر بن عبداللہ کے نام خط بھیج کر اپنی حمایت و اطاعت کی ہدایت کی تھی۔ اور انہوں نے آپ کے خطوط کو ظاہر نہ ہونے دیا تھا۔ مگر منذر بن جارود کی لڑکی عبیداللہ ابن زیاد کے نکاح میں تھی۔ منذر اس سے بہت ڈرتا تھا۔ اپنے نام کا خط جو امام حسین کا بھیجا ہوا تھا۔ عبیداللہ ابن زیاد کو دے دیا۔ وہ خط دیکھ کر بہت غضبناک ہوا۔ اور ڈھنڈورا پٹوا دیا۔ پھر منذر سے پوچھا یہ خط کون لایا ہے۔ اس نے جواب دیا حسین بن علی کا ایک ہوا خواہ سلیمان نامی لایا ہے۔ عبیداللہ نے کہا جا کر اُسے بلا لا۔ اس وقت سلیمان ایک شیعہ علی کے گھر میں پوشیدہ تھا۔ منذر اُسے بلا لایا۔ عبیداللہ نے اس سے کچھ نہ پوچھا اور اُسے فوراً قتل کرا دیا۔ اور سولی پر لٹکا دیا۔ جب سلیمان قتل ہو گیا۔ تو خود منبر پر بیٹھ کر خدا کی حمد و ثنا کے بعد کہا اے بصرے والو آج یزید کا ایک فرمان آیا ہے اس نے ولایت کوفہ بھی مجھے عطا کر دی ہے۔ میں کل کوفہ کو جاؤں گا۔ اپنے بھائی عثمان کو تمہارا امیر مقرر کرتا ہوں۔ لازم ہے کہ تم سب اس کی پوری اطاعت کرنا اور اس کی عزت و توقیر میں کمی نہ کرنا۔ خدائے واحد کی قسم اگر میں نے سُنا کہ تم میں سے کسی نے خلاف ورزی کی۔ اور فرمانبرداری سے منہ پھیرا تو اُسے معہ اس شخص کے جو اس کا شریکِ حال ہو گا۔ قتل کرڈالوں گا۔ اور جب تک انتظام ٹھیک نہ ہو گا۔ دشمن کو دوست کے عوض گرفتار کروں گا۔ اب میں نے سمجھا دیا ہے ہرگز ہرگز مخالفت کے قریب نہ جانا ورنہ تم مجھے جانتے ہی ہو کہ زیاد کا بیٹا ہوں۔ میرے چچا اور ماموں بھی میری مخالفت سے پہلو بچاتے ہیں۔ والسلام

اس کے بعد منبر سے اُتر کر دوسرے دن سمت کوفہ روانہ ہوا۔ اور بصرہ کے نامور اشخاص مسلم بن عمر باہلی، منذر ابن جارود عبدی اور شریک بن عبداللہ اعور ہمدانی کو اپنے ہمراہ لے لیا۔ کوفہ کے قریب پہنچ کر ایک جگہ ٹھہر گیا اور اتنی دیر انتظار کیا کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ اور دو گھنٹے رات گذر گئی اس کے بعد سر پر سیاہ عمامہ باندھا تلوار کمر میں لگا کر کمان کندھے پر لٹکائی۔ ترکش لگا کر گرز ہاتھ میں لیا اور خنگ گھوڑے پر سوار ہو کر معہ خدم و حشم بیابان کی راہ سے داخل کوفہ ہونے کے لئے کوچ کیا۔

اب چاند پوری روشنی ڈال رہا تھا۔ لوگوں کو خیال تھا کہ امام حسین تشریف لائیں گے عبید اللہ کے تزک و احتشام کو دیکھ کر خیال کیا کہ امام حسین تشریف لاتے ہیں، گروہ در گروہ لوگ آنے شروع ہو گئے۔ اور عبید اللہ کو سلام کرتے اور کہتے تھے اے فرزند رسول مبارک ہو مبارک ہو۔ عبید اللہ ان کے سلام کا جواب دیتا تھا۔ آخر کار مسلم بن عمر باہلی نے ایک شخص سے کہا کہ عبید اللہ ابن زیاد ہے حسین بن علی نہیں ہیں، تم کو محض دھوکا ہوا ہے۔ کوفہ والے اس حال سے مطلع ہو کر بھاگے اور منتشر ہو گئے عبید اللہ نے دار الامارۃ میں قیام کیا۔ وہ زخمی سور کی طرح جھلاتا اور سانپ کی طرح پیچ و تاب کھاتا تھا۔ اس شب کو تو کچھ نہ بولا، نہ کسی شخص کو بلایا۔ مگر دوسرے دن ڈھنڈورا پٹوایا کہ سب لوگ جامع مسجد میں حاضر ہوں جب سب آ گئے اور بے شمار خلقت کا ہجوم ہو گیا تو عبید اللہ بھی داخل مسجد ہوا شمشیر لٹکائے ہوئے تھا۔ سیاہ عمامہ سر پر باندھے ہوئے تھا۔ منبر پر چڑھ کر حمد و ثنا کے بعد کہا کہ اے اہل کوفہ تمہارے امیر یزید نے مجھے حاکم کوفہ مقرر کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ عدل و انصاف سے پیش آؤں۔ مظلوم کی فریاد سنوں ظالموں سے بدلا لوں۔ درویشوں سے اچھا سلوک کروں۔ دوستوں اور فرمانبرداروں پر مہربانی اور بخشش کرتا رہوں میں نے امیر کے حکم کی تعمیل کی اور بصرہ سے یہاں آیا کہ اس کا فرمان بجا لاؤں۔ اب میں تمام ممانعتوں اور احکام کو جاری کروں گا۔ یہ کہہ کر منبر سے اترا۔ اور دار الامارہ میں پہنچا۔ دوسرے دن وہاں سے نکل کر منبر پر چڑھا۔ آج پہلے دن والے لباس اور وضع قطع میں نہ تھا۔ حمد خدا کے بعد کہا کہ حکومت کے لیے سختی بھی ضروری امر ہے۔ میری عادت ہے کہ گناہگاروں کے سبب سے بے گناہوں کو پکڑ لیتا ہوں اور غائب ہو جانے والوں کے واسطے موجودہ اشخاص کو تکلیف دیتا ہوں۔ دوست کے بدلے دوست سے باز پرس کرتا ہوں۔ اسد بن عبد اللہ نے اٹھ کر کہا اے امیر خدا فرماتا ہے "لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ" کہ کوئی کسی کا بار نہ اٹھائے گا، امیر مرد کو وقت پر آزماتے ہیں۔ تلوار کو ہنر کے ساتھ اور گھوڑے کو دوڑنے سے، ہمارا یہ کام ہے کہ جو کچھ تو کہے گا اسے بجا لائیں گے۔ امیر کے احکام کو بسر و چشم پورا کریں گے میری رائے ہے کہ شروع میں احسانات کے سوا برا طریقہ جاری نہ کر۔ عبید اللہ ان باتوں کو سن کر خاموش ہو رہا منبر سے اتر کر دار الامارۃ میں چلا آیا۔ حضرت مسلم بن عقیل عبید اللہ ابن زیاد کے آنے کی خبر سن کر گھبرائے۔ آدھی رات کو اپنے قیامگاہ کی جگہ سے ہانی بن عروہ مدحجی کے گھر تشریف لائے ہانی انہیں دیکھ کر کھڑے ہو گئے پوچھا کہ آپ کی یہ کیا حالت ہے اور ایسا کون سا معاملہ پیش آیا کہ آپ آدھی رات کو یہاں تشریف لائے ہیں۔ مسلم نے عبید اللہ کے آنے کا حوالہ دیا...... ہانی نے کہا تشریف رکھیے، عبید اللہ نے آدمی مقرر کیے کہ مسلم کو ڈھونڈ لائیں مگر کسی شخص نے آپ کا کچھ پتہ نہ بتلایا، لوگ

پوشیدہ طور پر مسلم کے پاس حاضر ہوتے اور از سرِ نو بیعت کرتے تھے۔ مسلم ان پر حجت قائم کرتے تھے کہ تم اپنے اقرار عمل پر ثابت قدم رہنا۔ بے وفائی نہ کرنا وہ قسمیں کھاتے تھے اور عہد و پیمان کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بیس ہزار سے زیادہ آدمی حلقۂ بیعت میں آ گئے۔ اب مسلم نے ارادہ کیا کہ ان لوگوں کو لے کر نکلیں اور دار الامارۃ پر حملہ کر کے عبید اللہ کو پکڑ لیں۔ ہانی نے مناسب نہ سمجھا اور کہا کہ آپ جلدی نہ کریں کیونکہ جلد بازی شیطان کا کام ہے۔

ادھر عبید اللہ نے اپنے خیر خواہوں میں سے ایک شخص کو جس کا نام "معقل" تھا۔ ایک ہزار درہم دے کر کہا کہ جا کر شہر میں مسلم کو تلاش کرے۔ علی کے گروہ کے آدمیوں سے کہنا کہ میں علی اور ان کے خاندان کا خیر خواہ ہوں۔ جب تجھے مسلم کے سامنے لے جائیں تو اُن کی خیر خواہی جتا کر کہنا کہ میں ایک ہزار درہم لایا ہوں آپ وہ روپیہ اپنے کاموں میں صرف کریں وہ روپیہ پا کر تجھے اپنا ہوا خواہ سمجھنے لگیں گے۔ اپنا دوست جان کر تجھ پر بھروسہ کریں گے۔ پھر تو میرے پاس آ کر جو کچھ حالات دیکھے اور سنے مجھ سے بیان کر دینا معقل عبید اللہ کی ہدایت کے مطابق روپیہ لے کر کوفہ کی جامع مسجد میں آیا۔ حسب اتفاق امیر المومنین علیہ السلام کے گروہ کے ایک شخص مسلم بن عوسجہ اسدی کو دیکھا ان کے پاس بیٹھ کر کہنے لگا کہ میں شام کا باشندہ ہوں۔ ایک ہزار درہم میرے پاس ہیں۔ سنا ہے کہ خاندان نبوت میں سے کوئی شخص یہاں آیا ہوا ہے۔ فرزند رسول کے واسطے لوگوں سے بیعت لے رہا ہے۔ اگر تو مہربانی کر کے مجھے اُس کے پاس پہنچا دے۔ اور میں اس کی زیارت سے مشرف ہو جاؤں تو انہیں یہ مال دے دوں کہ وہ اپنے خرچ میں لائیں، اور میں تیرا بہت ہی احسان مند ہوں گا۔ اگر تو چاہے تو میں اُس شخص کے پاس جانے سے پہلے تجھ سے بیعت کر لوں۔

مسلم ابن عوسجہ نے جانا کہ وہ سچ بولتا ہے۔ سخت قول و قسم لے کر اور مضبوط عہد و پیمان لے کر کہا تو اب چلا جا کل میرے پاس آنا، میں تجھے اُن کے پاس پہنچا دوں گا۔ "معقل" وہاں سے چلا آیا اور عبید اللہ سے سب حال کہہ سنایا اس نے کہا کہ دیکھ مردوں کی طرح اس کام کو انجام دینا، پھر لوگوں سے شریک ابن عبد الاعور ہمدانی کا حال پوچھا جو بصرہ سے اس کے ساتھ آیا تھا اور کوفہ پہنچ کر سخت بیمار ہو گیا تھا۔ گھر سے باہر نہ آ سکتا تھا۔ اُنہوں نے کہا وہ بہت ہی توانا ہو گیا ہے۔ عبید اللہ نے کہا ہم کل اُس کی عیادت کے لیے جائیں گے۔ شریک کو مسلم کا حال معلوم تھا۔ اس نے کہا اے مسلم کل عبید اللہ میری عیادت کے لیے آئے گا۔ اُسے میں باتوں میں مشغول کر لوں گا۔ اور تم اندر سے نکل کر اُسے بضرب شمشیر ہلاک کر دینا۔ پھر شہر کوفہ آپ کے قبضے میں آ جائے گا۔ اگر میں جیتا رہا تو بصرہ کو بھی تیرے تصرف

میں لاؤں گا۔ دوسرے دن عبید اللہ سوار ہو کر ہانی کے دروازہ پر آیا اور شریک کی عیادت کے لیے گھوڑے سے اُتر کر اس کے پاس جا بیٹھا۔ شریک اس سے گفتگو کرنے لگا۔ اور جس امر کو وہ پوچھتا اور بتاتا رہا۔ اور چاہا کہ مسلم نکل کر اس کا کام تمام کر دیں، اُدھر مسلم نے تلوار میان سے باہر نکال کر چاہا کہ اندر سے نکل کر عبید اللہ کا کام تمام کر دیں، ہانی نے کہا کہ خُدا کے واسطے ایسا کام نہ کریں۔ گھر میں بہت سے بچے اور عورتیں ہیں، قتل کے واقعہ سے بہت خوف کھائیں گے۔ مسلم بن عقیل نے ناراض ہو کر تلوار ہاتھ سے ڈال دی۔ شریک اب بھی عبید اللہ کو باتوں میں مشغول رکھنے کی کوشش کرتا رہا اور کچھ کچھ باتیں دریافت کرتا رہا کہ اب بھی مسلم بن عقیل آکر اُسے قتل کر دیں۔ آخر عبید اللہ کو بھی کچھ شبہ سا ہو گیا۔ دل میں ڈرا اور وہاں سے اُٹھ کر چلا آیا۔ عبید اللہ ابن زیاد کے جانے کے بعد مسلم اور ہانی باہر آئے۔ شریک نے کہا کہ تم نے اچھا موقع کھو دیا، آخر کیوں باہر آکر اُسے ہلاک نہ کر دیا۔ مسلم نے کہا کہ مجھے ہانی نے اس امر سے روک دیا کہ میری عورتیں اور بچے اس قتل سے خوف کھائیں گے۔ شریک نے دونوں کو ملامت کی، اور کہا کہ اس بد اعتقاد فاسق کو آسانی سے پکڑ سکتے تھے۔ تم نے بڑی غلطی کی، پھر ایسا موقع ہاتھ نہ آئے گا۔ شریک تین دن اور زندہ رہا۔ پھر رحمت حق کے شامل حال ہو گیا۔ یہ شخص بصرہ کے بزرگوں اور اراکین میں سے تھا۔ امیر المومنین علی علیہ السلام کا مداح شاعر تھا۔ اپنے کلام کو پوشیدہ رکھتا، معتمد اشخاص کے سوا کسی غیر کو نہ سناتا تھا۔ عبید اللہ ابن زیاد نے دار الامارہ سے نکل کر اس کے جنازے کی نماز پڑھی پھر اپنے گھر پر چلا گیا۔ دوسرے دن "معقل" نے مسلم بن عوسجہ کے پاس آکر کہا کہ تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مکہ سے آئے ہوئے شخص کے پاس لے چلوں گا۔ تاکہ میں زیارت کر لوں اور یہ مال دے دُوں۔ تو شاید تو اپنے وعدہ سے پھر گیا ہے، برائے مہربانی اپنے اقرار کو پورا کر۔ مسلم بن عوسجہ نے کہا میں اپنا اقرار پورا کروں گا۔ شریک کی وفات کے سبب فرصت نہ ہوئی تھی، کیوں کہ وہ بڑا نیک اور امیر المومنین علی علیہ السلام کے خیر خواہ شخصوں میں سے تھا۔ معقل نے کہا کیا وہ شخص جو مکہ سے آیا ہوا ہے، ہانی کے گھر میں موجود ہے۔ مسلم نے کہا "ہاں" پھر اُسے اپنے ہمراہ مسلم بن عقیل کی خدمت میں حاضر کیا۔ مسلم نے کہا "مرحبا" اور اپنے قریب بٹھا کر اُس سے بیعت لی۔ معقل نے روپیہ پیش کیا جسے مسلم نے قبول کر لیا۔ معقل تمام دن آپ کے پاس رہا، اور طرح طرح کی باتیں اور دوستی کے وعدے کرتا رہا۔ جب رات ہو گئی وہاں سے رخصت ہو کر عبید اللہ ابن زیاد کے پاس آیا اور مسلم کا تمام حال کہہ سنایا۔ اس نے کہا کہ مسلم بن عقیل کے پاس برابر آتا جاتا اور خدمت گزاری میں سعی کرتا رہ۔ کیوں کہ اگر تو اس کے پاس سے ہٹ جائے گا اور نہ جائے گا تو تیری طرف سے شک پیدا ہو جائے گا، اور مسلم اُس

گھر سے نکل کر کسی دوسرے گھر میں جا رہے گا۔ اس کے بعد عبید اللہ نے آدمی بھیج کر محمد بن اشعث، اسماء ابن خارجہ فزاری اور عمرو بن حجاج زبدی کو بلایا اور کہا، ہانی ایک مرتبہ میرے پاس نہیں آیا۔ نہ میرا حال دریافت کیا۔ کیا تمہیں اس کا کچھ حال معلوم ہے؟ کہ وہ کس سبب سے نہیں آیا، اس نے کہا کہ وہ بہت ناتواں اور کمزور ہو رہا ہے۔ اس لیے امیر کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا اس نے کہا ہاں پہلے تو علیل تھا، اور اب تندرست ہے، کسی قسم کی شکایت باقی نہیں رہی، پھر کیوں خانہ نشین ہے اور میرے پاس نہیں آتا۔ کل تم اس کے پاس جاؤ اور اس کو علیحدہ رہنے پر ملامت کرو مجھ سے ملنے کے لیے آئے، جو خدمت واطاعت اس پر واجب ہے بجالائے میں ہمیشہ اس پر مہربان رہا ہوں۔ اور اب زیادہ اچھا سلوک کروں گا، انہوں نے کہا "بسر وچشم"

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ عبید اللہ کا ایک خدمت گار مالک بن یربوع تمیمی آیا اور کہا اللہ تعالیٰ امیر کو محفوظ رکھے۔ ایک اور خوفناک حادثہ کی خبر ہے۔ اس نے کہا بیان کر، مالک نے کہا کہ میں سیر کے ارادے سے شہر کے باہر گیا ہوا تھا۔ اور اس کے گرد پھر رہا تھا کہ ایک شخص کو دیکھا کہ کوفہ سے نکل کر نہایت تیز روی سے مدینہ کی طرف جا رہا ہے۔ میں نے اس کے پیچھے گھوڑا ڈالا۔ اور اسے جا لیا، پوچھا تو کون شخص ہے اور کہاں جاتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں مدینہ کا رہنے والا ہوں، میں نے پھر گھوڑے سے اتر کر دریافت کیا کہ تیرے پاس کوئی خط ہے اس نے اقرار نہ کیا تو میں نے اس کے کپڑوں کی تلاشی لی، تو ایک سربند خط پایا، وہ خط یہ ہے۔ اور اس شخص کو امیر کے دروازے پر پہرے کے اندر دے دیا۔ عبید اللہ نے خط لے کر کھولا، مضمون یہ تھا:

مسلم بن عقیل کی طرف سے حسین بن علی بن ابی طالب کو معلوم ہو کہ میں کوفہ میں پہنچا۔ تمام لوگوں سے ملا، ان سے آپ کے لیے بیعت لی۔ بیس ہزار شخصوں نے دلی رضا و رغبت سے آپ کی بیعت اختیار کر لی ہے، میں نے ان کے نام لکھ لیے ہیں۔ آپ اس خط کے مضمون سے مطلع ہوتے ہی فوراً چلے آئیں۔ کسی وجہ سے دیر نہ کریں۔ کیونکہ کوفہ والے دل سے آپ کے خیر خواہ اور دوست ہیں، اور یزید سے متنفر۔ والسلام۔

عبید اللہ نے کہا کہ جس شخص کے پاس سے یہ خط ملا ہے۔ اسے میرے سامنے لاؤ۔ مالک جا کر لے آیا۔ عبید اللہ نے پوچھا تو کون ہے اس نے جواب دیا کہ میں بنی ہاشم کا ہوا خواہ ہوں۔ پھر پوچھا تیرا نام کیا ہے۔ اس نے کہا عبد اللہ یقطین، پھر پوچھا یہ خط تجھے کس نے دیا تھا کہ حسین کے پاس لے جائے تو اس نے جواب دیا کہ ایک بوڑھی عورت نے دیا تھا۔ کہا تو اس کا نام جانتا ہے اس نے کہا:

میں نام سے واقف نہیں ہوں۔ عبیداللہ نے کہا تو دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کر یا تو اس کا نام بتا دے جس نے تجھے یہ خط دیا تھا تاکہ تو میرے ہاتھ سے بچ جائے ورنہ میں تجھے قتل کروا دوں گا۔ اُس نے کہا میں ہرگز نام نہ بتلاؤں گا۔ اگر میری جان جاتی رہی تو کچھ پرواہ نہیں۔ عبیداللہ نے حکم دے کر اسے قتل کروا دیا۔ (رحمۃ اللہ علیہ) پھر محمد بن اشعث، عمر بن حجاج، اسماء بن خارجہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ جاؤ ہانی سے کہو کہ میرے پاس آتا ہے، وہ وہاں سے اُٹھ کر ہانی کے گھر آئے اور دیکھا کہ ہانی گھر میں موجود ہیں۔ انہیں سلام کیا اور پوچھا کہ تم امیر کے پاس کس لیے نہیں جاتے، اس نے تمہیں کئی مرتبہ یاد کیا ہے، وہ تمہارے حاضر نہ ہونے سے آزردہ خاطر ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ بیماری کی وجہ سے نہیں جا سکا۔ پھرنے چلنے کی طاقت ابھی تک نہیں آئی، انہوں نے کہا کہ ہم نے تمہاری طرف سے یہی عذر پیش کیا تھا لیکن اس نے قبول نہ کیا اور کہا کہ میں سنتا ہوں کہ وہ تندرست ہو گئے ہیں، باہر نکلتے اور اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھتے ہیں، اور آدمی ان کے پاس جمع ہو جاتے ہیں۔ اب مناسب ہے کہ تم ان کے پاس جاؤ کیونکہ وہ صاحبِ قوت ہے، ایسے شخص سے ملنا جلنا اچھا ہے۔ مبادا وہ کسی سختی اور ظلم کا خیال کرے خاص کر نامور اشخاص کی طرف سے، اور تم آج اپنے قبیلے کے سردار ہو۔ ہم تمہیں قسم دلاتے ہیں کہ تم اپنے حال پر رحم کرو، اور ہمارے ساتھ امیر کے پاس چلو۔ ہانی نے کہا بہت اچھا میں چلوں گا اس کے بعد اپنی پوشاک منگوا کر پہنی اور گھوڑے پر سوار ہو کر ان لوگوں کے ہمراہ دار الامارۃ میں پہنچے۔ اب اُن کا دل گھبرایا اور بدی و شرارت کا برتاؤ ہونے کا خیال گزرا۔ اسماء بن خارجہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے بھائی! مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے ساتھ بدسلوکی وقوع میں آئے گی۔ اسماء نے کہا، سبحان اللہ! یہ کیا بات ہے اے چچا، تمہارے یہ خیالات بالکل غلط ہیں اپنے دل سے یہ تشویش دور کر دو، اور ہر طرح سے مطمئن رہو۔ بھلائی کے سوا اور کوئی امر ظاہر نہ ہوگا۔

غرض عبیداللہ ابن زیاد کے پاس آئے۔ اس وقت قاضی شریح سے مخاطب ہو کر کہا۔ مصرع
ارید حیاتہ ویرید قتلی الخ ہانی یہ بیت سُن کر گھبرائے اور کہا اے امیر یہ کیا مثل مشہور ہے جو تُو نے زبان سے نکالی۔ اس نے کہا خدا کی قسم اے ہانی! تو نے مسلم بن عقیل کو اپنے گھر میں لا کر رکھ چھوڑا ہے کہ میں ان باتوں سے بے خبر ہوں۔ یقین کر کہ تیری کرتوت مجھے معلوم ہے۔ ہانی نے کہا کہ مجھے ان امور کی کچھ خبر نہیں۔ عبیداللہ نے کہا کہ میرا کہنا بالکل سچ ہے۔ پھر معقل کو بلا کر ہانی سے

کہا تو اسے جانتا ہے؟ اب ہانی سمجھ گئے کہ یہ کیا بات ہے اور معقل عبید اللہ کا جاسوس تھا فرزند رسول کا دوست نہ تھا۔ عبید اللہ کو اس سے سب حالات معلوم ہو گئے ہیں۔ اب ہانی نے اقرار کر لیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ امیر کو محفوظ رکھے، مجھے اس بات سے شرم آئی کہ اسے پناہ نہ دوں اور تنہا چھوڑ دوں۔ اس لیے اس کو پناہ دی، اب تجھے اس کا حال معلوم ہو گیا ہے۔ اب اجازت دے کہ وہیں جا کر اس سے عذر کر دوں کہ کہیں اور چلا جائے اور میں عہد کرتا ہوں کہ جب اس شخص کو اپنے گھر سے روانہ کر دوں گا تو تیرے پاس حاضر ہو جاؤں گا۔ اس نے کہا کہ جب تک تو اسے یہاں حاضر نہ کرے گا۔ میرے پاس سے نہ جا سکے گا۔ ہانی نے کہا کہ میں کبھی ایسی بات نہ کروں گا۔ کیونکہ از روئے شرع و مروت جائز نہیں کہ پناہ دیئے ہوئے شخص کو دشمن کے حوالے کر دوں، اہل عرب کی عادت اور خصلت ایسی نہیں ہے۔ تو مجھے ایسے فعل کے لیے تکلیف نہ دے۔ میں ہرگز اسے تیرے سامنے نہ لاؤں گا۔ اور اپنے واسطے اس عیب و عار کو گوارا نہ کروں گا۔ مسلم بن عمر باہلی نے کہا کہ اے امیر ذرا سی دیر کی مہلت دے کہ میں ہانی سے دو دو باتیں کر لوں، عبید اللہ ابن زیاد نے کہا کہ اسی مکان میں جو کہنا ہو کہہ لے۔

مسلم بن عمر نے ہانی کا ہاتھ پکڑا اور ایک کونے میں لے جا کر سمجھایا کہ تو اپنی زندگی سے کیوں بیزار ہوا ہے۔ اپنے بچوں اور کنبے والوں کے حال پر رحم کر، مسلم بن عقیل کے واسطے اپنے آپ کو ہلاک نہ کر۔ اگر ہم جنسوں میں سے کوئی برابر والا طلب کرتا اور تو دے دیتا تو عیب کی بات تھی مگر جب ایک زبردست شخص جس کے پنجے میں تو گرفتار ہے۔ مانگتا ہے تو حوالہ کر دینا کوئی عیب اور شرم کی بات نہیں، ہانی نے کہا خدا کی قسم ہزار عیب سے بڑھ کر یہ بات ہے۔ میں اس شرم کو کبھی گوارا نہ کروں گا۔ اور رسول خدا کے بیٹے کے قاصد اور اپنے مہمان اور پناہ دیئے ہوئے کو ہرگز دشمن کے سامنے پیش نہ کروں گا۔ جب تک زندہ رہوں اور میرے ہاتھ پاؤں چلتے اور دوست و آشنا، عزیز و اقربا میرے ہمراہ ہیں ایسا ہونا ممکن نہیں بلکہ خدا کی قسم اگر میں تنہا بھی رہ جاؤں گا اور میرا کوئی مددگار اور یار و غم خوار بھی نہ رہے گا۔ تب بھی یہ عار نہ اٹھاؤں گا۔ مسلم بن عمر اسے عبید اللہ ابن زیاد کے پاس واپس لے آیا اور کہا اسے کوئی نصیحت کارگر نہ ہوگی۔ اور وہ مسلم بن عقیل کو ہمارے حوالے نہ کرے گا۔ عبید اللہ زیادہ غضب ناک ہو کر بولا۔ خدا کی قسم اگر تو اسے میرے پاس نہ لائے گا تو تیرا سر اڑا دوں گا۔ ہانی نے کہا، کس کی مجال ہے جو میرے ساتھ اس طرح پیش آ سکے۔ اگر تو ایسا خیال بھی دل میں لا سکے تو جماعت کثیر میرے خون کے بدلے کے واسطے اٹھ کر تیرے گھر کو گھیرے گی۔ عبید اللہ نے کہا کہ تو

مجھے دشمنوں اور اپنے عزیزوں سے ڈراتا ہے یہ کہہ کر ایک آہنی لکڑی جو سامنے رکھے ہوئی تھی، اٹھائی اور ہانی کے منہ پر ماری جس سے ایک بھنوں اور ناک پھٹ کر خون بہ نکلا۔ قریب ہی عبید اللہ کا ایک سپاہی تلوار ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔ ہانی نے اس کے قبضے پر ہاتھ ڈال کر چاہا کہ تلوار سونت لیں۔ مگر ایک اور سپاہی نے ہاتھ پکڑ لیا اور عبید اللہ ابن زیاد ملعون نے چیخ کر کہا کہ اسے گرفتار کر کے اسی مکان کی ایک کوٹھڑی میں بند کر دو۔ اسامہ بن خارجہ نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر تو نے ہم سے کہا تھا اور ہم تیرے پاس اسے لائے تھے۔ اس کے آنے سے پہلے تُو نے اس کے واسطے اچھے اچھے وعدے کئے تھے اب وہ آیا تو غیظ و غضب سے پیش آیا، اور ناک توڑ دی اور اس کے چہرے اور ڈاڑھی کو خون سے رنگین کر دیا، پھر اسے قید خانے میں ڈال دیا۔ تیری رحم دلی سے یہ بات بہت ہی بعید ہے اور ان سب باتوں سے بڑھ کر تو اُسے قتل کرنا چاہتا ہے۔ تجھے کوئی اچھا برتاؤ کرنا چاہیئے تھا۔ عبید اللہ نے اسی غصے کی حالت میں حکم دیا کہ اسے اس قدر مارو کہ مردہ ہو جائے جب اس کے زندہ رہنے کی اُمید نہ رہی تو اسامہ نے کہا (انا للہ وانا الیہ راجعون) اے ہانی ہم تجھے موت کا پیغام سناتے ہیں اور اب یہ معاملہ ہاتھ سے نکل چکا ہے، ہانی کے رشتہ دار بنی مذحج والے سوار ہو کر دارالامارۃ پر آئے اور ہجوم کر کے بلند آوازوں سے بولتے تھے،

عبید اللہ نے پوچھا یہ کیسا شور و غل ہے، لوگوں نے کہا ہانی کے عزیزوں کو خبر لگ گئی ہے کہ امیر نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔ اس لیے وہ مجتمع ہو کر دروازے پر آ پہنچے ہیں۔ عبید اللہ نے قاضی شریح سے کہا اُٹھ کر ذرا ہانی کو دیکھ، پھر مکان سے نکل کر اس کے رشتہ داروں کو سمجھا دے کہ ہانی صحیح سلامت ہے۔ کس لیے تم فریاد کرتے اور فتنہ اُٹھاتے ہو، جس کسی نے تم سے ایسا کہا ہے کہ امیر نے ہانی کو مروا دیا ہے وہ جھوٹا ہے۔ شریح نے مکان سے نکل کر اس کے عزیزوں کو یہی بات سنا دی، وہ سب واپس چلے گئے۔

عبید اللہ پھر محل سے نکل کر جامع مسجد میں آیا اور منبر پر چڑھ کر حمد و ثنا کے بعد دائیں بائیں جانب دیکھا کہ اس کے سپاہی ہر طرف شمشیریں اور گرز کاندھے پر رکھے کھڑے ہیں، کہا، اے کوفہ والو! اللہ جل شانہ کی عبادت اختیار کرو، محمد مصطفےٰ کی سنت پر چلو اور خلفا کی روش سے نہ ہٹو۔ صاحب حکومت کی اطاعت اور فرمانبرداری سے سر نہ پھیرو، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ فتنہ و فساد سے بچو نہیں تو پچھتاؤ گے اور میں تم پر حجت تمام کئے دیتا ہوں اور یزید کی طرف سے خوف دلاتا ہوں اسی اثنا میں اس نے شور و غل سنا اور پوچھا کہ یہ کیسا غل ہے، لوگوں نے کہا اے امیر

پنج پنج کیونکہ مسلم بن عقیل نے جماعت کثیر کے ساتھ جنہوں نے حسینؑ بن علیؑ کی بیعت اختیار کر لی ہے، چڑھائی کر دی ہے۔ اور وہ تیرے مارنے کے ارادے سے آتا ہے۔ عبید اللہ فوراً منبر سے اُتر کر دارالامارۃ میں چلا گیا اور اس نے دروازے بند کرا لیے۔

مسلم بن عقیل کے پاس بہت خاصہ مسلح اور آراستہ لشکر جمع ہو گیا۔ لوگ جھنڈے لے کر آپ کے پاس آتے تھے۔ یہاں تک کہ ۱۸ ہزار آدمی آپ کے ہمراہ تھے۔ اب دارالامارہ کے دروازے پر پہنچے۔ عبید اللہ اور اس کے باپ کو سخت گالیاں دیتے تھے۔ ادھر سے عبید اللہ کا لشکر بھی فراہم ہو گیا اور مسلم کی فوج کے مقابلہ پر آکر جنگ کرنے لگا۔ بڑی سخت جنگ ہوئی۔ عبید اللہ اور اس کے اراکین اور سرداران کوفہ چھتوں پر سے یہ حال دیکھ رہے تھے اور عبید اللہ کا ایک دوست کثیر بن شہاب کوٹھے پر کھڑا ہوا کہہ رہا تھا اے لوگو! اور اے حسینؑ کے دوستو! اور اے مسلم بن عقیل اپنی جانوں پر رحم کرو اور اپنے اہل و عیال کے دشمن نہ ہو۔ کیونکہ شامی فوجیں داخل ہونا چاہتی ہیں اور امیر عبید اللہ نے قسم کھائی ہے کہ اگر تم شام تک اسی طرح جنگ کرتے رہے اور مقابلہ سے باز نہ آئے تو تمہاری جاگیریں ضبط کر لی جائیں گی۔ اور تمام جنگ کرنے والوں کو اس شہر سے نکال کر در بدر کر دوں گا۔ اور مجرموں کے عوض بے گناہوں کو قتل کروں گا۔ اور بھاگ جانے والوں کے موجودہ اشخاص کو سزا دوں گا۔ یہ سن کر جن لوگوں نے مسلم سے بیعت کی تھی، خوف زدہ ہو گئے۔ دس دس بیس بیس تیس تیس کا گروہ ہو کر کھسکنے لگے اور کہتے تھے کہ ہم اس فساد میں کس لئے شریک ہوں۔ اپنے گھر چل کر کیوں نہ بیٹھیں اور دیکھیں کہ کیا انجام ہوتا ہے۔ ابھی آفتاب غروب نہ ہونے پایا تھا کہ وہ اٹھارہ ہزار مسلح آدمی جو مسلم بن عقیل کے ساتھ تھے سب کے سب چلے گئے۔

مسلم نے اپنے آپ کو بالکل تنہا اور بے یار و مددگار پا کر کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ سب کے سب کیا ہوئے اور کہاں چلے گئے۔ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر کوفہ کے گلی کوچوں کا رُخ کیا۔ ایک

سہ یہ لوگ بظاہر شیعہ اور حقیقی سُنی تھے۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ صہ) اور وہ بھی فوجی کیونکہ کوفہ کی آبادی کُل کی کُل فوجی تھی جن کی تعداد ایک لاکھ تھی۔ جس میں چالیس ہزار باقاعدہ سپاہی تھے (الفاروق جلد ۲ صہ ۸۳) یہ وہی لوگ تھے جن سے امیر المؤمنین نالاں تھے۔ اور فریاد کرتے تھے کہ تم نے میرے دل میں ناسور ڈال دیا۔ (ذکر العباس صہ ۱۲۹ بحوالہ نہج البلاغۃ) حقیقت یہ ہے کہ کوفہ میں صحیح شیعوں کی تعداد اکا دُکا سے زیادہ نہ تھی (تاریخ طبری صہ ۲۵۴) یہ مسلم ہے کہ کوفہ کے کچھ شیعہ حضرت مسلم کے ہمراہ شہید ہوئے کچھ جیل بھیج دیئے گئے۔ کچھ کربلا جا کر شہید ہو گئے۔ ۱۲۔

ایک محلہ سے دوسرے محلہ میں جاتے تھے یہاں تک کہ ایک بوڑھی عورت طوعہ کے دروازے پر پہنچے۔ یہ عورت اشعث بن قیس کندی کی زوجہ تھی جس نے اس شوہر کے بعد حضرموت کے ایک جوان سے نکاح پڑھالیا تھا اور اس کے ایک بیٹا تھا۔ اس وقت یہ عورت اپنے دروازہ پر موجود تھی۔ مسلم نے سلام کیا۔ اس نے جواب سلام کے بعد پوچھا، تیرا کیا مطلب ہے، مسلم نے کہا: مجھے پینے کے لیے پانی دو۔ میں بہت ہی پیاسا ہوں۔ عورت گھر میں سے پانی کا آبخورہ بھرلائی۔ مسلم نے گھوڑے سے اُتر کر اور اس کے دروازے پر بیٹھ کر پانی پیا۔ پھر اس عورت نے پوچھا، اب تو کہاں جائے گا۔ اور تیرا کیا حال ہے۔ مسلم نے کہا، اس شہر میں میرا کوئی گھر نہیں جہاں امن سے بیٹھ رہوں۔ میں مسافر ہوں اور میرے جس قدر دوست اور ہمارے ہمراہی تھے سب علیحدہ ہو گئے اور مجھے تنہا چھوڑ دیا۔ میں ایک بہت بزرگ خاندان کا شخص ہوں۔ اگر تو مجھ سے اچھا سلوک کرے گی اور اپنے گھر میں پناہ دے گی تو اس کی جزا دونوں جہان میں خدا و رسولؐ سے پائے گی۔ اس نے پوچھا تو کون شخص ہے۔ مسلم نے کہا اے عورت یہ نہ پوچھ۔ اس نے جواب دیا تو مجھ سے اپنا حال نہ چھپا اور جب تک مجھے نہ معلوم ہو جائے گا کہ تو کون ہے اس وقت تک میں تجھے اپنے گھر میں جگہ نہ دوں گی، کیونکہ شہر میں فساد عظیم پھیلا ہوا ہے اور عبیداللہ ابن زیاد بصرہ سے یہاں آیا ہے۔ مسلم نے کہا اے عورت تو مجھے پہچان لے گی تو یقین ہے کہ بڑی مہربانی سے پیش آئے گی اور مجھے اپنے گھر میں پناہ دے گی۔ میں مسلم بن عقیل بن ابی طالب ہوں۔ میرے ساتھیوں نے آج مجھے تنہا چھوڑ دیا اور سب منتشر ہو گئے میں تن تنہا رہ گیا تو یہاں آیا اُس عورت نے کہا مرحبا! مرحبا!! آیئے، میرے گھر میں تشریف لے چلیے۔ مسلم اُس کے گھر میں تشریف لے گئے اور اس نے آپ کو کوٹھڑی میں بٹھا کر چراغ روشن کر دیا اور کھانا سامنے لا رکھا۔ مسلم نے کچھ نہ کھایا، اسی وقت اس کا بیٹا آیا اور ماں کو دیکھا کہ روتی ہوئی کبھی اندر جاتی ہے اور کبھی باہر آتی ہے پوچھا یہ تیرا کیا حال ہے، اس نے جواب دیا بیٹا، ابھی مسلم بن عقیل نے ہمارے گھر میں آکر پناہ لی ہے وہ گھر میں موجود ہیں اور میں ان کی خدمت گزاری میں مصروف ہوں کہ اللہ تعالیٰ ثواب عطا کرے اس کا بیٹا سُن کر خاموش ہو رہا۔ پھر کچھ دیر بعد بولا۔ کل عبیداللہ نے منادی کرا کر تمام لوگوں کی جامع مسجد میں جمع کیا اور خود منبر پر بیٹھ کر حمد و ثنا کے بعد کہا تھا کہ مسلم نے اس شہر میں آکر فتنہ و فساد برپا کیا اور جب کوئی مطلب حاصل نہ کر سکا تو بھاگ گیا چنانچہ تم سب اچھی طرح واقف ہو اور مجھے بھی یقین ہے کہ وہ شہر سے باہر نہیں گیا کسی کے گھر میں پوشیدہ ہے اس لیے آگاہ رہو کہ جس گھر میں مسلم پایا جائے گا۔ اس گھر والوں کو قتل کر دیا جائے گا اور تمام مال و اسباب کو برباد کر دیا جائے گا اور جو شخص مسلم کو میرے پاس

پکڑ کر لائے گا یا اُس کی خبر لائے گا۔ میں اُس کے ساتھ بے شمار انعام واکرام سے پیش آؤں گا، اے کوفہ والو، خدا سے ڈرو اور مخالفت کے پاس نہ جاؤ۔ اس کے بعد پھر کہا کہ جو شخص مسلم کو میرے پاس لائے گا۔ اُسے دس ہزار درہم دوں گا اور یزید اس کی بڑی قدر و منزلت کرے گا۔ اور میں بھی اُس کی خواہشوں کو پوری کروں گا۔ اس کے بعد عبیداللہ نے حصین بن نمیر کو بلایا اور کہا کہ جا تمام مکانوں کی تلاشی لے کر مسلم کو پکڑ لا حصین بن نمیر نے کہا، بہت اچھا، اس وقت محمد بن اشعث بھی عبیداللہ کے پاس آگیا۔ عبیداللہ نے کہا خوب آیا، تجھ سے ایک صلاح لینی تھی۔ اس نے کہا، اے امیر فرمایئے وہ کیا مشورہ ہے۔ جو کچھ میرا خیال ہوگا عرض کر دوں گا۔ عبیداللہ نے کہا کہ مسلم اسی شہر میں ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ باہر نہیں گیا۔ اب اُسے کس حیلہ سے پکڑ سکتے ہیں۔

محمد بن اشعث عبیداللہ کے پاس بیٹھ کر اس معاملہ کی باتیں کرنے لگا۔ اتنے میں اس عورت کے بیٹے نے جس کے گھر میں مسلم چھپے ہوئے تھے۔ عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کو اس حال کی خبر کی، اور عبدالرحمن نے اپنے باپ محمد کے کان میں آ پھونکی۔ عبیداللہ نے کہا کہ تیرے بیٹے نے تجھے کان میں کیا کہا، محمد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ امیر کو عظمت بخشے بڑی خوشخبری کی بات ہے۔ عبیداللہ نے کہا، میں ہمیشہ تیری زبان سے خوشخبری کی باتیں سنتا رہتا ہوں۔ اُس نے کہا میرا بیٹا کہتا ہے کہ مسلم ایک عورت "طوعہ" کے گھر میں پوشیدہ ہے، عبیداللہ بہت خوش ہوا اور کہا کہ تجھے بہت بڑا انعام اور خلعت دیا جائے گا۔ جا اُسے پکڑ لا۔ عمر بن حریص مخزومی کو جو اس کا نائب تھا، حکم دیا کہ تین سو نامور بہادر فوج میں سے چھانٹ کر محمد بن اشعث کے حوالے کر دے کہ انہیں ہمراہ لے جائے اور مسلم کو گرفتار کر کے لائے۔ محمد تین سو سواروں کو ہمراہ لے کر اس گھر کے قریب پہنچا۔ مسلم نے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سن کر جان لیا کہ میری گرفتاری کے لیے آئے ہیں۔ اُٹھ کر اپنی زرہ پہنی اب وہ لوگ بھی دروازہ پر آپہنچے تھے اور انہوں نے گھر میں آگ لگا دی تھی۔ مسلم نے یہ حال دیکھ کر تبسم کیا اور کہا اے نفس، مرنے کے لیے مستعد ہو جا۔ آدم کی اولاد کا انجام یہی ہے۔ پھر طوعہ سے کہا۔ خدا تجھ کو بخشے اور ثواب عظیم عطا فرمائے۔ تیرا بیٹا اس ظالم اور ناخدا ترس قوم کو مجھ پر چڑھا لایا ہے۔ گھر کا دروازہ کھول دے اس عورت نے دروازہ کھولا اور مسلم غضب ناک شیر کی طرح جھپٹ کر گھر سے باہر نکلے اور ایک ہی حملہ میں کئی شخصوں کو مار گرایا۔ لوگوں نے عبیداللہ سے جا کر کہا کہ مسلم مقابلہ سے پیش آیا اور کئی شخص مار ڈالے۔ اس نے محمد سے کہلا بھیجا کہ مجھے صرف ایک شخص کی گرفتاری کے لیے تین سو جرار سوار دیئے تھے کہ اسے میرے پاس پکڑ لائے تو نے کیوں اُسے جنگ کرنے اور کئی شخصوں کے ہلاک کرنے کا

موقع دیا، یہ کیسی کمزوری اور عاجزی کی بات ہے۔ مسلم اگرچہ بہادر شخص ہے مگر ایک آدمی سے تو زیادہ نہیں۔ محمد نے جواب کہلا بھیجا کہ کیا تو خیال کرتا ہے کہ مجھے کسی بنئے کے مقابلہ پر بھیجا ہے خدا کی قسم وہ ایک ہزار بہادر نوجوانوں کے ہم پلہ ہیں۔ اور اگر ایسے شخص کا کوئی ساتھ دینے اور مدد کرنے والا ہوتا تو دنیا کو ہماری نگاہوں میں تاریک کر دیتا۔ مسلم آسانی سے گرفتار نہیں ہو سکتا کوئی اور تدبیر کرنی چاہیئے۔ عبید اللہ نے کہلا بھیجا کہ اسے پناہ دے تاکہ آسانی سے قبضے میں آجائے کیوں کہ پناہ دیئے بغیر وہ گرفتار نہیں ہو سکتا۔

محمد نے آواز دے کر کہا اے مسلم اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈال تجھے پناہ دیتا ہوں۔ اب ہاتھ سے تلوار ڈال دے اور میرے پاس چلا آ۔

مسلم نے کہا اے فاسق و فاجر گروہ تجھ پر اور تیری پناہ پر لعنت ہو۔ اس نے کہا یہ بات نہ کر اور اپنی جان پر ظلم نہ کر، میری بات پر بھروسہ کر کے امن و امان سے میرے پاس چلا آ۔ مسلم نے کہا خدا کی قسم ہرگز ایسا نہ ہوگا تمہارا قول و قرار کوئی چیز نہیں۔ تم میں نہ وفا ہے نہ دین نہ آئین۔ اگر ایسا ہوتا تو تم مجھ پر اس طرح پتھر کیوں پھینکتے جس طرح کافروں پر پھینکتے ہیں۔ کیا تم واقف نہیں کہ میں اہلبیت رسالت اور محمد مصطفےٰ صلعم کے خاندان میں سے ہوں۔ اگر تم میں ذرا سی بھی مسلمانوں کی بو ہوتی تو میرے ساتھ اس طرح پیش نہ آتے۔

غرض مسلم نے زخموں کی کثرت کے سبب ناتواں ہو کر پھر حملہ کیا اور کئی شخصوں کو مار کر پلٹ آئے اور دروازے سے کمر لگا لی۔ محمد نے کہا ذرا لڑائی کو بند رکھو میں مسلم سے چند باتیں کر لوں۔ پھر قریب آکر کہا: اے مسلم افسوس ہے تو اپنے آپ کو ہلاک نہ کر، تجھے امان دے دی گئی ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ تجھے تکلیف نہ پہنچے گی اور میں اپنی حفاظت میں رکھوں گا۔

مسلم بن عقیل نے کہا: اے اشعث کے بیٹے کیا تو یہ جانتا ہے کہ جب تک میں سانس لے سکتا ہوں اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں دے دوں گا۔ خدا کی قسم ہرگز ایسا نہ ہوگا۔ پھر اس پر حملہ کیا محمد پیچھے ہٹ گیا اور آپ بھی واپس آکر اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور کہتے تھے اے کوفہ والو میں پیاس سے بے جان ہوا جاتا ہوں مجھے ایک پیالہ پانی پلا دو۔ ایک شخص کو بھی آپ پر رحم نہ آتا تھا کہ ایک جام آب پلاتا۔

اب محمد نے اپنے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا، بڑے شرم کی بات ہے کہ ہم اس قدر جماعت کثیر ہو کر ایک تن تنہا شخص کو گرفتار نہ کر سکیں۔ سب مل کر ایک دفعہ ہی اس پر ٹوٹ پڑو،

اور پکڑلو۔ غرض سب نے متفق ہو کر حملہ کیا اور مسلم نے سب کو نیزہ مار مار کر ہٹا دیا۔ انجام کار ایک کوفی بکر بن حمران نے آگے بڑھ کر تلوار ماری جو مسلم کے نیچے کے لب پر لگی اور مسلم نے بھی اس کے جواب میں ایک ایسا ہاتھ مارا کہ تلوار پیٹ کو چاک کرتی ہوئی کمر کی طرف نکل آئی۔ بکر بن حمران فوراً زمین پر گر کر دوزخ میں پہنچ گیا۔ اب ایک اور آدمی نے پیٹھ کے پیچھے سے آکر نیزہ مارا جس کے صدمہ سے مسلمؑ منہ کے بل گر پڑے اور لوگوں نے دوڑ کر آپ کو پکڑ لیا، آپ کے اسلحے اور گھوڑے چھین لیے گئے اور بنی سلم کے ایک آدمی عبداللہ ابن عباس نے آپ کا عمامہ اتار لیا۔ مسلم بن عقیل ایک گھونٹ پانی مانگتے تھے۔ مسلم بن باہلی نے کہا تو پانی کے بدلے موت کا مزہ چکھے گا۔

مُسلم نے کہا تجھ پر تف، ہے یہ کیسی نازیبا بات کہی اور تو بڑا ہی سنگدل شخص ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اگر تجھے قریشی کہیں تو بڑی غلطی ہے تو کسی قریشی باپ کی اولاد نہ سمجھا جائے گا۔ مسلم بن عمر باہلی نے کہا۔ مجھے بتا تو کون ہے۔ مسلم بن عقیل نے کہا کہ میں وہ شخص ہوں جس نے اس وقت خدا کو مانا جب کہ تُو منکر تھا اور میں نے اس وقت اپنے امام کی پیروی کی جب کہ تُو گناہگار رہا۔ میں مسلم بن عقیل بن ابی طالب ہوں، اب تو بتلا کہ تُو کون ہے؟ اور تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا کہ میں مسلم بن عمر باہلی ہوں۔ مسلم بن عقیل نے کہا کہ اے باہلہ کے بیٹے تو آتش دوزخ اور جہنم کے گرم پانی کا زیادہ مستحق ہے۔ پھر کہا اے کوفہ والو! مجھے کچھ پانی پلاؤ۔ عمر بن حریث مخزومی آگے بڑھ کر پانی کا کوزہ لایا اور ایک آبخورہ بھر کر حاضر کیا۔ مسلم جونہی وہ پیالہ منہ کے قریب لے گیے اس میں آپ کے دو دانت ٹوٹ کر گر پڑے۔ اور وہ پیالہ خون سے لبریز ہو گیا، آپ وہ پانی نہ پی سکے اور باز رہے۔ پھر آپ کو عبیداللہ ابن زیاد کے سامنے حاضر کیا۔ کسی نے کہا امیر کو سلام کر۔ مسلم نے کہا، پناہ بخدا وہ امیر کہاں سے آیا ہے میں اُسے سلام نہیں کر سکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت کا سلام مجھے کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ اگر وہ مجھے چھوڑ دے گا تو میں سلام کر لوں گا۔ عبیداللہ نے یہ گفتگو سُن کر کہا اس کا سلام کرنا آسان بات ہے اگر سلام نہ کرے گا تو مارا جائے گا۔ مسلم نے جواب دیا کہ مجھے قتل کرے گا تو کیا ہوگا۔ پیشتر ازیں تجھ سے بھی بدتر شخصوں نے مجھ سے بہتر اشخاص کو قتل کر دیا ہے۔ عبیداللہ نے کہا اے شخص تو نے امام وقت پر خروج کیا، امامت اور مسلمانوں کی اجتماع میں اختلاف ڈالا اور فتنہ برپا کیا۔ مسلم نے کہا کہ تو جھوٹ بولتا ہے اے پسر زیاد۔ معاویہ اُمت کے اجماع سے مسلمانوں کا خلیفہ نہیں ہوا۔ بلکہ دغا بازی اور تغلب سے وصی پیغمبر کے خلاف ہو کر خلافت چھین لی، اور یزید کی بھی یہی کیفیت تھی اور فتنہ تو نے برپا کیا اور تجھ سے پہلے تیرے باپ نے فساد کیا تھا۔ اُمید ہے کہ مجھے اللہ بدترین

شخص کے ہاتھ سے شہادت عطا کرے گا۔ خدا کی قسم میں راہ راست پر ہوں۔ میری نیت اور اعتقاد میں ذرا بھی تبدیلی اور تغیر نہیں آیا۔ میں حسین بن علیؑ کی فرمانبرداری میں جو امیر المومنین اور پیغمبر کا خلیفہ اور جانشین اور مسلمانوں کا امام اور پیشوا ہے۔ ثابت قدم ہوں۔ یزید اور معاویہ کو فاسق اور فاجر جانتا ہوں۔ عبید اللہ نے کہا تو معاویہ کو فاسق کہتا ہے حالانکہ تو خود مدینہ میں شراب پیتا تھا۔ مسلم نے کہا اے کذاب بن کذاب شراب تو اس شخص نے پی ہے جو ناحق مسلمانوں کا خون بہاتا ہے اور اسے گناہ نہیں سمجھتا اور خونریزی سے اپنا دل خوش کرتا ہے گویا کچھ گناہ ہی نہیں ہے۔ عبید اللہ نے کہا اے فاسق تو نے یہ سمجھ کر مہم اختیار کی تھی کہ کام بن جائے گا۔ مگر تو اس عہدہ کے لائق نہ تھا اس لیے اللہ تعالےٰ نے تجھے کامیاب نہ ہونے دیا اور اس شخص کو نصیب کیا۔ جسے اس کے لائق پایا۔ مسلم نے کہا کہ الحمد للہ ہمارا تمہارا فیصلہ قیامت کے دن خدا تعالےٰ کے سامنے ہوگا۔ عبید اللہ نے پوچھا کیا تو سمجھتا تھا کہ حسینؑ کو خلافت مل جائے گی۔ مسلم نے کہا جو کچھ میں سمجھے ہوئے تھا وہ محض خیال ہی نہ تھا بلکہ یقینی امر تھا عبید اللہ نے کہا اگر میں تجھے قتل نہ کروں تو خدا مجھے مار ڈالے۔ مسلم نے جواب دیا تجھ جیسے خبیث چلن اور شریر طینت والے شخص کے ہاتھ سے ناحق خونریزی کا ہونا کچھ مشکل بات نہیں ہے خدا کی قسم اگر میرے ساتھ کچھ آدمی ہوتے اور ذرا سا پانی مل جاتا تو تجھے اس قصر میں مزا چکھا دیتا۔ فی الحقیقت جس شخص نے اس مکان کی بنیاد ڈالی ہے وہ ملعون تھا۔ اگر تو مجھے مصمم مار ڈالنے کا ارادہ رکھتا ہے تو قریش میں سے کسی شخص کو میرے پاس بھیج کر اس سے کچھ وصیتیں کروں۔

عبید اللہ نے عمر بن سعد بن وقاص کو آپ کے پاس بھیجا کہ جو کچھ وصیت کرنی ہے اس سے کہہ دی جائے۔ عمر سعد نے مسلم کے پاس آکر کہا جو وصیت کرنی ہے مجھ سے کر۔ میں اسے بجا لاؤں گا مسلم نے کہا تو میری اور اپنی قرابت کو جانتا ہے آج مجھے تیری ضرورت ہے اور وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ واجب ہے کہ میری باتوں کو غور سے سنے اور میری خواہش کو بجا لائے۔

عمر سعد نے کہا کہ تو سچ کہتا ہے اور مجھ پر فرض ہوگیا کہ تیری وصیت کو پوری کروں تو نے اپنی جان پر ظلم کیا مگر تو میرے چچا کا بیٹا ہے جو کچھ کہتا ہے بیان کر۔ مسلم نے کہا کہ میں اس شہر میں سات سو درہم کا قرضدار ہوں۔ میرے مارے جانے کے بعد میرے گھوڑے اور زرہ اور اسلحہ کو بیچ کر قرضہ ادا کر دینا۔ پھر حسین بن علی کو خط بھیج کر میرے حال سے مطلع کر دینا اور میری طرف سے لکھ دینا کہ ہرگز ہرگز عراق کی طرف تشریف نہ لانا ورنہ جو میرا حال ہوا ہے وہی تمہارے ساتھ سلوک

ہو گا۔

عمر سعد نے عبید اللہ سے وصیت کا ذکر کیا۔ اس نے کہا کہ گھوڑے اور اسلحہ سے قرضہ کی ادائیگی کو ہم سے کچھ تعلق نہیں۔ نہ کوئی ممانعت کر سکتا ہے۔ مگر مسلم کی لاش پر بعد قتل بھی ہمارا ہی اختیار رہے گا جو کچھ ہم چاہیں گے کریں گے اور حسینؑ بن علیؑ کی نسبت یہ بات ہے کہ اگر وہ ہم پر حملہ نہ کرے گا تو ہم بھی اس پر حملہ آور نہ ہوں گے اور اگر ہمیں ایذا دے گا اور خلافت حاصل کرنے کے واسطے ہم سے لڑے گا۔ تو ہم بھی خاموش نہ رہیں گے۔ اے مسلم بن عقیل تو اس شہر میں کس لئے آیا تھا حالانکہ اس کی حالت اور حاکم سب عمدہ حالت میں تھے۔ تو نے آکر پریشانی ڈالی۔ مسلم نے کہا میں اس شہر کے لوگوں کو متفق اور پریشان کرنے کی غرض سے نہ آیا تھا مگر چونکہ تم نے بڑے بڑے قاعدے جاری کر دیئے ہیں۔ مصر و روم کے بادشاہوں اور ایران کے حاکموں جیسے قوانین کا برتاؤ کر رکھا ہے۔ خلق خدا کے خلاف عملدر آمد ہوتا ہے اور امر بالمعروف بالکل جاتا رہا۔ کوئی شخص بدی سے نہیں روکتا۔ اس لیے امیر المومنین حسین علیہ السلام نے مجھے اس جگہ بھیجا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے طریق کو جاری کروں خلق خدا کو اللہ تعالیٰ کے احکام اور محمد مصطفےٰ کی سنت پر چلاؤں۔ کیونکہ امیر المومنین علیؑ کی وفات کے بعد خلافت ہمارا حق تھا اور تم بھی اس بات سے خوب واقف ہو۔ خواہ اسے مانو یا نہ مانو۔ امیر المومنین علی بن ابی طالب پر جو امام برحق اور خلیفہ مطلق تھے سب سے پہلے تم نے خروج کیا اور ہماری تمہاری وہی کیفیت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

عبید اللہ ابن زیاد نے یہ کلام سن کر بے حیائی کی زبان دراز کی اور خدا اور رسول کا ذرا پاس نہ کیا اور حضرت علیؑ و امام حسین و مسلم بن عقیل کی نسبت نالائق الفاظ منہ سے نکالے۔ مسلم نے کہا۔ تیرے اور تیرے باپ کے اور اس شخص کے منہ میں خاک ہو جس نے تجھے امیر بنایا، اے دشمن خدا ان کلمات کے تم خود سزاوار ہو۔ تیرے باپ زیاد کا کوئی باپ ہی معلوم نہ تھا ہم اہلبیت نبوت میں سے ہیں ہمیشہ ہم پر مصائب نازل رہے ہیں۔ ہم راضی برضا ہیں۔ الخبیثات للخبیثین کا مضمون تمہاری طرف ہی صادق آتا ہے اب تو جو چاہے کہہ اور کر۔

عبید اللہ نے کہا، اسے مکان کی چھت پر لے جا کر قتل کرو۔ مسلم نے کہا اگر تو قریشی ہوتا اور ہم سے تیری رشتہ داری ہوتی تو تو مجھے اس طرح قتل نہ کرتا اور اگر تو اپنے باپ کا بیٹا ہوتا تو خاندان نبوت کے ساتھ ایسی عداوت سے پیش نہ آتا۔ عبید اللہ نے ان باتوں سے زیادہ غضب ناک ہو کر ایک زخمی شامی کو جس کے سر پر اثنائے جنگ میں مسلم نے تلوار ماری تھی بلا کر کہا کہ

مسلم کو چھت پر لے جاکر اپنے ہاتھ سے قتل کر کے اپنا بدلا لے۔ وہ شخص مسلم کا ہاتھ پکڑ کر کوٹھے پر لے گیا۔ اثنائے راہ میں مسلم تسبیح اور استغفار میں مشغول تھے، کہتے جاتے تھے۔ اللھم احکم بیننا وبین قومنا خذلونا۔ غرض شامی نے بٹھا کر جسم مبارک سے سر اطہر الگ کر دیا۔ مسلم پر خدا کی رحمت ہو پھر وہ شخص دیوانہ وار کوٹھے سے اتر کر عبید اللہ کے پاس آیا۔ اس نے اسے پریشان حال دیکھ کر پوچھا تجھے کیا ہوا مسلم کو قتل کیا یا نہیں۔ اس نے جواب دیا ہاں! مسلم کو تو قتل کیا مگر مجھے عجیب معاملہ پیش آیا اس کا سر کاٹنے کے بعد ایک سیاہ فام بدصورت شخص نظر آیا وہ دانتوں سے ہونٹ چباتا ہوا نہایت غصے سے میری طرف دیکھتا اور انگلی سے میری طرف اشارہ کرتا تھا۔ میں اس قدر ڈرا کہ عمر بھر کسی شے سے ایسا نہ ڈرا تھا۔ عبید اللہ نے ہنس کر کہا کہ تو نے پہلے کبھی ایسا کام نہ کیا تھا۔ اس سبب سے تیری طبیعت درہم برہم ہو گئی۔ کوئی بات نہیں اندیشہ نہ کر۔ پھر حکم دیا کہ ہانی کو قید خانہ سے نکال کر مسلم کے پاس پہنچا دے۔ محمد بن اشعث نے کہا اللہ تعالیٰ امیر کو تندرست رکھے۔ ہانی بہت بڑا نامور اور بزرگ شخص ہے بصرہ میں تو بھی اس کے عالی مرتبہ اور بلند درجہ سے آگاہ تھا اس کے عزیزوں اور رشتہ داروں کا جتھا بہت زیادہ ہے اس کی تمام قوم کو معلوم ہے کہ میں اور ابن خارجہ اسے تیرے پاس لے گئے ہیں۔ اس لیے یہ امر ہمیں سخت ناگوار ہے تجھے قسم دیتا ہوں کہ اس کی خطا بخش دے اس کی قوم کے سامنے مجھے شرمندہ نہ کر۔ عبید اللہ نے ایک ڈانٹ بتائی اور کہا چپ رہ۔ کب تک ایسی بیہودہ گوئی کرتا رہے گا۔ غرض اس کے حکم سے لوگوں نے ہانی کو قید خانہ سے نکالا بازار میں سے گزار کر قصابوں کے محلہ میں لے گئے جہاں بکریاں فروخت ہوتی ہیں۔ ہانی سمجھ گیا کہ مجھے قتل کریں گے غل و شور مچایا۔ اے مذحج والو! اور میرے رشتہ دارو! دوڑو۔ اب عبید اللہ کے ملازموں نے اس کے ہاتھ کھول دیئے تھے پھر چیخا اور کہا، ارے مجھے کوئی ہتھیار ہی دے دو کہ میں اس بلا کے ہاتھ سے اپنے آپ کو بچا لوں۔ یہ سنتے ہی جلادوں نے پھر ہاتھ باندھ دیئے اور کہا گردن اونچی کر، ہانی نے کہا سبحان اللہ کیا اچھی بات کہتے ہو۔ میں اپنے قتل کے واسطے خود کوشش نہ کروں گا۔ اتنے میں ابن زیاد کے ایک غلام رشید ملعون نے اس کی گردن پر تلوار ماری مگر وار پورا نہ بیٹھا اور ہانی نے کہا الی اللہ المنقلب والمعاد اللھم الی رحمتك ورضوانك اجعل ھذا الیوم کفارۃ لذنوبی اب دوسرے وار میں ہانی کی گردن قطع کر دی اور بحکم ابن زیاد، ہانی اور مسلم کی لاشیں سولی پر الٹی لٹکا دیں۔ اور دونوں کے سر ایک خط کے ساتھ یزید کے پاس بھیج دیئے۔ مضمون خط یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

عبید اللہ ابن زیاد کی طرف سے یزید بن معاویہ کو خدا کی حمد و ثنا کے بعد واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے امیر کا بدلا دشمنوں سے لے لیا اور اُن کی طرف سے مطمئن کر دیا۔ میں اطلاع دیتا ہوں کہ مسلم نے کوفہ میں آکر ہانی کے گھر میں پناہ لی تھی اور حسینؑ کے واسطے خلقت سے بیعت لیتا تھا۔ میں نے جاسوس مقرر کر کے بڑی تدبیروں سے پتہ نکالا۔ جنگ و جدل کے بعد دونوں کو گرفتار کیا اب قتل کر کے ان کے سر ہمراہ نامہ روانہ کرتا ہوں۔ ہانی بن جبر دارمی اور زبیر بن ارجواح یہ دونوں قاصد امیر کے فرمانبردار اور خدمت گزار ہیں۔ ان سے اچھا سلوک کیا جائے۔ والسلام

اب ان دونوں شخصوں نے شہیدوں کے سر اور خط یزید کے حوالے کئے تو اُس نے خط کا مطالعہ کر کے حکم دیا کہ یہ سر دمشق کے دروازے پر لٹکا دیئے جائیں اور خود جواب میں لکھا تیرا خط آیا مسلم اور ہانی کے سر پہنچے، میں بہت خوش ہوا۔ تو مجھے بہت عزیز ہے۔ جیسا میں چاہتا تھا۔ تو ویسے ہی نکلا۔ میں تجھ سے اس امر کی باز پرس نہیں کرتا۔ جو کچھ تو نے کیا خوب کیا۔ قاصدوں کی نسبت جو لکھا تھا، ہر ایک کو دس دس ہزار درہم عطا کر کے شاداں و فرحاں واپس بھیجتا ہوں والسلام

ہاں یہ بھی سُنتا ہوں کہ حسین بن علی مکہ سے نکل کر عراق کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تجھے بہت ہی احتیاط رکھنی لازم ہے۔ تجبر دارمی کے ساتھ راستوں کو اپنی نگرانی اور حفاظت میں لے لینا چاہیئے اور جس شخص کو فسادی سمجھے خواہ قتل کر یا قید میں ڈال۔ تجھے اختیار ہے کہ حسین کی جو خبریں تجھے معلوم ہوتی رہیں۔ وقتاً فوقتاً مجھے اس سے مفصل اطلاع دیتا رہ (ترجمہ فتوحات محمد بن علی بن اعثم کوفی ۲۰۴ھ صفحہ ۳۵۴ تا صفحہ ۳۶۴ طبع دہلی)

واضح ہو کہ اعثم کوفی نے بعض واقعات ایسے لکھ دیئے ہیں جو ہمارے مسلمات کے خلاف ہیں اور واقعات میں اُلٹ پھیر بھی کیا ہے لیکن چونکہ ان کا بیان کثیر معلومات پر مشتمل ہے اس لئے ہم نے نقل کر دیا ہے۔

حضرت مختار حوالی کوفہ میں

حضرت ہانی کا جس وقت واقعہ درپیش ہوا۔ حضرت مختار کوفہ میں موجود نہ تھے۔ مورخین کا بیان ہے کہ حضرت مسلم جب حضرت ہانی کے مکان میں منتقل ہو گئے تھے تو حضرت مختار اپنی طاقت کو مضبوط کرنے کے لیے کوفے کے دیہاتوں کی طرف چلے گئے تھے۔ ان کو یقین تھا کہ حکومت کے مقابلہ کے لیے اہل کوفہ کی امداد کافی نہ ہوگی۔ حضرت مختار کا خیال تھا کہ ہم اپنے ہوا خواہوں کو کثیر تعداد میں جمع کر کے ابن زیاد کی

حکومت کا تختہ اُلٹ دیں گے۔ (روضۃ الصفاء جلد ۳ صہ ۱۴۷۔ ذوب النضار ابن نما صہ ۴۰۲۔ روضۃ المجاہدین صہ ۶، مجالس المومنین صہ ۳۵۶)

غرضیکہ حضرت مختار کے شہر سے باہر جانے کے بعد حضرت ہانی بن عروہ شہید کر دیئے گئے۔ حضرت ہانی کے اہل قبیلہ بھی تھے۔ بالآخر رات ہوگئی۔ جناب محمد و کثیر نے حضرت مسلم کو اپنے مکان میں رات گزارنے کے لیے ٹھہرالیا۔ جب صبح ہوئی تو ابن زیاد نے محمد وکثیر کو دربار میں طلب کیا اور انہیں نازیبا الفاظ سے یاد کیا چونکہ ان کے ہواخواہ وہاں موجود تھے۔ لہٰذا اچھی خاصی جنگ ہوگئی۔ بالآخر دونوں باپ بیٹے درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔

حضرت مسلم نے جب محمد وکثیر علیہما الرحمۃ کے دربار میں شہید کئے جانے کی خبر سنی تو بالکل بے آس ہوگئے، اسی مایوسی کی حالت میں ایک گلی سے گزرتے ہوئے پیاس کی حالت میں آپ کی نگاہ ایک ضعیفہ پر پڑی، آپ اس کے قریب تشریف لائے۔ اور آپ نے پانی مانگا۔ اس نے پانی دے کر ان سے درخواست کی کہ اپنی راہ لگئے۔ کیوں کہ یہاں کی فضا بہت مکدر ہے۔ آپ نے اُس سے دریافت فرمایا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کی مجھے "طوعہ" کہتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا اے طوعہ جس کے کوئی گھر نہ ہو وہ کہاں جائے اور کیا کرے اس نے پوچھا آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی مرتضیٰ کا بھتیجا اور حضرت امام حسین علیہ کا چچازاد بھائی مسلم بن عقیل ہوں طوعہ نے دروازہ خانہ وا کیا، اپنے گھر میں جگہ دی آپ نے رات تو بسر کی لیکن صبح ہوتے ہی دشمن کا لشکر آ پہنچا۔ کیونکہ پسر طوعہ نے ماں سے پوشیدہ ابن زیاد سے چغل خوری کر دی تھی۔ لشکر کا سردار محمد بن اشعث تھا جو امام حسن علیہ السلام کی قاتلہ جعدہ بنت اشعث کا حقیقی بھائی تھا۔ حضرت مسلم نے جب تین ہزار گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سُنی تو تلوار لے کر گھر سے باہر نکل پڑے اور سینکڑوں دشمنوں کو تہ تیغ کر دیا۔ بالآخر ابن اشعث نے اور فوج مانگی۔ ابن زیاد نے کہلا بھیجا کہ ایک شخص کے لیے تین ہزار کی فوج کیسے ناکافی ہے اس نے جواب دیا کہ شاید تُو نے یہ سمجھا ہے کہ مجھے کسی بنیا وبقال سے لڑنے پر مامور کیا ہے ارے یہ محمدؐ کا برادرزادہ اور علی جیسے شجاع کا بھتیجا ہے۔

غرضیکہ جب مسلم پر کسی طرح قابو نہ پایا جا سکا تو ایک خس پوش گڑھے میں آپ کو گرا دیا گیا، پھر گرفتار کر کے ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضرت مسلم دربار میں خاموش داخل ہوگئے اور آپ نے ابن زیاد کو سلام نہیں کیا۔ کہا گیا کہ مسلم تم نے امیر کو سلام کیوں نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا۔ "مالی امیرٌ سوی الحسین" فرزند رسول حضرت امام حسینؑ کے علاوہ دنیا میں ہمارا کوئی امیر نہیں ہے۔

ابن زیاد جو آگ کھائے بیٹھا تھا اس نے حکم دیا کہ مسلم کو کوٹھے پر سے گرا کر قتل کر دیا جائے اور ان کا سر کاٹ کر دمشق بھیج دیا جائے اور بدن برسرِ عام لٹکا دیا جائے۔ آپ کوٹھے پر لے جائے گئے آپ نے چند وصیتیں کیں اور کوٹھے سے گرتے ہوئے السلام علیک یا ابا عبد اللہ زبان پر جاری کیا اور آپ نیچے تشریف لائے۔ آپ کا سر مبارک کاٹ لیا گیا۔ یہ واقعہ ۹ ذی الحجہ ۶۰ھ کا ہے۔

علماء کا بیان ہے کہ ہانی بن عروہ کا سر کاٹ کر یزید ملعون کے پاس دمشق بھیج دیا گیا اور بدن محترم بازار قصاباں میں دار پر لٹکا دیا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ دونوں کے پیروں میں رسی باندھ کر لاشوں کو بازاروں میں گھسیٹا جا رہا تھا کہ قبیلہ مدحج کو جوش آگیا نوجوان میدان میں نکل آئے اور انہوں نے حکومت کی فوج سے دانت کھٹا کر دینے والا مقابلہ کیا۔ بالآخر لاشوں کو چھین لیا اور انہیں احترام کے ساتھ سپردِ خاک کر دیا۔

(روضۃ الشہداء صفہ ۲۶ و کشف الغمہ صفہ ۶۸، خلاصۃ المصائب صفہ ۷۶ و کتاب چودہ ستارے صفہ ۱۶۰ طبع لاہور)

حضرت مختار کی حمایت مسلم کے لیے دیہات سے لشکر سمیت واپسی

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت ہانی، حضرت محمد و کثیر کی شہادت کے بعد حضرت مسلم نے میدان کارزار میں آ کر نہایت دلیری اور بہادری سے اپنی جانِ روح اسلام اور فرمانِ امام پر قربان کر دی، حضرت مختار جو جمع لشکر کے لیے کوفہ کے دیہات میں گئے ہوئے تھے، انہیں جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت مسلم میدان میں نکل آئے ہیں، اور دشمنوں سے نبرد آزما ہیں۔ تو آپ نے دل میں کہنے لگے کہ جس صورت سے ہو سکے، اب مجھے شہر کوفہ پہنچ کر حضرت مسلم کی امداد کرنی ہے۔ اور ان کے قدموں میں جان دینی ہے، اسی تصور کے ماتحت آپ نے اپنے لوگوں کو حکم دیا کہ سلاح جنگ سے آراستہ ہو جائیں۔ آپ کے حسب الحکم تمام لوگ مسلح ہو گئے۔ آپ نے بھی سلاح جنگ سے اپنے کو سنوار لیا پھر دروازے سے باہر آ کر میدان میں جمع ہونے کا حکم دیا، جب تمام لوگ مجتمع ہو گئے آپ نے ترتیب قائم کی، اور کوفہ کی طرف روانگی کا حکم دے دیا، حضرت مختار نہایت تیزی کے ساتھ کوفہ کی طرف جا رہے تھے۔

راستے میں ایک شخص کو راستہ کے کنارے بیٹھا ہوا دیکھ کر اس سے پوچھا کہ کہاں سے آ رہا ہے، اور تجھے حضرت مسلم بن عقیل کے حالات کی کچھ خبر ہے یا نہیں؟ اس شخص نے حضرت مختار کو کوئی جواب نہ دیا، مختار وہاں سے روانہ ہو کر کچھ دور چلے تھے کہ آپ کو اس کا جواب نہ دینا بہت زیادہ محسوس ہوا آپ پھر واپس آئے۔ اور آپ نے اس سے فرمایا کہ اے شخص تو کس قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے اور تو نے

میرے سوال کا کوئی جواب کیوں نہیں دیا؟ اس نے کہا کہ میں کوفہ سے آرہا ہوں اور میں امیر ابن زیاد کا غلام ہوں، آپ نے پوچھا کہ ادھر آنے والے لشکر ابن زیاد کو کس مقام پر دیکھا ہے اس نے کہا کہ میں نے کسی شخص کو بھی نہیں دیکھا۔

حضرت مختار وہاں سے روانہ ہو کر آگے بڑھے۔ آپ پوری سرعت کے ساتھ قطع مراحل کر رہے تھے کہ راستہ میں ایک دوسرا شخص نظر پڑا جو اندھا اور لنگڑا تھا حضرت مختار نے اُس سے پوچھا کہ کہاں سے آرہا ہے اور کس قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں کوفہ سے آرہا ہوں آپ نے پوچھا کہ "از مسلم چہ خبرداری" حضرت مسلم کے متعلق تجھے کیا اطلاع ہے اور وہ کوفہ میں کس حال میں ہیں۔ نابینا نے کہا کہ میں نے تو کچھ نہیں دیکھا کیونکہ نابینا ہوں لیکن وہاں لوگ کہتے ہیں کہ مسلم اور ابن زیاد میں سخت جنگ ہو رہی ہے۔

حضرت مختار نے جب اس نابینا سے یہ سُنا کہ جنگ جاری ہے تو آپ نے اپنے لوگوں سے کہا بھائیو نہایت تیزی سے چلو "تاکہ ہم کوفہ پہنچ کر حضرت مسلم کی مدد کر کے بارگاہِ رسول کریم میں سرخرو ہو سکیں، یہ کہہ کر آپ نے اپنے ساتھیوں سمیت نہایت سرعت کے ساتھ مسافت قطع کرنا شروع کر دیا۔ اور جلد سے جلد کوفہ پہنچنے کے لیے آپ بے چین ہو گئے۔

حضرت مختار نہایت تیزی کے ساتھ جا رہے تھے۔ کہ راستہ میں ایک بڑے لشکر سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ وہ لشکر مختار کو نہیں پہچانتا تھا اور حضرت مختار بھی ان سے ناواقف تھے۔ ان لوگوں نے حضرت مختار سے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو اور یہ لشکر کہاں لیے جا رہے ہو۔ اور مسلم و ابن زیاد میں سے کس کے طرفدار ہو۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ میں مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی ہوں، اور حضرت مسلم بن عقیل کی حمایت کے لیے جا رہا ہوں۔ میں نے تہیہ کیا ہے کہ حضرت مسلم کے دشمنوں کو فضائے کوفہ میں سانس نہ لینے دوں گا۔ اور زمین کوفہ کو مسلم کے دشمنوں سے پاک کر دوں گا۔

یہ سُننا تھا کہ اس لشکر نے حضرت مختار کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ حضرت مختار جو شجاعت اور فن سپہ گری میں اپنی مثال نہ رکھتے تھے، جھپٹ کر لشکر مخالف کے سردار (قدامہ) پر حملہ آور ہوئے اور اس کے سر پر آپ نے ایسی ضرب لگائی کہ سینہ تک شگافتہ ہو گیا۔ اس کے مرنے سے لشکریوں کی ہمت پست ہو گئی اور سب میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

پھر حضرت مختار آگے بڑھے۔ ابھی تھوڑا ہی راستہ طے کیا تھا کہ حضرت مختار کے غلام نے راستہ کے ایک کنارے پر پانچ آدمیوں کو بیٹھا دیکھ کر امیر مختار کو ان کی طرف متوجہ کیا۔ حضرت مختار نے سنا کہ

وہ اشعار پڑھ رہے ہیں، ان لوگوں نے جب مختار کو اپنی طرف آتے دیکھا اشعار پڑھنا بند کر دیا حضرت مختار نے ان سے پوچھا کہ تم کیا شعر پڑھ رہے تھے۔ ان لوگوں نے چند اشعار کا حوالہ دیا، پوچھا یہ اشعار کس کے ہیں، کہا "عبد اللہ صالح" کے۔ آپ نے پوچھا کہ ان اشعار کا مطلب کیا تھا جنہیں تم پڑھ رہے تھے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ بکشتند کسے را کہ صالح بود، و بادی غدر کردند کہ اس شخص کو قتل کر دیا جو نیک اور صالح تھا اور اس کے ساتھ پوری غداری کی۔ یہ سننا تھا کہ حضرت مختار رو پڑے اور کہنے لگے کہ میرا دل ڈر رہا ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ حضرت مسلم قتل نہ ہو گئے ہوں"۔ اس کے بعد حضرت مختار پھر آگے بڑھے۔ ابھی چند ہی قدم چلے تھے کہ ایک شخص کو آتے دیکھا جو قبیلہ بنی اسد کا تھا۔ اس نے حضرت مختار کو پہچان کر باآواز بلند پکارا "سیدی بکجا می روی" اے میرے سردار مختار آپ کہاں جا رہے ہیں، حضرت مختار نے کہا حضرت مسلم بن عقیل کی امداد کے لیے کوفہ جا رہا ہوں۔

حضرت مختار کی اُمیدوں پر پانی پھر گیا

اس نے باچشم گریاں کہا، خدا آپ کو صبر دے۔ حضرت مسلم کو زیادیوں نے شہید کر ڈالا ہے اور اُن کا سر کاٹ کر دمشق بھیج دیا ہے اور اُن کے تن اطہر کو بازار قصاباں میں دار پر لٹکا دیا ہے۔ یہ سننا تھا کہ حضرت مختار نے اپنے کو گھوڑے سے گرا دیا۔ اپنا گریبان پھاڑ ڈالا اور چیخ مار کر رونا شروع کر دیا۔ حضرت مختار کمال بیقراری کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے۔ "چوں ہوش آمد در خاک مغلطید" جب ہوش آئے تو خاک میں لوٹنے لگے۔

یہ حال دیکھ کر مرد اسدی نے حضرت مختار سے صبر کی درخواست کی اور کہا کہ اے میرے آقا اب مصلحت یہی ہے کہ حضور والا اپنے کو ابن زیاد کے شر سے بچانے کی طرف توجہ فرمائیں۔

حضرت مختار کی حکمت عملی

حضرت مختار نے موجودہ صورت حال پر غور کرنے کے بعد اپنے آدمیوں کو اپنی ہمراہی سے رخصت کر دیا اور کہا کہ خداوند عالم حضرت مسلم کے بارے میں تمہیں بھی صبر عطا کرے۔ ہم تمہارے شکر گزار ہیں کہ تم ہماری خواہش پر امداد مسلم کے لئے آگئے تھے۔ اب جبکہ وہ ہی نہ رہے تمہارا کوفہ جانا بالکل بے سود ہے تم واپس جاؤ اور دشمن کی نگاہوں سے اپنے کو محفوظ رکھو۔

حضرت مختار نے اپنے مددگاروں کو رخصت کرنے کے بعد اپنے سلاح جنگ کو اپنے سے دور کر دیا اور تن تنہا کوفہ میں داخل ہوئے۔ کوفہ میں ایک مقام پر آپ نے دیکھا کہ سیاہ علم نصب ہے اور خیمے لگے ہوئے ہیں اور ایک خیمہ میں ابن الحارث بیٹھا ہوا ہے اور منادی پے در پے

منادی کر رہا ہے کہ :

"ہر کہ در زیر علم حاضر شود او را زینہار است و جان و مال او امین است"۔

جو شخص اس علم زیادی کے سایہ میں آجائے گا اس کا جان و مال محفوظ ہوجائے گا۔ اور جو اس سے کترائے گا قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت مختار نے جونہی یہ منادی سنی فوراً آپ جھنڈے تلے آگئے مخبر نے عمر بن الحارث کو اطلاع دی کہ بنی ثقیف کا ایک بزرگ شخص ملنے کے لیے آیا ہے عمر بن حارث نے اجازت دی۔ حضرت مختار اس کے پاس پہنچے، ابن حارث نے مختار کو دیکھ کر پہچان لیا۔ کیونکہ وہ ایک مرد بزرگ اور مشہور تھے۔ حضرت مختار نے ابن حارث سے کہا کہ اے ابوحفص مسلم کی شہادت مومن کے لیے ایک مصیبت ہے لیکن میں شکر کرتا ہوں کہ تمہارے پاس آگیا ہوں اب اس سے یہ ہوگا کہ دشمنوں کی زبان بندی ہوجائے گی۔ اور لوگ میرے خلاف ابن زیاد کو ورغلائیں گے۔ نہیں، ابن حارث نے کہا، اے مختار! تم نے ٹھیک رائے قائم کی ہے اور بہت اچھا ہوگیا کہ تم میرے پاس آگر زیر علم ہوگئے۔ اور اے مختار! تم نے یہ بہت اچھا کیا کہ مسلم کی مدد کے لیے نہیں نکلے اگر تم ان کی مدد کے لیے آجاتے تو یقیناً قتل ہوتے، کیونکہ فیصلہ یہ تھا کہ مسلم کی مدد کے لیے جو بھی آئے اسے قتل کر دیا جائے۔ چاہے وہ حکومت کا خاص ترین آدمی ہی کیوں نہ ہو۔ اب ایسا ہوگیا ہے کہ کوئی شخص تمہارے خلاف زبان نہیں کھول سکتا۔ مختار! تم مطمئن رہو۔ اب جس قدر بھی تمہاری امداد ممکن ہوگی میں کروں گا۔

مختار کو اطمینان دلانے کے بعد عمر بن حارث، ابن زیاد سے ملنے کے لیے گیا اور باتوں باتوں میں اس سے کہنے لگا کہ اے امیر تو مختار سے بہت بدظن تھا حالانکہ وہ ہمارے ساتھ ہے۔ "اول کسے کہ در زیر علم آمد مختار بود"۔ میں نے جب منادی امن کرائی تھی تو سب سے پہلے جھنڈے کے تلے مختار ہی آئے تھے اور وہ اب تک ہمارے پاس موجود ہیں۔ ابن زیاد نے کہا کہ اچھا مختار کو میرے پاس لاؤ، ابن الحارث نے مختار کو اطلاع دی اور وہ دربار ابن زیاد میں تشریف لائے۔

مختار کے دربار میں پہنچتے ہی دربان "نعمان" نے ابن زیاد سے چپکے سے کہہ دیا کہ مختار بہت خطرناک شخص ہے۔ اس سے آپ ہوشیار رہیں، اور اس کے معاملہ میں غفلت نہ برتیں۔

حضرت مختار دربار ابن زیاد میں

حضرت مختار اور عمر بن الحارث و ابن زیاد کی طلب پر داخل دربار ہوئے۔ دربار میں داخل ہو کر مختار نے سلام کیا ابن زیاد نے جواب نہ دیا۔ حضرت مختار کو ابن زیاد کی اس حرکت سے بڑی شرمندگی محسوس ہوئی۔

آپ خاموش ایک طرف بیٹھ گئے ابن زیاد نے آپ کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور کہا کہ اے مختار کیا تم سے میں غافل ہو سکتا ہوں تم ہی وہ ہو جس نے مسلم کی سب سے پہلے بیعت کی اور اب جبکہ ان کا چراغِ حیات گل ہو گیا ہے تو میرے علم کے نیچے آگئے ہو۔ میں تمہارے مکر و فریب کو جانتا ہوں تم نے دربار میں داخل ہو کر اپنے تکبر کی وجہ سے بلا اجازت بیٹھنے کا جرم کیا ہے۔ نعمان یا (ابن حارث) نے جب دیکھا کہ ابن زیاد مختار کے خلاف ہی بولتا جا رہا ہے تو دربار میں اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے امیر مختار کو برا بھلا نہ کہیے یہی وہ ہیں جو سب سے پہلے تیرے زیرِ علم آگئے ہیں اور تیرے بہت زیادہ طرفدار ہیں۔ یہ سن کر ابن زیاد مختار سے مطمئن ہو گیا اور حکم دیا کہ انہیں اچھی جگہ بٹھایا جائے اور ان کو خلعت شاہی دی جائے۔

ابھی مختار کا معاملہ دربار میں زیرِ بحث ہی تھا کہ دربار کے ایک گوشہ سے رونے پیٹنے کی آواز آنے لگی۔ ابن زیاد نے کہا کہ دیکھو کون رو رہا ہے اور کیوں رو رہا ہے لوگوں نے معلوم کر کے کہا کہ رونے والے نوفل کی بیوی اور اس کا فرزند ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی نے قدامہ کو بیس آدمیوں سمیت قتل کر دیا ہے۔

یہ سننا تھا کہ ابن زیاد آگ بگولا ہو گیا اور اس نے فوراً نعمان کو طلب کر کے کہا کہ اب بتاؤ تمہیں کیا سزا دی جائے۔ تم نے دشمن کی سفارش کی ہے۔ اس کے بعد ابن زیاد حضرت مختار کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ بعض ہوا داران مراکشی و دعوائی دوستداری میکنی" کہ اے مختار تمہارا مکر یہیں ظاہر ہو گیا، تم نے ہمارے بعض ہمدردان کو قتل کیا ہے اور ہماری دوستی کا دم بھرتے ہو۔ حضرت مختار نے کہا اے ابن زیاد اس کے قتل ہونے میں میری کوئی خطا نہیں ہے۔ اس معاملہ میں وہی خطا پر تھا۔ سن قدامہ اور اس کے ساتھیوں نے مجھ پر زیادتی کی تھی اور مجھے کوفہ میں داخل ہونے سے روکا تھا۔ میں نے راستہ بنانے کے لیے ان کو قتل کیا ہے ورنہ باہمدگر دشمنی نہ تھی۔

حضرت مختار اور ابن زیاد میں باہمدگر سخت کلامی

ابن زیاد نے کہا کہ اے ملعون تو نے بیس آدمیوں کو مار دیا۔ اگر مارنا تھا تو ایک کو مارا ہوتا جس نے مزاحمت کی تھی۔ حضرت مختار نے جونہی ابن زیاد کی زبان سے اپنے کو "ملعون" سنا طیش میں آگئے اور انہوں نے ابن زیاد کے جواب میں کہا، اے ملعون کتے تو نے مجھے ملعون کیوں کہا۔ یہ سن کر ابن زیاد سخت غیظ و غضب میں آگیا اور قابو سے باہر ہو کر اس نے وہ دوات اٹھا کر مختار کو مارا جو قلمدان حکومت میں رکھی ہوئی تھی۔ دوات لگنے سے مختار کو چوٹ آگئی۔

حضرت مختار اس کے رد عمل میں ایک شخص سے تلوار چھین کر ابن زیاد پر حملہ کرنے کے لئے بڑھے۔

ابن زیاد ملعون تلوار کے خوف سے اُٹھ کر بھاگا یہ دیکھ کر عامر بن طفیل اور دیگر درباریوں نے دوڑ کر مختار کو پکڑ لیا۔

حضرت مختار کو ابن زیاد نے جو دوات پھینک کر مضروب کیا تھا (یا بروایتے چہرے پر چھڑی ماری تھی) اس سے خون جاری تھا، نعمان نے رومال سے حضرت مختار کے سر اور چہرے سے خون صاف کیا بروایت مورخ ہروی، ابن زیاد جو عبداللہ بن عفیف کو اس سے قبل جمعہ کے دن مسجد میں ابن زیاد کے امام حسین کے خلاف بولنے پر ٹوکنے کی وجہ سے قتل کرا چکا تھا، حضرت مختار سے کہنے لگا کہ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے یزید اور اس کے لشکر کو کامیابی عطا کی۔ اور حسین اور ان کے لوگوں کو قتل کی وجہ سے ذلیل و خوار کیا، اس پر مختار بولے کذبت یا عدو اللہ ارے دشمن خدا تُو جھوٹا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے حضرت امام حسین اور ان کے ساتھیوں کو جنت و مغفرت کی وجہ سے عزت بخشی اور تجھے اور تیرے یزید ملعون کو جہنمی ہونے کی وجہ سے ذلیل و خوار ملعون و رسوا کیا، یہ سُن کر ابن زیاد نے لوہے کی وہ چھڑی جو اس کے ہاتھ میں تھی۔ حضرت مختار کو گھسیٹ ماری جس سے حضرت مختار کی پیشانی زخمی ہوگئی اور اس سے خون جاری ہوگیا، ابن زیاد نے چاہا کہ ان کو قتل کرا دے درباریوں نے عبداللہ بن عمر، عمر بن سعد بن ابی وقاص کے رشتہ کے اور ان کے والد کے خدمات کے حوالے سے قتل سے باز رہنے کا مشورہ دیا۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ صـ۷۲ و اصدق الاخبار صـ۲۳)

حضرت مختار قید خانہ ابن زیاد میں

اس کے بعد ابن زیاد ملعون نے حکم دیا کہ مختار قید خانہ میں مقید کر دیا جائے چنانچہ آپ گرفتار ہو کر قید خانہ میں پہنچ گئے اور وہاں کی بے پناہ سختیاں جھیلنے لگے۔

اِدھر حضرت مختار قید خانہ کوفہ میں پہنچائے گئے اور اُدھر حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ سے بارادہ کوفہ روانہ ہو گئے۔ امام حسین علیہ السلام کو اس وقت تک نہ حضرت مسلم کی شہادت کی خبر تھی اور نہ حضرت مختار کی گرفتاری اور قید کی اطلاع تھی۔

حضرت امام حسین کے لیے جناب مختار کی تمنا

حضرت مختار کو یہ تو معلوم ہی تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ میں تشریف لائے ہوئے ہیں اور عنقریب کوفہ کے لیے روانہ ہوں گے۔ آپ یہ تمنا کر رہے تھے کہ کاش کوئی ایسا شخص پیدا ہو جائے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو کوفہ پہنچا دے اور وہ یہاں پہنچ کر ابن زیاد کو قتل کر دیں تاکہ قید و بند سے آزاد ہو جاؤں اور یزید کو اس کی جبر و نیت کا مزہ چکھا دوں۔

حضرت مختار تو حضرت امام حسین علیہ السلام کے حالات سے بے خبر تھے لیکن ابن زیاد کو ان کی ہر نقل و حرکت کی اطلاع تھی۔ ابن زیاد نے یہ معلوم کرنے کے بعد کہ حضرت امام حسین علیہ السلام روانہ ہو چکے ہیں۔ حُر کی سرکردگی میں ایک ہزار کاٹ کر بھیج کر عمر سعد کو جنگ حسینی کا کمانڈر انچیف بنا دیا اور اُسے حکم دیا کہ امام حسین کو کوفہ پہنچنے سے پہلے ہی قتل کر دے۔ چنانچہ وہ اسّی ہزار کی فوج سے ان کا کام تمام کرنے پر تل گیا۔ حضرت مختار کو اس کی اطلاع نہ تھی کہ عمر سعد کی سرکردگی میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے مقابلہ کے لیے فوجیں بھیجی جا رہی ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد انہیں اس انتظام کا پتہ چلا تو آپ سخت حیران و پریشان بارگاہِ احدیت میں دعا کرنے لگے۔ خدایا امام حسینؑ کی خیر کرنا۔ آپ کا حال یہ تھا کہ کبھی روتے اور کبھی سینہ و سر پیٹتے تھے۔ اور کبھی انتہائی مایوس انداز میں کہتے تھے افسوس میں دشمنوں میں مقید ہوں اور اپنے مولا کی مدد کے لیے نہیں پہنچ سکتا۔ زاید قدامہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت مختار کو بار بار یہ کہتے سُنا ہے کہ کاش میں اس وقت مقید نہ ہوتا اور امام کی خدمت میں حاضر ہو کر ان پر دولت صرف کرتا اور ان کی حمایت سے سعادت ابدی حاصل کرنے میں سر تن کی بازی لگا دیتا۔ (روضۃ المجاہدین علامہ عطاء الدین صـ۱ طبع جدید تہران و روضہ الصفا جلد ۳ صـ۷۴ و ذوب النضار صـ۴۰۲ و مجالس المومنین صـ۳۵۶، نور الابصار صـ۲۴)

کربلا میں خیام اہلبیتؑ کی تاراجی حضرت زینب کا خولی کو بددُعا دینا اور حضرت مختار کے ہاتھوں اُس کی تعمیل

ادھر تو حضرت مختار قید خانہ کوفہ میں قید کی سختیاں جھیل رہے ہیں، اُدھر واقعہ کربلا عالم وقوع میں آگیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب، اعزا، اقربا اور فرزندان سمیت شہید کر دئے گئے۔

شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد دشمنان اسلام اور قاتلان امام حسین علیہ السلام نے مخدرات عصمت وطہارت کے خیام کی طرف رُخ کیا اور اس سلسلہ میں اُس بہیمت کا ثبوت دیا جس کی مثال تاریخ عالم میں نظر نہیں آتی۔

علامہ محمد باقر نجفی تحریر فرماتے ہیں کہ قتل حسین کے بعد دشمنان خیام اہلبیت پر ٹوٹ پڑے اور انہیں لوٹنا شروع کر دیا۔ سب سے پہلے ان کی چادریں سروں سے اتار لیں۔ یہ ہنگامہ دیکھ کر عمر سعد کے گروہ کی ایک عورت تلوار لے کر انہوں پر حملہ آور ہوئی اور اس نے چلّا کر کہا "ہائے غضب، رسولؐ کی بیٹیاں بے پردہ

کی جارہی ہیں ، یہ دیکھ کر اُس کے شوہر نے اُسے پکڑلیا اور اپنے خیمہ کی طرف لے گیا۔ حضرت فاطمہ بنت الحسین کا بیان ہے کہ ایک شخص نے ہمارے پاؤں سے چھاگل اتارنا شروع کی مگر وہ رو رہا تھا میں نے کہا کہ ظلم بھی کرتا ہے اور روتا بھی ہے اس نے جواب دیا کہ روتا تو اس لیے ہوں کہ بنت رسولؐ کے پاؤں سے زیور اُتار رہا ہوں اور اُتارتا اس لیے ہوں کہ یہ تو اندھا دھند لُوٹ ہے میں نہ لوں گا تو کوئی اور لے لے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ شمر کی معیت میں ساری قوم خیموں پر ٹوٹ پڑی اور سب کچھ لوٹ لیا اور خیموں میں آگ لگادی۔ حضرت ام کلثوم کے کانوں میں دو بندے تھے ، انہیں اس طرح گھسیٹ لیا کہ لویں پھٹ گئیں اور خون جاری ہوگیا۔

حمید بن مسلم کا بیان ہے کہ گروہ جفاکار نے عورتوں کے کپڑے اُتار لیے اور امام زین العابدین کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ انہیں قتل کردیں۔ میں نے بڑھ کر کہا کہ اتنے شدید مریض کو ہرگز قتل مت کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ جونہی امام زین العابدین کو قتل کرنا چاہا۔ حضرت زینب و ام کلثوم ان سے لپٹ گئیں اور انہوں نے کہا ہمیں قتل کردے پھر انہیں قتل کرو۔

کتاب منتخب طریحی میں ہے کہ حضرت فاطمہ صغریٰ فرماتی ہیں کہ ہم درِ خیمہ پر کھڑے ہوئے دیکھ رہے تھے کہ ہمارے بابا جان اور ان کے دیگر مددگاروں کے سر کاٹے جارہے ہیں۔ پھر دیکھا کہ ان کی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے جارہے ہیں۔ میں دل میں سوچ رہی تھی کہ اب دیکھیں ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ اتنے میں خیمے لٹنے لگے۔ ایک شخص نیزہ لیے ہوئے آگے بڑھا اور اس نے اپنے گھوڑے پر سواری کی حالت میں اپنے نیزے سے ہم لوگوں کی طرف حملہ کردیا تھا۔ اور ہم سب ایک دوسرے کے پیچھے چھپنے اور جان بچانے کی کوشش کرتے تھے اور حضرت محمد مصطفیٰؐ، علی مرتضیٰؑ، امام حسینؑ غرضیکہ سب کو پکار کر چلاتے اور روتے تھے۔ اور کوئی مددگار نظر نہ آتا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ اُسی ہنگامے میں حضرت فاطمہ بنت الحسین کی طرف ایک شخص نیزہ لیے ہوئے بڑھا اور اُس نے چاہا کہ حضرت فاطمہ پر حملہ کردے ، یہ مخدرہ ایک طرف کو بھاگی۔ اس نے ان کی پشت میں نیزہ چبھو دیا۔ وہ گر کر بیہوش ہوگئیں۔ جب لوٹ مار کی آگ تھمی تو حضرت اُم کلثوم اُن کی تلاش کے لیے نکلیں۔ دیکھا کہ زمین پر بے ہوش پڑی ہیں۔ حضرت اُم کلثوم انہیں نہ جانے کس طرح ہوش میں لائیں۔ ہوش میں آتے ہی انہوں نے چادر مانگی۔ حضرت اُم کلثوم نے فرمایا۔ بیٹی ہم سب کی چادریں چھین لی گئی ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ اس ظالم نے پشت میں نیزہ کی انی چبھو کر ان

کے کان سے دُر چھین لیے تھے اور کان کی لویں شگافتہ ہوگئی تھیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سکینہ دوڑ کر اپنے پدر بزرگوار کی لاش سے لپٹ گئیں اور بیہوش ہوگئیں۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے بیہوشی کی حالت میں سُنا۔

شیعتی ما ان شربتم ماء عذب فاذکرونی ۔ او سمعتم بغریب او شهید فاندبونی

لیتکم فی یوم عاشوراء جمیعا تنظرونی ۔ کیف استقی لطفلی فابوا ان یرحمونی

ترجمہ ۱۱) اے میرے شیعو! جب ٹھنڈا پانی پینا تو میری پیاس کو یاد کرلینا، اور جب کسی غریب اور بے کس شہید کے مرنے کو سُننا تو دو آنسو بہا لینا۔

۲۔ میں رسول خدا کا نواسہ ہوں۔ مجھے دشمنوں نے بلا جرم و خطا قتل کر ڈالا اور قتل کے بعد مجھے گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کر دیا۔

۳۔ کاش! تم عاشورا کے دن کربلا میں موجود ہوتے کہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے کہ میں کس طرح اپنے بچے کے لیے پانی مانگتا تھا، اور وہ کس دلیری سے پانی دینے کے منکر تھے۔

۴۔ انہوں نے پانی کے عوض تیر سہ شعبہ سے میرے بچے کو نشانہ بنا دیا اور انہوں نے کوئی پرواہ نہیں کی، اور مصیبت پر مصیبت ڈالتے چلے گئے۔

۵۔ ویل اور پھٹکار ہو ان لوگوں پر کہ انہوں نے مجھے ستا کر رسول کریم کے قلب کو مجروح کر دیا۔ شیعو! ان پر جتنا تم سے ہو سکے لعنت کرو۔

الغرض شہادت امام حسین کے بعد اہل حرم سخت ترین مصائب میں مُبتلا ہو گئے۔ انہیں ہنگامی حالات میں بروایت ابو مخنف عمر سعد نے آواز دی کہ اے لوگو! کیا دیکھتے ہو۔ خیموں میں آگ لگا دو اور انہیں جلا ڈالو۔ یہ سن کر انہیں میں کا ایک شخص بولا کہ اے ابن سعد اما کفاک قتل الحسین و اهلبیته وانصاره کیا امام حسینؑ اور ان کے اہل بیت اور انصار کا قتل کرنا تیرے نزدیک کافی نہیں ہے۔ کہ اب ان کے بچوں کو جلا رہا ہے۔ ارے اب یہ چاہتا ہے کہ ہم لوگوں کے لیے زمین دھنس جائے اور ہم سب ہلاک ہو جائیں، اس کے بعد تمام لوگ خیموں کو لوٹنے لگے۔ اور ہنگامۂ عظیم برپا کر دیا انہوں نے حضرت زینب و اُم کلثوم کے سروں سے نہایت بے دردی کے ساتھ چادریں چھین لیں۔ حضرت زینبؑ ارشاد فرماتی ہیں کہ میں خیمہ میں کھڑی تھی ناگاہ ایک کبود چشم شخص خیمہ میں درانہ داخل ہو گیا۔ اور جو کچھ خیمہ میں تھا سب لوٹ لیا۔ پھر حضرت امام زین العابدین کی طرف بڑھا جو سخت علیل تھے۔ ان کے نیچے سے وہ چمڑا گھسیٹ لیا۔ جس پر وہ لیٹے ہوئے تھے۔ اور انہیں زمین پر ڈال دیا۔

پھر وہ میری طرف بڑھا اور اس نے میرے سر سے چادر چھین لی۔ پھر میرے گوشواروں کو اتارنے لگا۔ اور ساتھ ساتھ روتا بھی تھا جب گوشوارے اُتار چکا تو میں نے کہا ظلم بھی کرتا ہے اور روتا بھی ہے۔ اس نے کہا کہ میں تمہاری بے بسی پر روتا ہوں۔ فقلت لہٗ قطع اللّٰہ یدیك ورجلیك واحرقك اللّٰہ بنار الدنیا قبل نار الاٰخرۃ میں نے کہا، خداوند عالم تیرے ہاتھ اور پاؤں قطع کرے اور تجھے آخرت کی آگ سے پہلے دُنیا کی آگ میں جلائے۔

یہ ظاہر ہے کہ حضرت زینبؑ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ رائگان نہیں جا سکتے تھے۔ بالآخر وہ وقت آگیا کہ اُس کے ہاتھ پاؤں بھی کاٹے گئے اور وہ آگ میں بھی جلایا گیا۔ مورخ ابو مخنف لکھتے ہیں کہ حضرت زینب کے اس فرمانے کو ابھی چند ہی یوم گزرے تھے کہ حضرت مختار بن ابی عبیدہ ثقفی نے کوفہ میں خروج کیا اور دیگر ملعونیں کی طرح یہ شخص بھی جس کا نام خولی ابن یزید اصبحی تھا، حضرت مختار کے ہاتھ آگیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ ماصنعت یوم کربلا تو نے کربلا میں کون کون سی حرکتیں کی ہیں، اس نے کہا کہ میں نے امام زین العابدین کے نیچے سے کھال کا بستر کھینچا تھا، اور حضرت زینب کی چادر اُتاری تھی اور ان کے کانوں سے گوشوارے لیے تھے۔ فبکی المختار یہ سن کر حضرت مختار زار وقطار رونے لگے جب گریہ کم ہوا تو فرمایا کہ اچھا یہ بتا کہ انہوں نے اُس وقت کیا فرمایا تھا اس وقت انہوں نے کہا تھا۔ کہ خدا تیرے ہاتھ پاؤں قطع کرے اور تجھے آخرت سے پہلے دُنیا میں نذرِ آتش کرے۔

یہ سُن کر حضرت مختار نے فرمایا، خدا کی قسم حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے دہن مبارک کے نکلے ہوئے الفاظ کی میں تعمیل و تکمیل کروں گا۔ اس کے بعد آپ نے اُس کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیے اور اُسے آگ میں جلوا دیا۔ (دمعہ ساکبہ ص۳۴۸، ص۳۵۰)

اہلبیت رسُولؐ کا دربار ابن زیاد میں داخلہ اور حضرت مختار کی پیشی

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد تاراجی خیام کے موقع پر جو حالات پیدا کئے گئے وہ حقیقۃً انتہائی افسوسناک، تکلیف دہ اور حیرت انگیز تھے۔ لیکن اس واقعہ کے بعد جو رات آئی جسے آج کل (شام غریباں) سے یاد کیا جاتا ہے وہ بھی کچھ کم تکلیف دہ نہ تھی۔ تمام اعزا کا شہید ہو جانا، دشمنوں کا زبردست گھیرا، کسی وارث مرد کا موجود نہ ہونا، جنگل کا واسطہ خیام تک کا نہ ہونا مخدرات عصمت کے لیے ناقابل اندازہ مصیبت کا پتہ دیتا ہے۔

خُدا خُدا کر کے رات گزری، صبح کا ہنگام آیا، شمر ملعون حضرت امام زین العابدین کے پاس آپہنچا، اور کہنے لگا کہ حکمِ امیر ہے کہ تم اپنی پھوپھیوں، اپنی عورتوں اور اپنے بچوں سمیت شُتران بے کجاوہ پر بیٹھ بٹھا کر دربار ابن زیاد میں چلو۔ حالات ایسے پیدا ہو چکے تھے۔ کہ انکار کا کوئی محل ہی نہ تھا تاہم حضرت زینبؑ کو غیظ آگیا اور فرمانے لگیں یہ کبھی نہیں ہو سکتا مگر معاً حضرت امام حسینؑ کا ارشاد سامنے آگیا" بہن اسلام کے لیے مصیبت کا خندہ پیشانی سے استقبال کرنا" حضرت زینبؑ تیار ہو گئیں۔ شتران بے کجاوہ اور بے محمل پر بیٹھ کر بہزار دقت و دشواری اور بہزار تکلیف و مصیبت جا بجا تقریریں فرماتی ہوئیں اور خطبہ کہتی ہوئیں ابن زیاد کے دربار میں داخل ہوئیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے بیمار بھتیجا اور دیگر بنات رسول خدا ساتھ ہیں۔

مورخین کا بیان ہے کہ جس وقت سرہائے شہداء اور بنات رسول خدا داخل دربار ہوئے تو ابن زیاد بساط شطرنج پر تھا اور وہ محو ناشتہ و شراب تھا سروں کے دربار میں پہنچنے کے بعد ابن زیاد نے سر امام حسین علیہ السلام کو طشت طلا میں پیش کر کے زیر تخت رکھوا دیا تھا۔ اہلبیت رسول رسن بستہ دربار کے ایک گوشہ میں کھڑے ہوئے تھے کہ ابن زیاد نے حکم دیا کہ قید خانہ سے مختار کو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں حاضر دربار کیا جائے لوگوں نے حکم ابن زیاد کے مطابق حضرت مختار علیہ الرحمہ کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دربار میں لا حاضر کیا۔ علماء لکھتے ہیں کہ ابن زیاد نے مختار سے کہا کہ اے مختار! تم ابن ابو ترابؑ حسین کا بڑا دم بھرتے تھے۔ لو یہ دیکھو ان کا سر یہاں آیا ہوا ہے۔ حضرت مختار کی نگاہ جونہی سر امام حسین پر پڑی بے اختیار ہو گئے آپ نے کہا اے ابن زیاد، تو نے جو کچھ کیا سب بُرا کیا، اگر خدا نے چاہا تو بہت جلد اس کا نتیجہ دیکھے گا۔ اس کے علاوہ آپ نے کچھ منہ سے نہ کہا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت مختار نے جونہی سر حسین پر نگاہ کی جوش میں آ کر زنجیروں بندھے ہوئے ہونے کی حالت میں ہی ابن زیاد پر حملہ کر دیا۔ اور ایک روایت کی بنا پر انہوں نے اپنے ہاتھوں کی زنجیر توڑ ڈالی اور جھپٹ کر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن لوگوں نے پکڑ لیا۔

اس کے بعد فرمانے لگے کہ ایک ہزار مرتبہ موت آنے سے زیادہ مجھے اس وقت سر حسین دیکھ کر تکلیف پہنچی ہے۔ حضرت مختار ابھی دربار ہی میں تھے کہ اہل بیت رسول خدا کے رونے کی صدا بلند ہوئی واجداہ واحسیناہ اے نانا رسول اور اے حسین غریب، حضرت مختار یہ منظر دیکھ کر خون کے آنسو رونے لگے۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ مختار کی زنجیریں اور کس دی جائیں اور انہیں قید خانہ میں لے جا کر

ڈال دیا جائے۔ چنانچہ لوگوں نے زنجیریں اور کس دیں اور انہیں لے جا کر قید خانہ میں ڈال دیا (روضۃ المجاہدین علامہ عطاالدین حسام انوا عظ صنا طبع ایران۔ و۔ ریاض القدس جلد ا ص۱۳۶ طبع ایران)

اہلحرم کی شام کی طرف روانگی اور دمشق میں کارنامہ مختار کے جرنیل ابراہیم ابن مالک اشتر کی بہن کا نعرۂ انتقام

حضرت مختار کو قید میں ڈلوا دیا گیا اور انہیں سات سال کی مزید سزا کا حکم دے دیا گیا۔ اور اہل حرم کو یزید کے سامنے پیش کئے جانے کے لیے شام کی طرف روانہ کر دیا گیا اس خبر سے کہ اہل بیت حسین دمشق میں پہنچ رہے ہیں سارے شہر میں جشنِ عام کا اعلان کر دیا گیا۔ خواجہ حسن نظامی دہلوی لکھتے ہیں کہ دمشق میں دھوم دھام تھی کہ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے لڑکے اور ہمراہی شہید ہو گئے اور شہیدوں کے سر اور حضرت امامؑ کے بال بچے قیدی بن کر دمشق آ رہے ہیں، خاندان نبوت کے طرف داروں کے یہاں قیامت آگئی۔ وہ زبان سے اُف نہ کر سکتے تھے مگر اس خبر نے ان کے کلیجے پاش پاش کر دیئے تھے۔ اور وہ گھروں کے اندر زار و قطار رو رہے تھے۔ اس دن انہوں نے اور ان کے بچوں نے کھانا کھایا نہ پانی پیا۔ ہر ایک، ایک دوسرے کو دیکھتا تھا اور آنسو بہاتا تھا۔ یزید اور بنی اُمیہ کے خوف سے کسی کی ہمت نہ تھی کہ آواز نکالتا یا ماتم کی صدا بلند کرتا، خاوند بیوی کو دیکھ کر کلیجہ تھام لیتا اور آنکھوں سے آنسوؤں کا منہ برساتا اور بیوی خاوند کو دیکھتی اور سر پکڑ کر بیٹھ جاتی اور پھوٹ پھوٹ کر روتی۔ بچے اپنے ماں باپ کو دیکھ کر سہمے ہوئے کھڑے تھے اور نہیں جانتے تھے کہ کیوں وہ اس قدر بیچین ہیں۔

ایک بچے نے اپنی ماں سے کہا، اماں ہمیں بھوک لگی ہے اس کی ماں نے رو کر جواب دیا۔ بیٹا تمہیں خبر بھی ہے کہ جن کا کلمہ ہم سب پڑھتے ہیں۔ اُن کے نواسے بھوکے پیاسے ذبح کر ڈالے گئے اور اب ان کے بچے رسیوں سے بندھے ہوئے دمشق میں آنے والے ہیں جن کو خبر نہیں کھانا پانی میسّر ہو گا یا نہیں۔ تم کس منہ سے روٹی مانگتے ہو۔ آج کا دن روٹی کھانے کا نہیں ہے۔ وہ بچہ یہ سُن کر چپ ہو گیا اور کچھ دیر کے بعد وہ پھر رونے لگا۔

دوسری طرف بنی اُمیہ کی عورتوں نے عید کی طرح بناؤ سنگار کیا۔ اور بالا خانوں پر سیر دیکھنے بیٹھیں، عذرہ، دروہ، خضراء، فرحہ و ریحانہ کے پاس آئیں کہ ان کو تماشہ کے لیے لے چلیں مگر انہوں نے دیکھا کہ رو رہی ہیں، اور روتے روتے ان کا عجب حال ہو گیا ہے۔

خضراء نے کہا ہائیں فاطمہ آج کا دن تو خوشی کا ہے خدا نے بنی اُمیہ کے سب سے بڑے دشمن

کا کٹا ہوا سر دکھایا۔ تم روتی کیوں ہو؟ فرحہ نے کہا کہ میرے شوہر کے مرنے کی خبر آئی ہے مجھے تو اس کا غم ہے، ہائے میں اب کہاں جاؤں، کون میری خبر لے گا۔ عذرہ اور وردہ نے کہا افسوس ہے ہم کو تمہارے صدمہ سے دلی ہمدردی ہے۔ مگر تقدیر کا کچھ علاج نہیں۔ خضراء نے کہا دیکھو تم لوگوں کا خدا کیسا ظالم ہے اُس نے بیچاری عورتوں پر ذرا رحم نہ کیا اور ان کے وارث کو مار ڈالا۔

فرحہ بولی خضراء میرا دل نہ دکھاؤ خدا ظالم نہیں ہے، وہ ملک الموت کو بھی ایک دن موت دے گا۔ اور میں دعوےٰ کرتی ہوں کہ میرے ہاتھ سے دے گا۔ عذراء نے کہا کہ بے چاری فاطمہ کا دل غم سے قابو میں نہیں ہے بھلا موت کے فرشتے کو بھی کوئی آدمی ہلاک کر سکتا ہے۔ ریحانہ عرف امینہ نے کہا ہاں! ہم اس کو ہلاک کر سکتے ہیں اور کریں گے، عذرا و وردہ وغیرہ اس فقرے پر مسکرانے لگیں اور انہوں نے کہا، اچھا تم موت کو ضرور سزا دینا، چلو اب تو ہمارے ساتھ چلو، اور قیدیوں کی سیر دیکھو، فرحہ نے کہا، بس بیویو مجھے معاف کرو۔ میں اپنے حال میں مبتلا ہوں، مجھے تماشہ کی ضرورت نہیں۔

یہ سُن کر سب لڑکیاں "فرحہ" کے پاس سے چلی آئیں۔ اور اُس گھر میں پھر وہی شور ماتم بپا ہو گیا۔ جب قیدی بازار میں سے گذر رہے تھے، فرحہ نے اپنے جھروکے سے دیکھا کہ امام زین العابدین اونٹ پر بیٹھے ہیں۔ چہرہ زرد ہے، رسی سے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ قیدیوں کا نیلا کُرتا گلے میں ہے اونٹ جھروکہ کے پاس آیا تو فرحہ نے کہا: السلام علیکم یا ابن رسول اللہ۔

امام نے جواب دیا: علیک السلام یا امۃ اللہ فرحہ نے آہستہ سے رو کر کہا: میں مالک بن اشتر کی بیٹی ہوں۔ اور آپ کا انتقام لوں گی۔"

امام کا اونٹ ذرا آگے بڑھ گیا تھا، مگر انہوں نے یہ فقرہ سُنا اور مڑ کر فرحہ کو دیکھا، اور بے اختیار رونے لگے فرحہ بھی روتے روتے بیہوش ہو کر گر پڑی۔

(طمانچہ بر رخسار یزید صہ۹۳۔ باب ۱۷۔ طبع دہلی ۱۹۴۰ء)

باب ۱

اہل حرم کا دربار یزید میں داخلہ حضرت زینبؑ کا خطبہ

قید خانہ شام سے رہائی۔ مدینہ میں رسیدگی

اور

حضرت مختار کے خروج تک حضرت محمد حنفیہ کی روپوشی

علماء کا بیان ہے کہ کوفہ سے ایک ہفتہ قید کے بعد حضرات آل محمدؐ کو شام کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ یزید کے حکم سے وہاں دربار سجایا جا رہا تھا۔ آئینہ بندی ہو رہی تھی کہ اہل حرم کا لٹا ہوا قافلہ بے شمار فوج کی حراست میں (دمشق) شام پہنچا۔ دربار کے سجنے میں چونکہ "تاخیر تھی۔ اس لیے اہل حرم کا قافلہ "باب الساعات" پر تین گھنٹے بروایتے تین دن تک ٹھہرا رہا۔

ذکر العباس صہ۱۹۱ میں ہے کہ چند دن قید خانہ کوفہ میں رکھنے کے بعد مخدرات عصمت و طہارت اور سرہائے شہداء کو امام زین العابدین کے ساتھ شام کے لیے روانہ کر دیا گیا۔ یہ تباہ حال قافلہ حسینی اس طرح روانہ کیا گیا کہ آگے آگے سرہائے شہداء اُن کے پیچھے مخدرات عصمت تھیں۔

علامہ قائنی فرماتے ہیں کہ سروں میں حضرت عباسؑ کا سر آگے اور امام حسینؑ کا سر سب سے پیچھے تھا۔ (کبریت احمر صہ۱۲۰) علامہ سپہر کاشانی کی تحریر سے مستفاد ہوتا ہے۔ کہ ان حضرات کی روانگی کا انداز یہ تھا کہ راستے میں جا بجا جناب زینب خطبہ فرماتی تھیں۔ جناب اُم کلثوم مرثیہ پڑھتی تھیں۔ جناب سکینہ "نحن سبایا آل محمد" ہم قیدی اہل بیت رسولؐ ہیں۔ امام حسینؑ کا سر مبارک تلاوت سورہ کہف کرتا تھا۔ (ناسخ التواریخ جلد۶ صہ۳۵) ابو مخنف کہتے ہیں کہ اس قافلہ کا شام میں داخلہ باب خیزران سے ہوا۔ . . . . . . پھر دربار میں داخلہ ہوا۔ ایک شامی نے جناب سکینہ کو اپنی کنیزی میں لینے کی خواہش کی۔ (الہوف صہ۱۶۷) امام حسینؑ کے لب و دندان سے بے ادبی کی گئی۔ (صواعق محرقہ)۔ یزید نے حضرت زینب سے کلام کرنا چاہا۔

(روضۃ الشہداء) اور سر دربار حضرت زینب کو پکار کر کہا کہ اے زینب! خدا نے تم کو کیسا ذلیل کیا اور کس طرح تمہارے بھائی کو قتل کرا دیا۔ وغیرہ یہ سُننا تھا کہ حضرت زینب کھڑی ہو گئیں اور بہ لہجہ امیر المومنین فرمانے لگیں جس کا خلاصہ یہ ہے :۔

"تمام حمد اس خدائے کائنات کے لیے سزاوار ہے جس نے عالمین کے لیے رزق کا ذمہ لے رکھا ہے اور اس کی رحمتیں جناب رسالتمآب اور ان کی آل اطہار کے لیے موزوں ہے۔ اے شامیو! خداوند عالم نے قرآن مجید میں تم جیسے لوگوں کی طرف سچا خطاب فرمایا ہے کہ :

جن لوگوں نے اللہ تعالےٰ کی آیات کو ٹھٹھہ بنا کر جھٹلانے کے باعث فسق و فجور کے سمندر میں غوطہ لگایا ہے ان کی عاقبت اور ان کا نتیجہ نہایت مہلک اور قبیح ہوگا۔ اے یزید! خدا تجھ پر لعنت کرے، تو نے ہمارے اوپر اطراف عالم کو تنگ کر دینے اور مصائب و آلام نازل کر کے اسیر بنانے کے باعث یہ ظن قائم کر رکھا ہے کہ تو اللہ کے نزدیک مقرب اور ہم ذلیل و خوار ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ تیرے اس بے محل خوشی منانے کا باعث فقط تیرا تکبر اور تیری حماقت ہے اور لوگوں کا تیری طرف رغبت کرنا، اے ملعون، اس خوشی اور فخریہ اشعار (جسے تُو نے ابھی ابھی پڑھا ہے،) یکسوئی اختیار کر کے کیا تُو نے خداوند عالم کے اس ارشاد باصواب کو نہیں سُنا کہ کفار کو جو مہلت دی گئی ہے، یہ ان کی بہتری اور بہبودی کے لیے نہیں ہے۔ بلکہ اس لیے ہے کہ وہ سرکشی اور معصیت کی طغیانی میں کما حقہ غرق ہو لیں یہ۔ یا ابن الطلقا" اے گندی نسل کی بنیاد کیا تو نے یہ عدل برتا ہے کہ اپنی بیویوں اور کنیزوں کو تو پردہ میں محفوظ رکھا ہے اور دختران رسول کو بے مقنع و چادر شہر بہ شہر پھرایا جا رہا ہے، اور ہر خاص و عام بطور تماشا بین ان کے گرد محیط ہے۔ اے ملعون کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ دختران رسولؐ کو اس منظر عام میں لا کر خوشی مناتا ہے۔ افسوس کہ ہمارے ساتھ کوئی معین و مددگار نہیں جو ہماری اعانت و حمایت کرے۔ پھر آپ کمال مایوسی کی حالت میں فرماتی ہیں ۔ ایسے خبیث الاصل سے رقت قلب اور رحم کی کیا اُمید ہو سکتی ہے جو ابتدا سے ہی از کیاء کے جگر چبانے کے عادی ہیں اور جن کا گوشت خون شہداء بہانے کے ساتھ پیدا ہوا ہے اور ہماری طرف بغض و کینہ کی نگاہ سے دیکھنے والا ہماری عداوت میں کیوں کر کوتاہی کر سکتا ہے پھر تو اے ابن خبیث ربیع بدری کے اشعار پڑھ کر یہ مطلب بیان کرتا ہے کہ اگر میرے گزشتہ آباؤ اجداد موجود ہوتے تو میرے اس فعل پر مرحبا کے نعرے بلند کرتے ہوئے دعا دیتے کہ اے یزید تیرے دونوں ہاتھ کبھی شل نہ ہوں، حالانکہ اے خبیث تُو اس مقام پر چھڑی مار رہا ہے

جہاں رسول بوسے دیتے ہوئے تھکتے نہ تھے۔ اے ملعون تو کس طرح یہ نہ کہے حالانکہ تو ایسا ظالم ہے کہ جس نے دردرسیدہ زخموں کو دوبارہ تراش دیا ہے اور آل محمد جو نجوم ارض تھے اُن کے خون بہانے کے باعث تو نے قبر میں بے جانے والے زخم ڈال دیئے ہیں۔ اے ملعون تو نے اپنے آباؤ اجداد کو خوشی کے باعث پکارا ہے، یقیناً تو بھی ان کی طرح جہنم میں جاگزیں ہو گا۔ اس وقت تو یہ خواہش کرے گا کہ دُنیا میں میرے ہاتھ پاؤں شل ہوتے کہ کسی پر ظلم نہ کرسکتا اور گونگا ہی ہوتا کہ کسی کو لسانی تکلیف نہ دیتا اور جو کچھ دنیا میں کیا ہے نہ کیا ہوتا۔

پھر فرماتی ہیں اللھم خذ بحقنا وانتقم من ظالمنا خدایا ہمارے شہداء کا انتقام اور ہمارے حق کا بدلا تیرے ذمہ ہے۔ ——— پھر فرماتی ہیں اے ملعون یاد رکھ یہ تو نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور اپنے چمڑے اور گوشت کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے۔ کیونکہ عنقریب تجھے اس کے بدلا سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اور تو لازمی طور پر رسول اللہ کے سامنے ان جرموں کا حامل ہو کر پیش ہو گا۔ اور ہمارے جن اشخاص کو تو نے قتل کرایا ہے انہیں مردہ مت گمان کر کیونکہ شہید ہمیشہ زندہ ہوتے ہیں اور تجھ سے اس دن انتقام لیا جائے گا جس دن خدا کے سوا کسی کی حکومت نہ ہوگی اور رسول اللہ تیرے خصم اور مدمقابل ہوں گے۔ اور جبریل ان کے مددگار اور ناصر ہوں گے۔ اور تیرے مددگاروں کو بھی معلوم ہو جائے گا۔ کہ ظالمین کی عافیت کیسی ہوتی ہے۔ اور کون سی جماعت نے فتح پائی۔ اور کس جماعت کو شکست نصیب ہوئی اور اے ملعون تیرے ساتھ ہمکلامی کے سبب چاہے جتنے مصائب نازل کر دیئے جائیں میں تیری ذلت طبع اور گمراہی کے اظہار سے باز نہ آؤں گی۔ اور تیرے سامنے حق ضرور بیان کروں گی۔ ہاں البتہ اتنا ضرور ہے کہ کثرت غم کے باعث آنسوؤں سے آنکھیں ڈبڈبا رہی ہیں اور جگر پاش پاش ہوتا جا رہا ہے۔ فالعجب القتل حزب اللہ النجباء بحزب الشیطان الطلقاء عجیب بات ہے کہ گروہ خداوندی کو گروہ شیطان نے بظاہر قتل کر دیا ہے (لیکن حقیقتہً ان کی موت، زندگی کا پیغام ہے ——— اب عالم یہ ہے کہ ان خبیثوں کے ہاتھوں سے خون کے قطرات ٹپک رہے ہیں۔ اور شہداء کی نعشیں بے گور و کفن تپتے ہوئے ریگستانوں میں وحشی جانوروں کے سامنے پڑی ہیں۔ اے ملعون آج تو نے ہمارے مردوں کو قتل کرنا اور ہمارے اموال کو لوٹنا اگرچہ غنیمت سمجھ رکھا ہے لیکن عنقریب تجھے اس کے عوض عذاب کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ ہمارا اللہ پر بھروسہ ہے۔ ہمارا ذکر، ذکر خیر آخر تک رہے گا۔ اور تیرے عمل قبیح کی وجہ سے تجھ پر ہمیشہ لعنت ہوتی رہے گی۔ تیرا یہ لشکر اور تیری حکومت عنقریب ختم ہو جائے گی۔ الخ

حضرت زینب تقریر فرما رہی تھیں لیکن آپ کے دل پر بے پردگی کے غم کا بادل چھایا ہوا تھا آپ نے فرمایا ؎

آسمان دور زمین سخت کدھر جاؤں میں
بی بیو مل کے دعا مانگو کہ مرجاؤں میں

حضرت زینب کا خطبہ جاری ہی تھا کہ ایک مرتبہ یزید کی پشت کی جانب سے ایک در کا پردہ اُٹھا اور ہندہ زوجہ یزید سر و پا برہنہ باہر نکل پڑی، یزید نے فوراً تخت سے اتر کر اس کے سر پر عبا ڈالی اور کہا کہ تو نے میری بڑی توہین کی کہ بے پردہ نکل آئی۔ اس نے کہا اے یزید وائے ہو تجھ پر کہ تجھے اپنی عزت کا اتنا خیال اور آل رسول کی عزت کا مطلق خیال نہیں ہے۔ (کشف الغمہ)
دربار کی تمام مصیبتوں کو جھیلنے کے بعد مخدرات عصمت و طہارت داخل قید خانہ شام ہوگئیں قید خانہ ایسا جس پر کوئی چھت نہ تھی۔ جو ان عورات خاندان رسول کو گرمی و سردی کے شدائد سے محفوظ رکھ سکتی۔ علامہ ابن طاؤس لکھتے ہیں کہ ان کے چہرے متغیر ہو گئے تھے۔ (الهوف) ایک سال قید کی سختیاں جھیلنے کے بعد ان حضرات کی رہائی کا فیصلہ ہندہ کے ایک خواب کی وجہ سے ہوا سید سجاد نے حضرت زینب کے فرمانے کی بنا پر یزید سے ایک مکان خالی میں گریہ و ماتم کے لیے کہا، مکان خالی کرا دیا گیا، آل رسول سات شبانہ روز اپنے اعزاء و اقربا کا ماتم کرتے رہے۔ یہ پہلی مجلس ماتم ہے۔ جس کی بنیاد سرزمین دمشق میں ہوئی۔ پھر نعمان بن بشیر بن جزلم کے ہمراہ ان کی روانگی براہ کربلا مدینہ کے لیے عمل میں آئی امام حسین کا یہ لٹا ہوا قافلہ ۲۰ صفر ۶۲ھ (یوم چہلم) وارد کربلا ہوا۔ جابر بن عبداللہ انصاری جو امام حسین کے پہلے زائر ہیں، کربلا پہنچ چکے تھے، وہاں پہنچ کر مخدرات عصمت و طہارت نے تین شبانہ روز نوحہ و ماتم کیا پھر وہاں سے مدینہ کے لیے روانہ ہو گئے ایک روایت میں ہے کہ حضرت زینب قبر امام حسین چھوڑنے پر آمادہ نہ تھیں۔ لیکن امام زمانہ حضرت امام زین العابدین کے حکم سے آپ کو ہمراہ جانا پڑا۔

کربلا سے روانگی کے بعد مدینہ سے پہلے ایک مقام پر حضرت زین العابدین نے قافلہ رکوایا اور نعمان بن بشیر سے فرمایا کہ اندرون مدینہ ہمارے یہاں پہنچنے کی اطلاع دے دے، مدینہ میں اطلاع کا پہنچنا تھا کہ تمام اہل مدینہ سر و پا برہنہ حضرت زینب کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اس مقام پر ایسا کہرام بپا ہوا جس نے زمین و آسمان کو رُلا دیا۔

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت ام المومنین ام سلمہ اس عالم میں حضرت زینب کے قریب پہنچی۔

کہ اُن کے ایک ہاتھ میں جناب فاطمہ صغریٰ کا ہاتھ اور دوسرے ہاتھ میں وہ شیشی تھی جس میں رسول کی دی ہوئی خاک کربلا خون ہوگئی تھی۔ امام ابو اسحاق اسفرائنی لکھتے ہیں کہ جناب ام سلمہ نے مخدرات عصمت وطہارت سے ملنے کے بعد اُس خون کو اپنے منہ پر مل لیا اور فلک شگاف نالوں سے دل ارض و سما ہلانے لگیں۔ حضرت محمد حنفیہ کو جب اطلاع ملی دوڑ کر امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے سید سجاد کو گلے لگا کر کہا "یابن اخی، یابن اخی، یابن اخی" اے میرے بھتیجے میرے بھائی کہاں ہیں۔ میرے بھائی کہاں ہیں۔ محمد حنفیہ نے جب حضرت امام زین العابدین کے پس گردن پر ہاتھ رکھا تو آپ نے فرمایا چچا جان ہاتھ ہٹا لیجئے پوچھا بیٹا کیوں؟ فرمایا چچا جان طوق گراں بار نے گردن زخمی کر دی ہے۔ پھر امام زین العابدین نے واقعات کربلا پر مختصر سی روشنی ڈالی۔ حضرت محمد حنفیہ نے جب یہ سُنا کہ میرا بھائی تمام اعزاء اقربا کی شہادت کے بعد میدان میں یک وتنہا مددگاروں کو پکار رہا تھا کوئی مددگار تیر و تلوار کے سوا نہ پہنچتا تھا تو آپ بدحواس ہو کر زمین پر گر پڑے اور بیہوش ہو گئے۔ فلما افاق من غشوتہ "جب آپ کو غش سے افاقہ ہوا آپ انتہائی رنج وغم کی حالت میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ نے زرہ راست کی، تلوار لگائی اور اپنے بال بچوں میں جانے کے بجائے ایک طرف کو جا کر اس وقت تک کے لیے روپوش گئے جب تک حضرت مختار علیہ الرحمہ نے خروج نہیں کیا۔ روایت کے عیون الفاظ یہ ہیں ۔ وما ظهر الا فی وقت ظهر المختار۔ جب تک حضرت مختار نے خروج و ظہور نہیں کیا آپ ظاہر نہیں ہوتے۔ (مائتین جلد ۱ ص۸۲۔ ۸۰۲ روضۃ الشہداء، ابوالفدا نور العین ص۱۰۸۔ ناسخ التواریخ جلد ۶ ص۳۶۴۔ ریاض القدس جلد ۱ ص۱۵۸)

ذکر العباس ص۲۹۶ میں ہے کہ مدینہ منورہ میں مخدرات عصمت کی رسیدگی کے بعد مجلس غم کا سلسلہ شروع ہوا۔ سب سے پہلی مجلس جناب ام البنین اور حضرت عباس کے گھر منعقد کی گئی پھر دوسری مجلس امام حسن کے گھر منعقد کی گئی۔ پھر حضرت محمد حنفیہ کے گھر مجلس منعقد ہوئی۔ پھر روضۂ رسول پر مجلس منعقد کی گئی وہاں جو نوحہ پڑھا گیا اس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

؎ حضرت محمد حنفیہ کو اس امر کا شدید صدمہ تھا کہ وہ واقعہ کربلا میں شریک نہ ہو سکے۔ اور اس کی وجہ ان کی شدید علالت تھی نیز یہ کہ اُن کے اُبھی زرہ کو کپڑے کی طرح پھاڑنے سے انگلیاں زخمی ہو گئی تھیں۔ جسے کسی نے حضرت امام حسین کے لیے بھیجی تھی۔ اور وہ چار انگل بڑی تھی۔ اور آپ نے اسے پھاڑ کر چھوٹی کر دی تھی۔ علما نے لکھا ہے کہ انگلیوں میں تلوار پکڑنے کی صلاحیت باقی نہ تھی۔

(نور الابصار ص۹۰)

الایا رسول اللہ یا خیر مرسل

حسینک مقتول و نسلک ضائع

ترجمہ: اے پیغمبر اسلام، اے اللہ کے رسول اے بہترین مرسل آپ کے فرزند حسین کربلا میں قتل کر دیئے گئے اور آپ کی نسل ضائع و برباد کی گئی۔ پیغمبر اسلام کے روضہ پر نوحہ و ماتم کرنے کے بعد سارا مجمع حضرت فاطمہ اور امام حسن کے روضۂ انور پر آیا۔ اور تا دیر نوحہ و ماتم کرتا رہا۔ ابن متوج کہتے ہیں کہ اس وقت جو نوحہ پڑھا گیا اس کے پہلے شعر کا ترجمہ یہ ہے۔

اے لوگو! نوحہ کرو اور روؤ اس قتیل عطش پر جو کربلا میں تین دن کا بھوکا پیاسا مع اعزا و اقربا) شہید کر دیا گیا۔ (ریاض القدس جلد ا صـ ۲۴۶)

علامہ محمد مہدی مہاری لکھتے ہیں کہ راوی کہتا ہے کہ محمد بن حنفیہ اپنے گھر میں بیمار پڑے ہوئے تھے۔ ان کو اس سانحہ کی کوئی خبر نہ تھی۔ جب یہ رونے پیٹنے کی آواز سنی بہت گھبرائے کہنے لگے۔ یہ کیا ماجرا ہے۔ ایسا تلاطم تو جب ہی ہوا تھا جس روز رسول خدا نے انتقال کیا تھا کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس خیال سے کہ بیماری کی وجہ سے نہایت لاغر و ضعیف و کمزور و نحیف ہو گئے ہیں ایسی خبر جان گداز سن کر کہیں انتقال نہ کر جائیں۔ جب انہوں نے اصرار کیا تو ان کے غلام نے بڑھ کر کہا کہ فدا ہوں آپ پر یا ابن امیر المومنین واقعہ یہ ہے کہ آپ کے بھائی حسین کو اہل کوفہ نے بلایا تھا۔ مگر ان لوگوں نے بے وفائی کی اور مکر سے ان کے بھائی مسلم بن عقیل کو قتل کر دیا۔ ناچار وہ حضرت اپنے اہل و عیال اصحاب و انصار کے ساتھ یہاں صحیح و سالم واپس آئے ہوئے ہیں محمد بن حنفیہ نے غلام سے فرمایا۔ پھر بھائی حسین ہم کو دیکھنے کیوں نہیں آئے۔ اس نے کہا ان کو آپ کا انتظار ہے کہ آپ ہی وہاں جائیے۔ یہ سنتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے چلے بھائی کی ملاقات کو۔ ضعف سے کبھی کھڑے ہوتے تھے کبھی گر پڑتے تھے۔ جب باہر آئے سامان دگرگوں دیکھا، دل دھڑکنے لگا۔ فرمایا: این اخی این اخی ثمرۃ فوادی این الحسین لوگو! برائے خدا جلد بتاؤ، میرے بھائی میرے میوۂ دل میرے حسین کہاں ہیں، لوگوں نے کہا، اے آقا! بھائی آپ کے فلاں مقام پر ہیں، آخر لوگوں نے ان کو گھوڑے پر بٹھا دیا۔ لباس درست کر دیئے، سب غلام اُن کے ساتھ ساتھ تھے۔ یہاں تک کہ مدینہ کے باہر پہنچے تو کچھ سیاہ علم دکھائی دیئے۔ کہنے لگے کہ میرے بھائی کا علم تو سبز ہے یہ سیاہ علم کیسے ہیں واللہ قتل الحسین بنو امیہ۔ خدا کی قسم بنی اُمیہ نے حسین کو قتل کر ڈالا۔ یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور گھوڑے سے زمین پر گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے۔ خادم دوڑا ہوا امام زین العابدین کے

پاس گیا اور کہا

"یا مولای ادرک عمک قبل ان یفارق روحہ الدنیا"

اے آقا جلد اپنے چچا کی خبر لیجیئے قبل اس کے کہ ان کی روح دنیا سے انتقال کر جائے۔ یہ سنتے ہی بیمار کربلا چلے، روتے جاتے تھے۔ دست مبارک میں سیاہ رومال تھا۔ اس سے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ جب پہنچے اپنے چچا کے سر کو گود میں رکھ لیا۔ جب ہوش میں آئے بھتیجے کو دیکھ کر پوچھا، بیٹا یہ تو بتاؤ کہ میرے بھائی میرے نور بصر، تمہارے باپ، میرے والد کے جانشین کہاں ہیں؟

فرمایا چچا کیا پوچھتے ہو حال اپنے بھائی کا۔ ظالموں نے اُن کو قتل کیا۔ سب کے سب مارے گئے ہمارے ساتھ فقط عورتیں بے والی و وارث، بے حامی و مددگار روتی پیٹتی آئی ہیں، اے چچا! کیا حال ہوتا آپ کا اگر دیکھتے کہ وہ جناب ایک ایک سے پناہ مانگتے تھے مگر کوئی پناہ نہ دیتا تھا ایک ایک سے پانی مانگتے تھے۔ مگر کوئی پانی نہ دیتا تھا۔ حالانکہ جانور تک پیتے تھے۔ مگر حسین کو بھوکا پیاسا قتل کیا۔ سنتے ہی محمد حنفیہ نے ایک چیخ ماری اور پھر بیہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے کہا بیٹا کچھ اور بیان کرو کہ کیا کیا مصیبتیں تم لوگوں پر گزریں۔ سید سجاد بیان کرتے جاتے تھے اور دونوں آنکھوں سے مثل پرنالے کے آنسو جاری تھے، دست مبارک میں رومال تھا اس سے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ کہاں تک مصیبتوں کو بیان کرتے۔ کہتے کہتے تھک گئے اتنے میں مدینہ کی عورتیں بھی پہنچ گئیں۔ جب زنانِ اہل بیت سے ملیں تو ایک کہرام مچا ہوا تھا۔ ماتم کرتی تھیں۔ منہ پر طمانچے مارتی تھیں کہ اگر پتھر ہوتا تو وہ بھی غم سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا (لواعج الاحوال جلد ۲ صہ ۶۲ ۳ طبع دہلی)

علامہ کنتوری لکھتے ہیں کہ مدینہ میں نوحہ و ماتم کا سلسلہ پندرہ شبانہ روز تک مسلسل جاری رہا۔ (مائتین صہ ۷۹۹، مقتل ابی مخنف صہ ۴۸) ایک روایت میں ہے کہ اس دوران میں کسی کے گھر میں آگ نہیں سلگائی گئی۔ علما کا اتفاق ہے کہ رسول کریم کی مخدرات عصمت و طہارت نے غم کے لباس اس وقت تک تبدیل نہیں کیے جب تک حضرت مختار کے ہاتھوں قتل ہو کر ابن زیاد اور عمر سعد کا سر حضرت امام زین العابدین کی خدمت میں نہیں پہنچ گیا۔ یعنی عورات بنی ہاشم نے ۶۲ھ سے ۶۷ھ تک لباس غم نہیں اتارا۔ اور اپنے سروں میں تیل نہیں ڈالا۔ اپنی آنکھوں میں سرمہ نہیں لگایا جب ۹ ربیع الاول ۶۷ھ کو یہ سر مدینہ پہنچے ہیں۔ تو بحکم امام علیہ السلام مخدرات عصمت و

طہارتؑ نے غم کے لباس اُتارے۔ اور فی الجملہ خوشی منائی۔ (مجالس المومنین ص۳۵۶، اصدق الاخبار ص۹، ذوب النضار ابن نما ص۴۱۵، اخذ الثار ابو مخنف ص۴۹۶۔ رجال کشی ص۸۵)

باب ۱۱

زندانِ کوفہ میں حضرت مختار کی حالتِ زار

حضرت میثم تمار سے ملاقات

اور

مُعلّم کوفہ عمیر بن عامر ہمدانی کا واقعہ اور حضرت مختار کی رہائی

حضرت مختار محبت آلِ محمد کے جرم میں قید خانہ کوفہ کی سختیاں نہایت دلیری کے ساتھ جھیل رہے ہیں، مختار کو اس دن کے بعد سے جس دن اہل حرم دربار کوفہ میں تھے اور مختار کو بلایا گیا تھا پھر مختار کو روشنی دیکھنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ انہیں ایسے قید خانہ میں محبوس کیا گیا تھا جو خاص شیعیانِ علی بن ابی طالب کے لیے خصوصیت کے ساتھ تعمیر ہوا تھا۔ وہ ایسا قید خانہ تھا جس میں نہ دھوپ کی روشنی پہنچتی تھی۔ اور نہ ٹھیک طریقے پر اس میں ہوا کا گذر ہو سکتا تھا۔ وہ قید خانہ جس میں لوہے کے در لگے ہوتے تھے۔ اور جس کے قفل پر ابن زیاد کی مہر لگی ہوئی تھی۔ اور اس کی تاریکی اور گہرائی کے لیے مورخین لکھتے ہیں۔ کہ سطح زمین سے ایک روایت کی بنا پر پچاس ہاتھ نیچے اور ایک روایت کی بنا پر پچیس ہاتھ نیچے تھا۔ اس میں داخلہ کے وقت پچاس یا بیس سیڑھیاں طے کرنا پڑتی تھیں۔ اس قید خانہ میں کوئی ایک دوسرے کو پہچان نہ سکتا تھا اس قید خانہ میں عرصہ دراز سے چار ہزار پانچ سو محبان امیر المومنین مقید تھے۔ جن میں حضرت میثم تمار بھی تھے۔ حضرت مسلم نے دوران قیام کوفہ میں بھی طے کیا تھا کہ ایک ذرا غلبہ نصیب ہوتے ہی سب سے پہلے ان لوگوں کو رہا کرانا ہے۔ (نور الابصار ص۵۶)

حضرت مختار اسی شدید ترین قید خانہ میں محبوس کئے گئے تھے۔ اور ان کے ساتھ ایک خاص

ظلم یہ تھا کہ ان کے ہاتھ پشت کی جانب سے بندھے ہوئے تھے۔ اور سارا جسم زنجیروں سے جکڑا ہوا تھا۔ گلے میں طوق گرانبار اور پیروں میں سخت قسم کی بیڑیاں تھیں۔ حضرت مختار کی حالت یہ تھی کہ انہیں گردن پھرانے کا بھی امکان نہ تھا۔ مزید برآں یہ کہ ان کو قید خانے کے آخری کونے میں ڈالا گیا تھا۔ (اخذ الثار و انتصار المختار ابی مخنف صفحہ ۴۸ ضمیمہ بحار طبع ایران) حضرت مختار کے ہمراہ عبداللہ ابن حارث بن عبدالمطلب بھی تھے۔ قید خانے میں پہنچ کر بہت دنوں تک حضرت مختار کے قید خانہ میں ہونے سے اہلِ قید خانہ بے خبر تھے۔ ایک دن نہ جانے کس طرح حضرت میثم تمار نے محسوس کر لیا کہ مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی بھی اسی قید خانہ میں ہیں۔ بالآخر دونوں میں ملاقات ہو گئی۔ اور ایک ہی جرم کے مجرم میثم تمار و مختار آپس میں ہمکلام ہوئے۔ گفتگو ہوتے ہوتے یہ بات بھی ہوئی کہ اب آئندہ کیا ہوتا ہے۔ عبداللہ ابن حارث نے کہا کہ میں تو اپنے جسم کے بال صاف کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ عنقریب مجھے پھانسی دی جائے گی۔ حضرت مختار نے کہا کہ تم اس کا خیال بھی نہ کرو ابن زیاد نہ مجھے پھانسی دے سکتا ہے اور نہ تمہیں سپرد دار کر سکتا ہے۔ عنقریب تم رہا ہو کر بصرہ کے حاکم ہو گے۔ یہ سن کر حضرت میثم تمار نے فرمایا۔ اے مختار! تم واقعاً قتل نہ ہو گے۔ اور ضرور رہا کئے جاؤ گے۔ کیونکہ حضرت امیر المومنین نے فرمایا ہے کہ تمہیں نے واقعہ کربلا کا بدلا لینا ہے۔ تم قید سے ضرور چھوٹو گے۔ اور بے شمار دشمنان آل محمد کو قتل کرو گے۔ (دمعہ ساکبہ صفحہ ۴۰۵)

حجۃ الاسلام علامہ محمد ابراہیم تحریر فرماتے ہیں۔ کہ مختار کی غذا قطران قرار دی گئی جو سیاہ رنگ کی چیز ہوتی ہے خارشتی ناقہ کے پشت پر ملی جاتی ہے۔ جس کی شدید حرارت سے جگر شق ہوتا ہے اور آنکھوں سے پانی جاری رہتا ہے۔ (نور الابصار صفحہ ۲۷)

بہر حال حضرت مختار قید خانہ کی سختیاں جھیل ہی رہے تھے۔ کہ دفعتہً ایک دن عمیر بن عامر ہمدانی کا قید خانہ میں داخلہ ہوا انہیں چونکہ اسی قید خانہ میں مختار کے مقید ہونے کی خبر تھی لہٰذا نے داخل قید خانہ ہو کر حضرت مختار کو تلاش کیا اور ان کے قریب جا کر انہیں سلام کیا۔ حضرت مختار نے سر اٹھا کر عمیر بن عامر کو دیکھنے کی سعی کی مگر گردن نہ اٹھ سکی۔ پوچھا تم کون ہو۔ کہا میں عامر بن ہمدانی ہوں۔ پوچھا کس جرم میں یہاں لائے گئے ہو۔ عرض کی محبت آل محمد کے جرم میں۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے اوپر گزرے ہوئے واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا۔

معلم کوفہ عمیر بن عامر ہمدانی کی سرگذشت

حضرت امام عبداللہ ابن محمد اپنی کتاب قرۃ العین فی اخذ ثار الحسین صفحہ ۱۲ طبع بمبئی ۱۲۹۲ھ

میں اور علامہ عطا الدین حسام الواعظ اپنی کتاب، روضۃ المجاہدین صد ۶۳ میں اور مورخ اعظم ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی، اپنی کتاب اخذ الثار وانتصار المختار علی الطغاۃ الفجار ضمیمہ بحار جلد ۱۰ صنہ ۲۸۸ طبع ایران میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام جب درجہ شہادت پر فائز ہو چکے اور بنی امیہ کا اقتدار بلند ہو چکا اور شیعیان علی بن ابی طالب ابن زیاد کے ظلم وجور کی فراوانی کی وجہ سے شرق وغرب عالم میں منتشر ہو چکے تو ابن زیاد بدنہاد نے کوفہ و بصرہ میں اعلان عام کرا دیا کہ جو علی بن ابی طالب اور ان کی اولاد کو خیر کے ساتھ یاد کرے گا۔ اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اسی دوران میں یہ واقعہ ہوا کہ کوفہ کے ایک معلم عمر بن عامر ہمدانی جو آل محمد کے شیعوں میں سے تھے۔ اور مخفی طور پر اپنے ایمان کو چھپائے زندگی کے دن گزار رہے تھے۔ اور اپنے دل میں دعائیں کرتے تھے کہ خدایا مجھے ایسے شخص کی امداد کا موقع عنایت فرمایا جو قاتلان حسین کو قتل کرنے والا ہو۔ شب و روز یہی دعائیں کرتے تھے۔ اور قید خانہ میں مختار پر جو گزر رہی تھی۔ اس سے بڑے دل تنگ تھے۔ لیکن کچھ نہ کر سکتے تھے یہ معلم نہایت متقی اور پرہیزگار شخص تھے۔ اور بے انتہا زیرک اور ہوشمند اتفاقاً ایسے وقت میں جبکہ آپ مشغول تدریس تھے۔ اور کوفہ کے تمام بڑے بڑے لوگوں کے لڑکے زیر درس تھے۔ ایک شخص سے پانی طلب کیا اس نے ٹھنڈے پانی کا جام حاضر عمر بن عامر کیا۔ آپ نے جونہی اُسے نوش کیا۔ واقعہ کربلا کا نقشہ نگاہوں میں پھر گیا اور بے ساختہ منہ سے یہ نکل گیا کہ خدایا امام حسین کے قاتلوں اور اُن پر پانی بند کرنے والوں پر لعنت کر۔ اس کے بعد کوزہ واپس کر دیا اور ایک درہم پانی پلانے والے کو بھی دیا۔ وہ تو چلا گیا لیکن معلم سے ضبط گریہ نہ ہو سکا۔ وہ باآواز بلند رونے لگا۔

معلم کے پاس جو بچے زیر تعلیم تھے۔ اور اس وقت حاضر تھے۔ اُن میں سنان بن انس نخعی کا فرزند بھی تھا اس نے جب معلم سے قاتلان حسین پر لعنت کرتے سُنا تو اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ تو مجھے اور میرے والد کو نہیں جانتا کہ ہم لوگ کون ہیں تو نے اتنی بڑی جسارت کی کہ ہمارے سامنے حسین کے قاتلوں پر لعنت کر دی کیا تجھے نہیں معلوم کہ حسین کا قاتل ابن زیاد اس وقت حاکم کوفہ ہے۔ جس نے عمر سعد کی کمان میں امام حسین کو بحکم یزید قتل کرایا ہے۔ اور قتل کے بعد میرے باپ سنان ابن انس نے ان کا سر نیزے پر بلند کیا تھا اب تیری اتنی مجال ہو گئی کہ تو ہمارے سامنے ان لوگوں پر لعنت کرے۔ اور انہیں گالیاں دے۔ سُن میں اسے کسی صورت میں برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ سُننا تھا کہ معلم عمر بن عامر کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ اس کے ہاتھ سے طوطے اُڑ گئے۔ ہکا بکا، حیران کھڑا فرزند سنان بن انس کا منہ تکنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد جو اوسان بجا ہوئے تو اس نے کہا کہ بیٹے میں

نے کہا کچھ ہے اور تو سمجھا کچھ ہے، تیرا جو خیال ہے وہ میرا منشا نہیں ہے۔ میں نے تو کسی پر لعنت نہیں کی۔ نہ جانے میں نے کیا کہا اور تو نے کیا سُنا۔

غرضیکہ معلم نے ابن سنان بن انس کو نہایت نرمی اور شفقت سے سمجھا بجھا دیا اور اُس سے خواہش کی کہ ان باتوں کا کسی سے تذکرہ نہ کرنا۔ اس لڑکے نے فی الحال معلم کے کہنے سے خاموشی اختیار کر لی۔ مگر چونکہ نسل میں کھوٹ تھا اس لیے وہ اسے بالکلیہ فراموش نہ کر سکا اُسے جب یقین ہو گیا کہ معلم کے ذہن سے اب واقعہ محو ہو گیا ہو گا تو ایک عرصہ کے بعد ایک خرابہ (کھنڈر) میں گیا جو مکتب کے قریب ہی تھا۔ اس میں پہنچ کر اس نے یہ حرکت کی کہ سب سے پہلے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور صافہ کے شملہ میں ایک پتھر باندھ لیا۔ پھر اس پتھر سے اپنے سر اور جسم کو اس درجہ زخمی کیا کہ "لہو لہان" ہو گیا جب جسم کے مختلف اطراف سے خون بہنے لگا تو روتا پیٹتا دارالامارہ میں گیا جہاں اس کا باپ کرسی اقتدار پر بیٹھا تھا۔ باپ نے اسے دیکھا گھبرا کر پوچھا خیر تو ہے اس نے کہا خیر کیا ہے، واقعہ یہ ہوا کہ معلم عمیر بن عامر ہمدانی نے پانی پی کر "قاتلان حسین پر لعنت کی اور ان لوگوں پر بھی لعنت کی جن لوگوں نے ان پر پانی بند کیا تھا اور جنہوں نے ان کا حق غصب کیا ہے یہ سن کر میں نے اس سے کہا کہ تو جو کچھ کہہ رہا ہے اسے سمجھ کر کہتا ہے یا یونہی بول رہا ہے۔ اس نے جواب دیا میں بہت سمجھ کر کہہ رہا ہوں اور اب سُن لے، خدا لعنت کرے۔ یزید، ابن زیاد، سنان پر اور تجھ پر، میں نے کہا کہ اے شیخ کیا یزید سے زیادہ حسین مستحق خلافت ہے جو تو ایسی باتیں کرتا ہے۔ اس نے مجھے اس کے جواب میں گردن سے پکڑ لیا اور مجھے گھسیٹ کر ایک تاریک کمرہ میں لے گیا اور مجھے رسی سے بہت مستحکم طریقہ پر باندھ دیا۔ اس کے بعد مجھے مارنا شروع کیا اور اس درجہ مارا کہ میں مرنے کے قریب پہنچ گیا۔ دفعتاً رسی ٹوٹ گئی اور میں جان بچا کر بھاگ نکلا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر رسی نہ ٹوٹتی تو میں آج قتل کر دیا جاتا یہ سننا تھا کہ سنان بن انس آگ بگولا ہو گیا اور حضرت علی اور ان کے شیعوں کے حق میں اول فول بکنے لگا۔ پھر نہایت غصہ کے عالم میں ابن زیاد کے پاس پہنچا اور اپنے لڑکے کو ہمراہ لے جا کر اس کے سامنے اس کی پیٹھ کھولی اور سارے زخم اُسے دکھلائے۔ اور اس نے کہا کہ اے امیر عمیر ابن عامر نے میرے لڑکے پر بڑا ظلم کیا ہے۔ اس نے پوچھا کیا ہوا۔ اس نے کہا کہ عمیر بن عامر نے پانی پی کر قاتلان حسین پر لعنت بھیجی اور اس کے اس فعل پر میرے لڑکے نے ٹوکا تو اس نے اس کا یہ حال بنا دیا۔

یہ سننا تھا کہ ابن زیاد کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور اُس نے دربان سے کہا کہ عمیر کو اس کے گھر سے پکڑ کر میرے پاس حاضر کر اور اگر اس کے لانے میں کوئی مزاحمت کرے تو اُسے قتل کر دے اور

اس کا گھر پھونک دے۔

حکم ابن زیاد پاتے ہی دربان، عمیر بن عامر کی تلاش میں نکل پڑا اور اس کے گھر جا کر اس کو جس حال میں تھا گرفتار کر لیا۔ اس کے گلے میں عمامہ کا پٹہ ڈال کر گھسیٹتے ہوئے ابن زیاد کی خدمت میں حاضر کیا، تو ابن زیاد نے کہا کہ اے عمیر خدا تجھے غارت کرے۔ تو نے ہی قاتلانِ حسین پر لعنت کی ہے اور تو ہی حسین کا مداح ہے۔ یہ کہہ کر ابن زیاد نے غلاموں کو حکم دیا کہ اسے مارو، چنانچہ سب نے مل کر اس کا حلیہ بگاڑ دیا۔ اس کے منہ کے سارے دانت توڑ دیئے۔

جب کافی مار پڑ گئی تو عمیر نے اپنی خطا دریافت کی۔ کہا گیا کہ خطا کیا پوچھتا ہے تو نے قاتلانِ حسین پر لعنت کی ہے اس کی تجھے سزا مل رہی ہے۔

عمیر بن عامر نے جب اپنی خطا سنی تو کہا خدا کی قسم میں نے کچھ نہیں کہا اور اس لڑکے کے ساتھ کچھ نہیں کیا۔ خدا کی قسم اس نے مجھ پر افترا کیا اور بہتان باندھا ہے۔ حضور میرے امر میں جلدی نہ کریں۔ اور کسی کے قول کو باور نہ فرمائیں۔ میں نے کچھ نہیں کہا۔ سنئے اگر ایک شخص بھی اس امر کی گواہی دے دے کہ میں نے کچھ کہا یا کچھ کیا ہے تو میری جان اور میرا مال تیرے لئے حلال ہے یہ سن کر ابن زیاد کا غصہ قدرے فرو ہو گیا لیکن حکم دے دیا کہ اسے قید کر دیا جائے۔

حکم ابن زیاد پاتے ہی کارندوں نے اُسے اسی قید خانہ میں پہنچا دیا، جو شیعیان علی بن ابیطالب کے لیے بنایا گیا تھا۔ معلم عمیر بن عامر ہمدانی کا بیان ہے کہ حکم ابن زیاد پانے کے بعد مجھے ایسے قید خانے میں لے گئے جو زمین کے اندر تھا اور اس پر قفل لگے ہوئے تھے، اور نگہبان مقرر و معین تھے وہ قید خانہ اتنا تاریک تھا کہ رات اور دن میں کوئی فرق نہ تھا۔ میں ایسا سمجھ رہا تھا کہ جیسے مجھے تحت الثریٰ میں پہنچا دیا ہے۔ اس قید خانے میں سطح زمین سے نیچے کی طرف پچاس زینے تھے۔ جب میں آخری زینے پر پہنچا تو مجھے بالکل ہی کچھ نظر نہ آیا۔ مجھے وہاں پہنچا کر منہ کے بل ڈال دیا گیا۔ پھر میں نے سر اُٹھا کر ادھر اُدھر نظر کی کچھ بھی دکھائی نہ دیا اور سوا لوگوں کی آوازوں کے جو چیخ و پکار اور فریاد کر رہے تھے اور کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ میں سخت حیرانی کی حالت میں اس میں دن گزارنے لگا۔

ایک دن میں نے محسوس کیا کہ قید خانہ کے آخری گوشہ سے آواز آ رہی ہے اور زنجیریں ہل رہی ہیں۔ میں نے قریب جا کر ایک ایسے شخص کا ادراک کیا جس کے دونوں پیروں میں بڑی بڑی بیڑیاں پڑی ہیں اور اس کے دونوں ہاتھ پسِ گردن سے بندھے ہیں۔ اور زنجیروں میں اس طرح جکڑا ہوا ہے کہ دائیں بائیں ہل نہیں سکتا اور نہ زمین پر آسانی سے لیٹ سکتا ہے۔ اس شخص کے چہرہ

پر ایک گہرا زخم ہے جس سے مواد جاری ہے، میں نے اس سے زیادہ سختی میں کسی ایک کا بھی ادراک نہیں کیا۔

میں نے اُسے اس حال میں دیکھ کر اس پر سلام کیا اس نے جواب سلام دیا اور سر اُٹھا کر میری طرف دیکھا اس کے بعد آہ سرد کھینچ کر میری طرف متوجہ ہوا۔ میں نے نہایت قریب سے دیکھا کہ اس کے سر کے بال آنکھوں کو بند کئے ہوئے ہیں۔ اس کی حالت دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ میں نے پوچھا کہ اے شخص تو نے کون سی خطا کی ہے جس کی تجھے اتنی سخت سزا دی گئی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تجھ سے زیادہ سختی میں کوئی اور قیدی نہیں ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ خدا کی قسم محبت آل محمد کے سوا میرا کوئی گناہ نہیں ہے۔ میں نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے اُس نے کہا: مجھے مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کہتے ہیں۔

یہ سننا تھا کہ میں اُن کے قدموں پر گر پڑا اور ان کے پیروں کا بوسہ دینے لگا۔ یہ دیکھ کر مختار نے مجھے دعائیں دیں اور مجھ سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ میں نے کہا عمیر بن عامر ہمدانی معلم اطفال کوفہ۔

حضرت مختار نے کہا کہ سبحان اللہ! یہ کیا بات ہے کہ تم تو ان کے بچوں کو تعلیم دیتے ہو۔ پھر ایسے سخت قید خانے میں کیسے آ گئے۔ یہ ایسے لوگوں کی جگہ ہے جو آل محمد کے دوست دار ہوں۔ اور بنی اُمیہ کو ان سے خدشہ ہو کہ کہیں اُن کی حکومت کا تختہ نہ پلٹ دیں۔ اور خون حسین کا بدلہ لینے پر آمادہ نہ ہو جائیں۔

معلم کوفہ کا بیان ہے کہ میں کئی روز تک ان کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ اور بات چیت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک دن اُنہوں نے فرمایا کہ اے عمیر ہمدانی تم عنقریب قید سے رہا ہو جاؤ گے۔

ابو مخنف کا بیان ہے۔ کہ حضرت مختار کا یہ فرمانا بالکل درست ثابت ہوا کیونکہ اس ارشاد کے چند ہی دنوں کے بعد معلم رہا ہو گیا اس کی رہائی کے متعلق مرقوم ہے کہ معلم کی گرفتاری کے بعد اس کی وہ بھتیجی جو کہ ابن زیاد کی لڑکی کی دایہ تھی جس کا نام "بستان" تھا۔ اُسے جب اطلاع ملی کہ میرا چچا گرفتار ہو گیا ہے تو اس نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ اور بال بکھیر لیئے اور اسی حالت میں ابن زیاد کی لڑکی کے پاس گئی۔ ابن زیاد اس لڑکی کو دل و جان سے چاہتا تھا۔ اس نے جب اپنی دایہ کو اس حال میں دیکھا تو کہا خیر تو ہے تو نے یہ کیا حالت بنائی ہے۔ اس نے جواب دیا۔ اے میری مالکہ میرے چچا عمیر بن عامر ہمدانی پر کسی بچے نے بہتان لگا کر امیر سے شکایت کر دی

ہے۔ اور امیر نے اُسے گرفتار کرا دیا ہے۔ حالانکہ وہ معلم ہونے کی حیثیت سے ہر ایک کا خادم ہے اور اس کا سب پر حق ہے اے میری مالکہ اس کو جس طرح قید میں رکھا ہے اگر اسی طرح وہ مقید رہا تو بہت جلد مر جائے گا۔ میں آپ کے پاس اس لیے آئی ہوں کہ آپ میری خدمت کا لحاظ کر کے اپنے والد سے سفارش کر دیجئے۔ اور میرے چچا کو رہا کرا دیجئے۔

ابن زیاد کی لڑکی نے کہا کہ گھبراؤ مت میں بڑی خوشی سے سفارش کروں گی۔ اور اُسے رہا کرا چھوڑوں گی۔ یہ کہہ کر وہ اسی وقت اُٹھی۔ اور اپنے باپ کے پاس گئی اور اس سے کہنے لگی۔ بابا جان میری دایہ کا چچا عمیر بن عامر ہمدانی ایک مرد ضعیف اور کبیر السن ہے جو معلم کوفہ ہے جس کے پاس کوفہ کے تمام بچے پڑھتے رہے ہیں، اس کے خلاف کسی بچے نے افترا پردازی کر کے اسے گرفتار کرا دیا ہے اور آپ نے اُس پر عاید کردہ الزام کو درست تسلیم کر لیا ہے۔ بابا اس کے تمام اہل کوفہ پر بڑے حقوق ہیں۔ اگر اسے قید میں مزید رکھا گیا تو وہ اپنی کمزوری اور بڑھاپے کی وجہ سے ہلاک ہو جائے گا۔ بابا جان میں چاہتی ہوں کہ آپ اسے میرے حوالے کر دیجئے۔ اور اس کو مجھے بخش دیجئے اور جلد سے جلد اسے رہا کر دیجئے۔

ابن زیاد نے اپنی لڑکی کی گفتگو سن کر کہہ دیا کہ جا میں نے اسے رہا کر دیا، لڑکی اُٹھ کر چلی گئی اور اس نے داروغہ محبس کو بلوا کر حکم دیا کہ عمیر بن عامر ہمدانی کو رہا کر دو، چنانچہ اس نے زندان بان کو حکم دے دیا اور وہ قید خانہ میں جا کر قفل کھولنے لگا۔ قفل کھلنے کی جیسے آواز آئی حضرت مختار نے عمیر سے کہا کہ در زنداں تیری رہائی کے لیے کھل رہا ہے۔ یہ سن کر معلم اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور فوراً دوڑ کر حضرت مختار کے گلے لگ گیا۔ اور کہنے لگا اے میرے مولا! خدا ایسے گھڑیں پھر کبھی نہ لائے لیکن آپ کی جدائی مجھے بہت شاق ہے۔ دل یہی چاہتا ہے کہ آپ کا ساتھ نہ چھوٹے۔ حضرت مختار نے فرمایا اے عمیر خدا تم کو جزائے خیر دے، سنو! مجھے تم سے ایک حاجت ہے اگر تم اسے پوری کر دوگے۔ تو میں تم کو اس کی جزا دوں گا۔ اور اگر مجھ سے جزا دینا ممکن نہ ہو سکا تو خدا اور رسول جزائے خیر دیں گے۔

مسلم عمیر بن عامر ہمدانی نے دست بستہ عرض کی مولا، فرمایئے، زہے نصیب کہ مجھے آپ کے ارشاد کی تعمیل کا موقع مل سکے۔ میں ضرور آپ کے ارشاد کی تعمیل کروں گا۔

حضرت مختار نے فرمایا کہ اے عمیر اگر تم بخیریت اپنی جگہ پہنچ جانا تو میرے لیے کسی صورت سے ایک تھوڑا سا کاغذ، ایک قلم اور دوات فراہم کر کے میرے پاس بھیجنے کی سعی کرنا، معلم نے کہا، حضور بسر و چشم اس کی سعی بلیغ کروں گا۔

ابھی ان دونوں میں بات چیت ہو رہی تھی کہ قید خانہ کا دروازہ کھل گیا اور دربان نے آکر آواز دی کہ اے معلم عمیر بن عامر ہمدانی، امیر ابن زیاد تم سے راضی ہو گیا ہے اور اس نے تمہاری رہائی کا حکم دے دیا ہے۔ معلم یہ سن کر اُٹھ کھڑا ہوا اور دوڑ کر حضرت مختار کے گلے لگ کر نہایت بدحواسی سے رونے لگا۔ اس کے بعد ان سے رخصت ہو کر زندان بان کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔ قید خانہ سے نکل کر معلم، امیر ابن زیاد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابن زیاد کی نظر جونہی معلم پر پڑی کہنے لگا کہ اے معلم! میں نے اپنی لڑکی کے کہنے سے تیرا گناہ معاف کر دیا ہے۔ دیکھ اب آئندہ ایسا جرم عظیم (لعنت بر قاتلان حسین) نہ کرنا۔ معلم نے کہا کہ حضور میں بارگاہ خداوندی میں توبہ کرتا ہوں کہ اب کبھی بچوں کو تعلیم نہ دوں گا۔ اور اب کسی مکتب اور مدرسہ میں برائے تدریس نہ بیٹھوں گا۔ ابن زیاد نے کہا، اچھا جاؤ۔ میں نے تم کو رہا کر دیا ہے۔ معلم ابن زیاد کو سلام کر کے وہاں سے روانہ ہو گیا۔

قید خانہ میں حضرت مختار کو قلم دوات پہنچانے کی سعی

معلم عمیر بن عامر ہمدانی قید خانہ سے چھوٹنے کے بعد اپنے گھر پہنچے انہوں نے محض اس خیال سے کہ کہیں راز فاش نہ ہو جائے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ بروایتے اس نے کہا کہ اگر تم چاہو طلاق لے لو۔ اور چاہو تو میرے ساتھ رہو۔ لیکن میرے راز کی حفاظت کرو۔ بروایت ابو اسحاق اسفرائنی معلم نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر اس کا مہر ادا کر دیا۔ اور اس کو اس کے باپ کے گھر بھیج دیا۔ اور خود ارشاد مختار کی تعمیل کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ بیوی نے طلاق لینی پسند نہیں کی۔ اور وہ عمیر کے پاس ہی رہی۔ اس کے بعد عمیر نے پانچ سو اشرفی ایک رومال میں باندھی اور اسی رومال کے دوسرے گوشہ میں ایک ہزار درہم باندھا اور ایک موٹا گوسفند بھنوایا اور بہت سی روٹیاں پکوائیں اور بہت سی مٹھائی منگوائی اور بہت کافی فروٹ منگوایا اور جب رات کی تاریکی چھا گئی تو اسے اپنے سر پر اٹھا کر خود لے جا کر زندان بان کے مکان پر پہنچے۔ عمیر اگرچہ بہت مالدار اور کوفہ کے نمایاں افراد میں سے تھے۔ لیکن اپنی پوزیشن کا خیال کیے بغیر سب کچھ اپنے سر پر اس لیے لاد کر لے گئے کہ کسی کو راز معلوم نہ ہو سکے۔ زنداں بان کے دروازے کو کھٹکھٹایا تو اس کی بیوی نے کہا کہ وہ کہیں باہر گیا ہوا ہے۔ عمیر نے سارا سامان اس کی بیوی کے حوالے کر دیا۔ اور اس سے کہہ دیا، کہ جب آئے تو بعد سلام میری طرف سے کہنا کہ معلم نے نذر مانی تھی۔ آج اس نے اسے ادا کیا ہے۔ اس لیے یہ سامان تم کو دیا گیا ہے۔ یہ کہہ کر وہ اپنے گھر واپس آیا۔

جب صبح ہوئی زنداں بان اپنی ڈیوٹی سے واپس آیا، آکر سارا سامان دیکھ کر پوچھنے لگا کہ یہ کس نے دیا ہے۔ زوجہ نے عمیر معلم کی ساری گفتگو دُہرا دی۔ زنداں بان نے کہا خدا کی قسم کوئی نذر نہ تھی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے ذیل میں کسی حاجت کی تکمیل چاہتا ہے۔ زندان بان حضرت امام حسین کے دوست داران میں سے تھا اور امام حسین کے مصائب سے بے حد متاثر تھا۔ اس کے محب آل محمد ہونے کی اطلاع عمیر کو نہ تھی۔ دوسری رات عمیر نے پھر پہلے قسم کے تحائف زندان بان کے گھر پہنچا دیئے، اور وہی پہلی بات جو نذر سے متعلق تھی۔ اسے زوجہ کے ذریعے سے کہلا دیا۔ جب صبح ہوئی اور وہ گھر پلٹ کر آیا تو زوجہ نے سب ماجرا اس سے بیان کیا۔ اس نے پھر کہا کہ خدا کی قسم اس کی کوئی نذر نہیں ہے وہ ضرور کوئی حاجت رکھتا ہے۔ زندان بان، عمیر معلم کے اس ترکیب سے بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ وہ مجھے اتنی عزت دے رہا ہے کہ اگر خدا کی قسم اس کی کوئی بھی حاجت ہوئی تو میں ضرور اُسے پوری کروں گا، چاہے اس کی تکمیل میں ہلاک ہی کیوں نہ ہونا پڑے۔ زنداں بان نے یہ بھی کہا کہ اگر وہ حضرت مختار کی رہائی کی بھی خواہش رکھتا ہوگا تو میں یہ بھی کروں گا چاہے مجھ پر کچھ ہی کیوں نہ گزر جائے۔

اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ وہ آج کی شب بھی آئے گا۔ اور سب کچھ مثل سابق لائے گا آج میں چھٹی لے کر گھر میں اس کا انتظار کروں گا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

جب رات ہوئی اور معلم اپنے ہدایا سمیت آیا تو اس نے اُٹھ کر خود دروازہ کھولا اور اس کو بڑی تعظیم کے ساتھ اچھی جگہ پر بٹھایا اور اس سے کہنے لگا کہ خدا و رسول اور علی ابن ابی طالب کی قسم اگر تو مجھ سے کوئی حاجت رکھتا ہو تو بیان کر میں بقسم کہتا ہوں کہ اگر تیری حاجت روائی میں میری جان، میرا مال، میری اولاد بھی قربان ہو جائے گی تب بھی میں اس کی تکمیل و تعمیل کروں گا۔ اور اے معلم! سُن اگر تو مختار جیسے قیدی کی بھی رہائی کا خواہش مند ہوگا تو میں وہ بھی کروں گا۔

یہ سُن کر معلم کے حوصلے بلند ہو گئے اور اس کے دل کو اطمینان حاصل ہو گیا۔ معلم مطمئن ہونے کے بعد اس سے کہنے لگا کہ بات یہ ہے کہ میں نے زمانہ قید میں حضرت مختار کو ایسی حالت میں دیکھا ہے کہ میرا دل پارہ پارہ ہے جب میں قید سے چھوٹ کر چلنے لگا تھا تو انہوں نے مجھ سے یہ خواہش کی تھی کہ کسی صورت سے قلم دوات اور کاغذ میں ان تک پہنچا دوں، میں تم سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ تم کسی صورت سے میری یہ حاجت پوری کردو اور یہ چیزیں جو مختار کی مطلوبہ ہیں پہنچا دو۔

زندان بان نے کہا کہ اگرچہ یہ نہایت سخت معاملہ ہے لیکن میں ضرور کوشش کروں گا۔ بات یہ ہے

کہ قید خانہ پر چالیس افراد معین ہیں۔ اور تیس تو ایسے ہیں جو ہر وقت میرے ساتھ لگے رہتے ہیں اور بات بات کی خبر ابن زیاد تک پہنچاتے ہیں۔ میں ایک ترکیب بتلاتا ہوں اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔ شاید خدا کامیابی عنایت فرمائے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب صبح ہو تو "سکباج" تیار کراؤ جو سرکہ، زعفران اور گوشت سے بنتا ہے (مجمع البحرین) اور بہت سی روٹیاں خریدو۔ روٹیاں ایسی ہوں جن کے کنارے شکستہ ہوں اور بہت سا کھیرا، جوز اور خرمہ جمع کرلو، ایک کھیرے میں چھوٹا سا قلم اور بادام میں تھوڑی سی روشنائی رکھ کر ٹھیک سے بند کردو۔ اور ایک کھیرے میں کاغذ رکھ دو۔ یہ سب سامان رکھ کر ایک مزدور پر لدوا کر در زنداں پر لے آؤ۔ جب تم میرے پاس پہنچو گے تو میں تم سے مقصد دریافت کرنے کے بعد تم کو بھی ماروں گا۔ اور مزدور کو بھی زد و کوب کروں گا۔ تمہارے کپڑے پھاڑ دوں گا اور تمہیں بُرا بھلا کہوں گا اور اتنا شور کروں گا کہ تمام لوگ جمع ہو جائیں گے۔ اور تمہارے ساتھ ہمدردی کریں گے۔ اور مجھ سے کہیں گے کہ کیوں غریب بوڑھے کو مارتے ہو اور بُرا بھلا کہتے ہو۔ جب ان کی ہمدردی تمہارے ساتھ بہت ہو جائے گی، اور لوگ انصاف کی خواہش کریں گے۔ اور فیصلہ کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو تم سب سے کہنا کہ یہ دربان نہ جانے کیسا آدمی ہے اس کو حیا نہیں آتی کہ اس نے بلا جرم و خطا مجھے مارا ہے اور گالیاں دیتا ہے۔

جب لوگ واقعہ پوچھیں تو تم کہنا کہ میں جس زمانہ میں قید تھا میں نے اس قید خانہ میں ایک شخص کو بُری طرح مقید دیکھا تھا، میں نے اس سے اپنی رہائی کے وقت یہ دریافت کیا تھا کہ اگر کوئی حاجت باہر کے متعلق ہو تو بیان کرو۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے۔ کہ میں مرنے سے پہلے سکباج کھیرا اور بادام جی بھر کر کھاؤں اگر تم سے ہو سکے تو یہ چیزیں مجھے پہنچا دینا۔ میں نے اس سے خدا کو گواہ کر کے وعدہ کیا تھا کہ اگر ممکن ہو سکا تو ضرور پہنچاؤں گا ابھی میری رہائی کا فیصلہ نہ ہونے پایا تھا اور میں اس سے بات چیت کر ہی رہا تھا کہ زندان کا دروازہ کھُلا اور میں رہا کر دیا گیا۔

اب جبکہ میں رہا ہو کر آ گیا ہوں تو چاہتا ہوں کہ خدا کو حاضر ناظر جان کر جو نذر کی ہے اور جو وعدہ کیا ہے اس سے سبکدوش ہو جاؤں۔ اور خدا سے اپنا عہد وفا کروں میں بوڑھا ہوں میری تمنا ہے کہ یہ بار ے کر دنیا سے نہ جاؤں اسی لیے یہ سب چیزیں لایا ہوں، اور کچھ تم لوگوں کے واسطے بھی لے آیا ہوں۔ جب لوگ تمہاری یہ باتیں سنیں گے تو مجھ سے خواہش کریں گے کہ میں تم سے نرمی کروں تو میں ان سے اس کے جواب میں کہوں گا کہ میں اس بوڑھے پر نرمی ضرور کرتا مگر ڈرتا ہوں کہ کہیں تم لوگ مجھ پر کوئی بلا نازل کر دو۔ مجھے اگر تمہاری طرف سے اطمینان ہو تو میں اسے اجازت دے سکتا

ہوں کہ یہ چیزیں مختار تک پہنچا دے وہ لوگ مجھے جواب دیں گے کہ ہم میں کوئی چغل خوری کرنے والا نہیں ہے بے شک تم اجازت دے سکتے ہو تمہارا راز کوئی افشا نہ کرے گا۔ یہ سن کر میں تم سے کہوں گا کہ جو کچھ پہنچانا چاہتے ہو مختار کے پاس پہنچا دو۔ پھر تم سب چیزیں ان کے پاس لے جانا وہ بہت ہوشیار شخص ہیں وہ جو چیزیں خفیہ لکھیں گے۔ اسے میں دوسرے دن ان سے حاصل کر کے تمہارے پاس پہنچا دوں گا۔

زنداں بان کی یہ بات سن کر معلم عمیر اس کے پیروں پر گر پڑا۔ اور اس کے پاؤں کا بوسہ دینے لگا پھر وہاں سے نکل کر نہایت خوشی کے عالم میں گھر آیا اور اسی وقت سارا سامان مہیا کر کے اس کی تیاری شروع کر دی۔ ساری رات تیاری میں گزری، صبح ہوتے ہی سارا سامان مزدور کے سر پر رکھ کر دروازہ قید خانہ پر پہنچا۔ زندان بان نے پوچھا کیا لائے ہو اور کیوں لائے ہو معلم نے کہا خدا تجھ پر رحم کرے۔ بات یہ ہے۔ کہ جب میں ایک لڑکے کے بہتان کی وجہ سے جیل میں آیا تھا تو میں نے ایک شخص کو ایسے عذاب میں دیکھا تھا۔ جس میں کوئی دوسرا مبتلا نہ تھا میری اور اس کی محبت سی ہو گئی تھی۔ اس نے چلتے وقت مجھ سے خواہش کی تھی کہ میں یہ سکباج وغیرہ اسے پہنچانے کی کوشش کروں۔ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ اس نذر سے سبکدوشی حاصل کر لوں وغیرہ وغیرہ یہ سننا تھا کہ زندان بان اپنے مقام سے اٹھا۔ اور اس کے قریب آ کر اس کا سارا سامان پلٹ کر دیا۔ اور زدو کوب کرنے کے بعد اس کا پیراہن پھاڑ ڈالا۔ اور اس کے عمامہ میں اس کی گردن پھنسا کر گھسیٹنے لگا۔ وہ کہنے لگا کہ میں تم کو اسی وقت ابن زیاد کے پاس لے چلوں گا۔ تو نے یہ سامان غلط فراہم کیا ہے۔ میں ہرگز اسے مختار تک نہ پہنچنے دوں گا۔ ابن زیاد جس کو چاہتا ہے سختی میں رکھتا ہے۔ تم اس کے پاس عمدہ عمدہ چیزیں پہنچانا چاہتے ہو۔ یہ کبھی نہ ہوگا۔

یہ حالت دیکھ کر سب زنداں بانوں نے بیک زبان کہا کہ دیکھ یہ بڑا شریف آدمی ہے۔ اس کے سب پر حقوق ہیں۔ کوفہ کا کوئی امیر و غریب ایسا نہیں ہے جس کے بچوں نے اس سے تعلیم حاصل نہ کی ہو۔ یہ تو کیا کر رہا ہے اس غریب پر اتنی سختی روا نہیں ہے خدارا اس سے نرمی کر، یا اس کی خواہش پوری کر دے۔ یا اسے نرمی سے واپس کر دے۔ سختی کا تجھے کوئی حق نہیں ہے۔

زندان بان نے کہا کہ میں اس کی خواہش پوری کر دیتا۔ مگر میں تم سے ڈرتا ہوں کہ اگر تم نے رپورٹ کر دی تو میری زندگی خراب ہو جائے گی۔ ان لوگوں نے کہا ہم یزید بن معاویہ کی بیعت کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم ہرگز اوپر رپورٹ نہ کریں گے۔ جب زندان بان مطمئن ہو گیا تو معلم عمیر بن عا

ہمدانی سے کہنے لگا۔ کہ اچھا لا کیا لایا ہے۔ میں اسے مختار کے پاس پہنچا دوں۔ چنانچہ وہ سب سامان لے کر مختار کے پاس پہنچا دیا اور انہیں بتا دیا کہ اسی سامان میں قلم و دوات وغیرہ ہے۔ یہ دیکھ کر مختار نہایت مسرور ہوئے اور شکر خدا کرنے لگے۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مختار کے پاس قلم و دوات پہنچا ہی تھا کہ ابن زیاد سے چغلی کر دی گئی اور چغلی کرنے والا خود زندان بان کا لڑکا تھا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ زندان بان نے ایک پڑا ہوا لڑکا پایا تھا۔ اس کی اس نے پرورش کی تھی۔ وہ جوان ہو چکا تھا۔ جس وقت معلم اور زندان بان میں مختار کو قلم و دوات دینے کی گفتگو ہو رہی تھی، وہ سن رہا تھا۔ جس صبح کو زنداں بان نے قلم و دوات مختار تک پہنچایا۔ اسی صبح کو زندان بان کے لڑکے نے ابن زیاد کے پاس جاکر چغلی کر دی۔ اور سارا واقعہ اس سے بیان کر دیا حسام الواعظ لکھتے ہیں کہ لڑکے کا نام بشارت تھا۔

زندان بان نے ابھی سامان مختار تک پہنچایا ہی تھا کہ ابن زیاد بیس فوجیوں کو ہمراہ لے کر در زندان پر پہنچ گیا۔ ابن زیاد جس وقت در زندان پر پہنچا اس کے بدن پر دیباج کی چادر اور سر پر عدن کی چادر تھی۔ جس کے بند کھلے ہوئے تھے۔ زندان باناں، خادماں اور خبر دہندگان نے جس وقت ابن زیاد کو اس ہیئت سے دیکھا، ہیبت کے مارے تھرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

ابن زیاد زندان بان کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس کو اس زور سے تازیانہ مارا کہ اس کی پشت زخمی ہو گئی۔ اور حکم دے دیا کہ زنداں بان کو قتل کر دیا جائے اور قتل سے پہلے اسے خوب مارا جائے۔ چنانچہ لوگوں نے اسے مارنا شروع کیا۔ اور اس درجہ کہ وہ لہو لہان ہو گیا۔ اس کے بعد معلم کو بلوایا اور اسے بھی خوب پٹوایا پھر دونوں کو قتل کر دینے کا حکم دے کر جانے لگا تو زندان بان آگے بڑھا اور عرض پرداز ہوا کہ حضور میرا قصور بتا دیا جائے۔ ابن زیاد نے کہا کہ تو یہ سمجھتا ہے کہ میں تیری حرکتوں سے غافل ہوں۔ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ میں تیری تمام حرکتوں سے واقف ہوں۔ زندان بان نے کہا کہ حضور میں خطا ہی جاننا چاہتا ہوں۔ ابن زیاد نے کہا کہ تیری خطا یہ ہے کہ تو مختار کے پاس قلم دوات پہنچانے میں معلم کا مددگار ہے تو چاہتا ہے کہ میری سلطنت کا تخت پلٹ جائے زندان بان نے کہا کہ حضور، نہ گھوڑا دور نہ میدان، میں بھی حاضر ہوں معلم بھی موجود ہے مختار قید میں پڑا ہے اور یہ معلم اس وقت سے پہلے کبھی میرے پاس آیا بھی نہیں۔ اسی وقت آیا ہے آپ مختار کی تلاشی کرا لیجئے۔ اگر اس کے پاس قلم دوات وغیرہ نکل آئے تو بے شک آپ ہم سب کو قتل کرا دیجئے۔ ابن زیاد نے اس کی بات مان لی اور حکم دیا کہ مختار کی تلاشی لی جائے چنانچہ لوگ شمع

لے کر قید خانہ میں داخل ہوئے اور مختار کی باقاعدہ تلاشی لی مگر کوئی چیز برآمد نہ ہوئی، رپورٹ ملنے پر ابن زیاد سخت متحیر اور پریشان و پشیمان ہوا۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولا کہ اس لڑکے کو میرے پاس حاضر کیا جائے جس نے یہ دروغ بیانی کی ہے۔ چنانچہ لوگوں نے اُسے فوراً حاضر کیا۔ ابن زیاد نے کہا اے ملعون! تونے دروغ بیانی کی ہے۔ اب تیری سزا یہ ہے کہ تو قتل کر دیا جائے۔ اس کے بعد اس کے قتل کا حکم دیا۔

یہ دیکھ کر زندان بان آگے بڑھا اور اس نے ابن زیاد سے کہا کہ حضور بات یہ ہے کہ یہ لڑکا جو سامنے کھڑا ہے۔ میرا پروردہ ہے۔ میں نے اسے سڑک پر پڑا پایا تھا۔ میں نے اس کی پرورش کی یہاں تک کہ یہ جوان ہوا۔ جوان ہوتے ہی یہ میری بیوی کی طرف سے بدنظر ہو گیا۔ میں نے اس چیز پر کنٹرول کر لیا۔ چونکہ یہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا، لہٰذا اس نے اس دشمنی میں یہ سب کچھ کیا ہے۔ ابن زیاد نے یہ سن کر معلم اور زندان بان کو چھوڑ دیا۔ اور حکم دیا کہ مختار کی سختی کم کر دی جائے اور معلم و زندان بان کو خلعت عطا کی جائے۔ اور لڑکے کو قتل کر دیا جائے

علماء کا بیان ہے کہ مختار نے قلم اور دوات و کاغذ اس خوبصورتی سے چھپا دیا تھا کہ تجسس کرنے والے برآمد نہ کر سکے تھے۔ اسی وجہ سے ابن زیاد کو پشیمان ہونا پڑا۔

ابو مخنف کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے دوسرے دن زنداں بان حضرت مختار کے پاس حاضر ہوا مختار نے اس کاغذ کے دو ٹکڑے کر کے دو خط تحریر کئے تھے۔ ایک اپنے بہنوئی، عبداللہ بن عمر کے نام اور دوسرا اپنی بہن عاتکہ یا صفیہ کے نام۔ مختار نے وہ دونوں خطوط زندان بان کے حوالے کر دیئے۔ زندان بان نے انہیں معلم عمیر بن عامر ہمدانی کے پاس پہنچا دیا۔ معلم نے امانت کی وجہ سے ان خطوط کو پڑھا نہیں۔

خطوط پاتے ہی معلم حمام گیا، اور غسل کیا، بال ترشوائے۔ احرام باندھا اور قصر ابن زیاد کے پاس پہنچا وہاں پہنچ کر اس نے تلبیہ کیا۔ اس وقت ابن زیاد دربار میں بیٹھا ہوا تھا۔ معلم کے تلبیہ کی آواز سن کر اس نے کہا کہ یہ تلبیہ کہنے والا کون ہے، لوگوں نے کہا کہ یہ وہی معلم ہے جسے تو نے قید کیا تھا۔ اور اس نے منت مانی تھی کہ جب قید سے رہا ہوں گا تو حج کروں گا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے میرے سامنے حاضر کرو۔ جب وہ آیا تو اس نے پوچھا کہ پہلے مدینہ جاؤ گے یا مکہ؟ اس نے کہا کہ حج کامل کروں گا، یعنی دونوں جگہ جاؤں گا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے ایک ہزار درہم دے دیئے جائیں، بروایتے ایک ہزار درہم اور ایک ہزار دینار دے دیئے جائیں۔ معلم نے رقم حاصل

کی۔ گھر آ کر اُسے فقراء و مساکین پر تقسیم کر دیا۔ اور اپنی رقم سے سفر کی تیاری کی۔ راحلہ کرایہ پر لیا اور مدینہ کے لیے روانہ ہو گیا۔

معلم عمیر ابن عامر ہمدانی نہایت عجلت کے ساتھ قطع منازل و طے مراحل کرتا ہوا وارد مدینہ ہوا۔ یہ اسی وقت مدینہ پہنچ کر ابن عمر کے گھر پہنچا۔ جس وقت وہاں عمدہ عمدہ کھانوں سے دستر خوان وسیع تھا۔ ابن عمر اپنی بیوی کو کھانے کے لئے دستر خوان پر بلا رہا تھا۔ اور وہ دستر خوان پر آنے سے یہ کہہ کر انکار کر رہی تھیں۔ کہ واللہ لا اکلت لذیذ الطعام الا ان اخبرت بخبر اخی۔ خدا کی قسم میں اچھے کھانے اس وقت تک نہ کھاؤں گی۔ جب تک مجھے یہ نہ معلوم ہو جائے۔ کہ میرے بھائی مختار کس حال میں ہیں۔ اور کہاں ہیں۔ اتنے میں عمیر بن عامر نے دق الباب کیا۔ یعنی دستک دی۔ عبداللہ بن عمر نے فوراً لونڈی بھیج کر معلوم کیا کہ دروازہ پر کون ہے۔ اس نے کہا میرا نام عمیر ہمدانی ہے میں کوفہ سے آیا ہوں۔ اور ایک اہم حاجت لایا ہوں۔ یہ سننا تھا کہ صفیہ اشتیاق مختار میں زمین پر گر کر بیہوش ہو گئی۔ جب ہوش آیا تو کہا کہ اے عبداللہ! تم خود دروازے پر جاؤ۔ شاید آنے والا میرے بھائی مختار کی خبر لایا ہو۔ عبداللہ ابن عمر اپنے مقام سے اٹھے اور دروازے کے قریب پہنچے۔ دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص روشن رو خوش لباس کھڑا ہے۔ عبداللہ نے سلام کیا۔ عمیر نے جواب دیا۔ اس کے بعد اسے بیٹھک میں لے آئے۔ اور بڑی عزت و توقیر کے ساتھ اس کا خیر مقدم کیا۔

کھانا چنا ہوا تھا۔ عبداللہ اور عمیر نے کھانا کھایا۔ اس کے بعد عبداللہ نے عمیر ہمدانی سے آنے کا سبب پوچھا۔ اس نے حضرت مختار کے دونوں خطوط نکال کر دیئے۔

عبداللہ نے جیسے ہی خط پڑھا رونا شروع کر دیا۔ پھر اٹھ کر اپنی زوجہ صفیہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ تمہارے بھائی حضرت مختار نے زندان کوفہ سے دو خط ارسال کئے ہیں۔ وہ قید میں ہیں۔ انہوں نے مجھے لکھا ہے کہ میں ان کی رہائی کے لیے یزید کو خط لکھوں۔ صفیہ جن کے گریہ گلوگیر تھا اپنے شوہر سے کہنے لگیں کہ مجھے اجازت دو کہ میں اس مسافر کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں جس نے میرے بھائی سے ملاقات کی ہے۔ اور اس سے سارے واقعات دریافت کروں۔ عبداللہ نے اجازت دی۔ وہ چادر اوڑھ کر عمیر کے پاس گئی۔ اور کہنے لگی۔ اے شخص تجھے خدا کی قسم ہے مجھے اس محب حسین، مختار کے صحیح حالات و واقعات بتا دے۔ میرا دل اس کی جدائی میں کباب ہو گیا۔ میں اس کے فراق میں اپنے آپے سے باہر ہوں۔ اے شخص تجھے امام حسین کی قسم ہے۔ مجھ سے کچھ پوشیدہ نہ کرنا۔ یہ سن کر عمیر ہمدانی نے قید خانے کے سارے واقعات صفیہ کے سامنے بیان کر دیے۔ جونہی صفیہ نے یہ سنا کہ مختار زنجیر دل

میں جکڑے ہوئے ہیں اور ان کے جسم سے خون جاری ہے۔ برداشت نہ کر سکی اور اس درجہ روئی کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ پھر اس کے پاس سے اُٹھ گئی۔ اور گھر کے اندر جاکر اپنے سر کے سارے بال نوچ ڈالے۔ ماں کو دیکھ کر لڑکیوں نے بھی بال نوچ ڈالے اور ان بالوں کو سامنے رکھ کر گریہ و ماتم کرنے لگی۔

عبداللہ نے شور گریہ سُنا تو دوڑے ہوئے گھر کے اندر آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ سر کے بال نوچ کر صفیہ اور لڑکیوں نے سامنے رکھا ہوا ہے۔ سب محو گریہ ہیں۔ کہنے لگے ارے تم نے یہ کیا کیا۔

صفیہ بولی اے عبداللہ اب میں تمہارے گھر میں چین سے نہیں بیٹھ سکتی۔ ہائے میرا بھائی سخت ترین قید میں مقید ہے، اے عبداللہ تمہاری غیرت و حمیت پدرانہ کو کیا ہو گیا ہے۔ ارے کیا یزید تم سے بہتر ہے، خدا کے لیے جلدی میرے بھائی کو رہا کراؤ، ورنہ میں جان دے دوں گی۔

عبداللہ ابن عمر نے یہ سن کر کہا۔ اے صفیہ خدا کی قسم اگر مجھے جلد سے جلد خط پہنچانے والا کوئی بھی مل گیا تو میں اُسے جلد سے جلد رہا کرا لوں گا پس تاخیر اتنی ہوگی کہ میرا خط یزید کے پاس پہنچے اور اس کا خط ابن زیاد کے پاس پہنچے یقین کرو کہ میری بات وہ کسی صورت سے ٹال نہیں سکتا۔

یہ سننا تھا کہ معلم عمیر ہمدانی بول اُٹھا۔ اے ابن عمر! میں یزید کے پاس اور اس کے بعد ابن زیاد کے پاس خود خط لے کر نہایت سرعت کے ساتھ جاؤں گا۔ چاہے وہ دنیا کے کسی گوشے میں ہی کیوں نہ ہو میں خط انہیں پہنچاؤں گا۔ ابن عمر نے کہا کہ تم میرا خط یزید کے پاس لے جاؤ گے۔ اور اس کا جواب لاؤ گے۔ معلم نے کہا بے شک میں ایسا کروں گا۔ میں نے تو مختار کی رہائی کی کوشش کے لیے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا بھی فیصلہ کیا تھا۔ میں اس خدمت سے بہتر دنیا میں کوئی خدمت نہیں سمجھتا۔

عبداللہ ابن عمر نے یہ سن کر نہایت مسرت کا اظہار کیا اور قلم و دوات و کاغذ منگوا کر یزید کو ایک خط لکھا جس میں پند و نصیحت اور خوف خدا کا حوالہ دے کر لکھا کہ تم ابن زیاد حاکم کوفہ کو جلد سے جلد حکم دے کر مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کو قید خانہ سے رہا کراؤ۔ اس خط کا عنوان یہ تھا۔

عبداللہ ابن عمر بن خطاب کی طرف سے یزید ابن معاویہ ابن ابی سفیان کے نام

پھر دیباج سیاہ کا ایک ٹکڑا منگوایا اس میں اس مکتوب کو لپیٹا اور اسی میں اپنی بیوی اور لڑکیوں کے سر کے بال بھی رکھ دیئے اور اُسے باندھ کر معلم عمیر ہمدانی کے حوالہ کیا اور اسے تیز رو ناقہ اور زاد راہ دے کر روانہ کر دیا۔ عمیر ہمدانی ابن عمر کا خط لیے ہوئے نہایت سرعت کے ساتھ چل کر دمشق پہنچے۔

وہاں پہنچ کر داخل دربار یزید ہونا چاہا لوگوں نے داخلہ سے روک دیا۔ وہ حیران و پریشان اس مقام سے واپس ہو کر مسجد کے قریب ایک کمرہ کرایہ پر لیا اور اسی میں قیام پذیر ہو گیا۔ اور پابندی کے ساتھ مسجد میں جاکر نماز پڑھنے لگا۔ اور ہر نماز کے بعد لوگوں سے اس دعا کی درخواست کرتا تھا کہ خدا ان لوگوں پر رحم کرے۔ جو میری حاجت برآری کریں۔ لوگ اس کی حاجت برآری کے لیے برابر دُعا کرتے تھے۔ یہ روزانہ مسجد میں دعا کرا کر دربار یزید میں داخلہ کے لیے جاتا اور وہاں سے محروم واپس آتا۔ اسی طرح کئی روز گزر گئے۔ ایک دن امام مسجد نے اپنے مقتدیوں سے کہا کہ لوگ یہ غلط کہتے ہیں کہ اہل کوفہ بے وفا ہوتے ہیں میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک کوفی روزانہ لوگوں کے لیے دعا کرتا ہے اور وہ اپنی ایک حاجت کا حوالہ بھی دیتا ہے۔ لیکن ہم نے کبھی اُس سے یہ نہ پوچھا کہ اس کی حاجت کیا ہے۔ اس سے دریافت حال کرنا چاہیئے۔ لوگوں نے کہا کہ اس کے لیے آپ سے زیادہ موزوں اور کون شخص ہے۔ آپ اس سے دریافت فرمائیں کہ اس کی کیا حاجت ہے۔ ایک دن اپنی حسب عادت جب عمیر ہمدانی نے دُعا کرائی تو لوگوں نے امام جماعت سے کہا کہ آپ اپنے لڑکوں کو لے کر اس کے قیام گاہ پر جائیں، اور اس سے حاجت دریافت فرمائیں۔ اس نے کہا بہتر ہے۔

جب نماز کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے تو امام جماعت مسجد سے نکل کر عمیر ہمدانی کی قیام گاہ پر گیا۔ عمیر نے اُس کی بڑی عزت کی، بالآخر اس سے حاجت دریافت کی اور کہا کہ بھائی اگر تم قرضدار ہو تو ہم قرضہ ادا کریں۔ اگر احسان کا خواہش مند ہے تو ہم احسان کریں۔ اگر کسی سے خوفزدہ ہو تو ہم تیری حفاظت کریں۔ اگر مال دُنیا کا خواہش مند ہو تو ہم تیری اس خواہش کو پوری کریں۔ اور اگر کوئی اور حاجت ہو تو اُسے بیان کر تاکہ ہم تدارک کی سعی کریں۔ عمیر ہمدانی نے کہا کہ میں ان میں سے کوئی حاجت نہیں رکھتا۔ اور کچھ کہہ بھی نہیں سکتا۔ ان لوگوں نے اسے رسول خدا صلعم علی مرتضیٰ اور حسین علیہ السلام کی قسم دی۔ کہ اپنی حاجت بتا دے۔ عمیر ہمدانی جب ان کی گفتگو سے مطمئن ہوا تو کہنے لگا کہ میں یزید کے نام عبداللہ بن عمر کا ایک خط لایا ہوں۔ اور اس تک پہنچانا چاہتا ہوں بروایتے اس نے ساری داستان حضرت مختار سے متعلق بیان کر دی۔ امام جماعت جو بروایت آقائے دربندی شیعہ اور محب آل محمد تھا۔ عمیر ہمدانی سے کہنے لگا۔ کہ مجھے تم سے پوری پوری ہمدردی ہے تم اگر یزید سے ملنا چاہتے ہو تو اس کی صورت یہ ہے۔ کہ تم اپنی ہیئت اور شباہت بدل دو۔ اور جس طرح میں کہوں اس طرح کا لباس پہنو۔ معلم نے کہا نہایت بہتر ہے جیسا آپ فرمائیں گے میں کروں گا امام مسجد نے کہا تم سفید دیباج کی قمیص پہنو اور سفید دیباج ہی کا پائجامہ پہنو اور دیباج

سفید کی چادر سر پر ڈالو اور سفید جوتیاں پہنو اس کے بعد قصر یزید میں جاؤ۔ جب تم وہاں پہنچو گے
تو تم کو ایک ہزار سے زیادہ مسلح لوگ پہلی ڈیوڑھی میں ایسے ملیں گے جو شمشیر برہنہ لئے کھڑے ہوں گے
تم نہ ان کی طرف دیکھو اور نہ ان کو سلام کرو۔ اور وہاں سے اور آگے بڑھ جاؤ۔ پھر دوسری ڈیوڑھی
میں تمہیں پہلی ڈیوڑھی سے زیادہ لوگ مسلح نظر آئیں گے، تم ان کی طرف بھی متوجہ نہ ہو اور سلام کئے
بغیر آگے بڑھ جاؤ پھر تیسری ڈیوڑھی میں داخل ہو وہاں تمہیں دوسری سے بھی زیادہ مسلح لوگ نظر پڑیں
گے۔ تم ان کی طرف مثل سابق التفات نہ کرو۔ اور بلا سلام کئے ہوئے آگے بڑھ جاؤ۔ پھر چوتھی ڈیوڑھی
میں داخل ہو جاؤ۔ وہاں تم کو پانچ سوار نظر آئیں گے۔ جو دیوان خانے کے عمال ہوں گے۔ تم ان کی طرف
بالکل توجہ نہ کرو۔ اور سلام کئے بغیر آگے بڑھ جاؤ پھر پانچویں ڈیوڑھی میں داخل ہو وہاں تم کو پہلے سے
زیادہ سوار نظر آئیں گے۔ ان کی طرف مطلقاً متوجہ نہ ہو اور بالکل بے خوف آگے بڑھ جاؤ اور چھٹی
ڈیوڑھی میں داخل ہو جاؤ۔ وہاں پہنچ کر تم بے شمار سواروں کو دیکھو گے، ان کے ہاتھوں میں قلم و
دوات ہوں گے۔ تم بلا خوف و ہراس ان کے سامنے سے خاموش گزر جاؤ۔ اور ان کی طرف
رُخ تک نہ کرو۔ پھر ساتویں ڈیوڑھی میں پہنچ کر تم دیکھو گے۔ کہ دو بڑے چوڑے چبوترے بنے
ہوئے ہیں۔ اور ان پر مروارید کے ایسے فرش بچھے ہوں گے۔ جو مطلا ہوں گے۔ اور ہر ایک پر
تین تین افراد بیٹھے ہوں گے۔ جو شراب سے مخمور لہو و لعب میں مشغول ہوں گے۔ یہ وہ لوگ
ہوں گے جنہوں نے امام حسینؑ کا سر طشت طلا میں رکھ کر یزید کے سامنے پیش کیا تھا۔ اور یزید
نے خوش ہو کر انہیں بلند مقام عطا کیا ہے۔ ان لوگوں کو "طشتیہ" کہتے ہیں۔ تم جب ان کے
قریب پہنچو تو بلا توجہ و التفات بلا سلام کئے ہوئے ان کے پاس سے گذر جاؤ اور بالکل خوف و
ہراس نہ کرو اور آگے بڑھ جاؤ، جب آٹھویں ڈیوڑھی میں پہنچو تو دو چبوترے پہلے سے بھی زیادہ چوڑے
تم کو نظر آئیں گے۔ اور ان پر جو فرش ہوں گے وہ پہلے سے زیادہ قیمتی اور مرصع ہوں گے مگر ان فرشوں
پر کوئی بیٹھا ہوا نہ ہوگا۔ جب وہ چبوترے اور فرش تمہیں خالی نظر آئیں تو تم اپنی نظر بچا کر بے توجہی
کے ساتھ وہاں سے گزر جاؤ اور ہرگز ان چبوتروں کی طرف حیرت سے نظر نہ کرو۔ ورنہ خادمان یزید
تم کو اجنبی سمجھیں گے۔ اس کے بعد جب دسویں ڈیوڑھی میں داخل ہو تو تم کو ایک نہایت حسین
اور خوبصورت جوان نظر آئے گا۔ وہ سیاہ لباس پہنے ہوگا۔ وہ محب امام حسین ہوگا۔ اس کا واقعہ یہ
ہے کہ جس دن امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے ہیں اُسی دن سے اس نے سیاہ لباس پہن لیا ہے اور
ہمیشہ لباس غم میں رہتا ہے، اکثر رویا کرتا ہے لیے عمر جس وقت تم اُس کے سامنے پہنچو گے۔ تمہارا

مقصد پورا ہوجائے گا۔ وہ ایسا ہے کہ آزار بند بن کر اپنی روزی پیدا کرتا ہے۔ یزید سے مطلقاً کچھ نہیں لیتا۔

یہ باتیں سن کر عمیر بن عامر ہمدانی خوش و مسرور ہو گئے اور امام مسجد کو دعائیں دینے لگے امام مسجد یزید سے ملنے کی ترکیب بتا کر عمیر ہمدانی سے رخصت ہو گیا۔

رات گذری صبح ہوئی، عمیر ہمدانی نے اپنا بکس منگوایا اور اس میں سے دو دیباج کے جامے نکالے۔ اور ایک رومی جامہ نکالا اور اُسے پہنا پھر اس کے اوپر خز کا جامہ پہنا اور خز کوفی کا عمامہ باندھا اور دو چمڑے کے موزے پہنے اور اپنے کو مختلف قسم کی خوشبو سے معطر کیا اور عبداللہ بن عمر کا وہ خط جس میں اس کی بیوی اور لڑکیوں کے سر کے بال بھی تھے ہمراہ لیا اور نکل کھڑے ہوئے بالآخر یزید کے محل سرا میں جا پہنچے۔

معلم عمیر ہمدانی کہتے ہیں کہ میں نے وہی کچھ دیکھا جو امام مسجد نے بتایا تھا میں ایک کے بعد دوسری ڈیوڑھی کو اُسی طرح طے کرتا ہوا جس طرح امام مسجد نے بتایا تھا دسویں ڈیوڑھی پر جا پہنچا جب اس میں داخل ہو تو جوان خوشرو سے ملاقات ہوئی، میں نے اسے سلام کیا اس نے جواب میں سلام کے بعد کہا لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر ارے تو اٹھارہ دن تک کہاں تھا اے عمیر میں ۱۸ دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں، میں نے کہا اے میرے سردار میں تو بار بار آتا رہا لیکن دربانی داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ پھر امام مسجد نے مجھے ایک ترکیب بتائی جس کے بعد میں تم تک پہنچا معلم کا بیان ہے۔ کہ اس کے بعد میں نے جوان خوشرو کو قسم دے کر پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ جبکہ میں پہلے پہل یہاں پہنچا ہوں تم نے میرا نام کیسے جانا۔ اس نے کہا کہ جس دن تم دمشق میں پہنچے ہو اسی دن حضرت امام حسین علیہ السلام نے مجھے خواب میں حکم دیا ہے کہ تمہارے پاس عمیر ہمدانی ایک خاص حاجت لے کر آ رہے ہیں تم اُن کی مقصد براری جلد سے جلد کر دو۔

حجۃ الاسلام علامہ محمد ابراہیم لکھتے ہیں کہ یہ وہی شخص ہے جس نے ایک لاکھ اشرفیوں کا سر امام حسین خرید کر بلا میں جسم کے ساتھ دفن کرنے کے لیے بھیجا تھا۔

عمیر ہمدانی کہتے ہیں کہ ملاقات کے بعد اس جوان خوشرو نے مجھے بڑی عزت سے اپنے پہلو میں بٹھایا، میں اس کے پہلو میں بیٹھا ہی تھا کہ دیکھا کہ ۱۰۰ آدمی ہاتھوں میں گلاب پاش اور مجمر طلائی لیے ہوئے میرے سامنے سے گزرے میں نے پوچھا، یہ کون لوگ ہیں۔ اس نے کہا کہ یزید کے حمام کو معطر کرنے والے ہیں۔ جب یزید حمام جاتا ہے تو یہ لوگ اس کے حمام میں داخل ہونے سے

پہلے حمام کو معطر کرتے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ پانچسو خوبصورت لونڈے جن کی عمر دس سال اور سات سال کی ہوگی وہ گزرے، میں نے پوچھا یہ کون ہیں۔ اس نے کہا یہ یزید کے گرد جمع رہنے والے لوگ ہیں۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ یزید آرہا ہے۔ وہ دیباج کا لباس پہنے ہے۔ اس کے سر پہ ایک چادر ہے۔ جو سونے سے مزین ہے۔ اس کے پاؤں میں سونے کی جوتی ہے جس کا تسمہ مروارید اور چاندی کا بنا ہوا ہے اور اس کے بغل میں ریشم کا بند ہے۔ وہ ہاتھ میں ایک عصا لئے ہوئے ہے جس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یزید امیر المومنین لکھا ہوا ہے خداوند عالم نے دنیا ہی میں اس کا منہ سیاہ کیا ہوا ہے۔ اس کی ناک پر کسی چوٹ کا نشان نمایاں ہے۔ اس کے لیے محل سرا سے حمام تک زریں کرسیاں بچھی ہوئی ہیں۔

عمیر بن عامر ہمدانی کا بیان ہے کہ جب میں نے اس کی شان وشوکت دیکھی آنکھوں میں کربلا کا نقشہ پھر گیا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، یزید کو دیکھ کر "جوان خوشرو" نے میرے ہاتھ سے عبداللہ ابن عمر کا لفافہ لے لیا اور حمام میں داخل ہونے سے پہلے وہ لفافہ یزید کے ہاتھ میں دیا، اور کہا کہ تو نے اپنے باپ کے حق کی قسم کھا کر مجھ سے کہا ہوا ہے کہ تو میری ہر حاجت پوری کرے گا، تجھے معلوم ہے کہ میں نے آج تک تجھ سے کوئی خواہش نہیں کی، یزید نے کہا کہ کیا کوئی حاجت اس وقت رکھتا ہے، اس نے کہا کہ ہاں! میری خواہش یہ ہے کہ اس نامہ کو پڑھ کر اسی وقت اس کی تعمیل کر دے، یہ سن کر یزید نے نامہ ابن عمر ہاتھ میں لیا اور اس کو کھول کر پڑھا پھر پوچھا کہ جو شخص یہ نامہ لایا ہے وہ کہاں ہے؟ جوان نے کہا وہ یہ حاضر ہے۔ عمیر ہمدانی کہتا ہے کہ جب میں یزید کے سامنے پیش ہوا تو اس نے کہا کہ عبداللہ ابن عمر کی یہ خواہش ہے کہ میں ابن زیاد حاکم کوفہ کو یہ لکھ دوں کہ وہ مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کو رہا کر دے۔ عمیر نے کہا، جی ہاں، یزید نے کہا کہ میں یقین کرتا ہوں کہ تم امام حسین کے شیعوں میں سے ہو، میں نے کہا حضور! میں تو ایک کرایہ کا آدمی ہوں، مجھے ابن عمر نے یہ خط دے کر اجرت پر آپ کے پاس بھیجا ہے۔

یزید نے یونہی خط پڑھا، اس کا رنگ اڑ گیا، چہرہ زرد ہوگیا، کہنے لگا ابن عمر نے نہایت اہم مسئلہ کے متعلق لکھا ہے۔ لیکن کیا کروں کہ میں اس کی بات رد نہیں کرسکتا، جوان خوشرو نے کہا اے خلیفہ وقت تیرا کیا نقصان ہے تو تو ابن عمر کی خواہش پوری کرے گا۔ اگر اس کی درخواست مان لے گا اس سے کیا بحث کہ خط لانے والا شیعہ حسین ہے یا کون ہے یہ سن کر ابن معاویہ نے ابن زیاد کو خط لکھا جس میں تحریر کیا کہ میرا خط پاتے ہی مختار کو رہا کر دے اور نہایت عزت واحترام کے

ساتھ اسے ابن عمر کے پاس مدینہ بھیج دے اور اُسے اور اس معلم عمیر ہمدانی کو انعام و اکرام دے اور ان لوگوں کو ہرگز کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔

اس کے بعد اس جوان خوش رو کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے تمہاری خواہش پوری کر دی اور سنو اگر تم دو لاکھ روپے مانگتے تو مجھے اتنا نہ کھلتا جتنا اس خط کی تعمیل مجھے کھلی ہے۔ لیکن دو وجہوں سے میں نے اس کے مضمون کی تعمیل کر دی ہے۔ ایک یہ کہ عبداللہ بن عمر کے مجھ پر حقوق ہیں دوسرے تم سفارش کرنے والے ہو۔

عمیر ہمدانی کہتے ہیں کہ یہ کہنے کے بعد یزید نے حکم دیا کہ میرے لیے ایک عمدہ قسم کی سواری مہیا کی جائے اور مجھے پانصد درہم دیئے جائیں اور خلعت عطا کی جائے۔ حکم کو ابھی دیر نہ ہوئی تھی کہ سب کچھ حاضر کر دیا گیا۔

میں بے انتہا خوش ہوا اور قصر یزید سے باہر نکلا اور اسی ناقہ پر سوار ہو کر جو یزید نے دیا تھا۔ کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا، اور نہایت تیزی سے چل کر کوفہ پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر ایک چادر سر میں اس طرح لپیٹ کر کہ آنکھوں کے سوا کچھ نظر نہ آئے۔ دارالامارۃ پر وارد ہُوا۔ ابن زیاد کے دربان سے اجازت داخلہ مانگی۔ انہوں نے پوچھا تم ہو کون؟ میں نے کہا کہ میں یزید کا فرستادہ ہوں، یہ سن کر دربانوں نے اجازت دی۔ میں ابن زیاد کے پاس حاضر ہوا اور منہ کھول کر اس کے سامنے یزید کا خط پیش کیا۔ یزید کے خط کو پڑھ کر ابن زیاد نہایت غیظ و غضب کی حالت میں کچھ دیر خاموش رہ کر ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ کم بخت عمیر تو نے یہ کیا کیا۔ میں نے کہا کہ ہاں میں نے کیا ہے اور یہ کچھ کرنا دل سے چاہتا تھا۔ ابن زیاد کی عادت یہ تھی کہ وہ یزید کا خط پاتے ہی اپنے ماتھے پر اسے رکھتا تھا اور اُسے بوسہ دیتا تھا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا تھا غرضیکہ خط پڑھنے کے بعد اس نے کہا کہ حکم یزید سر آنکھوں پر۔

اس کے فوراً بعد حکم دیا کہ مختار کو عزت و توقیر کے ساتھ میرے سامنے پیش کیا جائے، پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد مختار ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیئے گئے۔ ابن زیاد نے جونہی مختار کو دیکھا سر وقد تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا اور فوراً ایک طبیب کو بلوا کر ان کے اس زخم کا علاج کرایا جو اسی کی ضرب سے ہو گیا تھا۔ پھر حکم دیا کہ مختار کو حمام میں لے جایا جائے۔ اور ان کے بال اور ناخن کاٹے جائیں اور خلعت فاخرہ انہیں پہنایا جائے۔

جب مختار حمام وغیرہ سے فارغ ہوئے تو حکم دیا کہ انہیں نہایت عمدہ سواری کے ذریعہ

سے مدینہ منورہ پہنچا دیا جائے اور یہ حکم دیا کہ ایک ناقہ پر زاد راہ اور عطایا رکھے جائیں اور ایک ناقہ بانی کا ساتھ کیا جائے اور دس ہزار دینار نقد دیئے جائیں۔ الغرض حکم ابن زیاد کے مطابق مختار کو تمام چیزیں دے دی گئیں اور بروایت روضۃ الصفا ان کو حکم دے دیا گیا کہ تین دن میں کوفہ چھوڑ دیں۔

ایک روایت کی بنا پر عمیر ہمدانی کو بھی بہت کچھ دیا گیا۔ اس کے بعد یہ دونوں دار الامارۃ ابن زیاد سے برآمد ہو کر روانہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہوئے۔ عمیر ہمدانی کا بیان ہے کہ میں حضرت مختار کے ہمراہ وہاں سے نکل کر اپنے مکان پر پہنچا اور نہایت عمدہ کھانا تیار کرا کر حضرت مختار کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت مختار نے فرمایا۔ اے عمیر اب میں لذیذ کھانا کیا کھاؤں گا۔ سنو! خدا کی قسم اب میں اس وقت تک نہ لذیذ کھانا کھاؤں گا نہ عورت کے پاس جاؤں گا۔ اور نہ دنیا میں خوشی کا کوئی کام کروں گا۔ جب تک بنی امیہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعہ کربلا کا بدلہ نہ لے لوں۔ جب میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ سب کچھ کروں گا۔ میری خواہش ہے کہ میں دل بھر کر بنی امیہ کو قتل کروں انہیں پامال کروں۔ ان کے سروں پر بیٹھوں۔ ان کی لاشوں پر بساط فرح و سرور بچھا کر سکون کی سانس لوں۔ اس کے بعد لذیذ کھانا کھاؤں۔

عمیر ہمدانی کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے معمولی کھانا کھایا۔ اس کے بعد حضرت مختار کی خدمت میں میں نے سواری حاضر کی۔ اس کے بعد ہم دونوں ناقوں پر سوار ہو کر کوفہ سے باہر نکلے حضرت مختار نے شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا اب عمیر خدا حافظ اب میں جاتا ہوں تم واپس جاؤ۔ میں نے کہا میرے مولا، آپ نے یہ کیا کہا ارے اب میں بھلا آپ سے جدا ہو سکتا ہوں۔ میں تو اب آپ کے قدموں سے تا حیات لپٹا رہوں گا۔ مختار نے فرمایا بہتر ہے۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے اپنے ہودج میں بٹھا لیا اور ہم دونوں مدینہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

قطع منازل و طے مراحل کرتے ہوئے جلد سے جلد مدینہ منورہ پہنچے وہاں پہنچ کر عبداللہ ابن عمر کے مکان کی جانب روانہ ہوئے۔ ہم لوگ جس وقت ابن عمر کے مکان پر پہنچے، انہوں نے ہریسہ پکوایا ہوا تھا۔ اور وہ دستر خوان پر رکھا ہوا تھا۔ وہ اپنی بیوی کو جنہیں بہت چاہتے تھے پکار رہے تھے۔ کہ آؤ کھانا کھا لو، وہ کہہ رہی تھیں کہ میں اس وقت تک گوشت کا استعمال نہ کروں گی جب تک اپنے بھائی مختار کی شکل نہ دیکھ لوں، ابھی یہ باتیں زن و شوہر میں ہو رہی تھیں۔ کہ حضرت مختار نے دق الباب کیا۔ ہمشیرہ مختار، صفیہ نے پوچھا کون ہے۔ حضرت مختار نے کہا "میں مختار ہوں"

یہ سُننا تھا کہ صفیہ اپنے مقام سے اُٹھی اور بے تحاشا دروازے کی طرف دوڑی، اور دروازہ کھول کر مختار کو گلے سے لگالیا۔ بھائی بہن گلے لگ کر فرط مسرت سے دونوں رونے لگے یہاں تک دونوں بیہوش ہو گئے اور قریب تھا کہ دونوں ہلاک ہو جائیں۔ اکثر روایت کی بنا پر حضرت مختار کو ہوش آگیا لیکن صفیہ کو ہوش نہ آیا۔ جب انہیں ہوش میں لانے کی کوشش کی گئی تو معلوم ہوا کہ ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ہے۔

یہ حال دیکھ کر حضرت مختار اور ابن عمر بہت غمگین اور رنجیدہ ہوئے اور سخت افسوس اور غم کی حالت میں ان کی تجہیز وتکفین کا بندوبست کیا۔ حضرت مختار مدینہ میں اس وقت تک مقیم رہے جب تک حکم خداوندی کا واقعہ کربلا کے بدلا لینے کا نہیں ہوا (نورالابصار فی اخذ الثار صد ۲۶ تا صد ۵۴ طبع لکھنؤ، اصدق الاخبار فی الاخذ بالثار صد ۳۹ طبع دمشق، روضۃ الصفا جلد ۳ صد ۷۴، ذوب النضار فی شرح الثار ابن نما صد ۴۰۱ ضمیمہ بحار جلد ۱۰ طبع ایران)

علامہ محمد باقر تحریر فرماتے ہیں کہ مختار کے ساتھ عبداللہ ابن حارث بھی رہا ہو گئے تھے کیونکہ ان کی سفارش ہند بنت ابی سفیان نے کی تھی جو ان کی خالہ تھی۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت مختار کو ابن زیاد نے رہا کرنے کے بعد کہہ دیا تھا کہ اگر تم تین یوم میں کوفہ چھوڑ نہ دو گے تو قتل کر دیئے جاؤ گے حضرت مختار اسی وجہ سے مدینہ کی طرف تیزی سے جا رہے کہ مقام واقصہ میں مصعب بن زبیر از دی ملے انہوں نے پوچھا کہ تمہاری آنکھ کو کیا ہو گیا ہے۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ ابن زیاد نے اس پر ضرب لگائی ہے اور اس نے مجھے سخت ترین قید میں ایک عرصہ سے رکھ چھوڑا تھا۔ اب میں رہا ہو کر اپنی بہن صفیہ زوجہ عبداللہ ابن عمر کے پاس مدینہ جا رہا ہوں اے مصعب سنو، میں عنقریب انشاء اللہ ابن زیاد کو قتل کر دوں گا۔ قتلنی اللہ ان لم اقتلہ اگر میں اسے قتل نہ کروں تو خدا مجھے قتل کرا دے۔ میں اس کے اعضاء وجوارح ٹکڑے ٹکڑے کروں گا۔ حضرت امام حسین کے واقعہ کا اس طرح بدلا لوں گا۔ کہ دنیا انگشت بدنداں ہو گی۔ میں نے تہیہ کر لیا ہے۔ کہ حضرت یحییٰ بن زکریا کے قتل پر جس طرح ستر ہزار قتل کئے تھے میں بھی کم از کم ستر ہزار ہی دشمنان آل محمد کو قتل کروں گا فرمایا

والذی انزل القراٰن وبین الفرقان وشرع الادیان وکرہ العصیان لاقتلن القضاۃ من ازد وعمان ومذحج وھمدان ونہد وخولان وبکر وھران ونقل ونبھان وعبس وذبیان وقبائل قیس وغیلان غضباً لابن بنی الرحمٰن اس ذات کی قسم جس نے قرآن مجید نازل کیا اور فرقان حمید کو ظاہر کیا اور دین کی راہ کھولی اور گناہوں کو بری نگاہ سے دیکھا۔ میں ضرور ضرور

ان گناہگاروں جنہوں نے امام حسینؑ کے خون سے ہاتھ کو رنگین کیا ہے قتل کروں گا، چاہے وہ قبیلہ ازد کے ہوں یا عمان کے مذحج کے ہوں یا ہمدان کے، نہد کے ہوں یا خولان کے، بکر کے ہوں یا ہزان کے۔ نقل کے ہوں، یا نبہان کے، عبس کے ہوں یا غیلان کے (یعنی کسی دشمن کو بھی نظر انداز نہ کروں گا۔ (دمعہ ساکبہ صہ ۴۰۵ طبع ایران)

واضح ہو کہ اس واقعہ کے سلسلہ میں بعض حضرات نے معلم عمیر بن عامر ہمدانی کا نام کثیر بن عامر لکھا ہے جو میرے نزدیک صحیح نہیں ہے۔

باب ۱۲

حضرت مختار کی کوفہ سے مکہ کو روانگی

اور

بیعت ابن زبیر کا واقعہ

حضرت مختار مدینہ پہنچنے کے بعد عبداللہ ابن عمر کے پاس ہی مقیم ہو گئے اور ایک عرصہ تک وہیں قیام پذیر رہے۔ (قرۃ العین) مگر چونکہ انہیں واقعہ کربلا کے بدلہ لینے کی سخت بے چینی تھی۔ لہٰذا وہ تفحص حالات میں منہمک رہتے تھے۔ بالآخر انہیں فضلئے کوفہ سازگار نظر آئی۔ لہٰذا وہ اپنی پہلی فرصت میں کوفہ کے لیے روانہ ہو گئے آپ کا کوفہ میں جیسے ہی ورود ہوا لوگوں کی چغلی کھانے کی وجہ سے آپ گرفتار کر لیے گئے۔ اور تقریباً دو ماہ قید خانہ میں بند رہ کر عبداللہ ابن عمر ہی کی سعی سے پھر رہا ہو گئے۔ (نور الابصار صہ ۶۲) حضرت مختار نے پہلی دفعہ عمیر بن عامر ہمدانی کے ذریعہ سے ابن عمر کو خط بھیجا دوسری مرتبہ زائدہ بن قدامہ کے ذریعہ سے بھیجا۔ عبداللہ بن عمر نے مثل سابق یزید کو خط لکھا۔ اور اس نے ابن زیاد کو تحریر کیا۔ بالآخر وہ دوسری مرتبہ بھی رہا ہو گئے۔ (نور الابصار صہ ۲۵)

کوفہ میں چونکہ حضرت مختار نے دیکھا کہ اشراف اور معزز حضرات کا وجود نہیں ہے یعنی سب کے سب بدستور یزید کی قید میں پڑے ہوئے ہیں اور مددگار بہت تھوڑے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے فیصلہ کیا کہ مجھے پھر مکہ جانا چاہیے اور ابن زبیر سے مل کر اپنی کامیابی کے لئے راستہ ہموار کرنا

چاہیئے۔ اسی لئے وہ کوفہ سے مکہ کے لئے روانہ ہوگئے۔

حضرت مختار کی کوفہ سے مکہ کو روانگی اور ابن زبیر سے ملاقات

حجۃ الاسلام مولانا محمد ابراہیم لکھتے ہیں۔ کہ حضرت مختار کوفہ سے روانہ ہو کر مکہ پہنچے۔ اور سیدھے ابن زبیر کے پاس گئے اُن سے ملے ابن زبیر نے اُن کی بڑی تعظیم وتکریم کی اور پوچھا کہ تم کوفہ سے آرہے ہو۔ یہ بتاؤ کہ کوفہ کے لوگوں کا کیا حال ہے اور ان کے جذبات کس حد تک قابل اعتماد ہیں۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ تم کوفہ کے لوگوں کے بارے میں کیا پوچھتے ہو۔ وہ دل میں دشمنی اور ظاہر میں دوستی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور میرے خیال میں وہ ہرگز قابلِ اعتماد نہیں ہیں۔

عبداللہ ابن زبیر نے اہل کوفہ کی مذمت شروع کی اور بہت زیادہ ان کی تذلیل کے الفاظ استعمال کئے۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ سنو ہمارے دل میں جو کچھ ہے وہی تمہارے نزدیک بھی ہے ہم بھی واقعہ کربلا کا بدلہ لینا چاہتے ہیں اور تم بھی یہی کچھ کہتے ہو اس سے بہتر کچھ نہیں ہوسکتا۔ اور ہم اور تم مل کر اس مہم کو سر کریں اور اس کی بہترین ترکیب یہ ہے کہ تم اپنا ہاتھ بڑھاؤ میں تمہاری بیعت کرلوں تم میری نگاہ میں یقیناً یزید جیسے ملعون سے بہتر ہو تم فہیم اور عقل مند ہو۔ تم ہوشیار اور صاحب فراست ہو وہ ملعون بدکردار اور احمق ہے۔

ابن زبیر سنو! میں تمہارے ساتھ رہ کر تمہاری حکومت کی بنیادوں کو پورے طور پر مستحکم کرسکتا ہوں۔ اور عراق وعرب اور دیار شام کو تمہارے زیر نگین کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہوں ابن زبیر نے کہا تمہارا کہنا درست ہے لیکن میرے خیال میں تامل سے کام لینا چاہیئے اور عجلت نہ کرنی چاہیئے۔

یہ سن کر مختار نے محسوس کیا کہ ابن زبیر اپنے راز کو پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں اور مجھے بھی بتانا پسند نہیں کرتے۔ اس احساس کی وجہ سے مختار کو سخت رنج ہوا اور وہ انتہائی غصہ میں عبداللہ ابن زبیر کے پاس سے اُٹھ کر روانہ ہوگئے۔

حضرت مختار کی مکہ سے طائف کو روانگی

ابن زبیر کے پاس سے اُٹھ کر حضرت مختار رنجیدگی کے عالم میں مکہ سے طائف کی طرف روانہ ہوگئے۔ اور وہاں پہنچ کر انہوں نے اپنے عزیزوں کے ساتھ ایک سال قیام کیا۔

مختار کے چلے جانے کے بعد ابن زبیر کو محسوس ہوا۔ اور وہ ان کی تلاش کرنے لگے۔ ایک سال تک ابن زبیر حضرت مختار کو ڈھونڈھتے رہے لیکن اُن کا نشان نہ ملا۔ ایک سال کے بعد حضرت

مختار حج کرنے کے ارادے سے پھر مکہ واپس آئے۔ ایک دن وہ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ابن زبیر کی ان پر نظر پڑ گئی۔ یہ دیکھ کر ابن زبیر نے اپنے ہمدردوں سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مختار میری بیعت کرلیں جہاں تک میں خیال کرتا ہوں وہ بیعت نہ کریں۔

حضرت مختار مکہ میں اور ابن زبیر کی بیعت

یہ سُن کر عباس بن سہل انصاری نے کہا کہ مجھے اجازت دیں تو میں راہ ہموار کردوں،

ابن زبیر نے انہیں اجازت دی اور وہ حضرت مختار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کہنے لگے، کہ ابن زبیر کی بیعت بڑے بڑے لوگوں نے کرلی ہے تعجب ہے، کہ آپ نے اب تک ان کی بیعت نہیں کی۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ میں ایک سال قبل ان کے پاس اسی بیعت کے لئے گیا تھا، لیکن انہوں نے میری طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی، میں یہ بھی چاہتا تھا کہ ان کے دشمنوں کو تہ تیغ کرکے ان کی حکومت کو مستحکم کروں مگر جب کہ انہوں نے توجہ نہ کی اور اپنے معاملات کو ہم سے پوشیدہ رکھا، تو ہم نے بھی کنارہ کشی اختیار کرلی، پھر اس کے بعد سے میں ان کے پاس نہیں گیا اور اب میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ انہیں میری ضرورت ہے یا مجھے ان کی ضرورت ہے۔

عباس بن سہل انصاری نے کہا کہ آپ ٹھیک کہتے ہیں لیکن بات یہ ہے کہ جس وقت آپ نے ان سے بیعت کے لئے کہا تھا، کچھ لوگ ایسے اس وقت بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے سامنے وہ کچھ کہنا نہیں چاہتے تھے۔ اے ابو اسحاق بس یہی وجہ تھی ورنہ وہ آپ کے بہت زیادہ خواہش مند ہیں اور آپ کی امداد کے طالب ہیں، میری رائے یہ ہے کہ آپ میرے ہمراہ رات کے وقت ان کے پاس چلیں اور ان سے ملاقات کریں اور ایک دوسرے کے مافی الضمیر سے آگاہی حاصل کریں۔ مختار نے کہا بہت بہتر ہے، چنانچہ رات کے وقت حضرت مختار، عبداللہ ابن زبیر کے پاس عباس انصاری کے ساتھ گئے۔ ابن زبیر نے جونہی حضرت مختار کو دیکھا اُٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی، اور بہت زیادہ عذر خواہی کی۔ اور کہا کہ اس سے قبل جب آپ نے بیعت کا سوال کیا تھا تو میں نے اس لئے خاموشی اختیار کی تھی کہ کچھ نامناسب قسم کے لوگ اس وقت میرے پاس بیٹھے تھے، میں نہیں چاہتا تھا کہ ان کے سامنے اس قسم کی بات ہو، اب میں چاہتا ہوں کہ آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہوں، کہیں میں ہر طرح آپ کے ارشاد کا احترام کروں گا، بے شک آپ میرے ہمدرد اور میرے مشفق و مہربان ہیں۔

حضرت مختار نے کہا کہ لمبی چوڑی گفتگو سے کوئی فائدہ نہیں۔ بس مختصر یہ ہے کہ میں آپ کی اس

شرط سے بیعت کرتا ہوں کہ مجھے آپ کی حکومت میں اتنا دخل ہو کہ آپ جو کچھ کریں مجھے اپنے مشورے میں ضرور شامل رکھیں خصوصاً ایسے موقع کے بعد جب آپ کو یزید ملعون پر غلبہ حاصل ہو جائے اور میں یہ اس لیے چاہتا ہوں کہ یزید اور اس کے حامیوں سے واقعہ کربلا کا بدلہ لینے میں مجھے کامیابی نصیب ہو سکے۔

ابن زبیر نے کہا کہ

"اے ابو اسحاق! میں تمہاری بیعت کتاب خدا اور سنت رسول کے حوالہ سے چاہتا ہوں۔"

حضرت مختار نے فرمایا کہ

ایسی بیعت تو میں ایک غلام کی بھی کرنے کو تیار ہوں آپ تو میرے سردار اور آقا ہیں۔

شرط کے بموجب ابن زبیر بیعت لینے پر راضی نہ تھے، لیکن عباس بن سہل انصاری کے درمیان پڑنے سے معاملہ روبراہ ہوگیا اور حضرت مختار نے محض اس خیال سے کہ واقعہ کربلا کا بدلا لینے میں کامیابی نصیب ہو سکے، ابن زبیر کی بیعت کر لی۔

اسی دوران میں عمرو بن زبیر جو عبداللہ بن زبیر کے بھائی تھے ان پر حملہ آور ہوئے حضرت مختار نے پوری کوشش کی، اور اس سے پوری نبرد آزمائی کے بعد اس پر قابو پا لیا، اور ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ وہ گرفتار ہوگیا۔

اسی طرح جب ابن زبیر پر حکم یزید سے حصین بن نمیر نے حملہ کیا اور خانہ کعبہ کا محاصرہ کر کے عبداللہ ابن زبیر کو قتل کرنا چاہا تو حضرت مختار نے اپنی پوری سعی سے اسے ناکام بنا دیا۔

اس کے بعد حضرت مختار مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

(نور الابصار ص۸۳ طبع لکھنؤ، و روضۃ الصفا جلد ۳ ص۷۵ طبع نولکشور لکھنؤ۔ مجالس المومنین ص۳۵۱۔ تاریخ طبری جلد ۴ ص۴۸۶)

باب ۱۳

حضرت مختار کا مدینہ میں قیام

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط، عزم مختار کی توانائی

اور

حضرت مختار کی حضرت امام زین العابدینؑ سے اجازت طلبی کے لیے مکہ کو روانگی

علماء مورخین کا بیان ہے کہ حضرت مختار عبداللہ ابن زبیر کی بیعت کر کے مکہ سے مدینہ منورہ واپس آگئے اور وہیں اس وقت تک قیام پذیر رہے۔ جب تک خداوند عالم کا حکم انتقام نافذ نہیں ہوگیا۔ امام اہل سنت علامہ عبداللہ بن محمد رقمطراز ہیں :

ثم ان المختار اقام فی المدینۃ الی ان احب اللہ ان ینتقم من ظالمی ال محمد صلوٰت اللہ علیھم اجمعین الخ

پھر حضرت مختار مدینہ میں اس وقت تک مقیم رہے جب تک خداوند عالم نے یہ نہیں چاہا۔ کہ آل محمدؐ پر ظلم کرنے والوں سے بدلہ لیا جائے۔ اور انہوں نے ان کے جو حقوق غصب کئے ہیں اس کی سزا دی جائے۔ (قرۃ العین ضمیمہ نور العین ص۱۳۳)

حضرت مختار مدینہ میں شب و روز اپنے منصوبے میں کامیابی کے اسباب پر غور و فکر کرتے رہتے تھے۔ اور لوگوں سے مل کر اپنی کامیابی کے متعلق تبادلہ خیالات کرتے رہتے تھے۔ ان کا کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا تھا جس میں وہ اپنے مقصد سے غافل رہتے رہے ہوں۔ آل محمدؐ کے صفات و اوصاف بیان کرنے اور ان کی نشر و اشاعت میں رطب اللسان رہنا ان کی زندگی کا جز بن گیا تھا۔

حضرت مختار کو جو چیز متردد کرتی تھی۔ وہ اہل کوفہ کی بیوفائی تھی اور انہیں اس کا بھی بڑا خیال تھا۔ کہ ساری دنیا مخالف ہے اور جس مقام پر میں بدلہ لینے کا عزم کر چکا ہوں وہ کوفہ ہے اور کوفے کے تمام حسینی دلیر جن کی تعداد تقریباً پانچ ہزار ہے۔ سب جیلوں میں پڑے ہیں اور جیل بھی

کوفے کی جس کا مزہ مجھے معلوم ہے، وہ اس پر بھی بڑے تدبر سے غور کر رہے تھے کہ جبکہ کوفہ کی بڑی آبادی خون حسینی سے ہاتھ رنگین کئے ہوئے ہے اور ہمیں انہیں کو قتل کرنا ہے۔ اور انہیں سے بدلہ لینا ہے اور ہمارے مددگاروں کی تعداد بہت کم ہے پھر کیوں کر کامیابی ہوگی۔

حضرت رسول کریمؐ کا خط حضرت مختار کے نام

حضرت مختار یہی کچھ سوچ رہے تھے کہ ایک دن ایک شخص نے آکر آپ کی خدمت میں ایک خط پیش کیا۔ جب حضرت مختار نے اُسے کھولا تو وہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خط تھا۔ مورخ ہروی علامہ محمد خاوند شاہ لکھتے ہیں:

سبب جزم مختار بانتقام و تصمیم عزیمت او بر محاربہ و قتل اہل ظلام وصول کتاب امیر المومنین علی بود و مفصل ان مجمل آنکہ شعبی رحمۃ اللہ روایت میکند کہ روزے در مجلس مختار ناصر اہل بیت رسول اللہ نشستہ بودم ناگاہ شخصے بر ہیئت مسافران در آمدہ گفت السلام علیک یا ولی اللہ، آن گاہ مکتوبے سر بمہر بیروں آورد و بدست مختار داد و معروض گردانید کہ این امانتی ست کہ امیر المومنین علی بمن سپرد و فرمود بمختار رساں مختار گفت "ترا بخدائی کہ جز او خدائی نیست سوگند می دہم کہ آنچہ گفتی مطابق واقعہ درست است آں شخص بر صدق قول خود سوگند خوردہ مختار مہر از کاغذ برداشت و در آنجا بود کہ

کہ انتقام خون حسین پر حضرت مختار کی جرأت اور اُس پر عزم بالجزم کی وجہ یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین کا مرسلہ وہ مکتوب جو حضرت رسولؐ نے ارسال فرمایا تھا وہ مختار کو مل گیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔ شعبی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت مختار کے پاس بیٹھا ہوا تھا، کہ ناگاہ ایک شخص بصورت مسافر داخل مجلس ہوا اس نے آکر اسلام علیک یا ولی اللہ کہا اور سر بمہر ایک مکتوب حضرت مختار کے ہاتھ میں دے کر بولا۔ کہ یہ حضرت امیر المومنین کی امانت ہے۔ وہ مجھے دے گئے تھے۔ کہ میں آپ کی خدمت میں پہنچاؤں۔ حضرت مختار نے اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ تم قسم کھاؤ کہ یہ جو بیان کر رہے ہو

---

۵ اس روایت کو سنی شیعہ دونوں فرقوں کے علما نے اپنی اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے۔ اس روایت کا اعتبار اس امر سے اور زیادہ بڑھ گیا ہے کہ اس کا راوی شعبی ہے۔ جو مختار کے مخالفوں میں سے تھا۔
(تاریخ اسلام جلد ۵ صفحہ ۱۲۶ طبع دہلی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ السلام علیک اما بعد مداں اے مختار ..... خدائے تعالیٰ محبت اہل بیت را در دل تو افگند وخون مارا از اہل بغی و طغیان وارباب تمرد وعصیان طلب خواہی داشت باید کہ خاطر جمع داری و ہیچ گونہ پریشانی بہ ضمیر خود راہ نہ دہی، ومختار بعد از اطلاع بر مضمون ایں مکتوب مستظہر وقوی دل شدہ در قتل دشمنان خاندان رسالت، مساعی جمیلہ مبذول داشت (روضۃ الصفا جلد ۳ ص۵، وانوار الابصار ص۸۳ ومجالس المومنین ص۳۵۵)

بالکل درست ہے چنانچہ اس آنے والے نے قسم صداقت کھائی اس کے بعد حضرت مختار نے اس خط کی مہر توڑی اس میں لکھا تھا کہ خداوند عالم نے ہمارے اہل بیت کی محبت تمہارے دل میں ڈال دی ہے تم ہمارے اہل بیت کے دشمن سے عنقریب بدلہ لوگے، دیکھو اس سلسلہ میں تم حیران وپریشان نہ ہونا اور دل جمعی کے ساتھ اپنا کام کرنا۔ اس خط کو پانے کے بعد حضرت مختار نہایت قوی دل ہوگئے اور قتل دشمن میں دلیر ہوکر سامنے آنکلے اور پوری سعی سے واقعہ کربلا کا بدلہ لیا۔

اس خط کو پاتے ہی حضرت مختار کا جذبہ انتقام جوش مارنے لگا۔ اُن کی ہمت بلند اور ان کا حوصلہ جوان ہوگیا لیکن چونکہ وہ سمجھتے تھے کہ انتقام لینا بغیر امام وقت کی اجازت کے صحیح نہ ہوگا اس لیے انہوں نے ضروری سمجھا کہ امام زمانہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے اجازت حاصل کریں۔ اس مقصد کے لیے وہ مدینہ سے مکہ کے لیے روانہ ہوگئے۔ کیونکہ امام علیہ السلام اس زمانہ میں مکہ ہی میں قیام پذیر تھے۔ (لواعج الاحزان)

حضرت مختار مدینہ سے روانہ ہوکر مکہ جارہے تھے کہ راستہ میں ابن عرق سے ملاقات ہوئی وہ کہتے ہیں کہ رایت المختار اشتر العین الخ میں نے مختار کو دیکھا کہ ان کی آنکھ پر چوٹ ہے تو اُن سے پوچھا کہ یہ زخم کیسا ہے جو اچھا ہونے کو نہیں آتا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ وہی چوٹ ہے جو ابن زیاد کی مار سے پیدا ہوگئی تھی اور اب اس نے ایسی شکل اختیار کرلی ہے کہ کسی صورت سے اچھی نہیں ہوتی۔ اے ابن عرق میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ فتنہ اُبھر گیا ہے اور فساد کی آگ تیار ہوگئی ہے اور دیکھو عنقریب وہ بھڑک اُٹھے گی۔ اور میں ابن زیاد کو اس کے کیفر کردار تک پہنچادوں گا۔ (دمعہ ساکبہ ص۴۰۸ طبع ایران) اس کے بعد حضرت مختار آگے بڑھے اور چلتے چلتے داخل مکہ ہوئے اور اس روایت کی بنا پر جس میں ظہور وخروج مختار تک کے لیے حضرت محمد حنفیہ روپوش ہوگئے تھے۔ حضرت مختار نے ان کو تلاش کرنا شروع کیا بالآخر ان سے ملاقات ہوئی۔ مختار نے ان سے اپنے عزم وارادہ کو بیان کیا۔ حضرت محمد حنفیہ بے انتہا خوش ہوئے

اور وہ یہ سمجھتے ہوئے کہ انتقام واقعہ کربلا بلا اجازت امام زمانہ درست نہیں ہے اور امام زمانہ اس وقت تک حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ہیں جن کو میں بھی قطعی طور پر امام زمانہ تسلیم کرتا ہوں (ذوب النضار ابن نما ضمیمہ بحار جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۰) ان سے دریافت کرنا چاہیئے۔ حضرت محمد حنفیہ نے حضرت مختار سے کہا کہ جہاں تک میرا تعلق ہے۔ میں واقعہ کربلا کے خون بہا کو واجب سمجھتا ہوں (تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۶۵۳۔ قرۃ العین صفحہ ۱۴۳) اس کے بعد میرے تاریخی استنباط کے مطابق حضرت محمد حنفیہ حضرت مختار کو لے کر حضرت امام زین العابدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان سے تمام حالات بیان کئے اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خط کا حوالہ دیا۔ حضرت مختار جو کہ خود بھی امام زین العابدین کی امامت کے قائل تھے۔ (معارف الملۃ الناجیۃ والنار یہ صفحہ ۵۲) حضرت امام زین العابدین سے اجازت کے طالب ہوئے۔ اور امام علیہ السلام نے انہیں اجازت دے دی۔ لیکن چونکہ بنی اُمیہ کا دور تھا اور حضرت امام زین العابدین ہر لمحہ خطرہ محسوس کر رہے تھے لہٰذا انہوں نے اس مسئلہ میں اپنے کو سامنے لانا مناسب نہیں سمجھا (نور الابصار صفحہ ۳) اسی بنا پر حضرت محمد حنفیہ کو اس واقعہ انتقام کا ولی امر بنا دیا۔ جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہے جبکہ مختار نے کوفہ میں علم انتقام بلند کیا۔ اور پچاس افراد محمد حنفیہ کے پاس تصدیق حال کے لئے آئے اور انہوں نے حضرت امام زین العابدین کے پاس لے جا کر پیش کیا تھا اور امام علیہ السلام نے فرمایا: "قد ولیتک ھذا الامر فاصنع ماشئت" میں نے آپ کو اس واقعہ انتقام میں ولی امر اور مختار بنا دیا ہے۔ آپ جو چاہیں کریں (ذوب النضار فی شرح الثار ابن نما صفحہ ۱۴۰) چنانچہ وہ لوگ وہاں سے پلٹے اور انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کوفہ پہنچ کر کہا کہ ہمیں امام زین العابدین اور محمد حنفیہ نے اجازت انتقام دے دی ہے۔ روایت کے عیون الفاظ یہ ہیں:-

قال لھم قوموا بنا الی امامی و امامکم علی بن الحسین علیھما السلام دخل ودخلوا علیہ اخبرہ خبرھم الذی جاؤا الیہ ولاجلہ قال یا عم لوان عبداً زنجیا تعصب لنا اھل البیت لوجب علی الناس موازرتہ ولقد ولیتک ھذا الامر فاصنع

جب وہ لوگ حضرت محمد حنفیہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے لوگوں سے فرمایا کہ اُٹھو اور ہمارے ساتھ حضرت امام زین العابدین کے پاس چلو جو ہمارے اور تمہارے امام ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ ہماں کی خدمت میں پہنچے۔ اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے چچا جہاں تک انتقام کا تعلق

فاصنع ماشئت فخر جوا فقد سمعوا کلامه وهم یقولون اذن لنا زین العابدین علیہ السلام ومحمد بن الحنفیۃ الخ (دمعہ ساکبہ ص۴۰۸ و ذوب النضار ص۴۰۶)

ہے میں یہ کہتا ہوں کہ اگر غلام زنگی بھی ہم اہلبیت کے بارے میں زیادتی کرے تو ہر مسلمان پر اس کا مواخذہ واجب ہے (اور اے چچا سنو!) میں نے اس کے بارہ میں تم کو ولی امر بنا دیا ہے اب تمہارا جو جی چاہے کرو۔ یہ سن کر وہ لوگ وہاں سے روانہ ہو گئے اور انہوں نے کوفہ پہنچ کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہمیں انتقام لینے کی اجازت حضرت امام زین العابدین اور حضرت محمد حنفیہ نے دے دی ہے۔

الغرض حضرت محمد حنفیہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے ولایت امر حاصل کرنے کے بعد اپنے دولت کدہ پر واپس آئے۔ اور انہوں نے حضرت مختار کو چالیس اعیان واشراف کوفہ کے نام خطوط حمایت لکھ کر دے جن میں ایک خط حضرت ابراہیم ابن مالک اشتر کے نام کا بھی تھا یہ وہی خطوط ہیں، جنہیں مختار نے کوفہ پہنچ کر لوگوں کے سامنے پیش کیا (روضۃ الصفا جلد ۳ ص۷۴) حجۃ الاسلام مولانا محمد ابراہیم مجتہد کی تحریر سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت مختار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوئے۔ اور چونکہ خاندان رسالت کی نمایاں حمایت کئے بغیر کام نہیں چل سکتا تھا۔ اس لیے حضرت محمد حنفیہ کو پیش پیش رکھا۔ (نور الابصار ص۶) عالم اہل سنت علامہ عبداللہ ابن محمد لکھتے ہیں کہ حضرت محمد حنفیہ نے اپنا دستخطی فرمان دے کر حضرت مختار کو کوفہ کی طرف روانہ کر دیا۔ اور اس میں یہ بھی لکھا کہ مختار میری طرف سے ماذون اور ولی امر ہیں، ان کی حمایت واطاعت کرو۔ (قرۃ العین ص۱۴۶)

غرضیکہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے حضرت مختار کو بالواسطہ اجازت دی اور وہ انتقامی مہم کے سلسلے کوفہ کو روانہ ہو گئے، حضرت امام زین العابدینؑ اپنے اصحاب سے اکثر اس کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ بہت جلد مختار کامیاب ہو کر ابن زیاد اور عمر سعد وغیرہما کا سر میرے پاس بھیجیں گے۔ (جلاء العیون علامہ مجلسی ص۲۴۸) یہ امر بھولنا نہیں چاہیئے۔ کہ حضرت مختار ابھی مکہ ہی میں تھے۔ کہ یزید بن معاویہ کا انتقال ہو گیا۔ اور ابن زبیر کی حکومت نے جڑ پکڑ لی اور اس کی حکومت حجاز، بصرہ اور کوفہ میں مستقر وقائم ہو گئی۔

خبر انتقال یزید کے بعد حضرت مختار اپنی روانگی سے پہلے عبداللہ ابن زبیر کے پاس گئے

ان کے جانے کا مطلب یہ تھا کہ اس سے مل کر اس کا رُخ دیکھیں اور اندازہ لگائیں کہ اس کے خیالات کیا ہیں، حضرت مختار جب عبداللہ ابن زبیر سے ملے تو اسے بالکل بدلا ہوا پایا۔ حکومت کے وسیع ہو جانے سے ابن زبیر اپنے وعدہ سے بھی پھر گیا اور انتقام خون حسین کا جو نعرہ لگاتا تھا۔ اسے بھی بھلا بیٹھا۔ حضرت مختار کو اس کا یہ رویہ سخت ناگوار ہوا اور آپ نے دل میں ٹھان لی کہ میں اس کے خلاف بھی خروج کروں گا۔ (نور الابصار ص۸۵)

علامہ معاصر مولانا سید ظفر حسن لکھتے ہیں کہ یزید اور ابن زبیر کی کشمکش میں ۶۳ھ تمام ہوا اور ۶۴ھ کا آغاز ہونے لگا اس مدت میں ابن زبیر کی حکومت مکہ و مدینہ سے بڑھ کر یمن اور حضر موت تک جا پہنچی تھی۔ کوفہ میں بھی اس کے اثرات کی برقی رَو دوڑنے لگی تھی۔ یزید گھبرا اُٹھا ابن زبیر بڑے توڑ جوڑ کے آدمی تھے۔ انہوں نے بنی اُمیہ کے تمام حکمرانوں کو جو یزید کے معین کیے ہوئے تھے مکہ اور مدینہ دونوں سے نکال باہر کیا۔ اور خود ملکی انتظام کی باگ اپنے ہاتھ میں تھام لی۔ اب تو یزید کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اس نے مسلم بن عقبہ اور حصین بن نمیر کی ماتحتی میں دس ہزار فوج مکہ و مدینہ کی طرف روانہ کی۔ اور یہ تاکید کر دی کہ پہلے حتی الامکان تین روز مدینے کو خوب لوٹا جائے۔ پھر مکہ پر چڑھائی کی جائے۔ یہ جرار لشکر منزلیں مارتا مدینہ میں داخل ہو گیا، مسلم بن عقبہ نے بیعت کی، بہت کوشش کی۔ مگر کامیابی نہ ہوئی ادھر ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ یزید نے ابن زیاد کو مکہ کی مہم پر بھیجنا چاہا وہ راضی نہ ہوا۔ اور صاف صاف کہہ دیا کہ میرے لیے قتل حسین کا گناہ کافی ہے اس پر اہل مکہ کے قتل کا گناہ اضافہ کرنا نہیں چاہتا۔ اس انکار سے یزید کا خطرہ اور بڑھ گیا اس نے مسلم بن عقبہ کو ایک خط اور بھیج کر یہ تاکید کی کہ مدینہ پہنچے تو امام زین العابدین سے کوئی تعرض نہ کرے۔ بلکہ ان کی تعظیم و تکریم کا پورا لحاظ رکھے کیونکہ اس فساد میں ان کا ہاتھ نہیں۔

مسلم بن عقبہ تو اپنا ایمان جاہ و منصب کی قرباں گاہ پر پہلے ہی بھینٹ چڑھا چکا تھا اس کو مدینہ کی غارت گری میں کیا تامل ہو سکتا تھا وہ آندھی کی طرح حجاز میں آیا اور جنگ کا آغاز کر کے مدینہ رسول کے امن و امان کو اپنے عسکری گرد و غبار میں لپیٹ لیا۔ یہ لڑائی "واقعہ حرہ" کے نام سے مشہور ہے۔ ۲۸ ذی الحجہ ۶۴ھ سے اس کا آغاز ہوا تھا، پہلے تو اہل مدینہ نے بڑی دلیری سے فوج شام کا مقابلہ کیا۔ لیکن جب ان کا سردار عبداللہ بن مطیع بھاگ کھڑا ہوا تو سب کے قدم بھی میدان سے اکھڑ گئے۔ ابن عقبہ مدینہ میں داخل ہوا اور حکم یزید کے مطابق

تین دن متواتر قتل عام کرتا رہا، نوبت یہ پہنچی کہ تمام اصحاب رسول گھروں سے نکل کر پہاڑوں اور جنگلوں میں جا چھپے تاہم سات سو بزرگان قریش جن میں قاریان قرآن کی ایک بڑی تعداد شامل تھی قتل کئے گئے اور عام طور پر ...... مدینہ کی عورتوں کے ساتھ زنا کیا گیا جن کے بطن سے نو سو نازادے پیدا ہوئے۔ دس ہزار غلام تلوار کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ جو لوگ بچ رہے تھے مسلم بن عقبہ نے ان سے یہ کہہ کر بیعت لی کہ ہم یزید کے غلام ہیں جس نے یہ کہنا پسند نہ کیا قتل کر ڈالا گیا ......" مدینہ کی مہم سر کرتے ہی مسلم بن عقبہ بیمار ہو گیا۔ اور اس کا مرض روز بروز بڑھنے لگا۔ یزید کے حکم کے مطابق اس نے مکہ کی مہم ابن نمیر کے سپرد کر دی اور یہ تاکید کر دی کہ خانہ کعبہ کی حرمت کا کوئی خیال کیا جائے۔ اور جس طرح بنے وہاں کے لوگوں پر قبضہ کیا جائے۔ امیر وقت کی اطاعت خانہ کعبہ کی حرمت سے کہیں زیادہ ہے۔ (العیاذ باللہ)

مسلم بن عقبہ مر گیا اور ابن نمیر نے پوری تیاری کے ساتھ مکہ پر دھاوا کیا۔ ابن زبیر مقابلہ کے لئے نکلے۔ بازار کارزار گرم ہوا۔ منذر ابن زبیر مارا گیا۔ اور فوج شام نے غلبہ پا کر اہل مکہ کو شکست دی ابن زبیر روپوش ہو گئے۔ ابن نمیر نے فوج کو حکم دیا کہ منجنیقوں سے کعبہ پر پتھر برساؤ۔ چنانچہ پتھروں کی بارش سے بہت سے شہری زخمی ہوئے سارا شہر محاصرہ میں تھا۔ جس کا سلسلہ ماہ صفر سے آخر ربیع الاول تک قائم رہا۔

جب اہل شام پتھر برساتے برساتے تھک گئے تو انہوں نے منجنیقوں سے گندھک اور روئی میں آگ لگا کر پھینکنی شروع کی جس سے خانہ کعبہ کے پردے جل اٹھے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی چیزیں نذر آتش ہوئیں۔ ابھی محاصرہ اٹھنے نہ پایا تھا کہ دمشق میں یزید لعین واصل جہنم ہوا۔ مکہ میں خبر پہنچی تو ابن نمیر کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ اب اسے ٹھہرنا دشوار ہو گیا چلتے وقت ابن زبیر کو کعبہ میں بلا کر کہا یزید تو مر گیا میں اپنے تمام لشکر کے ساتھ اس شرط پر تمہاری بیعت کر سکتا ہوں کہ ہمارے ساتھ دمشق چلے چلو وہاں ہم تمہیں تخت پر بٹھا دیں گے اس نے کہا جب تک مکہ اور مدینہ والوں کے خون کا کل اہل شام سے بدلہ نہ لے لوں گا کوئی کام نہ کروں گا۔ ابن نمیر ابن زبیر کی کج فہمی کو سمجھ گیا کہنے لگا کہ جو شخص تجھ کو صاحب عقل و ہوش سمجھے وہ خود بیوقوف ہے میں تجھے نیک صلاح دیتا ہوں اور تو مجھے دھمکاتا ہے۔

یزید کے مرنے سے ابن زبیر کے سر پر آئی بلا ٹل گئی اس نے شکست خوردہ فوج کو پھر جمع کیا اور وہ شہر مکہ پر پھر بدستور قابض ہو گیا۔ مدینہ والوں نے ابن عقبہ کے معین کئے ہوئے حاکم کو

شہر سے نکال باہر کیا۔ ابن زبیر نے یہاں بھی قبضہ کر لیا۔ اب بھلا ایسی صورت میں جبکہ ابن زبیر کا عروج بڑھ رہا تھا وہ حضرت مختار کی کیا پروا کرتا۔ بالآخر انہوں نے حضرت مختار کی طرف سے بے رخی کی، حضرت مختار اس کی روش سے سخت بددل ہو گئے۔ مختار کو یہ بات سخت ناگوار تھی کہ ابن زبیر نے حکومت حاصل کرنے کے بعد خون حسین کے بدلہ لینے کا خیال مطلقاً ترک کر دیا۔

مورخ ہروی کا بیان ہے کہ حضرت مختار نے ابن زبیر سے عہد و پیمان کر لیا تھا اور اُن کا پورا ساتھ دے رہے تھے۔ جب اس پر مصیبت آئی یہ اس کی مدد کرتے تھے، چنانچہ جب عمر بن زبیر جو عبداللہ ابن زبیر کا بھائی تھا، اپنے بھائی سے لڑنے کے لیے مکہ پر حملہ آور ہوا تو مختار کمر جد و اجتہاد بستہ در جنگ سعی بسیار نمود تا عمر گرفتار گشت۔" مختار نے کمال سعی و کوشش سے اس کا مقابلہ کیا اور اس درجہ اس سے جنگ کی کہ عمر گرفتار ہو گیا۔ اسی طرح جب حصین ابن نمیر نے حکم یزید سے مکہ کا محاصرہ کیا تو مختار نے دفع لشکر شام میں کمال جراءت سے داد مردانگی دی اور جب یزید فوت ہو گیا اور ابن زبیر کی حکومت حجاز کوفہ بصرہ تک پہنچ گئی تو اس نے ان سے بے التفاتی شروع کی۔ اور اپنے تمام وعدوں سے وہ پھر گیا۔ اس کے طرز عمل سے مختار سخت بددل ہو گئے اور ابن زبیر کے خلاف بھی خروج کا تہیہ کر کے مکہ سے نکل کھڑے ہوئے۔ روضۃ الصفا جلد ۳ صد ۷۵)

باب ۱۴

یزید کی موت، چار ہزار پانچ سو محبان علی کی قید سے رہائی

شام میں مروان کی حکومت اور

حضرت مختار کی مکہ سے کوفہ کو روانگی، رسیدگی و گرفتاری اور سلیمان ابن صرد وغیرہ کی انتقامی مہم و

شہادت

حضرت مختار ابھی مکہ ہی میں اور بروایتے مدینہ میں تھے کہ یزید لعین کا انتقال ہو گیا انتقال یزید کے متعلق مورخ طبری کا بیان ہے کہ یزید شام کے ایک دیہات میں فوت ہوا جس کا نام

حواریین تھا اس کی ۳۹ سال تھی۔ اس کی وفات یوم چہار شنبہ ۱۰ ربیع الاول ۶۳ھ ۶۴ھ کو ہوئی ہے مدت حکومت تین سال آٹھ مہینے تھی۔ (تاریخ طبری جلد ۴ صہ ۶۴۴)

علماء کا بیان ہے کہ واقعہ کربلا کی وجہ سے یزید ایسی بیماری میں مبتلا ہوگیا۔ جس کی تشخیص ناممکن تھی۔ تمام اطبا نے بالاتفاق کہہ دیا۔ کہ اسے کوئی خاص بیماری معلوم نہیں ہوتی۔ سوا اس کے کہ قتل فرزند رسول کا تاثر اسے ستا رہا ہے اور اس کا علاج سیر و تفریح اور شکار کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اسی بنا پر یزید اکثر شکار کو جایا کرتا تھا۔ ایک دن وہ دس ہزار سواروں کو ہمراہ لے کر شکار کے لیے نکلا۔ اور دمشق سے دو شبانہ روز کی دوری تک چلا گیا۔ ناگاہ اس کو ایک خوبصورت ہرن نظر پڑا اس نے اس کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا اور اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ کوئی میرے ہمراہ نہ آئے وہ لوگ تو اپنے اپنے مقام پر ٹھہر گئے اور یہ اس کے پیچھے بڑھتا چلا گیا۔ ہرن جو تیزی سے ایک کے بعد دوسرے جنگل کو طے کر رہا تھا وہ ایک ایسی اوجاڑ اور خوفناک وادی میں پہنچا جو دل ہلا دینے والی تھی

جب یہ دونوں اس وادی کے درمیان میں پہنچے اور یزید نے چاہا کہ جھپٹ کر اس پر حملہ کر دے۔ تو ناگاہ وہ نظروں سے غائب ہوگیا۔ یہ دیکھ کر یزید سخت حیران ہوا۔ اور چونکہ اس پر پیاس کا شدید حملہ ہو چکا تھا اس لیے وہ پانی کی تلاش میں سرگرداں ہو رہا تھا کہ ایک شخص مشکیزہ لیے ہوئے نظر پڑا۔ یہ تیزی سے اس کی طرف بڑھ کر بولا۔ خدا را مجھے ذرا سا پانی پلا دو۔ اس نے پوچھا تو کون ہے۔ یزید نے جواب دیا میں امیر یزید ہوں۔ شام کا بادشاہ اس نے کہا تجھے شرم نہیں آتی۔ فرزند رسول حضرت امام حسین علیہ السلام کو پیاسا قتل کر کے ہم سے پانی مانگتا ہے۔ اے ملعون ہم تجھے پانی نہیں دے سکتے اور اب ہم تجھ پر حملہ کرتے ہیں تو اس کو رد کرنے کی سعی کر۔ یہ کہہ کر اس شخص نے جو در اصل ملک تھا ایک زبردست حملہ کیا۔ یزید نے شمشیر نکالنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ اس کے حملہ کرتے ہی اس کا گھوڑا بھڑکا۔ اور یہ زمین کی طرف مائل ہوا، ناگاہ ایک آگ کا گرز اس کے چہرے پر پڑا اور اس کے ٹکڑے اڑ گئے اور حکم خدا سے ایک عظیم طائر نے اُسے نگل لیا اور وہ طائر قیامت تک اسے اُگل کر نگلتا رہے گا۔ اور خداوند عالم اسے زندہ کر کے طائر کی پاریدگی کے ذریعہ سے اسے تا قیامت عذاب الٰہی کا مزہ چکھاتا رہے گا۔ ایک روایت کی بنا پر جب یزید کا گھوڑا بھڑکا تھا اس کی رکاب میں اس ملعون کا ایک پیر رہ گیا تھا۔ علامہ حسام الواعظ کا بیان ہے کہ یزید کتے کی

شکل میں مسخ ہوگیا تھا۔

یزید کے لشکر میں دس افراد "ہم نوالہ وہم پیالہ" بھی تھے۔ جب یزید کی واپسی میں غیر معمولی تاخیر ہوئی تو یہ لوگ اس کے تفحص اور تجسس میں آگے بڑھے، ایک روایت کی بنا پر وہ بھی وہاں پہنچ کر جس کا نام بروایت قرۃ العین وادی جہنم تھا واصل جہنم ہوگئے۔ اور دوسری روایت کی بنا پر جب وہ لوگ وادی کی طرف بڑھ رہے تھے، انہیں یزید کا گھوڑا نظر آیا۔ انہوں نے دیکھا کہ اس کی رکاب میں یزید کا ایک پیر لٹکا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر فریاد وفغاں کرتے ہوئے دمشق کی طرف واپس چلے گئے، ایک روایت میں ہے کہ جیسے ہی ان لوگوں کی نگاہ رکاب فرس پر پڑی ایک خوفناک فضائی آواز نے ان کے دل ہلا دیئے۔ یہ آواز ایسی تھی جس کے صدمہ سے بعض دم دے بیٹھے" اور بعض بھاگ کر نیم جاں دمشق جا پہنچے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس آواز نے جو زبانیہ جہنم کی تھی، سب کو نیست ونابود کر دیا۔" اخذ الثار وانتصار المختار لابی مخنف ضمیمہ بحار جلد۱۰ ص۴۸۵ و قرۃ العین ص۱۳۳ و نور الابصار ص۵۵)

وفات یزید سے ملک میں انتشار اور شیعیان علی کی قید سے رہائی

یزید کی گم گشتگی اور اس کے دس خصوصی دوستوں کی عدم واپسی اور ناپیدگی کی وجہ سے لشکر یزید سخت حیران وپریشان چکر کھاتا رہا، بالآخر اسے یقین ہوگیا کہ یہ لوگ کسی عذاب میں مبتلا ہو کر جان عزیز دے بیٹھے ہیں اس تیقن کے بعد یہ لشکر سرگرداں وارد دمشق ہوا۔ اس کے دمشق میں پہنچتے ہی انتشار عظیم پیدا ہوگیا۔ ممالک محروسہ میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہوگیا جو جہاں پر یزید کی طرف سے حکومت کرتا تھا۔ وہ خود مختار حاکم بن گیا دمشق میں دو قسم کے خیالات رونما ہوگئے بعض خیالات یزید کی ہمدردی سے متاثر تھے اور بعض اس کی موت سے فرحناک تھے۔ واستبنہ المومنون فتبادر والی دارہ و ذبحو اولادہ و حریمہ واخذ واجمیع مالہ؛ یزید کے مرنے کی جونہی اطلاع شیعیان علی بن ابی طالب کو ہوئی وہ والئ کوفہ کی طرف دوڑ پڑے اور انہوں نے مکان کو گھیرے میں لے کر اس کے بعض اولاد اور حریم کو قتل کر دیا۔ اور مال ودولت لوٹ لیا۔ (قرۃ العین ص۱۳۴) مومنین ان لوگوں کے قتل وغارت میں مشغول ہی تھے کہ بنی امیہ کا ایک عظیم فوجی دستہ آگیا دونوں میں باہمد گر تا دیر جنگ ہوئی بالآخر لوٹا ہوا مال واپس ہوگیا۔ (نور الابصار ص۵۶)

علماء ومورخین کا بیان ہے کہ یزید کے مرنے کی جونہی خبر کوفہ میں پہنچی شیعیان علی بن

ابی طالب جو اپنے کو شیعہ ظاہر نہ کر سکتے تھے رونما ہو گئے اور سب نے یکجا ہو کر ابن زیاد کے مکان پر حملہ کیا ان کے ہاتھ میں ایک جھنڈا تھا۔ یہ لوگ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ کے مسلسل نعرے لگا رہے تھے ان لوگوں نے اس کے مکان کو گھیر لیا اور اسے اچھی طرح لوٹا انہیں جو ملا اسے تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔

یہاں سے فراغت کے بعد یہ لوگ اس قید خانہ کی طرف چلے جس میں چار ہزار پانچ سو شیعیان علی بن ابی طالب گرفتار تھے۔ یہ وہی قید خانہ تھا جس میں اس سے قبل حضرت مختار بھی گرفتار تھے اس قید خانہ کی حالت نہایت ناگفتہ بہ تھی اس کے قیدی عموماً بھوکے پڑے رہتے تھے اور اکثر زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ حضرت مسلم بن عقیل جب کوفہ تشریف لائے تھے۔ تو ان کے منصوبہ میں ان لوگوں کی رہائی بھی تھی۔ یہ قیدی کوفہ اور اطراف کوفہ کے باشندے تھے۔ انہیں اس درجہ مجبور رکھا گیا تھا کہ یہ زندگی کی سانس لینے سے بھی عاجز تھے۔ ان کی اسی قید نے انہیں مسلم بن عقیل اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی امداد سے روک رکھا تھا۔ عالم اہل سنت امام عبداللہ ابن محمد لکھتے ہیں:۔

کان یزید مولی ابن زیاد علی الکوفہ والبصرۃ فکان یقیم فی کلاھما ستۃ اشھر وکان فی ذالک الوقت فی البصرۃ وکان فی حبسہ الذی بالکوفۃ اربعۃ الاف و خمساۃ فارض وھم الذین کانوا مع المختار مقیدون مظلومون لم یتمکنوا من ذالک علی نصرۃ الحسین فلما جا الخبر بھلاک یزید فاول ما فعلوا اھل الکوفۃ نھبوا دار ابن زیاد وقتلوا اصحابہ واولاد وھتکوا حریمہ واخذ واخیل رجالہ و کراجبہ واخرجوا من فیہ فکان فیھم سلیمان بن صرد الخزاعی وسعید بن صفوان ویحیی بن عوف ومثلھم من الابطال والشجعان

یزید ابن معاویہ نے عبیداللہ ابن زیاد کو کوفہ اور بصرہ کا گورنر بنا رکھا تھا۔ وہ دونوں مقامات پر چھ چھ ماہ قیام کیا کرتا تھا۔ ہلاک یزید کے وقت وہ بصرہ میں مقیم تھا اس کے اس قید خانہ میں جو کوفہ میں تھا چار ہزار پانچ سو بہادر قید تھے یہ وہی لوگ تھے جو حضرت مختار کے ساتھ گذشتہ دنوں میں وہاں موجود تھے۔ اور مقید تھے اور سخت ظلم کی سختیاں برداشت کر رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کی امداد نہ کر سکے تھے۔ جب یہ خبر پہنچی کہ یزید ہلاک ہو گیا ہے تو اہل کوفہ نے سب سے پہلے ابن زیاد کے مکان کو لوٹا اور اس کے ہر کاروں اور اولاد کو قتل کیا اور اس کی داشتہ یا دیگر عورتوں کی

فلما خرجوا تقاسموا الخیل والمال وھلکوا الباقین من اھل ابن زیاد ولم یبق منھم الا نفر قد ھرب وسار الی البصرۃ واعلمہ بما حصل
(قرۃ العین ص۱۳۴ طبع بمبئی)

بے حرمتی کی اور اس کے مال مویشی کو لوٹا اور اس کے قید خانہ کو توڑ کر اس میں سے ان سب کو رہا کر دیا جو اس میں تھے ..... اسی قید خانہ میں سلیمان بن صرد خزاعی، سعید ابن صفوان یحییٰ بن عوف اور انہیں کے مثل بڑے بڑے بند تھے۔ جب یہ لوگ قید خانہ سے نکلے تو انہوں نے گھوڑے اور مال بانٹ لیا اور ابن زیاد کے جو کچھ لوگ باقی رہ گئے تھے سب کو قتل کر ڈالا یہاں تک کہ ان میں سے ایک شخص کے علاوہ جو بھاگ کر بصرہ پہنچا۔ اور اس نے اس واقعہ کی خبر دی اور کوئی باقی نہ بچا۔

ابو مخنف کا بیان ہے کہ اسی قید خانہ میں حضرت ابراہیم بن مالک اشتر نخعی اور صعصعۃ العبدی بھی تھے۔ (اخذ الثار ص۴۸۶ طبع ایران نور الابصار ص۵۶ طبع لکھنؤ)

قید خانہ سے رہائی کے بعد بالاتفاق یہ فیصلہ ہوا کہ سب کو مجتمعاً امام حسین کے خون کا بدلا لینا چاہیئے۔ چنانچہ جملہ سرفروشان اسلام جناب سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر جمع ہو گئے۔ یہ بزرگ صحابی رسول ہونے کے علاوہ اور بہت سے صفات سے متصف تھے۔ استیعاب میں ہے کہ یہ مرد نیک فاضل وعابد اور بڑے مجاہد تھے، فتح مکہ، جمل وصفین میں انہوں نے کارہائے نمایاں کئے تھے ان کا نام عہد جاہلیت میں "یسار" تھا لیکن سرور عالم صلعم نے سلیمان رکھ دیا تھا۔ ابن زیاد کی قید میں ہونے کی وجہ سے یہ بھی واقعہ کربلا میں شریک نہ ہو سکے تھے وہ حضرات جنہیں سب سے زیادہ یہ غم کھائے جا رہا تھا کہ ہم قید خانہ میں چلے جانے کی وجہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی مدد نہ کر سکے ان میں نمایاں حیثیت حضرت سلیمان بن صرد خزاعی مسیب ابن نجبہ فزاری، عبد اللہ ابن سعید بن نفیل ازدی، عبد اللہ ابن دال تمیمی، رفاعہ بن شداد کو حاصل تھی۔ یہ حضرات رسول کریم اور علی حکیم کے اصحاب کبار میں سے تھے۔

جب تمام حضرات جناب سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر جمع ہو گئے تو سلیمان بن صرد نے کھڑے ہو کر ایک درد بھری تقریر کی جس میں آپ نے اس وقت کے موجودہ حالات پر روشنی ڈالی اور اپنے ساتھیوں سے یہ کہا کہ ہمارے دلوں میں لگی ہوئی صدمہ کی آگ اس طرح بجھ سکتی ہے کہ ہم میدان عمل میں نکل آئیں اور دشمنان وقاتلان حسین کو گن گن اور چن چن کر مار دیں آپ کی تقریر کے

۱؎ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں ۱۲

بعد رفاعہ بن شداد کھڑے ہوگئے۔ اور انہوں نے آپ کی تقریر کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ بے شمار دشمنوں سے چونکہ اس سلسلہ میں مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم کسی کو اپنا (کمانڈر) سردار مقرر کرلیں تاکہ منظم طور پہ بدلا لینے میں کامیابی حاصل کرسکیں۔ اور سنو میری نگاہ میں اس منصب کے لیے سلیمان بن صرد سب سے زیادہ موزوں ہیں۔ رفاعہ کے بعد مسیب بن نجبہ نے کہا کہ میں رفاعہ کی پوری پوری تائید کرتا ہوں۔ بے شک ہم سب میں ان کو مختلف حیثیتوں سے تفوق حاصل ہے۔ مسیب کی تقریر کے بعد سب نے متفقہ طور پر جناب سلیمان بن صرد کو اپنا رئیس و سردار تسلیم کر لیا۔ اور سب کے سب خون بہا کی خاطر جنگ کے لیے تیار ہوگئے۔

حضرت سلیمان بن صرد نے قوم کے ابھرتے ہوئے جذبات کا احترام کرتے ہوئے اپنے خصوصی جذبہ انتقام کی رعایت سے پوری پوری توجہ مبذول کردی اور یہ طے کرلیا کہ یا تو قاتلان حسین کو قتل کردیا جائے گا۔ یا ہم لوگ خود سر سے گزر جائیں گے۔ اس کے بعد انہوں نے دیار و امصار میں خطوط روانہ کرنا شروع کردیے اور اپنی پوری کوشش سے کثیر تعداد میں شیعیان علی بن ابی طالب کو فراہم کرلیا۔ حضرت سلیمان نے سب سے پہلے جن لوگوں کو خطوط لکھے ان میں سعد بن خذیفہ یمانی اور مثنیٰ بن مخرمۃ العبدی تھے۔ یہ لوگ مدائن میں قیام پذیر تھے۔ انہوں نے حضرت سلیمان کو نہایت امید افزا جواب دیا (ذوب النضار صفحہ ۴۰۳، نور الابصار صفحہ ۶) حضرت سلیمان تکمیل خروج کی تیاری میں مصروف و مشغول تھے کہ حضرت مختار مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

حضرت مختار کی مکہ سے روانگی کوفہ میں رسیدگی اور گرفتاری

حضرت مختار عبداللہ ابن زبیر سے پورے طور پر بددل ہو چکے تھے۔ وہ مکہ میں قیام کرنا بیکار خیال کرتے ہوئے بھی موقع کے انتظار میں وہاں ٹھہرے رہے جب انہیں معلوم ہوا کہ یزید کے بعد وہ تمام شیعیان علی جو ابن زیاد کی قید میں تھے برآمد ہوگئے

ے سلیمان بن صرد خزاعی کا شجرہ یہ ہے سلیمان بن صرد بن الجون ابن منقذ بن ربیعہ بن احزم الخزاعی یہ اولاد کعب بن ربیعہ یحییٰ بن حارثہ بن عمر بن عامر ماء السما عامر بن عریف، حارثہ بن امراؤ القیس بن ثعلبہ بن مازن۔ ان کا نام عہد جاہلیت میں یسار تھا لیکن عہد اسلام میں آنحضرتؐ نے سلیمان رکھ دیا تھا۔ یہ بڑے مرد فاضل تھے انہوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ اور خزاعہ میں مکان بنالیا تھا یہ اپنی قوم کے سردار تھے۔ مروان بن حکم کے عہد میں قتل و شہید ہوئے وفات کے وقت ان کی عمر ۹۳ سال کی تھی (ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۱۹۲)

ہیں اور انہوں نے کوفہ میں انتقامی مہم کی کافی چہل پہل پیدا کر دی ہے تو وہ اپنی پہلی فرصت میں مکہ سے روانہ ہوگئے نہایت تیزی کے ساتھ طے منازل اور قطع مراحل کرتے ہوئے کوفہ کو جا رہے تھے کہ راستے میں ہانی بن جبہ وداعی سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے پوچھا کہ کوفہ اور اہل کوفہ کس حال میں ہیں ہانی نے کہا کہ اس وقت اہل کوفہ کی حالت پراگندہ بھیڑوں جیسی ہے اگر کوئی ان کا گلہ بان ہو جائے تو انہیں یک جا کرنا چاہے تو بڑی آسانی اور نہایت خوبصورتی سے یہ یکجا ہو جائیں گے۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں انہیں ضرور یکجا کروں گا۔ اور دشمنانِ آل محمد خصوصاً قاتلان امام حسین کو چن چن کر قتل کروں گا۔ پھر حضرت مختار نے پوچھا کہ سلیمان بن صرد کا کیا ارادہ ہے اور وہ کیا کر رہے ہیں۔ ہانی نے کہا کہ وہ خروج کے لیے بالکل تیار ہیں۔ لیکن اب تک برآمد نہیں ہوئے اسی قسم کی گفتگو سلمہ بن کریب سے بھی ہوئی۔ یہ سن کر حضرت مختار آگے بڑھے یہاں تک کہ آپ کا ورود جمعہ کے دن نہر حیرہ پر ہوا۔ آپ نے غسل کیا لباس بدلا، تلوار حمائل کی اور آپ گھوڑے پر سوار ہو کر بارادہ کوفہ روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے جب آپ کا ورود بمقام قادسیہ ہوا تو آپ نے اپنا راستہ بدل دیا اور آپ کربلا کی طرف مڑ گئے۔ کربلا پہنچ کر (بروایت روضۃ الصفا و مناقب اخطب خوارزمی و مجالس المومنین) آپ نے حضرت امام حسینؑ کو سلام کیا اور ان کی قبر مبارک سے لپٹ کر بے پناہ گریہ کیا اور اُسے بوسے دئے اور ان کی بارگاہ میں بدل و جان قسم کھائی جس کے عیون الفاظ یہ ہیں:

یاسیدی البت بجدك المصطفیٰ و ابیك المرتضیٰ و امك الزهراء و اخیك الحسن المجتبیٰ و من قتل معك من اهل بیتك و شیعتك فی کربلا لا اکلت طیب الطعام ولا شوبت لذید اشراب ولا نمت علی ولی المهاد ولا خلعت هذه والابرار حتی انتقم محن قتل او اقتل کما قتلت قبح الله العیش بعدك (مناقب اخطب روضۃ الصفا جلد ۳ صـ۷۶، مجالس المومنین صـ۳۵۸)

اے سید و سردار، میں نے آپ کے جد امجد حضرت محمد مصطفیٰ اور آپ کے والد ماجد حضرت علی مرتضیٰ اور آپ کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ زہرا اور آپ کے برادر مجتبیٰ حضرت حسن اور آپ کے ان اہلبیت اور شیعوں کی قسم کھائی ہے جو آپ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے ہیں کہ میں جب تک آپ کا انتقام نہ لے لوں گا۔ اس وقت تک نہ اچھے کھانے کھاؤں گا نہ آب خوشگوار پیوں گا، نہ نرم بستر پر سوؤں گا۔ نہ یہ چادریں جو اوڑھے ہوئے ہوں اتاروں گا اے مولا آپ کے بعد زندگی بہت بری زندگی

ہے اب یا تو انتقام لوں گا یا اسی طرح قتل ہو جاؤں گا۔ جس طرح آپ شہید ہو گئے ہیں۔

اس کے بعد آپ با چشم گریاں قبر امام حسین علیہ السلام سے رخصت ہو کر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے پھر قطع مراحل کرتے ہوتے آپ ماہ رمضان ۶۴ھ کو دن کے وقت داخل کوفہ ہو گئے۔ (مجالس المومنین ص۳۴۵)

حضرت مختار جس کی طرف سے گزرتے تھے وہی آپ کا استقبال کرتا تھا اور آپ کے آنے کی مبارکباد پیش کرتا تھا۔ آپ لوگوں سے کہتے جاتے تھے۔ کہ گھبراؤ نہیں میں انشاء اللہ ظالموں کا عنقریب قلع وقمع کروں گا۔ اور واقعہ کربلا کا ایسا بدلہ لوں گا کہ دنیا انگشت بدنداں ہوگی۔ اس کے بعد آپ جامع مسجد میں تشریف لے گئے اور آپ نے نماز ادا کی، پھر وہاں سے روانہ ہو کر اپنے گھر پہنچے جو خانہ سالم بن مسیب" کے نام سے مشہور تھا۔

حضرت مختار نے اپنے گھر میں قیام کرنے کے بعد اعیان شیعہ سے ملنا شروع کیا اور ان پر یہ وضاحت کی کہ وہ محمد بن حنفیہ کا اجازت نامہ لائے ہیں۔ کوفہ کی فضا چونکہ عبداللہ ابن زبیر کے اثرات سے متاثر تھی، اس لیے شیعیان علی بن ابی طالب خاموشی کے ساتھ ہوشیاری سے اپنے منصوبہ کو کامیاب بنانے کی طرف متوجہ تھے۔

حضرت مختار کے کوفہ پہنچتے ہی دشمنان آل محمد میں ہل چل مچ گئی، لوگوں پر مختار کی ہیبت طاری تھی۔ لہٰذا ان لوگوں نے جمع ہو کر ان کے معاملہ پر غور کرنے کی ضرورت محسوس کی تبادلہ خیال کے بعد عمر بن سعد اور شیث ابن ربعی اور ابراہیم بن محمد اور عبداللہ بن یزید نے فیصلہ کیا کہ مختار کو گرفتار کر لینا چاہیئے۔ کیونکہ یہ سلیمان بن صرد سے زیادہ نقصان رساں اور خطرناک ہیں۔ سلیمان کا مقابلہ عام لوگوں سے ہے اور مختار صرف قاتلان حسین کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ جن میں تمام اعیان کوفہ وشام شامل ہیں، رائے قائم کرنے کے بعد ہزاروں افراد کو مختار کی گرفتاری کے لیے بھیج دیا گیا۔ ان لوگوں نے پہنچ کر حضرت مختار کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور انہیں گرفتار کر کے ایک خچر پر سوار کیا اور قید خانہ بھیج دیا۔ حضرت مختار جب قید خانہ بھیجے جا رہے تھے اس وقت ابراہیم ابن محمد نے عبداللہ ابن یزید والی کوفہ سے کہا ان کے جسم کو زنجیروں سے جکڑوا دے اس نے جواب دیا۔ کہ مختار نے کوئی خطا نہیں کی۔ ہم ان کے ساتھ سختی نہیں کر سکتے۔ یحییٰ بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں حمید بن مسلم کے ہمراہ ایک دن مختار سے ملا۔ تو انہوں نے ایک عظیم مقفیٰ عبارت میں کہا کہ میں عنقریب دشمنانِ آل رسول کے خون کا بدلا لوں گا۔ اور تمام سرکشان کوفہ وشام کو خون آشام تلوار کا مزہ چکھاؤں گا۔ (نور الابصار ص۶۲، ذوب النضار ص۴۰۵ دمعہ ساکبہ ص۴۰۶) مورخ طبری کا بیان ہے کہ

حضرت مختار کوفہ پہنچنے کے ساتویں دن گرفتار کر لیے گئے اور یہ واقعہ ۶۴ھ کا ہے (تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۶۵ طبع لکھنو) مورخ ہروی کا بیان ہے کہ مختار کی گرفتاری کے بعد شیعیان کوفہ کے چند نمایاں افراد ضمانت پر رہا کرانے کے لئے والئ کوفہ کے پاس گئے اس نے صاف انکار کر دیا یہ لوگ سخت رنجیدہ واپس چلے آئے۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۷۶)

ابن زیاد کی بصرہ سے روانگی اور حضرت سلیمان کی پیش قدمی

ادھر حضرت مختار قید خانہ میں داخل کر دیئے گئے ادھر

سلیمان بن صرد خزاعی کو اطلاع ملی کہ ابن زیاد بصرہ سے بہ ارادہ شام روانہ ہو رہا ہے۔ سلیمان بن صرد نے فیصلہ کیا کہ کوفہ سے روانہ ہو کر شام کے راستے ہی میں ابن زیاد کو قتل کر دیا جائے۔ اس فیصلہ کے بعد حضرت سلیمان بن صرد بارادہ قتل ابن زیاد کوفہ سے سمت بصرہ روانہ ہو گئے ایک روایت کی بنا پر آپ کے ہمراہ چار پانچ ہزار سو بہادر تھے۔ آپ نے شام اور بصرہ کے ایک درمیانی شارع پر اپنا پڑا جما دیا۔ خیال تھا کہ ابن زیاد اسی طرف سے گذرے گا۔ اور ہم اسے پکڑ کر قتل کر دیں گے۔ تھوڑے عرصہ انتظار کے بعد بصرہ کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔

ابن زیاد جو حاکم بصرہ بھی تھا کو یزید کی موت کی جونہی اطلاع ملی سخت حیران و پریشان ہوا۔ وہ ابھی اسی تردد میں تھا کہ کوفہ کی خبریں اُسے وصول ہو گئیں۔ اب تک وہ یہ رائے قائم نہ کر سکا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے کہ ناگاہ بروایت روضۃ المجاہدین نامہ بر کبوتر نے مروان بن حکم کا ایک خط پہنچایا جس میں لکھا تھا کہ یزید کا انتقال ہو گیا ہے۔ اور ہر طرف طوائف الملوکی نے زور پکڑ لیا ہے۔ دمشق پر قبضہ جمانے کے لیے عبداللہ بن عمر پورا زور لگا رہا ہے۔ لہٰذا جس طرح ممکن ہو سکے تو جلد سے جلد دمشق پہنچ جا۔

حالات کو دیکھتے ہوئے ابن زیاد نے فوراً منادی کے ذریعہ سے مسجد جامع میں لوگوں کو جمع کیا۔ جب اجتماع ہو گیا تو وہ منبر پر گیا لوگوں کو اس کی اطلاع نہ تھی کہ یزید ہلاک ہو گیا ہے اور لوگ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کس لیے سب جمع کئے گئے ہیں۔ ابن زیاد نے اہل بصرہ سے کہا کہ یزید کو کوئی ضرورت لاحق ہو گئی ہے اور اس نے مجھے جلد سے جلد دمشق پہنچنے کا حکم دیا ہے اس لیے میں یہاں سے جا رہا ہوں اور تم پر اپنا قائم مقام اپنے بھائی "عثمان بن زیاد" کو کئے جاتا ہوں۔ تم لوگ اس کی اطاعت کرنا اور اس کے حکم کو نافذ سمجھنا۔ اگر مجھے وہاں زیادہ دنوں تک رہنا پڑا۔ تو میں تمہیں مسلسل خطوط لکھتا رہوں گا۔ ورنہ خیال ہے کہ جلد سے جلد تم تک واپس پہنچ جاؤں

ان لوگوں نے "سمعاً وطاعۃً" کہہ کر جواب دیا اور وہ منبر سے نیچے اتر آیا، اس کے بعد کہنے لگا کہ تم میں کون ایسا ہوشیار شخص ہے جو مجھے مناسب راستے سے شام پہنچا دے، اور سنو جو اس خدمت کو میری مرضی کے مطابق سرانجام دے گا۔ اسے میں اپنے دونے وزن کے برابر سونا دوں گا۔ یہ سن کر عمر بن جارود جو اپنی قوم کا سردار اور پرستار بنی امیہ تھا اُٹھ کھڑا ہوا کہنے لگا۔ اے امیر یہ فریضہ میں ادا کروں گا۔ اور تجھے اس خوبصورتی و سہولت سے دمشق پہنچاؤں گا کہ تو بھی تاقیامت یاد رکھے گا۔ اے امیر میں تجھے اپنے ناقہ میں سوار کر کے لے چلوں گا اور دمشق پہنچا دوں گا۔ اور سن میں تیری حفاظت کے لیے اپنے جملہ فرزند اور خادم ہمراہ لے چلوں گا۔ میرے اکیس بیٹے ہیں اور سب بڑے بہادر ہیں، میرا ایک بیٹا بیس سواروں کے برابر ہے۔ یہ سُن کر ابن زیاد خوش و مسرور ہوگیا اور کہنے لگا کہ اگر تیرے یہ خیالات اور تیرا یہ عزم ہے تو سن میں تجھے دونی کے بجائے چوگنی بخشش دوں گا یعنی اپنے وزن کے چار گنا برابر تجھے سونا دوں گا اور یہی نہیں بلکہ ایسا بھی کروں گا کہ تجھے اپنا مقرب بنا لوں گا اور یزید کے بھی خواص میں تجھے داخل کر دوں گا بس اب تو یہ کر کہ مجھے "اقرب طرق" سے جس قدر جلد ممکن ہو سکے دمشق پہنچا دے اور یہ بھی سن لے کہ میں تیرے ساتھ ایک ہودج میں سوار ہوں گا۔ اور جو کچھ تجھے دینا ہے وہ سارے کا سارا دوسرے ناقہ پر لاد کر لے چلوں گا اس کے بعد ابن زیاد نے عمر بن جارود کو حکم دیا کہ اپنے گھر والوں سے رخصت ہو کر ایسے وقت پر یہاں پہنچ جائے کہ روانگی کے بعد ظہر سے قبل بصرہ سے کئی میل دور نکل چلیں، اس نے اسے قبول کر لیا۔ اور گھر والوں سے رخصت ہونے کے لیے ابن زیاد کے پاس سے چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد تیار ہو کر حاضر ہوا۔

عمر بن جارود کے "پہنچتے" ہی ابن زیاد نے حکم دیا کہ سفر کے لیے میرا ناقہ لایا جائے اور اس پر عمدہ قسم کا "ہودج" باندھ دیا جائے، اس کے بعد خود سامان سفر درست کرنے لگا۔ ابن زیاد کے چار بیٹے تھے جن میں سب سے بڑے کی عمر دس سال تھی، سب تیار ہو کر گھر سے باہر نکل آئے، اس کے بعد ابن زیاد چار سو غلاموں اور پندرہ مخصوصین سمیت سواریوں پر سوار ہوا اور ابن جارود اپنے لڑکوں سمیت ناقوں پر سوار ہوا اور سو خچروں یا ناقوں پر سامان لادا گیا اور روانگی عمل میں آئی۔ یہ قافلہ بڑھتا چلا جا رہا تھا کہ راستے میں چار ہزار، پانچ سو اہل کوفہ جو قید سے رہا ہوئے تھے مسلح موجود تھے۔ ابن جارود کے فرزندوں میں ایک ایسا فرزند بھی تھا جو ایک فرسخ سے زائد کی دوری کے آنے والے کو پہچان لیتا تھا کہ یہ کون ہے آنے والا آیا لشکر ہے یا جانور، سواروں کا گروہ ہے یا پیادوں کا، چلتے چلتے اُس نے ایک مقام پر محسوس کیا کہ کوئی لشکر کوفہ کی سمت سے اسی

راستے پر آ رہا ہے۔ اس نے فوراً اپنے باپ سے کہا کہ کوفہ کی طرف سے ایک عظیم لشکر آتا ہوا نظر آتا ہے۔ مجھے گمان ہے کہ یہ ہمارے لیے آ رہا ہے اور اب یقینی طور پر خطرہ ہی خطرہ ہے یقیناً ان لوگوں کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ابن زیاد ہمارے ہمراہ عازم سفر ہے۔

یہ سن کر ابن جارود ابن زیاد کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے اب صحیح واقعہ بتا اور اپنی روانگی کا سبب واضح کرو ورنہ ہم سب مارے جائیں گے۔ ابن زیاد نے کہا کہ سن، بات یہ ہے کہ یزید بن معاویہ ہلاک ہو گیا ہے اور مجھے اطلاع ملی ہے کہ اہل کوفہ نے میرے دارالامارۃ پر حملہ کر کے میرا سب کچھ لوٹ لیا ہے، مال مویشی سب لے گئے ہیں۔ خزانہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور اس قید خانہ کو توڑ دیا ہے جس میں چار ہزار پانچ سو شیعیان علی گرفتار تھے۔ مجھے گمان ہے کہ انہیں یہ اطلاع مل گئی ہے کہ میں بصرہ سے دمشق جا رہا ہوں۔ مجھے ظن غالب ہے کہ یہ لشکر ہماری ہی تلاش میں آ رہا ہے۔ اے ابن جارود اب تو میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور میرے حواس قابو میں نہیں ہیں یقیناً یہ لوگ مجھے قتل کریں گے۔

عمر بن جارود نے کہا کہ اے ابن زیاد تو نے جو بات بتائی ہے۔ اس سے تو بالکل واضح ہے کہ جان کا اب بچنا ناممکن ہے البتہ میں ایک حیلہ تجھ سے بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تجھے ایک ناقہ کے شکم میں باندھ دیا جائے اور اس ناقہ پر مشکیزے مسدود کر دیئے جائیں اور اس ناقے کو دیگر ناقوں کے درمیان کر دیا جائے۔ کیوں کہ یہ لشکر ناقوں ہی کا جائزہ لے گا اور خدا کی قسم اگر انہوں نے تجھے دستیاب کر لیا تو ہرگز تیرا ایک قطرہ خون بھی نہ چھوڑیں گے۔

ابن زیاد نے کہا کہ بہتر ہے ایسا ہی کرو بہر صورت جان بچانی ضروری ہے اس کے بعد ابن جارود ایک ناقہ لایا اور اس کے پیٹ میں ابن زیاد کو لپیٹ کر باندھ دیا اور اس کے داہنے بائیں ہوا سے بھر کر مشکیزے باندھ دیئے۔ اور ان پر ایک جھل لٹکا دیا۔ اس کے بعد یہ لوگ آگے کو روانہ ہو گئے۔

ابھی دیر نہ گزری تھی کہ لشکر کوفہ زیر قیادت حضرت سلیمان بن صرد خزاعی وہاں جا پہنچا۔ وہ لشکر یالثارات الحسین کے نعرے لگا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر ابن جارود گھبرا گیا لیکن حوصلہ برقابو رکھتے ہوئے بولا۔ اے لوگو! تم کس سے امام حسین کے خون کا بدلا چاہتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا: کہ عبید اللہ ابن زیاد سے، اس نے کہا کہ وہ یہاں کہاں ہے ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہمیں موثق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ وہ تیرے ہمراہ بصرہ سے دمشق کے لیے روانہ ہو رہا ہے اور یقیناً

تیرے ہمراہ ہے۔

عمر بن جارود نے کہا کہ اے لوگو! سنو، نہ اس وقت ہم تاریکی میں ہیں نہ کسی دیوار کی آڑ میں ہیں نہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی پردہ حائل ہے، ہم لوگ اس بے آب وگیاہ بیابان میں ہیں کھلے ہوئے جنگل میں ہیں۔ ہمارے ناقے تمہارے سامنے ہیں، تم اچھی طرح ان کی تلاشی لے لو اگر ابن زیاد برآمد ہو جائے تو جو تمہارا جی چاہے کرنا۔

یہ سن کر ان لوگوں نے ابن زیاد کی تلاشی کے لیے ناقوں کی تلاشی لینی شروع کی اور تادیر اچھی طرح تلاشی لی۔ مگر وہ ملعون برآمد نہ ہوا۔ ان لوگوں نے یہ گمان کیا کہ شاید وہ کسی اور راستے سے دمشق کے لیے نکل گیا ہے لیکن کوئی اس نتیجہ پر نہ پہنچا کہ وہ بطن ناقہ سے بندھا ہوا ہے حضرت سلیمان بن صرد نے ابن زیاد کی عدم برآمدگی کے بعد کہا کہ خدا کی قسم ہمارا مخبر بالکل سچا ہے یقیناً ابن زیاد بصرہ سے نکل کر دمشق کی طرف جا رہا ہے۔ اب میری رائے یہ ہے کہ ہم لوگ اس کے پہنچنے سے پہلے اسے جس صورت سے ہو سکے گرفتار کریں۔ اور قتل کر دیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ہم کمین گاہ میں اس کا انتظار کریں۔ اور جب وہ مل جائے تو اسے اور اس کے جملہ ساتھ کو تلوار کے گھاٹ اتار دیں اور بنی امیہ اور دیگر لوگوں میں سے ایسے لوگوں کو ہرگز نظر انداز نہ کریں جو قتل حسین میں شریک تھے۔ اہل لشکر نے سلیمان علیہ الرحمہ کی تائید کی اور سب کے سب اس مقام سے چل پڑے۔

جب حضرت سلیمان بن صرد کا لشکر کافی دور نکل گیا۔ تو ابن جارود نے ابن زیاد کو بطن ناقہ سے کھول کر پشت ناقہ پر ہودج میں سوار کیا اور سب تیزی کے ساتھ دمشق کے لیے روانہ ہو گئے بیس یوم راستے میں گزارنے کے بعد ابن زیاد ملعون دمشق پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے ابن جارود کو بیس ہزار اشرفیاں دیں اور اسے رخصت کر دیا۔ (نور الابصار فی اخذ الثار ص۶، قرۃ العین ص۱۳۹ و اخذ الثار و انتصار المختار از ابی مخنف ص۴۸ طبع ایران)

آغا سلطان مرزا لکھتے ہیں کہ یزید کے واصل جہنم ہونے کے چھ مہینے کے بعد نصف ماہ رمضان میں مختار ابن ابی عبیدہ کوفہ میں آئے رمضان کے ختم ہونے کے آٹھ دن قبل ابن زبیر کی طرف سے عبداللہ ابن یزید الانصاری کوفہ کے والی مقرر ہو کر آئے۔ ان چھ سات مہینوں میں حکومت کوفہ و بصرہ میں تغیر و تبدل ہوئے وہ یہ تھے۔ یزید کی موت کی خبر عبیداللہ ابن زیاد والی بصرہ کو اس کے غلام حمران نے پہنچائی۔ عبیداللہ ابن زیاد نے ایک صلوٰۃ جامعہ کی منادی

کرائی اور لوگوں کو یزید کے مرنے کی خبر دی، ان لوگوں نے عبیداللہ ابن زیاد کی بیعت کر لی لیکن باہر نکل کر اپنے ہاتھوں کو دیوار سے رگڑا گویا عبیداللہ ابن زیاد کی بیعت کو ہاتھوں سے چھٹا دیا اور کہا کہ ابن مرجانہ یہ جانتا ہے کہ ہم اجتماع وافتراق میں اس کے مطیع رہیں گے، ادھر عبیداللہ بن زیاد نے اہل کوفہ کو مطلع کیا کہ اہل بصرہ نے میری بیعت خلافت پر کر لی۔ تم بھی کر لو۔ اس وقت کوفہ کا والی عمرو بن حریث تھا۔ اہل کوفہ نے انکار کیا اور اس انکار کا اثر اہل بصرہ پر بھی پڑا۔ اور وہ ابن زیاد کی نافرمانی کرنے لگے۔ اتنے میں مسلمہ بن ذویب الحنظلی بصرہ میں آیا اور لوگوں کو عبیداللہ ابن زیاد کی طرف دعوت دی۔ عبیداللہ ابن زیاد بھاگ گیا۔ اور عبیداللہ ابن حارث بن نوفل ابن عبدالمطلب کو اپنا والی بنا لیا۔ یہ واقعہ یکم جمادی الآخر ۶۴ھ ہجری مطابق ۲۶ر دسمبر ۶۸۳ء کا ہے۔ عبیداللہ ابن زیاد کچھ دنوں مسعود بن عمرو کی حمایت میں رہا۔ مسعود بن عمرو نے دارالامارہ بصرہ پر قبضہ کرانے کی کوشش کی۔ لیکن یکم شوال ۶۴ھ ہجری مطابق ۲۲ر مئی ۶۸۴ء کو مارا گیا اور عبیداللہ ابن زیاد شام کی طرف بھاگ گیا ادھر لوگوں نے عبداللہ ابن حارث ابن نوفل کو حکومت سے معزول کر دیا۔ اور پھر عبداللہ ابن زبیر نے اپنی طرف سے عمرو بن عبداللہ ابن معمر کو بصرہ کا والی مقرر کر کے بھیج دیا۔ اس طرح بصرہ ابن زبیر کی سلطنت میں چلا گیا۔

کوفہ کی یہ حالت ہوئی کہ اہل کوفہ نے عبیداللہ ابن زیاد کے نائب عمرو بن حریث کو اس کے عہدہ سے برطرف کر دیا اور اپنی طرف سے عامر بن مسعود بن امیہ ابن خلف ابن وہب کو والی مقرر کر کے ابن زبیر کو اس کی اطلاع دی۔ اس وقت تو ابن زبیر نے اس کو منظور کر لیا لیکن پھر اپنی طرف سے عبداللہ ابن یزید والی کوفہ مقرر کر دیا۔ یزید کے واصل جہنم ہونے کے تین مہینے کے بعد تک عامر بن مسعود حاکم رہا۔ پھر عبداللہ ابن یزید الانصاری ۲۲ر رمضان ۶۴ھ ہجری مطابق ۱۴ر مئی ۶۸۴ء کو ابن زبیر کی طرف سے آگیا۔ اس کے آنے سے آٹھ دن پہلے مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کوفہ میں آچکے تھے۔ (انور المشرقین ص۸۶ طبع کراچی)

ابن زیاد کی دمشق میں رسیدگی اور مروان کی حکومت کا استقرار

ابن جارود کی پوری پوری حمایت کے سبب عبیداللہ ابن زیاد دمشق پہنچ گیا، دمشق پہنچنے کے بعد ابن زیاد نے حالات کا جائزہ لیا۔ اور چونکہ بہت زیادہ انتشار تھا لہٰذا دوڑا ہوا مروان کے پاس پہنچا اور اس سے کہنے لگا کہ تیرے ہوتے ہوئے لوگ متحیر ہیں کہ کس کی بیعت کریں اور کس کے تابع فرمان ہوں تم ایک خاندانی آدمی ہو اور دنیا کے نشیب وفراز

سے بہت اچھی طرح واقف ہو۔ سنو میں بڑی مشکل سے جان بچاکر بصرہ سے یہاں تک پہنچا ہوں اور مجھے تم سے جو عقیدت ہے اس کا تقاضا ہے کہ میں تم سے اس باب میں گفتگو کر دوں۔ اور اس کی طرف تمہیں متوجہ کردوں۔ اس لیئے میں تمہارے پاس آیا ہوں اور تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اس اہم مسئلے پر ٹھنڈے دل سے اپنی پہلی فرصت میں غور کرو۔ بصرہ سے کوفہ پہنچنے کے بعد مجھے پتہ چلا ہے کہ لوگ عبداللہ ابن عمر کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ اے مروان! مجھے اندیشہ ہے کہ کسی ایرے غیرے کی لوگ بیعت کرلیں گے اور سلطنت اُمیّہ خراب ہو جائے گی۔ مروان نے کہا کہ اس کے بارے میں تمہاری اپنی رائے کیا ہے۔ ابن زیاد نے جواب دیا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ ان لوگوں کو اپنے مقام پر جمع کرو۔ اور اپنے ابن عم یزید بن معاویہ کے خزانے کا دہانہ لشکروں اور فوجیو کے لیے کھول دو۔ اور ان پر پورا پورا انعام کرو۔ میں تمہارے لئے سب سے پہلے بیعت لوں گا اور تم اپنے ابن عم کے قائم مقام ہو جاؤ گے۔ اور سنو میں تمہارے لئے سوا اونٹوں میں لاد کر سونا اور چاندی بصرہ سے لایا ہوں۔ انہیں لے لو اور فوجیوں میں تقسیم کر دو۔ تاکہ یہ لوگ بآسانی تمہاری بیعت کرلیں اور جب اہل شام تمہاری بیعت کرلیں تو تم عراق کی طرف نکل چلو میں بصرہ اور کوفہ کی مہم خود سنبھال لوں گا اور دونوں مقامات پر تمہارے نام کا خطبہ جاری کرادوں گا۔ اور خراسان واصفہان اور مکہ و مدینہ نیز دیگر شہروں کی طرف نامے لکھ دوں گا کہ لوگ مروان کی بیعت کر چکے ہیں لہٰذا تم لوگ بھی بیعت مروان کرلو۔ مروان نے کہا اے ابن زیاد اگر تم ایسا کرسکو تو پھر کیا کہنا میں تمہیں اپنی جان عزیز کے برابر سمجھوں گا۔ یہ سن کر ابن زیاد نے حکم دیا کہ ایک فرش بچھا کر اس پر درہم و دینار انڈیل دیئے جائیں چنانچہ فرش پر روپے اور اشرفیوں کے ڈھیر لگ گئے اس نے یزید کے مخصوص لوگوں اور سرداروں اور لشکریوں کو اس رقم سے زیادہ دے دیا جو یزید دیا کرتا تھا۔ اس کے بعد سب نے مروان کی بیعت کرلی۔ اور عہد و پیمان سے انہیں اچھی طرح جکڑ دیا۔ پھر یزید کے جملہ خزائن پر قبضہ کرلیا اور مروان کو دارالامارۃ یزیدیہ میں لاکر بٹھا دیا (نورالابصار صٓ) مورخ ہروی کا ارشاد ہے کہ ابن زیاد بصرہ سے رات کے وقت چھپ کر نکلا تھا۔ اور اس کے نکلتے ہی لوگوں نے دارالامارۃ لوٹ لیا۔ اور قید خانہ توڑ کر سب کو نکال دیا۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ صد ۶۹)

مورخ طبری و مورخ ہروی کا بیان ہے کہ جب عبداللہ بن زبیر کی مدینہ، مکہ، حجاز اور عراق میں بیعت کرلی گئی تو اہل شام نے ابن زبیر کو لکھا کہ ہم لوگ بھی تمہاری بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا تم اپنی پہلی فرصت میں شام آجاؤ۔ عبداللہ ابن زبیر نے انہیں جواب دیا کہ میں شام آنے کے

لیے تیار نہیں ہوں۔ جو میری بیعت کرنا چاہتا ہو اُسے چاہیئے کہ میرے پاس آکر بیعت کرے۔ اہل عراق نے بیعت کر لی۔ عبدالرحمٰن بن محمد الفہری کو مصر بھیج دیا اور ابن زبیر نے اپنے بھائی عبیدہ کو مدینہ بھیج دیا۔ اور وہاں کا گورنر کر دیا۔ اور اسے حکم دے دیا کہ مدینہ میں جو اموی شخص ہو اسے وہاں سے نکال باہر کرو۔ اور انہیں شام کے اس طرف کہیں ٹھہرنے نہ دو۔ اس مقام پر بنی امیہ کا سربراہ اور دبیر مملکت مروان بن حکم تھا۔ عبیدہ نے سب کو مدینہ سے نکال دیا اور سب کے سب شام جا پہنچے۔ یزید کے مرنے کے بعد اس کے وہ گورنر جو ممالک محروسہ میں مقرر تھے پانچ تھے حمص کا امیر بشیر بن نعمان بن بشیر الانصاری تھا اور دمشق کا امیر ضحاک بن قیس فہری تھا اور قیسرین کا امیر حارث کلابی تھا۔ اور فلسطین کا امیر نائل ابن قیس تھا۔ اور حسان بن مالک کی طرفداری میں خالد تھا۔ حسان نے اسے مقرر کیا تھا۔ کہ تمام اہل شام سے بیعت لے لے۔ ابھی دمشق میں ہل چل مچی ہوئی تھی۔ کہ حصین بن نمیر مکہ سے شام پہنچ گیا اور اس نے کہا کہ حسان سے بیعت کر لو۔ کیونکہ ابن زبیر نے نہایت سخت جواب اس چیز کا دیا ہے۔ جب میں نے اس سے کہا کہ شام چلو تمہاری بیعت کر لی جائے۔ اس نے کہا مجھے تمہاری بیعت کی ضرورت نہیں ہے۔

ابھی دمشق میں بیعت کی ہلچل مچی ہی ہوئی تھی کہ مروان بن حکم مدینہ سے دمشق پہنچ گیا۔ اس نے وہاں کے حالات کی روشنی میں یہ فیصلہ کیا کہ بشیر بن نعمان بن بشیر الانصاری کی بیعت کرنی چاہیئے کیونکہ یہ سب سے زیادہ "کبیر السن" ہے۔ حصین جو خالد کی تائید میں تھا۔ مروان نے اس کی یہ کہہ کر مخالفت کی۔ کہ خالد بن یزید بہت کم سِن ہے۔ اس سے حکومت کا بار نہ اُٹھایا جا سکے گا۔ مروان کا یہ خیال بھی تھا۔ کہ اگر کسی موزوں شخص پر رائے قائم نہ ہو۔ تو پھر ابن زبیر کی بیعت کرنی چاہیئے غرضیکہ یہی الجھن پڑی ہوئی تھی۔ کہ عبیداللہ ابن زیاد بصرہ سے بھاگ کر دمشق پہنچا۔ اور اس نے مروان کو اونچا نیچا سمجھا کر کہا کہ خالد تو کسی صورت سے حکومت کرنے کے قابل نہیں ہے اگر یہ کم سِن نہ بھی ہوتا۔ تو بے وفا اور دروغ گو ہوتا۔ کیونکہ یہ یزید ہی کا بیٹا ہے۔ یزید نے مجھے پچاس خطوط لکھے تھے کہ امام حسینؑ سے جلد بیعت لے لے۔ اور اگر وہ بیعت سے انکار کریں تو ان کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دے۔ اور جب میں نے اس کے حکم کی تعمیل کر دی۔ تو لوگوں سے کہنے لگا کہ میں نے حکم قتل نہیں دیا تھا۔ تاریخ کے عینی الفاظ یہ ہیں:

عبیداللہ گفت راست گفتی کہ خرد است	عبیداللہ ابن زیاد نے مروان سے کہا کہ تو نے
واگر بزرگ باشد بے وفا بود و دروغ زن یزید	یہ درست کہا ہے کہ خالد بن یزید کم سن ہے اور سِن اگر

رانز دمن پنجاہ نامہ است کہ حسین بن علی را بگیرد اگر با من بیعت نہ کند سر او را بمن فرست او بیعت نہ کرد من سرش را بدو فرستادم۔

تاریخ طبری جلد ۴ صہ ۶۴۷

و

روضۃ الصفا جلد ۳ صہ ۶۹

اگر کم سن نہ ہوتا تو بے وفا اور جھوٹا ہوتا کیونکہ اس کا باپ بھی ایسا ہی تھا۔ یزید نے مجھے پچاس خطوط لکھے تھے کہ امام حسین سے میری بیعت لے لے۔ اور اگر وہ بیعت نہ کریں۔ تو ان کا سر کاٹ کر بھیج دے۔ چنانچہ انہوں نے بیعت نہ کی اور میں نے ان کا سر کاٹ کر اس کے پاس بھیج دیا۔ جب لوگوں نے اس کی ملامت شروع کر دی تو سب سے کہنے لگا کہ میں نے ابن زیاد کو قتل کا حکم نہیں دیا تھا اس نے از طرف خود قتل کر دیا ہے۔ الخ

یہ سن کر مروان نے کہا کہ آخر پھر کسے خلیفہ بنایا جائے عبیداللہ ابن زیاد نے کہا کہ اے مروان تیرے سوا کوئی اس کا اہل نہیں ہے۔ مروان کے ذہن میں بھی چونکہ خلافت کا خیال نہ تھا لہذا اس نے ابن زیاد کی اس رائے کو مذاق سے تعبیر کیا اور کہنے لگا کہ مجھ بوڑھے شخص سے مذاق کر رہے ہو ابن زیاد نے کہا خدا کی قسم مذاق نہیں کر رہا۔ بلکہ صحیح جذبات پیش کر رہا ہوں۔ لاؤ۔ ہاتھ نکالو میں بیعت کروں، چنانچہ مروان نے ہاتھ نکال دیا۔ اور ابن زیاد نے بیعت مروان کی بنیاد ڈال دی۔

ابن زیاد کے بیعت کر لینے کے بعد مروان پر طمع و لالچ چھا گئی اور وہ کہنے لگا کہ پھر اب لوگوں کو اس پر آمادہ کرو۔ چنانچہ ابن زیاد نے سعی شروع کر دی اور سارے دمشق کو مروان کے زیر نگین کر دیا ضحاک بن قیس جو ابن زبیر کا حمایتی تھا اس نے مروان کی مخالفت کی اور اسی مخالفت کے سلسلہ میں اس نے بیرون دمشق خلق کثیر جمع کر کے مروان سے خلع خلافت کا پروگرام بنایا۔ مروان کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے ایک گراں لشکر بھیج کر اس کو قتل کرا دیا۔ اس کے بعد جو بھی اس کے راہ میں آیا۔ اسے فنا کر ڈالا ضحاک کے قتل ہونے کے بعد زفر ابن حارث جو اس کا طرفدار تھا مفرور ہو گیا بالآخر اس نے مقام قرسیسیا میں حکومت قائم کر کے وہاں کے قلعہ میں سکونت اختیار کر لی۔ اور مروان کی دسترس سے باہر ہو گیا۔

مروان کو ابن زیاد نے رائے دی کہ یزید کی بیوی یعنی خالد کی ماں سے عقد کر لے" تاکہ کسی قسم کا خطرہ نہ رہے چنانچہ مروان نے اس سے عقد کر لیا اور اس کی حکومت ہر طرف سے مضبوط ہو گئی۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ صہ ۷۰ و تاریخ طبری جلد ۵ صہ ۴۲۶)۔ شیخ محمد الخضری کا بیان ہے کہ مروان

کی بیعت ۳ ذی قعدہ ۶۴ھ کو ہوئی ہے۔ (تاریخ خضری جلد ۲ صہ ۲۰۹ طبع مصر)

ابن زیاد کی شام سے کوفہ کے لئے اور حضرت سلیمان کی کوفہ سے شام کیلئے روانگی

عبیداللہ ابن زیاد جب مروان کی حکومت مستحکم کر چکا تو مروان سے کہنے لگا کہ اب میں چاہتا ہوں کہ ایک عظیم لشکر سمیت کوفہ اور عراق کا عزم کروں۔ اور ان پر تبرا قبضہ جما دوں اور ان میں جو شیعیان علی نے سر اُٹھایا ہے۔ انہیں نیست و نابود کر ڈالوں۔ مروان نے اجازت دے دی اور ابن زیاد نے بروایت قرۃ العین ایک لاکھ کا لشکر بروایت ابو مخنف تین لاکھ افراد پر لشکر مرتب کر کے بارادہ کوفہ روانہ کر دیا۔ اپنی روانگی سے قبل اس نے ایک لشکر کے ذریعہ کھانے پینے کا سامان روانہ کیا، جب شام سے دو دن کے راستے تک چل کر ایک قریہ میں لشکر نے قیام کیا تو ابن زیاد نے وہاں پہنچ کر ایک لاکھ کا لشکر آگے کو روانہ کر دیا۔ اور کمانڈر سے کہا کہ تم چلو ہم تمہارے پیچھے آتے ہیں اس نے یہ حکم بھی اسے دے دیا کہ اس سلسلہ میں جو بھی ملے قتل کرنا۔ اور دیکھو چار ہزار پانچ سو وہ لوگ جنہیں میں نے مختار والے قید خانہ میں قید کر دیا تھا اور وہ یزید کی موت کے بعد قید خانہ سے نکل آئے ہیں انہیں ضرور قتل کرنا ہے یہ وہی لوگ ہیں۔ جو امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے سر سے کفن باندھ کر نکلے ہیں۔ ادھر ابن زیاد عازم کوفہ ہوا ادھر حضرت سلیمان بن صرد نے اپنی پوری توجہ کے ساتھ شام کی تیاری شروع کر دی۔ چاروں طرف سے ہمدردوں کو فراہم کیا اور کمال جوش و خروش سے عزم شام کر لیا۔ جہاں جہاں سے بہادروں کی فراہمی کا امکان تھا بذریعہ خطوط لوگوں کو بلا بھیجا اور مصارف جنگ کے لئے عبداللہ تمیمی کو فراہمی زکواۃ پر مامور کیا۔

غرضیکہ بروایت علامہ ہروی یکم محرم الحرام ۶۵ھ کو حضرت سلیمان بن صرد نے کوفہ سے باہر مقام نخیلہ میں چھاؤنی قرار دی اور سب کو اسی مقام پر طلب کر لیا۔ علامہ ابن نما لکھتے ہیں کہ سلیمان نے بمقام نخیلہ یہ محسوس کیا کہ ان کا لشکر کم ہے۔ تو انہوں نے حکیم ابن منقذ الکندی اور ولید بن عضین الکنانی کو حکم دیا کہ کوفہ میں جا کر لوگوں کو دعوت حمایت دیں۔ وہ کوفہ گئے اور انہوں نے یالثارات الحسین کا نعرہ لگا کر لوگوں کو نخیلہ پہنچنے کی دعوت دی۔ ان کی اس آواز پر بہت سے جانباز نخیلہ پہنچ گئے۔ تاریخ میں ہے کہ عبداللہ ابن حازم کے کانوں میں جو یہ آواز پہنچی تو وہ سلاح جنگ سے آراستہ ہو کر نخیلہ کی طرف بھاگنے لگے بیوی نے کہا کیا پاگل ہو گئے ہو۔ انہوں نے جواب دیا نہیں امام حسینؑ کے نام پر جان دینے جا رہا ہوں۔ اس نے کہا مجھے اور اپنی لڑکی کو کس پر چھوڑے

جلتے ہو، کہا، خدا پر ۔ یہ کہہ کر انہوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی اللھم انی استودع علی ولدی و اھلی خدا اپنے بچوں اور بیوی کو تیرے سپرد کرتا ہوں تو ان کی حفاظت فرما (ذوب النضار ص ۴۰۵) پھر بروایت شہید ثالث دس ہزار اور بروایت ابومخنف چار ہزار پانچ سو سواروں کا اجتماع بمقام نخیلہ ہو گیا حضرت سلیمان بن صرد نے کمال نیک نیتی کے ساتھ انتہائی جذبہ خلوص کے ساتھ بروایت ابن نما بتاریخ ۵ ربیع الآخر ۶۵ھ بوقت سہ پہر یوم جمعہ شام کی طرف کوچ کا حکم دیا۔ روانگی سے قبل انہوں نے ایک شاندار خطبہ پڑھا جس میں خون حسین کے بدلا لینے کی تحریص تھی ابھی یہ لوگ روانہ ہونے ہی والے تھے کہ والی کوفہ کا بروایت روضۃ الصفا پیغام پہنچا کہ شام جانا درست نہیں ہے کیوں کہ وہاں لشکر بہت زیادہ ہے ۔ تم لوگ نقصان اٹھاؤ گے ۔ بہتر یہ ہے کہ کوفہ واپس آجاؤ۔ ہم ابن زبیر سے تمہارے لیے لشکر منگوا دیں گے ۔ پھر تم قاتلان حسینؑ سے بدلہ لینا ۔ اس خط کے پہنچنے پر حضرت سلیمان نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ بالآخر طے یہ ہوا کہ ہمیں اپنے مقصد سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیئے اور اپنی پیش قدمی کو نہیں روکنا چاہیئے ۔ کیونکہ والی کوفہ ہمیں دھوکا دے رہا ہے۔

اس کے بعد نخیلہ سے روانگی عمل میں آئی طے مراحل و قطع منازل کرتے جا رہے تھے کہ بروایت ابن نما دیر آعور میں جا پہنچے وہاں رات گزاری ۔ پھر روانہ ہو کر سرائے بنی مالک میں قیام کیا جو فرات کے کنارے واقع ہے پھر صبح کو وہاں سے روانہ ہو گئے۔

.. یہاں تک کہ حسب فیصلہ وارد کربلا ہوئے کربلا پہنچ کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی مورخین کا بیان ہے کہ جونہی ان لوگوں کے سامنے تربت حسینی آئی ۔ یہ لوگ اپنے اپنے گھوڑوں سے فوراً اتر پڑے اور دوڑے ہوئے قبر مطہر کے پاس پہنچے ۔جس وقت یہ لوگ اپنے اپنے گھوڑوں سے اترے ۔ان کی آنکھوں سے لگاتار آنسو جاری تھے اور یہ سب چیخ مار کر رو رہے تھے ۔ انہیں سب سے بڑا جو صدمہ تھا وہ یہ تھا کہ قید میں ہونے کی وجہ سے یہ لوگ امام حسینؑ کی مدد نہ کر سکے تھے (قرۃ العین و نور الابصار) علما کا کہنا ہے کہ وہ لوگ اس بے قراری سے رو رہے تھے ۔ اور اس اضطراب سے چیخ رہے تھے کہ ایسا رونا کسی عہد میں نہیں ملتا ۔ یہ لوگ وہاں ایک شبانہ روز محو گریہ رہے ۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک سے رخصت ہو کر یہ مجاہد آگے بڑھے نہایت تیزی کے ساتھ قطع منازل و طے مراحل کرتے جا رہے تھے ۔ یہاں تک کہ مقام "قرسیا" میں جا پہنچے ۔

طبری کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان بن صرد نے قرسیا کے والی زفر بن حارث کے پاس

جناب مسیب کو بھیجا اور کہہ دیا کہ ہمیں شام جانے کا راستہ دے دے، زفر نے جونہی یہ پیغام سنا حکم دیا کہ قلعہ کا دروازہ بند کر دیا جائے چنانچہ دروازہ بند کر دیا گیا۔ جناب مسیب نے تقاضہ کیا کہ دروازہ کھول دیا جائے اور بتایا کہ ہم تم سے لڑنے نہیں آئے بلکہ ہمارے آنے کی غرض صرف راستہ حاصل کرنا ہے۔ ہم ابن زیاد سے مقابلہ کے لیے شام جانا چاہتے ہیں۔ زفر نے اپنے لڑکے کو بھیج کر صحیح حالات معلوم کئے اس کے بعد دروازہ کھولنے کا حکم دیا اور یہ بھی حکم دیا کہ بازار ان لوگوں کے لیے عام کر دیا جائے اور جو خرچہ اور صرفہ ان لوگوں کا ہو اس کو میں ادا کروں گا یعنے اشیا کی قیمت میرے ذمہ ہوگی۔

ایک شبانہ روز قیام کے بعد جب لشکر سلیمان قرقیسا سے جانے لگا تو زفر بن حارث نے سلیمان سے کہلا بھیجا کہ تم سے ملنے کے لیے آ رہا ہوں چنانچہ اس نے ملاقات کی اور کہا کہ میری چند باتیں یاد رکھنا اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنا پہلی بات تو یہ ہے کہ شام کا لشکر بے پناہ ہے۔ تم اسی مقام پر قیام کرو۔ تاکہ میں بھی تمہاری مدد کر سکوں، سلیمان نے کہا کہ ہمیں صرف خدا کی پشت پناہی درکار ہے تم اس پر پورا پورا بھروسہ رکھتے ہیں۔ پھر اس نے کہا کہ دوسری بات یہ ہے کہ یہاں سے روانہ ہو کر "عین الورد" میں قیام کرنا وہاں سے آگے نہ بڑھنا کیونکہ وہ وسیع جگہ ہے اور وہاں گھاس چارہ فراواں ہے۔ بروایت روضۃ الصفا اس نے ایک بات یہ بھی کہی کہ میدان میں جنگ کی کوشش نہ کرنا بلکہ فلاں طرف جو آبادی ہے اسے آڑ بنا کر لڑنا اور ایک بارگی جنگ نہ کرنا بلکہ فوج کے ٹکڑے کر کے لڑنا۔ جب فوج کا ایک دستہ تھک جائے تو دوسرا دستہ بھیجنا۔

اس کے بعد حضرت سلیمان زفر بن حارث سے رخصت ہو کر بمقام "عین الورد" جا پہنچے، وہاں پہنچ کر حضرت سلیمان نے پانچ یوم ابن زیاد کے لشکر کا انتظار کیا بالآخر پانچویں دن یہ پتہ چلا کہ ابن زیاد کا لشکر آ رہا ہے۔ یہ معلوم کر کے حضرت سلیمان نے ایک شاندار لیکچر دیا۔ آپ نے اپنی تقریر میں اپنے اور اپنے لشکر کے فرائض اور بلند ہمتی پر روشنی ڈالی اور اس سے کہا کہ ہم جس مقصد کے لیے نکلے ہیں۔ وہ حضرت امام حسینؑ کا خون بہا لینا اور ان کی بارگاہ میں اپنی قربانی پیش کرنا ہے اگر دشمن زائد ہوں تو اس زیادتی سے ہمیں مرعوب نہ ہونا چاہیئے۔ اور یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ ہمارا مقصد پاکیزہ ہے۔ اور ہم خوشنودی خدا حاصل کرنے کے لیے نکلے اور خدا کی سب سے بڑی خوشنودی اس کی راہ میں شہید ہونا ہے۔ ہماری اخروی زندگی کا راز شہادت میں مضمر ہے۔

تقریر کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے میرے بہادرو۔ کان دھر کے سن لو کہ شہادت ہمارا مطمح نظر

ہے اور ہم اس کے لیے یہ اصول معین کرتے ہیں کہ جب لشکر مخالف سے مقابلہ ہوگا تو سب سے پہلے علم جنگ میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور جب میں شہید ہو جاؤں گا تو امیر لشکر تمہارے دلیر اور بہادر جرنیل مسیب ہوں گے۔ اور جب یہ شہید ہو جائیں گے تو تمہارے امیر عبداللہ ابن سعید ہوں گے، اور جب انہیں درجۂ شہادت نصیب ہو جائے گا تو عبداللہ ابن وال امیر ہوں گے پھر ان کے بعد رفاعہ ابن شداد امیر لشکر ہوں گے۔ بروایت قرۃ العین حضرت سلیمان نے حکم دیا کہ بنی اُمیہ سے جو بھی یہاں کے دوران قیام میں دستیاب ہوتا جائے اُسے قتل کرتے جاؤ، چنانچہ جو ملتا گیا اسے تیغ کی نذر کیا جاتا رہا۔

اس کے بعد سلیمان نے مسیب سے فرمایا کہ تم چار سو سواروں کو لے کر آگے بڑھ جاؤ اور جو ملے اُسے آبِ تیغ سے سیراب کرو اور اگر ضرورت سمجھو تو بلا تامل شبخون مارو۔ مسیب مختصر سا لشکر لے کر روانہ ہو گئے، چلتے چلتے صبح کے قریب ایک شخص کو اشعار پڑھتے سُنا آپ نے اُسے طلب فرمایا اور اس سے پوچھا کہ یہ بتا کہ تیرا نام کیا ہے۔ اُس نے کہا کہ مجھے "حمید" کہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہماری عاقبت انشاء اللہ محمود ہوگی پھر پوچھا کہ تو کس قبیلہ سے ہے۔ اس نے کہا کہ قبیلہ "بنی تغلب" سے آپ نے فرمایا کہ ہم انشاء اللہ غالب آئیں گے پھر پوچھا کہ شام کے لشکر کی تجھے کچھ خبر ہے، اُس نے کہا کہ تم سے مقابلہ کے لیے بہت بڑا لشکر آرہا ہے۔ اُس لشکر کے پانچ سردار ہیں اور سب سے جو قریب ہے وہ شرجلیل بن ذوالکلاع "ہے۔ وہ تم سے صرف ایک میل کے فاصلہ پر ہے، اس کے بعد مسیب نے اس اعرابی سے فرمایا کہ تو اپنی راہ لگ وہ چلا گیا، آپ نے اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا اور شرجلیل کے لشکر کو بوقت صبح جا گھیرا اور مقابلہ شروع ہو گیا۔ جناب مسیب کے لشکر نے ایسی جرأت وہمت سے کام لیا کہ دم زدن میں دشمن کے ٹکڑے اڑا دیے، اور بڑی تیزی سے انہیں فنا کر کے ان کا سب کچھ لوٹ لیا، ان کی کثیر تعداد فنا کے گھاٹ اُتر گئی اور ان کے بہت سے سپاہی کام آگئے آخر کار یہ لوگ اپنی جانیں بچا کر جو بچ رہے تھے۔ ابن زیاد کی جانب بھاگے۔ اور حضرت مسیب بڑے اطمینان سے حضرت سلیمان کے پاس آپہنچے۔ اور انہوں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۳۷، و تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۱۶۵)

پھر اس کے بعد بروایت قرۃ العین صفحہ ۱۳۵ ایک عظیم لشکر ابن زیاد نے روانہ کیا۔ اس لشکر کو دیکھ سلیمان بن صرو خزاعی اور ان کے لشکر نے اپنے کو گھوڑوں کی پشتوں پر پہنچا دیا اور تکبیر و تہلیل کی آواز بلند کرتے اور یا لثارات الحسین کا نعرہ لگاتے ہوئے آگے بڑھے۔ دیکھا کہ بے شمار لشکر بڑھا چلا آرہا ہے اور اس کے جھنڈے پر مروان کا نام لکھا ہوا ہے یہ لوگ سمجھ گئے کہ شاید ابن زیاد نے مروان

کو حاکم بنا لیا ہے اور اسی کی مدد سے ہمارا مقابلہ کر رہا ہے یہ دیکھ کر کہ لشکر کافی ہے اور ابن زیاد کی پشت پر مروان کی حکومت کام کر رہی ہے۔ جناب سلیمان نے اپنے لشکریوں کو آواز دی۔ اے بہادرو دشمن سے خوف نہ کھانا۔ خدا تمہاری مدد کرے گا۔ یہ سن کر نیزے تن گئے اور تلواریں چل پڑیں پھر کیا تھا۔ تکبیر کہتے ہوئے "یالثارات الحسین" کے نعرے لگاتے ہوئے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا وظیفہ کرتے ہوئے بہادر آگے بڑھے۔ اور دونوں میں مقابلہ ہوگیا اور اتنا سخت مقاتلہ ہوا کہ فضاء عالم تھرا اٹھی اور یہ سلسلہ "تا شام جاری رہا۔ یہاں تک کہ رات آگئی اور جنگ رُک گئی۔

جنگ کے رُک جانے کے بعد حضرت سلیمان نے اپنے مقتولین کا شمار کیا تو وہ ایک ہزار پانچ سو تھے اور جب دشمن کے مقتولین کا شمار کیا گیا تو ان کی تعداد پانچ ہزار تھی۔ دشمنوں کا حال یہ تھا کہ ان کے زخمی سوار بدحواس تھے اور کثرت جراحت سے بے قابو تھے۔

رات گذری صبح کا تڑکا ہوا جناب سلیمان کے لشکر میں اذان دی گئی۔ آپ نے نماز صبح پڑھائی نماز کے فوراً بعد جنگ کے لئے حسینی بہادر پھر نکل پڑے۔ اور دل ہلا دینے والے حملوں سے دشمنوں کو عاجز اور پریشان کر دیا اور کمال بے جگری سے سارا دن جنگ میں گزار دیا۔ یہاں تک پھر رات آگئی اور جنگ روک دی گئی اس روز کی جنگ میں ابن زیاد کے دس ہزار آدمی کٹ گئے۔ اور سلیمان کے لشکر والے مطلقاً محفوظ رہے اس جنگ کے بعد دشمن بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور اپنا مستقر چھوڑ کر ابن زیاد کی طرف بھاگے۔ جناب سلیمان کے لشکر والوں نے ان کے قیام گاہ پر قبضہ کر لیا۔ اور ان کا سب کچھ لوٹ لیا۔ ابن زیاد کے سوار اس مقام پر جا پہنچے۔ جس مقام پر ابن زیاد ٹھہرا ہوا تھا۔ اس کی قیام گاہ مقام جنگ یعنی "عین الوردہ" سے دو دن کی راہ پر تھی۔

بروایت ابی مخنف، ان دو تین حملوں اور مقابلوں میں ابن زیاد کے چالیس ہزار افراد قتل ہو گئے اور باقی ماندہ اس کے پاس بھاگ کر جا پہنچے، ابن زیاد نے جب اپنے شکست خوردہ لشکر کو دیکھا تو سخت ناراض ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے ایک لاکھ کا لشکر چند ہزار کے مقابلہ کے لئے بھیجا تھا افسوس تم ان سے شکست کھا گئے اور تمہارے چالیس ہزار ساتھی قتل ہو کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اس کے بعد ابن زیاد نے حکم دیا کہ ۶۰ ہزار چلتے ہوئے سوار اور دو لاکھ تازہ دم سوار عین الورو کو روانہ ہوں اور وہاں پہنچ کر سلیمان اور ان کے سارے لشکر کا کام تمام کریں۔ ابن زیاد کا حکم پاتے ہی "دو لاکھ ساٹھ ہزار" کا لشکر عین الورد کے لیے روانہ ہوگیا، اور

ابن زیاد بھی ہمراہ چل پڑا۔ یہاں تک کہ عین الوردہ پر وارد ہو گیا۔

حضرت سلیمان کے پاس اب صرف تین ہزار بہادر رہ گئے۔ سلیمان نے جب اتنا بڑا لشکر دیکھا فوراً اپنے بہادروں کو مخاطب کر کے ایک تقریر کی اور کہا کہ ہمارا مقصد خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ میرے بہادرو لشکر کی کثرت سے خوف زدہ نہ ہونا۔ موت ہماری زندگی کا سرمایہ ہے، شہید ہونا ہماری زندگی کا پیغام ہے، بہادرو خدا کا نام لے کر آگے بڑھو اور ایسی دلیرانہ جنگ کرو کہ دشمنوں کے دل دہل جائیں۔ ابھی یہ تقریر کر ہی رہے تھے کہ ٹڈی دل فوج نے حملہ کر دیا، یہ حسینی بہادر بھی محو کارزار ہو گئے اور گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی اور اس جنگ نے اتنا طول پکڑا کہ رات آ گئی اور معرکۂ قتال تھم گیا لوگ اپنے اپنے خیام کی طرف چلے گئے۔ شمار سے معلوم ہوا کہ جناب سلیمان کے سوار دو ہزار اور ابن زیاد کے سوار بیس ہزار کام آ گئے ہیں۔

حضرت سلیمان اپنے بہادروں میں بظلمت لیل بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے سواروں نے کہا کہ اے امیر تجھے معلوم ہے کہ ہماری تعداد کیا تھی اور اب کیا ہے ابن زیاد کے پاس اب بھی دو لاکھ چالیس ہزار سوار ہیں۔ اور ہم سب کے سب صرف ایک ہزار رہ گئے ہیں۔ اب یہ طے شدہ ہے کہ اگر صبح کو ہم پھر میدان میں آ گئے تو ہمارا ایک بھی زندہ نہ بچے گا۔ اس لیے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگ بپردہ شب میں پل کے ذریعہ سے فرات کو پار کر کے کوفہ کو نکل چلیں اور لشکر فراہم کرنے کے بعد پھر واپس آئیں اور دشمن سے جنگ آزما ہوں۔

یہ سن کر جناب سلیمان بن صرد نے فرمایا کہ سنو جو موت سے ڈرتا ہو اور زندگی کو چاہتا ہو۔ اُس کا جدھر جی چاہے چلا جائے۔ ہماری غرض نہ تو زندگی ہے نہ دنیا و اہل دنیا کی محبت، ہماری بس ایک ہی غرض اور ایک ہی خواہش ہے اور وہ امام حسین علیہ السلام کی ملاقات ہے۔

یہ سننا تھا کہ سلیمان کے بہادروں نے بڑی دلیری سے کہا کہ اے سلیمان، سچ کہتے ہیں سنو ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ ہماری غرض اور خواہش دنیا نہیں ہے۔ ہم زندگانی دنیا کی پرواہ نہیں کرتے۔ ہم خدا و رسول اور اہل بیت کی خوشنودی کے طلب گار ہیں۔ اے سلیمان ھا نحن بین یدیک یہ لو ہم تمہارے سامنے حاضر ہیں پھر ان بہادروں نے اس حالت میں رات گزاری کہ شوق شہادت میں بے چین تھے۔

جب صبح ہوئی تو حسینی بہادر اپنے گھوڑوں کی پشتوں پر جم گئے اور پے در پے حملے کرنے لگے۔ یہاں تک کہ جنگ کو سات دن پورے ہو گئے اور بہادروں کی ہمتیں پوری جوانی

کے ساتھ کام کرتی رہیں۔ (ماخذ الثار و انتصار المختار لابی مخنف ص ۴۸)

حجۃ الاسلام محمد ابراہیم لکھتے ہیں کہ سات دن کے بعد آٹھواں دن بھی کمال مردانگی کے ساتھ جنگ میں گذرا۔ جب نویں کی صبح ہوئی تو سلیمان کے لشکر میں صرف ۷۵ افراد باقی رہ گئے اور ان کی حالت بھی بڑی ناگفتہ بہ ہوگئی زخموں سے چُور تلوار اور تیر کے زخموں سے اس حالت کو پہنچ گئے کہ سانس لینے کی تاب نہ تھی۔ یہ وہی لوگ باقی رہ گئے تھے جن کا شمار رؤسا اور سرداروں میں تھا۔ یہ بہادر فرات سے عبور کر کے اپنے گھوڑوں سے اُترے۔ اب ان کی حالت ایسی ہو چکی تھی کہ شدت جراحت سے تاب کلام نہ تھی۔ اور ان کے گھوڑے شدت العطش سے بے تاب اور قریب بہ ہلاکت ہو گئے تھے۔ ان بہادروں کا ایسی حالت میں صرف یہ شغل تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ پیغمبر اسلام پر درود بھیجتے تھے اور زبان پر بار بار کلمہ شہادت جاری کر رہے تھے اور بڑے حوصلے کے ساتھ دعا کر رہے تھے کہ خدایا ہمیں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں جلد پہنچا دے، اس کے بعد حضرت سلیمان بن صرد سے کہنے لگے کہ اے امیر تم جانتے ہو کہ ہم کتنے تھے اور اب کتنے رہ گئے ہیں اگر اجازت ہو تو اب یہاں سے جا کر لشکر کی فراہمی کی کوشش کریں۔ حضرت سلیمان نے کمال جرأت و ہمت کا ثبوت دیتے ہوئے کہا کہ اے میرے بہادرو، میری یہی درخواست ہے کہ اب ہمت نہ ہارو، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم دشمنان آل محمد سے ہاتھ اُٹھا لیں سنو اب تو صرف اسی کا موقع ہے کہ ہم میدان میں جان دے کر خدا و رسول کی بارگاہ میں جا پہنچیں۔ اصحاب سلیمان بن صرد نے جب اپنے امیر سے یہ کلمات سُنے، خاموش ہو رہے۔ یہاں تک کہ آخری شب حیات آگئی۔ (انوار الابصار ص ۸۱)

حضرت سلیمان بن صرد کا خواب

اور حضرت سلیمان بن صرد محو خواب ہو گئے۔ سونے کی حالت میں انہوں نے خواب دیکھا کہ میں ایک سبز گلستان پر بہار میں ہوں، اس میں نہریں جاری ہیں۔ عمدہ عمدہ درختوں میں پھل لگے ہوئے ہیں۔ اس باغ کے درمیان میں ایک "قبہ طلائی" بنا ہوا ہے اور اس پر پردہ پڑا ہوا ہے میں باغ میں سیر کرتا ہوا اس قبہ طلائی کے پاس گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس میں سے ایک حسین و جمیل مخدرہ برآمد ہوئیں۔ اُن کے چہرہ مبارک پر سندس سبز کا مقنع پڑا ہوا ہے جونہی میں نے انہیں دیکھا، بہت سے بدن میں تھرتھری پڑ گئی قریب تھا کہ میرا دل شگافتہ ہو جائے جونہی انہوں نے میری یہ حالت دیکھی بے ساختہ وہ ہنس پڑیں اور کہنے لگیں کہ اے سلیمان خدا تمہاری سعی کو مشکور قرار دے۔ اے

سلیمان تم اور تمہارے ساتھی اور تمام وہ لوگ جو ہماری محبت میں شہید ہوں گے ہمارے ساتھ جنت میں ہوں گے۔ اسی طرح وہ لوگ بھی ہمارے ساتھ جنت میں ہوں گے جن کی آنکھیں ہمارے غم میں پُراشک ہوں گی۔ میں نے یہ سُن کر ان کی خدمت میں عرض کی۔ بی بی آپ کون ہیں، ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے نبی کی رفیقۂ حیات خدیجہ ہوں اور یہ جو میرے پاس موجود ہیں۔ تمہارے نبی کی بیٹی فاطمہ الزہرا ہیں۔ اس کے بعد میں نے جو باغ کے اطراف میں نظر کی تو دیکھا کہ سارا باغ پُرازانوار ہے اتنے میں حضرت خدیجہؑ نے فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ زہرا تم کو سلام کہتی ہیں۔ اور میرے دونوں بیٹے حسن و حسین ارشاد کرتے ہیں کہ اے سلیمان! تم کو بشارت ہو کہ تم کل بوقت زوال ہمارے پاس ہو گے۔ اس کے بعد انہوں نے پانی کا ایک جام عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ اس کا پانی اپنے زخمی جسم پر چھڑکو۔ سلیمان کا بیان ہے۔ کہ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی تو میں نے دیکھا کہ میرے سرہانے پانی کا ایک کوزہ رکھا ہوا ہے۔ میں نے فوراً اس سے غسل کیا۔ اس کے بعد اس کوزے کو ایک طرف رکھ دیا۔ کوزہ غائب ہو گیا۔ یہ دیکھ کر میں سخت متعجب ہوا اور میرے منہ سے بے ساختہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ نکل گیا، جونہی میرے منہ سے کلمہ کے الفاظ نکلے میرے لشکر والے جاگ اُٹھے اور مجھ سے پوچھنے لگے کہ کیا واقعہ گذرا۔ میں نے سارا قصہ کہہ سنایا (نور الابصار صہ ۸۲) بروایتے سلیمان نے یہ بھی بتایا کہ جب میں نے اس پانی سے غسل کیا تو جراحت کی تکلیف مجھ سے دور ہو گئی (قرۃ العین صہ ۱۴۲) اس کے بعد حضرت سلیمان اور ان کے ساتھی رکوع اور سجود میں مشغول ہی تھے کہ صبح ہو گئی۔ صبح ہوتے ہی اذان دی گئی اور حضرت سلیمان نے نماز جماعت پڑھائی، نماز کے بعد حضرت سلیمان نے اپنے زخمی بہادروں کو حکم دیا کہ سلاح جنگ سے آراستہ ہو کر نہر کو پار کر کے ابن زیاد کے لشکر پر حملہ آور ہوں، چنانچہ یہ بہادر حملہ میں مشغول ہو گئے۔ (اخذ الثار وانتصار المختار ابی مخنف صہ ۴۸۵)

علامہ ابن نما کا بیان ہے کہ حسینی بہادر اپنی پوری طاقت کے ساتھ نبرد آزما تھے۔ اور ادھر سے بھی مکمل شدت کا حملہ ہو رہا تھا۔ مگر ان بہادروں پر قابو نہیں پایا جا رہا تھا کہ حصین بن نمیر نے حکم دیا کہ تیروں کی بارش کر دی جائے۔ چنانچہ تیر برسنے لگے۔ فاتت السھام کالشرار المتطایرۃ اور تیروں کی چنگاریاں اڑنے لگیں۔

حضرت سلیمان بن صرد کی شہادت

تیروں کی بارش ہو رہی تھی کہ دوپہر کا وقت آ گیا۔ دشمن نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور ہر طرف سے تیر برسنے لگے

"فقتل سلیمان بن صرد" اور حضرت سلیمان بن صرد درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔

حضرت سلیمان کی شہادت کے بعد عَلم اسلام مسیب ابن نجبہ نے لے لیا مسیب نہایت بہادر اور بے مثل جنگجو تھے۔ انہوں نے عَلم سنبھالتے ہی حملہ آوری میں پوری شدت پیدا کر دی۔ (ذوب النضار صہ ۴۰۶ و روضۃ الصفا جلد ۳ صہ ۷۳)

حضرت مسیب بن نجبہ کی شہادت

آپ پوری ہمت و جرأت کے ساتھ جنگ کر رہے تھے۔ آپ کے حملوں سے دشمن اس طرح بھاگ رہے تھے۔ جس طرح شیر کے حملہ سے روباہ بھاگتے ہیں۔ حملہ کے ساتھ ساتھ آپ رجز بھی پڑھتے تھے۔ آپ کے حملوں میں تین حملے یادگار ہوئے ہیں۔ مورخین کا بیان ہے کہ حضرت مسیب عظیم الشان حملوں میں مشغول ہی تھے کہ سارا لشکر سمٹ کر یکجا ہو گیا۔ اور سب دشمنوں نے مل کر یکجا حملہ کر دیا۔ جس کی وجہ سے حضرت مسیب شہید ہو گئے۔ (صہ ۴۰۶)

حضرت عبداللہ ابن سعد بن ثقیل کی شہادت

مسیب کی شہادت کے بعد عبداللہ ابن سعد نے علم جنگ سنبھالا اور آپ نے رجز پڑھتے ہوئے کمال جرأت و ہمت سے حملہ کیا۔ کافی دیر لڑنے کے بعد آپ نے بھی شہادت پائی۔ آپ کی شہادت کے بعد آپ کے بھائی خالد ابن سعد نے علم جنگ سنبھال لیا۔ خالد نے نہایت زبردست جنگ کی۔ اور حیران کر دینے والے حملوں سے لشکر شام کو تہ و بالا کر دیا بالآخر درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ (صہ ۴۰۶)

حضرت عبداللہ ابن دال کی شہادت

خالد کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن وال نے علم جنگ سنبھال لیا۔ آپ نے کمال نجدت و بہادری سے اپنے حملوں کو فروغ دیا۔ اور فلک ہلا دینے والے حملوں سے دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ آپ مشغول جنگ ہی تھے، کہ آپ کا بایاں ہاتھ کٹ گیا آپ نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی۔ اور ایسی ہی حالت میں کہ کٹے ہوئے ہاتھ سے خون جاری تھا۔ ایک زبردست حملہ کیا۔ آپ اپنی پوری طاقت سے حملہ کر رہے تھے کہ ناگاہ بقیادت مثنیٰ ابن محرمہ عبدی بصرہ سے اور کثیر بن عمر الحنفی مدائن سے مختصر سی کمک پہنچ گئی۔ اب کیا تھا سلیمانیوں کی ہمت بلند ہو گئی اور حسینی بہادر اور بے جگری سے لڑنے لگے۔ بالآخر حضرت عبداللہ نے شہادت پائی۔ (صہ ۴۰۶)

ان کی شہادت کے بعد علم جنگ رفاعہ ابن شداد نے سنبھالا، اور یہ لوگ بڑی بے جگری

سے جنگ میں مصروف ہو گئے اور بہت کافی دیر تک مشغول جنگ رہے یہاں تک کہ رات آگئی اب ان اسلامی بہادروں کی حالت یہ ہو گئی تھی کہ ان کا سانس تک لینا دشوار ہو گیا کوئی اپنے عالم میں نہ تھا ہوش و حواس بجانہ تھے۔ زخموں سے چور ہو چکے تھے۔ تعداد بھی اختتام پذیر تھی"۔ ذوب النضار صـ۴۰۶)

مورخ ہروی لکھتے ہیں کہ رفاعہ ابن شداد علم جنگ لینے کے بعد چند قدم پیچھے کو سرکے یہ وہ وقت تھا آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اب ہم صرف چند افراد رہ گئے ہیں۔ اگر اس مقام پر رہتے اور جنگ جاری رکھتے ہیں تو اس کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ کہ "این مذہب از جہاں برافتد" یہ مذہب دُنیا سے ناپید ہو جائے۔ اور ہماری ملت کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب ہم چند نفر جو رہ گئے ہیں۔ کوفہ کو واپس چلے جائیں اس رائے کو تقریباً سب زخمیوں نے پسند کیا۔ عبداللہ ابن عوف نے کہا کہ اگر تم اسی وقت یہاں سے روانہ ہو گئے تو دشمن تمہارا پیچھا کر کے تم سب کو قتل کر دیں گے۔ مناسب یہ ہے کہ قدرے صبر کرو کہ رات بالکل تاریک ہو جائے۔ اور پردہ شب میں خاموشی کے ساتھ یہاں سے روانہ ہو، رفاعہ نے ابن عوف کے صوابدید کے مطابق جنگ سے ہاتھ اٹھا کر اپنے لشکرگاہ میں حسب دستور سابق واپس آئے اور اہل شام اپنے لشکرگاہ میں رات گزارنے کے لئے چلے گئے۔ جب عالم پر پردۂ تاریک شب چھا گیا تو رفاعہ اپنے بچے ہوئے زخمیوں کو لیے ہوئے وہاں سے روانہ ہو گئے۔ یہ لوگ جس پل سے نہر فرات پار ہوئے تھے۔ اُسے شکستہ کر دیا تاکہ دُشمن اگر تعاقب کریں تو جلدی سے پار نہ ہو سکیں۔ یہ لوگ راتوں رات کافی دور نکل گئے، جب صبح ہوئی تو حصین ابن نمیر نے ان کا پیچھا کیا لیکن یہ لوگ دستیاب نہ ہوئے

(روضۃ الصفا جلد ۳ صـ۴۳)

علامہ ابن نما لکھتے ہیں کہ یہ بہادر لڑتے لڑتے خشکی کے ذریعہ سے قرسیسا تک پہنچ کر پردہ شب میں منتشر ہو گئے۔ (ذوب النضار صـ۴۰۷)

مورخ طبری کا بیان ہے کہ جب یہ لوگ قرسیسا پہنچے تو زفر بن حارث نے انہیں تین یوم مہمان رکھا۔ اس کے بعد کوفہ کو روانہ کر دیا۔ یہ لوگ بوقت شب داخل کوفہ ہوئے (تاریخ طبری جلد ۴ صـ۶۵۱) مورخ کامل لکھتے ہیں کہ جب عبداللہ ابن وال بھی قتل ہو گئے تو رفاعہ بن شداد البجلی نے علم اٹھا لیا اور خوب لڑے۔ اہل شام کا ارادہ تھا کہ ان کو رات

ہونے سے پہلے ہی ہلاک کر دیں لیکن اہل حق کی شدت مقابلہ کی وجہ سے وہ کامیاب نہ ہو سکے، عبد اللہ ابن عزیز الکنانی آگے بڑھ کر اہل شام سے لڑنے لگے۔ ان کا صغیر سن بچہ مسمی محمد ان کے ہمراہ تھا۔ انہوں نے اہل شام میں بنو کنانہ کو آواز دی۔ اور اپنے بیٹے کو ان کے سپرد کر دیا۔ اہل شام نے ان کو امان دینی چاہی لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور وہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ شام کے وقت کرب ابن یزید الحمیری ایک صد آدمی لے کر اہل شام پر حملہ آور ہوئے اہل شام نے ان کو اور ان کے اصحاب کو امان پیش کی، انہوں نے جواب دیا کہ دنیا میں تو ہم امان ہی میں ہیں اب تو ہم صرف آخرت کی امان کی تلاش میں ہیں۔ غرضیکہ وہ سب اہل شام سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اس کے بعد صخر بن ہلال المزنی اپنے تیس آدمی لے کر آگے بڑھے اور شامیوں سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

جب رات ہو گئی تو اہل شام اپنی چھاؤنی کی طرف چلے گئے ارفاعہ ابن شداد اپنے باقی ماندہ آدمیوں کو لے کر اسی رات وہاں سے روانہ ہو گئے۔ صبح کو حصین بن نمیر ان کے مقابلہ کو نکلا لیکن میدان خالی دیکھ کر واپس ہو گیا۔

اہل کوفہ قرسیا آئے زفر نے ان کو تین دن مہمان ٹھہرایا اور انہیں زاد راہ بھی دیا۔ پھر وہ لوگ کوفہ کو روانہ ہو گئے۔ سعد بن حذیفہ یمان اپنے سو سواروں کے ساتھ اور مثنیٰ اہل بصرہ کے ساتھ آئے لیکن یہاں پر آ کر ان کو اہل کوفہ کی شکست کی خبر معلوم ہوئی۔ رفاعہ کے آنے تک وہیں ٹھہرے رہے جب وہ آئے تو ان کا استقبال کیا۔ ایک دن ایک رات وہاں رہے اور پھر اپنے اپنے مقام کو چلے۔

یہ بھی جنگ عین الوردہ جو ۲۶ جمادی الاولیٰ سے شروع ہو کر آخر مہینہ تک رہی۔ سلیمان بن صرد اور ان کے اصحاب کی سیاسی دانش مندی اور خلوص نیت کا ثبوت ان کے اس انکار سے ملتا ہے جو انہوں نے عبد اللہ بن یزید والی کوفہ اور زفر بن الحارث والی قرسیا کو ان دونوں کو درخواست امداد پر دیا۔ یہ دونوں عبد اللہ ابن زبیر کے آدمی تھے اور سلیمان بن صرد سے مل کر اپنا مطلب نکالنا چاہتے تھے۔ ان کو مطلقاً سلیمان کے مقصد سے کام نہ تھا اور نہ یہ خون حسینؑ کی طلب میں اٹھے تھے یہ تو عبید اللہ ابن زیاد کو واحد دشمن خیال کر کے سلیمان سے ملنا چاہتے تھے۔ اگر فتح ہوتی تو عبد اللہ ابن زبیر کی ہوتی، اگر شکست ہوتی تو یہ عبید اللہ ابن زبیر کے پاس چلے جاتے اور وہاں سے کمک لاتے اور پھر لڑتے لیکن اتنے عرصہ میں شیعیان کوفہ مع مختار ابن ابی عبیدہ کے مارے جاتے نزلہ بر عضو ضعیف می ریزد۔ ان ہی سے دل کھول کر بدلہ لیا جاتا اور پھر مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کی بھی تحریک مر جاتی۔ عبد اللہ ابن زبیر دشمن علی تھا۔ سلیمان بن صرد ایک دشمن علی کو کیوں مدد پہنچاتے، علاوہ اس کے

ان سے ملنے سے یہ خالص مذہبی جنگ نہ رہتی بلکہ سیاسی جنگ ہو جاتی اور پھر خلوص نہ رہتا۔ سلیمان اور ان کے اصحاب کا جو مدعا تھا وہ فوت ہو جاتا۔ دونوں جگہوں کی مدد کو قبول نہ کرنا اُن کی سیاسی ذکاوت اور مذہبی خلوص کا ثبوت ہے۔ (ترجمہ تاریخ کامل جلد ۱ صہ ۲۹۶ و نور المشرقین صہ ۹۱)

شہدائے عین الوردہ کے سر کاٹ لیے گئے

مقام عین الوردہ میں قیامت خیز جنگ کے سلسلہ میں حسینی خون بہا لینے والے جتنے بہادر شہید ہوئے تھے۔ ان کے سر کاٹ لیے گئے اور ان سروں کو مروان بن حکم کے پاس عبیداللہ ابن زیاد نے نیزوں پہ بلند کر کے بھیج دیا (قرۃ العین صہ ۱۴۲) اس کے بعد عبیداللہ ابن زیاد بقیہ لشکر سمیت وارد شام ہوا۔ (تاریخ طبری جلد ۴ صہ ۶۵۱) اس وقت شام میں عبدالملک بن مروان کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ اور مروان بن حکم صرف ۹ ماہ حکومت کر کے اپنی بیوی یعنی خالد بن یزید کی ماں کے ہاتھوں مر چکا تھا۔ اس نے اسے تکئے سے دبا کر قتل کر دیا تھا۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ صہ ۷۳)

شہادت سلیمان بن صرد پر شام میں مسرت

حضرت سلیمان بن صرد اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کی جب اطلاع شام میں پہنچی تو شامیوں نے خوشی کا اظہار کیا اور عبدالملک ابن مروان نے مسجد جامع میں ایک عظیم اجتماع طلب کر کے ایک تقریر کی جس میں کہا کہ خداوند عالم نے بہت بڑے فتنے کے سرداروں کو قتل کر دیا ہے۔ سلیمان بن صرد مسیب بن نجبہ، عبداللہ ابن سعد، عبداللہ ابن وال وغیرہم یہ عظیم فتنے تھے۔ شکر ہے کہ خدا نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ (تاریخ خضری جلد ۲ صہ ۲۱۳ طبع مصر)

نوٹ۔ توابین کی بحث۔ بعض متقدمین اور متاخرین نے جن میں علامہ محسن الامین الحسینی اور مسٹر سلطان مرزا بھی شامل ہیں، حضرت سلیمان بن صرد کے گروہ توابین میں ہونے کا یہ مطلب لیا ہے کہ ان لوگوں نے ترک نصرت امام حسین کی وجہ سے توبہ کے طور پر شمشیر انتقام کھینچ کر اپنے کو قربان کر دیا حالانکہ یہ بالکل غلط اور منطوق حقیقی اور مفہوم اصلی کے خلاف ہے کیونکہ یہ مسلمات سے ہے کہ توابین وہ لوگ تھے، جنہوں نے حضرت علیؑ کے ہاتھوں پر توبہ کی تھی اور ان کے ہمراہ شریک جنگ ہوتے تھے۔ جیسا کہ نور الابصار صہ ۵۶ اور اخذ الثار ابو مخنف صہ ۴۸۶ میں ہے علامہ عطاء الدین حسام الواعظ نے اس کی وضاحت یوں کی ہے کہ ایشان را تابعین خوانند از آنکہ متابعت حضرت امیرالمؤمنین کردند۔ ان لوگوں کو تابعین کہا جاتا تھا۔ کیوں کہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے

حضرت مختار کی قید سے رہائی

عبد الملک ابن مروان کی حکومت

اور

قتل مختار ثقفی سے حجاج ثقفی کی عاجزی

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان بن صرد خزاعی اور ان کے ساتھیوں کا حشر انگیز قتل اور ان کی شاندار قربانی اختتام پذیر ہو گئی اور سب کے سب کمال جرأت وہمت اور عظیم بہادری کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام پر نثار ہو گئے اور حضرت مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی بدستور جیل خانہ کی شدت سے دوچار رہے (تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۶۵۱) حضرت مختار کی یہ دلی خواہش تھی کہ ہم سلیمان بن صرد کے ساتھ مل جل کر میدان مقاتلہ میں کام کریں اور واقعہ کربلا کا اس طرح بدلا لیں کہ دنیا انگشت بدنداں ہو جائے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں کوفہ پہنچنے کے بعد حضرت سلیمان سے ملاقات بھی کی تھی۔ لیکن پہلی ملاقات میں باہمی سمجھوتہ نہیں ہو سکا تھا۔ کیونکہ سلیمان اپنے خروج کی تاریخ مقرر کر چکے تھے۔ وہ اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اور تیاری میں مشغول تھے۔ اور حضرت مختار

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) حضرت علی کی متابعت کر لی تھی۔ (روضۃ المجاہدین صفحہ ۴۶) حضرت سلیمان وغیرہ چونکہ توابین اور متابعین امیر المومنین میں سے تھے۔ اور عہد معاویہ میں گرفتار کر لئے گئے تھے۔ اور تا وفات یزید قید خانہ میں رہے اور واقعہ شہادت مسلم اور واقعہ کربلا کے وقوع کے وقت یہ لوگ مقید ہی تھے جیسا کہ نور الابصار اور قرۃ العین وغیرہ میں ہے۔ لہذا ان کی طرف ترک نصرت امام حسینؑ کا انتساب کسی طرح قرین عقل نہیں ہے ۱۲ منہ

کا یہ کہنا تھا کہ تاریخ کا انتظار نہ کیجئے بلکہ موقع کا لحاظ کیجئے، اس وقت یزید کی موت سے ملک میں انتشار ہے۔ خروج کا بہترین موقع ہے ابھی اسی قسم کی گفتگو جاری تھی۔ اور یہ لوگ آخری فیصلہ پر نہیں پہنچے تھے، کہ حضرت مختار گرفتار کر لیے گئے۔ ان کی گرفتاری کے بعد زعمائے شیعہ نے بڑی کوشش کی کہ ان کی ضمانت پر رہائی ہو جائے لیکن اس کا امکان نہ پیدا ہو سکا۔ بالآخر ابن زیاد کی حکومت شام کی طرف سے پیش قدمی کے سبب سلیمان کو اپنی معینہ تاریخ سے قبل ہی خروج کرنا پڑا جس کے نتیجہ میں یہ سب کے سب قتل کر دیئے گئے یقین ہے کہ اگر مختار قید نہ ہوتے اور دونوں مل جل کر ایک ساتھ میدان میں آ جاتے۔ تو سلیمان وغیرہ کی شہادت جلدی عمل میں نہ آ سکتی۔

شہادت حضرت سلیمان کا اثر حضرت مختار پر

حضرت مختار قید کی سختیاں جھیل رہے تھے کہ انہیں حضرت سلیمان اور ان کے جملہ ساتھیوں کے قتل و شہید ہونے کی اطلاع ملی وہ قید خانے میں بے چین ہو گئے اور انہیں اس واقعہ عظیم سے نہایت ہی صدمہ پہنچا۔ انہوں نے اپنے کمال تاثر کی وجہ سے حضرت سلیمان بن صرد کے باقی ماندہ لوگوں کو قید خانہ سے ایک خط لکھا۔ (دمعہ ساکبہ ص۴۰۷)

حضرت مختار کا خط اہل کوفہ کے نام

علما کا بیان ہے کہ حضرت مختار نے قید خانہ سے حضرت سلیمان کے باقی ماندہ لوگوں کے نام ایک خط تحریر کیا۔ اس خط میں لکھا کہ خداوند عالم تمہیں اس مصیبت عظمیٰ پر صبر عطا کرے اور اجر عظیم عنایت فرمائے۔ اور اپنے نامحدود رحمت و برکت سے محصور کرے۔ اور تم نے جو تکالیف برداشت کی ہیں۔ اور ظالموں سے جو صدمات اٹھائے ہیں اس کے عوض میں تم پر اپنی کرامت انگیز نظر ڈالے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ راہ خدا میں تم نے جتنے قدم اٹھائے ہیں۔ خداوند عالم ان کے عوض حسنات بے شمار عطا فرمائے گا۔ میرے دوستو! میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ جس وقت میں قید سے رہا ہو کر باہر نکلوں گا۔ حکم خدا سے تمام دشمنان محمدؐ و آل محمدؐ سے ایسا بدلا لوں گا کہ دنیا حیران رہے گی میں ان کے چھوٹے بڑے ایک کو بھی تہ تیغ کئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔

یاد رہے کہ خدا کی جس کو ہدایت ہو گی وہ میرے عمل و کردار اور میری سعی و کوشش سے بہرہ مند ہو گا اور جو انکار کرے گا وہ لعنت ابدی میں گرفتار ہو گا۔ تم گھبراؤ نہیں وقت رہائی قریب ہے۔ فقط والسلام علی اہل الھدیٰ

حضرت مختار کے اس خط کے پہنچتے ہی کوفہ کے اہل ایمان خوش ہو گئے اور انہوں نے حضرت

مختار کو جواباً لکھا کہ ہم نے تمہارا خط بڑے غور سے پڑھا۔ ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ ہم سب تمہارے ساتھ ہیں اور تمہاری مدد کے اوقات کا بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں، اگر آپ ہمیں کہیں تو ہم اگر آپ کو قید خانہ سے رہا کرانے کی کوشش کریں۔

حضرت مختار کو جونہی روسائے کوفہ کا خط ملا بے حد مسرور ہوئے اور وہ اس امر سے مطمئن ہو گئے کہ شیعیان کوفہ میرے ساتھ ہیں۔ انہوں نے قید خانہ سے کہلا بھیجا کہ میری رہائی کی سعی تم لوگ نہ کرو، میں نے اس کے راستے نکال لئے ہیں اور عنقریب میں رہا ہو جاؤں گا۔ اور رہائی کے بعد اپنے مقصد کے انصرام و انتظام میں پوری پوری سعی کروں گا۔ (نور الابصار ص۸۰)

حضرت مختار کی قید خانہ میں بیعت

مورخ طبری کا بیان ہے کہ حضرت مختار نے قید خانہ سے یہ بھی لکھا تھا کہ میں انشاء اللہ رہا ہونے کے بعد شہر کلائے کربلا کو اس انداز سے قتل کروں گا کہ لوگوں کو بخت نصر کا قتل یاد آجائے گا یعنی جس طرح بخت نصر نے قتل یحییٰ بن زکریا کی وجہ سے بے شمار قتل کیا اسی طرح میں قتل حسین کی وجہ سے لاتعداد قتل کروں گا۔ یہ معلوم کر کے روسائے کوفہ بہت خوش ہوئے اور آپس میں کہنے لگے کہ شکر ہے ابھی ہمارا ایک مددگار باقی ہے۔ اس کے بعد رفاعہ چار نمایاں افراد کو ہمراہ لے کر قید خانہ میں گئے اور مختار سے مل کر ان کی بیعت کر لی اور انہیں بالمواجہ اپنی حمایت کا یقین دلایا اور یہ بھی کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم کافی افراد سمیت قید خانہ پر دھاوا بول کر آپ کو رہا کرالیں حضرت مختار نے فرمایا کہ السیاست کرو میں نے رہائی کی سبیل خود پیدا کر لی ہے۔ (تاریخ طبری جلد ۴ ص۶۵۳)

حضرت مختار کا خط عبداللہ ابن عمر کے نام

علماء مورخین کا بیان ہے کہ حضرت مختار نے عبداللہ بن عمر کو جو ان کے بہنوئی تھے اور پہلے بھی انہیں قید ابن زیاد سے رہا کرا چکے تھے قید خانہ سے ایک خط لکھا جس کے عیون الفاظ یہ ہیں:

اما بعد فی حبست مظلوماً وظن بی الولاة ظنوناً کاذبة فاکتب فی رحمك الله الی ھذین الظالمین وھما عبد الله بن یزید وابراھیم ابن محمد کتابا عیسی الله ان یخلصنی من ایدیھما لطفك دمنك والسلام

حمد و صلوٰۃ کے بعد اے عبداللہ ابن عمر آپ کو معلوم ہو کہ میں بے جرم و خطا محض ظلم کی وجہ سے قید کر لیا گیا ہوں میری قید کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کے والیوں کو میرے متعلق کچھ شبہ ہو گیا ہے آپ برائے مہربانی میری سفارش میں ان دونوں ظالموں کے پاس جن کے نام عبداللہ ابن یزید اور ابراہیم

علیک۔ بن محمد ہیں ایک خط لکھ بھیجئے شاید خداوند عالم آپ کی مہربانی سے مجھے رہائی عطا کردے۔

(ذوب النضار ابن نما صفحہ ۴۰۲ طبع ایران)

یہ خط لکھنے کے بعد حضرت مختار نے اسے اپنے غلام "خیر" نامی کے ذریعہ سے جو بردلیتے یہ خبر لے کر مختار کے پاس گیا تھا۔ کہ والی کوفہ نے تمہارا سارا مال واسباب لٹوالیا ہے مدینہ بھجوادیا، عبداللہ ابن عمر بن خطاب کو جونہی یہ خط ملا۔ وہ سخت پریشان ہوئے اور انہوں نے فوراً ایک خط عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد کے نام اس مضمون کا ارسال کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ مختار میرا سالہ ہے۔ اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں تم لوگوں کو کس قدر عزیز رکھتا ہوں۔ میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ جونہی میرا یہ خط تم لوگوں کو ملے فوراً مختار کو رہا کردو۔ ورنہ مجھے سخت رنج ہوگا۔ والسلام (دمعہ ساکبہ صفحہ ۴۰۰)

مورخین کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عمر کا جونہی یہ خط ان دونوں کو ملا۔ انہوں نے حضرت مختار کو رہا کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ لیکن وہ اس تردد میں رہے کہ اگر رہائی کے بعد مختار نے ہمارے ہی خلاف خروج کیا پھر کیا بنے گا۔ بالآخر وہ لوگ اس نتیجے پر پہنچے کہ مختار سے اس امر کی ضمانت لینی چاہیئے۔ کہ وہ ہم پر خروج نہ کریں۔ اس کے لیے انہوں نے مختار سے گفتگو کی اور ان کی صوابدید کے مطابق روسائے کوفہ کو ضمانت کے لیے طلب کیا۔ اور ان سے یہ خواہش کی کہ وہ ان کے عدم خروج کی ضمانت دیں۔ (دمعہ ساکبہ صفحہ ۴۰۰)

حضرت مختار کی رہائی

حضرت مختار کی ضمانت کا سوال پیدا ہونا تھا کہ تمام روسائے کوفہ اس کے لیے تیار ہو گئے بالآخر دس معززین ضمانت کے لئے حکومت کی طرف سے منظور کیئے گئے۔ جب دس معززین دربار میں داخل ہوئے۔ تو حضرت مختار قید خانے سے دربار میں لائے گئے اور اُن سے کہا گیا کہ تم اس بات کی قسم کھاؤ کہ رہائی کے بعد خروج نہ کروگے اور اگر تم نے ایسا کیا تو ایک ہزار اونٹ یا گائے خانہ کعبہ میں قربانی دوگے اور تمہارے پاس جتنے غلام ہوں گے۔ سب راہ خدا میں آزاد ہو جائیں گے۔ حضرت مختار نے وعدہ کیا اور دس معززین نے بطور ضمانت اس کی تصدیق کی، آخر کار حضرت مختار رہا کردیئے گئے اور وہاں سے روانہ ہو کر اپنے ماننے والوں کے جھرمٹ میں اپنے گھر پہنچے۔ حمید بن مسلم کہتے ہیں۔ کہ رہائی کے بعد حضرت مختار نے کہا کہ یہ لوگ کتنے احمق ہیں جو مجھ سے ہدی اور بدنہ کی قربانی اور آزادی غلام کی قسم لیتے ہیں۔ بھلا خانہ کعبہ میں قربانی میرے لیے کیا مشکل ہے۔ اب رہ گیا آزادی غلام کا سوال

تو میں حضرت امام حسین کے خون بہا کے بعد خود ہی سب کو آزاد کر دوں گا۔ میرا مقصد قاتلانِ حسین کو ان کے کئے کا بدلا دینا ہے اور بس، اس کے بعد تو میں اپنی زندگی کا بھی خواہش مند نہیں ہوں۔ (انوار الابصار ص۸۵، ذوب النضار ابن نما ص۴۰۲ ضمیمہ بحار جلد ۱۰، دمعہ ساکبہ ص۴۰۷)

مورخ طبری کا بیان ہے کہ والی کوفہ نے اس کی بھی قسم دے دی تھی کہ تم اپنے گھر سے باہر نہ نکلنا۔ چنانچہ حضرت مختار اپنے گھر میں مقیم رہ کر اپنے مقصد کی تکمیل و تعمیل میں سرگرم رہے (تاریخ طبری جلد ۴ ص۶۵۳) حضرت مختار قاتلان امام حسین کے قتل کا منصوبہ بناتے ہوئے اس کے اسباب کی فراہمی میں لگے ہوئے تھے۔ لیکن وہ لوگ جو اس منصوبہ سے متفق نہ تھے۔ ان کی سعی پیہم یہ تھی کہ مختار اپنے ارادے سے باز آئیں۔ اس سلسلہ میں لوگوں نے حتی المقدور کامیابی کی سعی کی۔ حجاج بن یوسف جو عبدالملک بن مروان کا منہ چڑھا جرنیل تھا۔ اُسے یہ ہر وقت فکر تھی کہ کسی طرح مختار کے وجود سے زمین خالی کر دی جائے۔

قتل حضرت مختار کے لئے حجاج بن یوسف ثقفی کی سعی بلیغ

مورخین کا بیان ہے کہ مروان بن حکم ۳ رمضان المبارک ۶۵ھ میں فوت ہوا اور اُس کی جگہ پر اسی تاریخ عبدالملک بن مروان خلیفہ وقت بنایا گیا۔ اس کی حکومت شام اور مصر میں قائم ہوتی (ترجمہ تاریخ ابوالفدا جلد ۲ ص۱۴۸) یہ کوفہ پر حکومت کرنے کے لئے بے چین تھا۔ اس نے جس وقت خلافت سنبھالی ہے۔ اس وقت ممالک اسلامیہ میں بڑا انتشار تھا۔ عبداللہ ابن زبیر حجاز پر حکومت کرتا تھا۔ عراق میں بھی اس کی بیعت کر لی گئی تھی لیکن اس میں اس کو پورا اقتدار حاصل نہیں ہوا تھا۔ ایک گروہ شیعوں کا آل محمدؐ کے لیے پرچار کرتا تھا۔ مروان نے زیر قیادت عبیداللہ ابن زیاد ایک لشکر زفر بن حارث سے مقابلہ کے لیے بھیج دیا تھا جس کے سپرد سلیمان بن صرد سے مقابلہ بھی تھا۔ عبدالملک نے عنان خلافت سنبھالنے کے بعد ابن زیاد کو لکھ دیا تھا کہ تو بدستور کام کرتا رہے۔ (تاریخ الخضری جلد ۲ ص۲۱۳ طبع مصر) چنانچہ حضرت سلیمان بن صرد کی مہم کے بعد جب ابن زیاد شام واپس پہنچا تو مروان مر چکا تھا اور عبدالملک ابن مروان تخت نشین خلافت تھا۔ (تاریخ طبری جلد ۴ ص۶۵۲) عبدالملک ابن مروان نہایت سفاک اور خونریز بادشاہ گزرا ہے۔ اس کے پاس چند ایسے جرنیل تھے۔ جو خونریزی میں اپنے بادشاہ کی مثال تھے۔ جن میں حجاج بن یوسف ثقفی کو بڑا مقام حاصل تھا، اس نے اپنے عہد حیات میں اس کثرت سے مسلمانوں کو قتل کیا ہے جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی

مورخین لکھتے ہیں کہ جب عبدالملک ابن مروان پادشاہ ہوا تو اُس نے قرآن کریم کو جو اس کی گود میں تھا بند کر کے کہا" ھذا اخیر العھد بک" یہ تجھ سے آخری ملاقات ہے، یا بقول ندوی، اب تجھ میں اور مجھ میں جدائی پڑ گئی۔ (تہذیب و تمدن اسلامی ص۶۳/۶۵) یہ پہلا شخص ہے جس نے اسلام میں غدر کیا۔ خلفا کے سامنے لوگوں کو بات کرنے سے روکا، نیکیوں کا حکم دینے سے باز رہا۔ اللہ کی کتاب سے کھیلا۔ اسی کے حکم سے حجاج مدینہ گیا اور باقی ماندہ اصحاب رسول کو ذلیل کیا اور نشان ذلت کے طور پر حضرت انس بن مالک، جابر بن عبداللہ انصاری اور سھل بن سعد ساعدی جیسے عظیم الشان اصحاب کی گردنوں اور ان کے ہاتھوں پر نشان لگائے (تاریخ الخلفاء ص۱۴۶/۱۴۸)۔ اسی نے عبداللہ ابن زبیر کی سرکوبی کے لیے حجاج کو مکہ بھیجا۔ جہاں بہت سے حاجی حج کے لئے جمع تھے اور چونکہ یہ خود فتنہ و فساد کا خوگر تھا۔ اسی لیے بروایت طبری جبکہ مکہ جا کر کوئی بھی خونریزی کے لئے تیار نہ تھا۔ حجاج تیار ہو کر رہ گیا اس نے مکہ کا محاصرہ کیا، آٹھ ماہ جنگ کرتا رہا۔ ہر روز کعبہ پر منجنیق سے پتھر پھینکتا رہا، لوگ حج سے بھی محروم رہے خوراک نہ پانے کی وجہ سے بہت سے لوگ ابن زبیر سے پھر کر اس کی پناہ میں چلے گئے اور یہ حالت ہو گئی کہ ابن زبیر کے پاس دو آدمیوں کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔ (طبری تاریخ جلد ۴ ص۶۶۶) اور حد ہو گئی کہ خود اس کے بیٹے حمزہ اور حبیب حجاج کی پناہ میں جا پہنچے۔ آخر کار ابن زبیر اپنی ماں اسما بنت ابی بکر کے مشورے سے تنہا باہر نکل آئے اور قتل ہو گئے اور حجاج نے اس کا سر کاٹ کر مدینہ بھجوا دیا اور جسم کو دار پر لٹکوا دیا۔ پھر حجاج نے تعریضاً ابن زبیر کی ماں کے ساتھ نکاح کا پیغام بھیجا (تاریخ طبری جلد ۴ ص۶۶۶) حجاج بن یوسف، عبداللہ ابن زبیر کا کام تمام کرنے کے بعد مدینہ پہنچا اور اس نے وہاں اُن اصحاب کو ستانا شروع کیا جو بلند حیثیت کے مالک تھے۔ اس نے اُن پر الزام یہ لگایا کہ وہ سب قتل عثمان میں شریک تھے۔ (تاریخ اسلام ص۳۰۷) ایک دفعہ انس بن مالک صحابی رسولؐ سے کہا کہ بوڑھے تو نے گمراہیوں میں عمر کاٹی۔ کبھی تو نے ابوتراب کی پیروی کی۔ کبھی ابن زبیر کے ساتھ لگا۔ انس نے عبدالملک کو سارا واقعہ لکھا۔ تو اُس نے حجاج کو تہدیدی خط لکھا جس کے بعد اس نے ان سے معافی مانگ لی۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ ص۹۸) ایک دن اس نے گیارہ ہزار مسلمانوں کو قتل کرا دیا۔ اسی نے کمیل ابن زیاد کو قتل کرایا۔ بطام اور ان کے چار ہزار ساتھی تہ تیغ ہوئے (تاریخ الخلفاء ص۱۵۱) کوفہ کے دوران قیام حجاج کاٹ کر لوگوں کے گھروں میں رہتا تھا۔ بصرہ میں اس نے جا کر کشت و خون کیا، جب بصرہ کے لوگ

اسے مبارکباد دے کہ باہر آئے تو حضرت خواجہ حسن بصری نے لوگوں سے کہا کہ آج میں نے ایسے سب سے بڑے فاسق وفاجر کو دیکھا ہے جسے اہل آسمان دشمن رکھتے ہیں۔ حجاج کو جب اس کی خبر ملی تو اس نے خواجہ کو قتل کرانے کے لئے جلاد کو اپنے پاس بلا کر خواجہ صاحب کو بلا بھیجا جب وہ آگئے تو ان کی ظاہری تعظیم کی اور ان سے پوچھا کہ آپ عثمان اور علی کے حق میں کیا کہتے ہیں۔ حسن بصری نے کہا کہ میں وہی کہتا ہوں جو مجھ سے اور تجھ سے بہتر شخصیت کہتی تھی۔ اس کے بعد جب آپ باہر برآمد ہوئے تو دربان نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ حضرت علی کو دشمن سمجھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت علی ایک تیر تھے جو اللہ کی کمان سے دشمنان اسلام کی طرف چلتا تھا وہ رسول کریم کے چچیرے بھائی اور اس امت میں سب سے زیادہ بزرگ تھے۔ انہوں نے نہ خدا کی عبادت میں کمی کی اور نہ اس کے مال میں تصرف بیجا کیا۔ تواریخ شاہد ہیں کہ حجاج کو سادات سے خصوصی دشمنی تھی۔ ایک زمانہ میں محمد بن الحنفیہ کے تدبر کی وجہ سے اس نے ذرا سکوت اختیار کر لیا تھا۔ (تاریخ اسلام جلد ا صـ۴۱) ابن خلکان کہتا ہے کہ عبدالملک بن مروان بڑا ظالم اور سفاک تھا اور ایسے ہی اس کے گورنر حجاج عراق میں، مہلب خراسان میں، ہشام بن اسمٰعیل حجاز اور مغربی عرب میں اور اس کا بیٹا عبداللہ مصر میں، حسان بن نعمان مغرب میں حجاج کا بھائی محمد بن یوسف یمن میں، محمد بن مروان جزیرہ میں، یہ سب کے سب بڑے ظالم اور جبار تھے۔ مسعودی لکھتا ہے کہ بے پروائی سے خون بہانے میں عبدالملک کے عامل اس کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ مورخ ذاکر حسین لکھتے ہیں کہ حجاج نے اپنی گورنری کے زمانہ میں مدینہ کے لوگوں میں جن میں اصحاب رسول بھی تھے۔ بڑے بڑے ظلم کئے عراق میں اپنی بیس برس کی طوفانی گورنری کے دوران میں اس نے تقریباً ڈیڑھ لاکھ بندگان خدا کا خون بہایا جن میں سے بہتوں پر جھوٹے الزام اور بہتان لگائے گئے۔ اس کی وفات کے وقت پچاس ہزار مرد وزن زنداں میں پڑے ہوئے اس کی جان کو رو رہے تھے۔ مہمل اور بے سقف قید خانہ اسی کی ایجاد ہے (تاریخ اسلام جلد ا صـ۴۱) ان ڈیڑھ لاکھ مرنے والوں میں ایک لاکھ بیس ہزار صرف وہ تھے۔ جو کسی لڑائی کے بغیر مارے گئے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف صـ۵۴۳)

علامہ جلال الدین سیوطی بحوالہ ذہبی لکھتے ہیں کہ ماہ صفر ۶۴ھ میں یزید کی طرف سے جو لشکر واقعہ حرہ میں مدینہ کو تباہ کر چکا تھا۔ وہی مکہ میں جا پہنچا اور اس نے ابن زبیر کا محاصرہ کر کے منجنیق سے خانہ کعبہ پر گولہ باری کی۔ ربیع الاول ۶۴ھ میں یزید کا انتقال ہو گیا اور ابن زبیر حجاز

کا خلیفہ بن گیا۔ اور شام کا بادشاہ مروان قرار پایا۔ ۶۵ھ میں مروان کے بعد عبد الملک ابن مروان بادشاہ ہوا (تاریخ الخلفاء ص۱۴۶ و ۱۴۸) عبد الملک شام اور مصر کا بادشاہ تھا ہی کہ اس نے ابن زبیر کو بیدخل کر کے ۶۵ھ ہی میں عراق پر بھی قبضہ کر لیا۔ "اخذہ من ابن الزبیر" اور عراق کو ابن زبیر سے چھین لیا۔ (تاریخ الخلفاء ص۱۵۰ و تاریخ خضری جلد ۲ ص۲۱۳ طبع مصر)

علما کا بیان ہے کہ اسی ۶۵ھ میں جب حجاج بن یوسف ثقفی کو بحوالہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام یہ خبر پہنچی کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے یہ روایت فرمائی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ امام حسن و امام حسین شہید کر دیئے جائیں گے۔ اور ان کے ساتھ جو واقعہ گزرے گا اس کے عوض خداوند عالم بدست مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی دنیا میں عذاب نازل کرے گا اور وہ ظالموں کو قتل کریں گے۔ تو کہنے لگا کہ رسول اللہ نے تو کہا ہی نہیں اور ابن ابی طالب نے جو خبریں رسول کی طرف سے بیان کی ہیں۔ مجھے ان میں شک ہے اور علی بن الحسین ایک مغرور لڑکا ہے وہ جھوٹی باتیں بنایا کرتا ہے۔ اور اس کے پیروان باتوں پر فریفتہ ہو جاتے ہیں ہم جا کر مختار کو میرے پاس لاؤ۔ جب وہ حسب الطلب گرفتار ہو کر سامنے آیا تو حکم دیا کہ اس کو فرش چرمی (نطع) پر لے جا کر قتل کر ڈالو آخر کار اس ملعون کے حکم سے فرش قتل بچھا کر مختار کو اس پر بٹھایا گیا۔ مگر غلام ادھر اُدھر پھرتے تھے اور تلوار نہیں لاتے تھے، حجاج نے پوچھا کہ تاخیر کیوں ہو رہی ہے جواب دیا کہ کنجی گم ہو گئی ہے۔ بالآخر حضرت مختار کو حجاج قتل نہ کر سکا۔ اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ علامہ مجلسیؒ نے جلاء العیون کے ص۲۴۷ پر اور بحار الانوار جلد ۱۰ کے ص۳۹۸ پر اور آقائے دربندی نے اسرار الشہادت کے ص۵۶۹ و ۵۷۲ پر حجۃ الاسلام محمد ابراہیم نے نور الابصار کے ص۱۴ و ۱۷ پر اور علامہ محمد باقر نے دمعہ ساکبہ کے ص۴۰۳ پر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے۔ میں ان حضرات کی عبارت کے ترجمے سے قطع نظر کر کے خود اصل تفسیر کے ترجمے سے اس کی تفصیل تحریر کرتا ہوں۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام (المتوفی ۲۶۰ھ) بذیل آیہ فانزلنا علی الذین ظلموا رجزاً من السماء بما کانوا یفسقون (بقرہ ۶۴) ہم نے ان لوگوں پر جنہوں نے ظلم کیا تھا ان کی حرکتوں کی وجہ سے عذاب نازل کر دیا۔ نزول عذاب کی وجہ سے ایک لاکھ بیس ہزار افراد ہلاک ہو گئے پھر دوبارہ ان کو اس عذاب طاعون نے آگھیرا۔ تو پھر ایک لاکھ بیس ہزار افراد ہلاک ہوئے انہوں نے یہ خلاف ورزی کی تھی کہ جب وہ شہر کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ دروازہ

بہت بلند ہے تب وہ کہنے لگے کہ ہم کو اس میں داخل ہوتے وقت رکوع کی ضرورت نہیں ہے یعنی ہم سے جو یہ کہا گیا تھا کہ جب دروازے کے اندر سے داخل ہو تو کہو (حطّۃ) ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ دروازہ بہت چھوٹا ہوگا۔ اس لئے ہم کو وہاں رکوع کرنا ضروری ہوگا یہ دروازہ تو بہت بلند ہے اور حضرت موسیٰ اور یوشع بن نون کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ لوگ ہم سے کب تک مسخراپن کرتے رہیں گے اور مہمل باتوں پر ہم سے سجدہ کرلتے رہیں گے ۔ یہ کہہ کر اپنی پیٹھ سب نے دروازہ کی طرف کرلی اور "حطۃ" کہنے کے بجائے جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا: "ھطا سمقانا" کہا جس کے معنی گندم سرخ کے ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ان بنی اسرائیل کے لیے باب حطہ نصب کیا گیا تھا اے اُمتِ محمدی تمہارا باب حطۂ اہلبیت محمدؐ ہیں اور تم کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کی ہدایت کی متابعت کرو اور ان کے طریق کو اپنے اوپر لازم کرلو ۔ تاکہ اس عمل سے تمہاری خطائیں اور گناہ معاف کئے جائیں اور نیکوں کی نیکی میں زیادتی ہو اور تمہارا باب حطہ بنی اسرائیل کے باب حطہ سے افضل ہے کیونکہ وہ لکڑی کا دروازہ تھا اور ہم ناطق اور صادق اور قائم ہونے والے اور ہدایت کرنے والے اور صاحبانِ فضیلت ہیں ۔ چنانچہ رسول خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ آسمان کے ستارے غرق ہونے سے نجات پانے کا ذریعہ ہیں ۔ اور میرے اہلبیتؑ میری امت کے لئے دین میں گمراہ ہونے سے بچنے کا باعث ہیں وہ زمین میں کبھی ہلاک نہ ہوں گے ۔ جب تک ان کے درمیان میرے اہل بیت میں سے کوئی شخص موجود رہے گا جس کی ہدایت اور طریقوں کی وہ لوگ پیروی کریں گے ۔ اور سنو، آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص چاہے کہ اس کی زندگی میری دنیاوی زندگی کی مانند ہو اور اس کی موت مثل میری موت کے ہو۔ اور جنت میں ساکن ہو جس کا پروردگار نے وعدہ فرمایا ہے۔ اس درخت سے فائدہ اٹھائے جس کو حق تعالےٰ نے اپنے دستِ قدرت سے لگایا ہے اور لفظ کُن سے اسے پیدا کیا ہے ۔ اس کو چاہیئے کہ علی بن ابی طالب کی ولایت کو اختیار کرے اور اس کی امامت کا اقرار کرے اور اس کے دوست کو دوست رکھے اور اس کے دشمن کو دشمن رکھے ۔ اور اس کے بعد اس کے فرزندوں (ذریت) کی جو صاحبان فضیلت اور مطیعانِ پروردگار ہیں ۔ ولایت کو اختیار کرے کیوں کہ وہ میری طینت سے پیدا ہوئے ہیں ۔ اور خدا نے میرا علم و فہم ان کو عطا کیا ہے ۔ وائے ہو میری امت کے ان لوگوں پر جو ان کی فضیلت کی تکذیب کریں اور میرے پیوند کو ان سے قطع کریں اور ان کی نافرمانی کریں ۔ خدا میری

شفاعت اُن کو نصیب نہ کرے۔

اور جناب امیر علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جس طرح بعض بنی اسرائیل اطاعت کرنے کے سبب سے معزز و مکرم ہوئے اور بعض نافرمانی کرنے کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوئے۔ اسی طرح تمہارا حال بھی ہوگا۔ اصحاب نے عرض کی یا امیرالمومنین علیہ السلام نافرمانبردار کون لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ لوگ ہیں جن کو ہم اہلبیت کی تعظیم کرنے اور ہمارے حقوق کو بزرگ جاننے کا حکم ہوا۔ اور انہوں نے اس کے خلاف کیا۔ اور نافرمانی کی اور ہمارے حق کا انکار کیا۔ اور اس کو خفیف اور سبک سمجھا۔ اور اولاد رسول کی جن کی تعظیم کرنے اور ان سے محبت کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ قتل کیا ہوگا صحابہ نے عرض کیا یا امیرالمومنین! کیا اب بھی عالم وقوع میں آئے گا؟ فرمایا ہاں یہ خبر بالکل سچ اور صحیح ہے۔ عنقریب یہ لوگ میرے دونوں فرزندوں حسن اور حسین کو قتل کریں گے۔ بعد ازاں فرمایا کہ ان ظالموں میں سے اکثروں کو بہت جلد دنیا ہی میں اس شخص کی تلواروں کا عذاب لاحق ہوگا۔ جس کو اللہ تعالیٰ ان کے فسق و فجور کا انتقام لینے کے لئے ان پر مسلط کرے گا۔ جیسا کہ بنی اسرائیل پر دنیا میں عذاب نازل ہوا تھا۔ اصحاب نے عرض کی مولا! وہ کون شخص ہوگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ بنی ثقیف کا چشم و چراغ (مختار بن ابی عبیدہ) ہوگا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ یہ واقعہ جناب امیر کے خبر دینے کے کچھ عرصہ بعد وقوع میں آیا۔ کسی شخص نے جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی زبانی حجاج بن یوسف ثقفی کو یہ خبر پہنچائی تو وہ بولا کہ رسول خدا نے تو یہ کہا ہی نہیں اور علی بن ابی طالب نے جو خبریں رسول کی طرف سے بیان کی ہیں۔ مجھے ان میں شک ہے اور علی بن الحسین ایک مغرور لڑکا ہے وہ جھوٹی باتیں بنایا کرتا ہے اور اس کے پیرو ان باتوں پر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ تم جا کر مختار کو میرے پاس پکڑ کر لاؤ۔ (میں ابھی اُسے قتل کئے دیتا ہوں اور اُس کے قتل ہو جانے سے علیؑ کے بیان کی حقیقت واضح ہو جائے گی) جب حضرت مختار حسب الطلب گرفتار کر کے سامنے پیش کئے گئے تو حجاج نے حکم دیا کہ انہیں (نطع) فرش چرمی پر بٹھا کر قتل کر دو۔ اس کے حکم کے مطابق جلاد اور غلام نے حضرت مختار کو اس چمڑے پر بٹھا دیا جس پر بٹھا کر لوگ قتل کئے جاتے تھے۔ بٹھانے کے بعد جلاد ادھر اُدھر گھومنے لگے۔ اور کوئی تلوار لے کر نہ آیا۔ حجاج نے ان سے کہا کہ تم کو کیا ہو گیا ہے۔ قتل کیوں نہیں کرتے۔ وہ بولے خزانہ کی کنجی گم ہو گئی ہے اور تلوار خزانہ میں رکھی ہے۔ مختار نے آواز دی۔ اے حجاج تو مجھے قتل

نہیں کر سکتا اور رسول خدا کا قول ہرگز جھوٹا نہ ہوگا اور سن اگر تو مجھے قتل بھی کر دے گا تو خداوند عالم مجھے پھر زندہ کرے گا تاکہ میں تم سے تین لاکھ تراسی ہزار آدمیوں کو قتل کروں تب حجاج نے اپنے ایک دربان کو حکم دیا کہ اپنی تلوار جلاد کو دے دے تاکہ وہ اس سے مختار کو قتل کرے۔ الغرض جلاد اس دربان کی تلوار لے کر مختار کو قتل کرنے کے ارادے سے آگے بڑھا۔ حجاج اس دوران میں بار بار پکار کر کہہ رہا تھا تاخیر مت کر فوراً قتل کر دے۔ وہ مختار کو قتل کرنا ہی چاہتا تھا۔ اور اس کے قریب پہنچا ہی چاہتا تھا کہ خدا نے اس پر نیند مسلط کر دی اور اونگھ کر زمین پر گر پڑا اور اس کی تلوار اس کے اپنے شکم میں در آئی۔ ع

خود آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

تلوار کے لگتے ہی وہ ہلاک ہوگیا۔ اس کے بعد حجاج نے ایک دوسرے جلاد کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ بلا تاخیر مختار کو قتل کر دے وہ حکم حاکم سے تلوار لیے ہوئے آگے بڑھا اور تلوار علم کر کے چاہا کہ مختار کی زندگی کا فیصلہ کر دے۔ ابھی تلوار کا وار سر نہ ہونے پایا تھا کہ ایک بچھو نے اسے ڈنگ مار دیا وہ زمین پر گر کر لوٹنے لگا اور چند منٹوں میں ہلاک ہوگیا، حضرت مختار نے پھر پکار کر کہا کہ اے حجاج تو مجھے قتل نہیں کر سکتا ارے تیرے پیش نظر کیا نزار بن سعد بن عدنان کا قول نہیں ہے اور تو اس سے عبرت حاصل کرنا نہیں چاہتا۔ جو اس نے اس وقت جبکہ شاہ پور ذوالاکتاف عرب کو قتل کرتا تھا اور ان کی بیخ کنی کرتا تھا، تجھے یاد ہوگا کہ نزار نے جب عرب کی حد سے زیادہ خونریزی دیکھی تو اس سے برداشت نہ ہوسکا۔ اور اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ مجھے ایک زنبیل میں ڈال کر شاپور کے راستے میں رکھ دو۔ چنانچہ لوگوں نے اسے اٹھا کر اس راستے میں رکھ دیا۔ جس سے شاپور بادشاہ گزرنے والا تھا۔ جب شاہ پور ادھر سے گزرا اور اس کی نظر نزار بن سعد پر پڑی تو پوچھا کہ تو کون ہے۔ اور یہاں کیوں آیا ہے نزار نے جواب دیا کہ میں ایک مرد عرب ہوں۔ تجھ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ تو عرب کو بے قصور کیوں قتل کر رہا ہے۔ جو لوگ سرکش تھے اور تیری سلطنت میں فساد برپا کرتے تھے ان کو تو تو پہلے ہی قتل کر چکا ہے۔ اب اس ناحق خونریزی کا کیا باعث ہے۔ شاہ پور نے جواب دیا کہ میں گزشتہ کتابوں میں پڑھا ہے کہ عرب میں ایک شخص "محمد" نامی پیدا ہوگا جو نبوت کا دعویٰ کرے گا اور سلاطین عجم کی سلطنت اس کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوگی اس لیے میں ان کو قتل کرتا ہوں تاکہ ان میں وہ شخص پیدا ہی نہ ہونے پائے۔ نزار نے کہا کہ اگر یہ بات تو نے جھوٹوں کی کتاب

میں پڑھی ہے اور اس میں لکھی ہوئی دیکھی ہے تو جھوٹے لوگوں کے کہنے اور لکھنے سے بے خطا لوگوں کو کیوں قتل کرتا ہے اور اگر یہ سچے لوگوں کا قول ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس اصل کی حفاظت کرے گا جس سے وہ شخص پیدا ہوگا۔ اور تو ہرگز اس کے باطل ہونے پر قادر نہیں ہو سکے گا۔ اور اس کا حکم ضرور جاری ہوگا۔ اور وہی ہو کر رہے گا اگرچہ عرب میں ایک شخص باقی رہ جائے۔ نزار کی یہ لاجواب تقریر سن کر شاہ پور نے کہا کہ اے نزار (بمعنی لاغر) تو نے سچ کہا۔ اس کے بعد اس نے اپنے لشکر والوں سے کہا کہ عرب کے قتل سے ہاتھ اُٹھالو۔ جو ہونے والا ہے ہو کے رہے گا ہماری کوشش سے کچھ نہیں ہوتا۔ یہ سن کر عرب کے قتل سے شاہ پور باز رہا۔

اس کے بعد حضرت مختار نے کہا کہ اے حجاج اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے کہ میں تم میں سے تین لاکھ تراسی ہزار آدمی قتل کروں۔ اب تیرا جی چاہے میرے قتل کا ارادہ کر اور چاہے نہ کر۔ میں کہتا ہوں کہ یا تو اللہ تعالیٰ تجھے میرے قتل سے باز رکھے گا۔ یا مجھے قتل کے بعد پھر زندہ کرے گا کیونکہ رسول خدا کا قول سچا ہے۔ اس میں کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

یہ سننے کے بعد حجاج کو اور زیادہ غصہ آگیا۔ اور جھنجلا کر کہنے لگا کہ میں تجھے اسی وقت قتل کروں گا اور زندہ نہ چھوڑوں گا۔ چاہے کچھ ہو جائے۔ یہ کہہ کر اس نے پھر جلاد کو حکم دیا کہ مختار کو فوراً قتل کر دے۔ مختار نے پکار کر کہا کہ اے حجاج ہوش کی دوا کر۔ میں پھر تجھ سے کہتا ہوں کہ تو مجھے ہرگز قتل نہ کر سکے گا۔ اے حجاج بہتر یہ ہوگا کہ تو جلاد کو حکم دینے کے بجائے خود مجھے قتل کرتا کہ خداوند عالم جس طرح تیرے ایک جلاد پر بچھو مسلط کر چکا ہے تجھ پر سانپ مسلط کرے اور وہ تجھے ڈس لے۔

حجاج کا غصہ اور تیز ہو گیا۔ اس نے جلاد کو ڈانٹ کر کہا کہ کیا دیکھتا ہے فوراً مختار کا کام تمام کر دے، اب میں ایک منٹ بھی اس کو زندہ رکھنا نہیں چاہتا۔ یہ سن کر جلاد نے تلوار اٹھائی اور چاہتا ہی تھا کہ گردن پر لگائے کہ اتنے میں عبد الملک بن مروان کا ایک خاص نامہ بر داخل دربار ہو کر جلاد کو چیخ کر پکارا۔ ٹھہرنا۔ مختار کی گردن پر تلوار نہ لگنے پائے۔ یہ کہہ کر اس نے حجاج کے ہاتھ میں ایک خصوصی خط دیا جو عبد الملک بن مروان کا لکھا ہوا تھا اس میں مرقوم تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

اما بعد اے حجاج بن یوسف میرے پاس ایک نامہ بر پرندہ ایک چھٹی لایا ہے اس میں لکھا ہے کہ تو نے مختار کو گرفتار کیا ہے اور اس خیال سے تو اس کو قتل کرنا چاہتا ہے کہ تو نے سنا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ وہ بنی امیہ کے اعوان و

انصار میں سے تین لاکھ تراسی ہزار آدمیوں کو قتل کرے گا جب میری یہ چھٹی تیرے پاس پہنچے اسی وقت اس کو چھوڑ دے اور نیکی کے سوا اس سے کسی قسم کا تعرض نہ کر۔ کیونکہ وہ میرے بیٹے ولید کی دایہ کا شوہر ہے اور جو روایت کہ تو نے سنی ہے اگر وہ جھوٹی ہے تو جھوٹی خبر سے ایک مسلمان کا قتل کرنا کیا معنی اور اگر سچ ہے تو رسُول خدا کے قول کو ہرگز نہ جھٹلا سکے گا۔ والسلام

اس خط کو پاتے ہی حجاج کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا اور سر بگریباں ہو کر سوچنے لگا۔ کہ اب میں کیا کروں اور کس طرح مختار کو تلوار کے گھاٹ اتاروں۔ بالآخر حجاج نے حضرت مختار کو چھوڑ دیا اور ان کے قتل سے باز آیا۔ حضرت مختار جب وہاں سے باہر نکلے تو کہنے لگے کہ حجاج میرے قتل کا غلط ارادہ کرتا تھا میں تو ابھی اس وقت تک زندہ رہوں گا جب تک بنی اُمیہ کا خاتمہ نہ کردوں میرے خروج کا زمانہ قریب ہے اور انشاء اللہ خروج کرتے ہی بنی اُمیہ کے لیے زمین خدا تنگ کردوں گا۔ اور ان کے خون سے چہرہ ارضی کو لالہ زار بنا دوں گا۔

جب حجاج کو حضرت مختار کے ارشاد کی خبر پہنچی تو اس نے پھر انہیں گرفتار کرا لیا اور اپنے دربار میں بلا کر کہا کہ تم اپنے دعویٰ سے باز آجاؤ۔ ورنہ میں تمہیں ضرور قتل کردوں گا حضرت مختار نے فرمایا کہ اے حجاج میں پہلے بھی تجھ سے کہہ چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں کہ تو میرے قتل کا حوصلہ نہ کر تو مجھے ہرگز قتل نہیں کر سکتا۔ دیکھ خداوند عالم کے حکم میں مداخلت نہ کر اس کی مشیت میں گذر چکا ہے۔ کہ میں قاتلان حسین کو ضرور قتل کروں گا۔ خدا کے منشا میں فرق نہیں آسکتا۔ تو اس کی تردید مت کر۔ یہ سن کر حجاج کو پھر غصہ آگیا۔ اور اس نے حضرت مختار کے قتل کا سامان فراہم کیا۔ ابھی حضرت مختار کو جلاد قتل کے لیے نہ لے جا سکے تھے۔ کہ ناگاہ ایک نامہ بر کبوتر[۱] نے عبد الملک ابن مروان کا خط حجاج تک پہنچایا اس میں مثل سابق لکھا تھا۔

---

[۱] یونان و روم نے پہلے پہل کبوتروں سے نامہ بری کا کام لیا۔ پھر خلفا بنی اُمیہؓ اس سے کام لیتے رہے۔ پھر عہد عباسی میں کام لیا جاتا رہا معتصم عباسی کو بابک خرمی کے مقابلہ میں ۲۱۸ھ؁ میں بغداد کی فتح ہوئی تو سب سے پہلے خبر فتح نامہ کبوتر نے دی۔ اس کے بعد سلاطین اس کی اہمیت کی طرف متوجہ ہوئے۔ نور الدین محمود زنگی نے ۵۶۱ھ؁ میں موصل کے نامہ بر کبوتروں سے پیغام رسانی کا باقاعدہ کام لیا ملک میں جا بجا چوکیاں مقرر کیں۔ کبوتر کاغذ کے پرزے پر ایک چوکی سے دوسری چوکی پر خبر پہنچاتے تھے۔ اسی طرح منزل بمنزل کبوتر خط پہنچا دیا کرتے تھے مصر کے خلفائے فاطمیین

(باقی صد ۱۸۴ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

امابعد۔ اے حجاج مختار سے کچھ تعرض نہ کر۔ کیونکہ وہ میرے بیٹے ولید کی انا کا شوہر ہے اور اگر وہ سچا ہے تو اس کے قتل کرنے سے روکا جائے گا۔ جیسے دانیال کو بخت نصر کے قتل سے روکا گیا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے قتل کرنے کے لیے مقرر کیا تھا۔ والسلام۔

الغرض حجاج نے بادل نخواستہ حضرت مختار کو چھوڑ دیا۔ اور چھوڑتے وقت ان کو بہت ڈرایا دھمکایا اور ہدایت کی کہ اب میں کبھی تمہاری زبان سے ایسی بات نہ سنوں۔ حضرت مختار اس کے پاس سے نکل کر اسی قسم کی باتیں پھر کرنے لگے۔ اور ان کی گفتگو نے کافی شہرت حاصل کر لی حجاج کو جب اس کی پھر اطلاع ملی تو اس نے سپاہی بھیج کر حضرت مختار کو گرفتار کرنا چاہا مگر حضرت مختار اس مرتبہ دستیاب نہ ہو سکے۔ ایک مدت تک سپاہی محو تلاش رہے۔ بالآخر ایک دن وہ گرفتار ہو ہی گئے۔ اب کی مرتبہ حجاج نے عزم بالجزم کر لیا تھا اور طے کر چکا تھا۔ کہ اس دفعہ ضرور قتل کر دوں گا۔ حضرت مختار کی گرفتاری کے فوراً بعد اس نے جلاد کو حکم دیا کہ انہیں جلد سے جلد قتل کر دے جلاد حضرت مختار کو قتل کرنے کے لئے لے جا رہا تھا۔ کہ ناگاہ مثل سابق پھر عبد الملک بن مروان کی چٹھی پہنچی۔ تب اس نے مختار کو قید کر دیا۔ اور عبد الملک کو ایک عرضی لکھی۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ تو ایسے کھلم کھلا دشمن کو کیونکر اپنا سمجھتا ہے جو یہ خیال رکھتا ہے کہ میں بنی اُمیہ کے اعوان و انصار میں سے اس قدر آدمیوں کو قتل کروں گا۔ جس کی کوئی انتہا نہ ہو گی۔

عبد الملک بن مروان نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ اے حجاج تو کیا جاہل ہے۔ اگر یہ خبر جھوٹی ہے تو ہم اس کی زوجہ کے حق کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ جس نے ہماری بڑی خدمت کی ہے۔ اس کی رعایت ضروری ہے۔ اور اگر یہ بات سچ ہے تو ہم عنقریب دیکھیں گے کہ وہ ہم پر مسلط ہو گا۔ جس طرح فرعون نے موسیٰ کی پرورش کی، اور وہی اس پر مسلط ہوا۔

(صفحہ گزشتہ سے آگے) نے اس محکمہ کو کافی ترقی دی۔ نامہ بر کبوتروں کے پالنے اور ان کی تربیت کے لیے محکمے کھولے کبوتروں کے نسب نامے محفوظ کئے جاتے تھے۔ اعلیٰ نسل کے ایک کبوتر کی قیمت ۱۵ ہزار روپے تک ہوتی تھی نامہ بر کبوتروں کو مناسیب کہتے تھے۔ اور اس کاغذ کو جو اس کے بازو پر باندھا ہوتا تھا۔ اُسے "ورق الطیر" کہتے تھے۔ صدیوں۔ مسلمانوں نے نامہ بر کبوتروں سے پیغام رسانی کا کام لیا۔ قاضی محی الدین ابن عبد الظاہر نے علم الحمائم ایک کتاب اس موضوع پر لکھی سیوطی نے حسن المحاضرہ میں اس کتاب سے دلچسپ حالات لکھے ہیں۔ ۱۲

اس پیغام کو سننے کے بعد حجاج نے مختار کو قتل تو نہ کیا لیکن انہیں عبدالملک ابن مروان کے پاس بھیج دیا۔ عبدالملک نے انہیں آزاد کر دیا۔ اور مختار خدا کے منشا کے مطابق وقت مقررہ پر میدان میں آ کر اپنے منصوبہ میں کامیاب ہوئے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے اصحاب نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ مولا! حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے مختار کے معاملہ کا ذکر تو فرمایا مگر یہ نہ فرمایا کہ یہ واقعہ کب ظہور میں آئے گا۔ اور مختار کس کس کو قتل کریں گے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت امیر المومنین نے سچ فرمایا ہے۔ اور کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں اس واقعہ کے وقت وقوع سے مطلع کروں۔ اصحاب نے عرض کی مولا ضرور ارشاد فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ واقعہ تیسرے سال ہوگا۔ اور اس کے اختتام تک عبیداللہ ابن زیاد وغیرہ کے سر ہمارے پاس پہنچیں گے اور جس وقت یہ سر پہنچیں گے ہم ناشتہ کرتے ہوں گے۔ اور ان کے سروں کو خوشی کے ساتھ دیکھیں گے.... اس کے بعد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے قول کی طرف رجوع کی کہ آپ نے فرمایا کہ جو عذاب کا نزول اور فاسقوں کے لیے مہیا کیا گیا ہے۔ وہ بہت بڑا اور زیادہ دیرپا ہے۔ اس کے بعد جناب امیر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہم اپنے فرمانبرداروں کے لئے خدا سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور وہ ان کی نیکیوں کو زیادہ کرتا ہے۔ اصحاب نے عرض کی یا امیر المومنین علیہ السلام آپ کے مطیع اور فرمانبردار کون لوگ ہیں۔ فرمایا وہ لوگ جو اپنے پروردگار کو واحد جانتے ہیں۔ اور ان صفات سے اس کو موصوف کرتے ہیں۔ جو اُس کے لائق ہیں اور اس کے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ان کے فرائض کے ادا کرنے اور محرمات کے ترک میں خدا کی اطاعت کرتے ہیں۔ اور اپنے وقتوں کو ذکر خدا کرنے اور محمد وآل محمد پر درود بھیجنے میں صرف کرتے ہیں۔ اور اپنے نفسوں سے حرص و بخل کو دور رکھتے ہیں۔ اور زکوٰۃ جو ان پر فرض کی گئی ہے۔ اسے ادا کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

(آثار حیدری ترجمہ تفسیر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام
صفحہ ۴۸۴ / ۴۸۶ طبع لاہور)

حضرت مختار کا نعرۂ انتقام

پچاس معززین کوفہ کا تصدیق امیر مختار کے لیے حضرت محمد حنفیہ کے پاس جانا

اور

جناب محمد حنفیہ کی حاضری خدمت حضرت امام زین العابدینؑ میں

حضرت مختار، عبدالملک ابن مروان کے خونخوار جرنیل حجاج بن یوسف ثقفی کے دست تعدی سے بچ کر عراق سے کوفہ پہنچے، یہاں پہنچ کر آپ نے اپنا نعرۂ انتقام بلند فرمایا۔ اہل کوفہ چونکہ مکمل طور پر آپ کی تائید میں تھے۔ لہٰذا انہوں نے آپ کی تحریک کو کامیاب کرنے میں پورا ساتھ دیا۔ ہر طرف سے تائیدات کی صدائیں بلند تھیں ہر شخص آپ کی حمایت کے لیے بے چین تھا۔ کوفہ کی گلی کوچے میں آپ کا پروپیگنڈا جاری تھا۔ اور لوگ جوق در جوق بیعت کے لیے پھٹے پڑتے تھے آپ جس عہد کے مطابق بیعت لے رہے تھے۔ وہ یہ تھا کہ قرآن مجید اور سنت رسول پر عمل کرنا ہوگا۔ امام حسینؑ اور اہل بیت رسول کے خون بہا لینے میں مدد کرنی ہوگی۔ اور ضعیف و کمزور شیعوں کی تکالیف کا مداوی کرنا ہوگا۔ (نور الابصار صہ ۸۲)

صاحب روضۃ الصفا کا بیان ہے کہ جس شخص کے دل میں محبت اہل بیت رسول ذرا سی بھی تھی اس نے مختار کی بیعت میں تاخیر نہیں کی۔ علامہ محسن الامین کا بیان ہے کہ حضرت مختار کی آواز پر جن لوگوں نے سب سے پہلے لبیک کہی وہ اہل ہمدان تھے۔ اور اہل عجم کے وہ لوگ تھے۔ جو کوفہ میں آباد تھے جن کی تعداد بیس ہزار کے لگ بھگ تھی۔ (اصدق الاخبار صہ ۳۸)

حضرت مختار اپنی پوری توجہ کے ساتھ فراہمی اسباب میں منہمک تھے۔ اور لوگوں کو اپنی طرف برابر دعوت دے رہے تھے۔ اور اسی دوران میں عبداللہ ابن زبیر نے اپنے دونوں والی عبداللہ ابن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ پر عبداللہ ابن مطیع کو ریاست کوفہ

کے لئے اور حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ کو حکومت بصرہ کے لیے بھیج دیا۔ عبداللہ ابن مطیع نے کوفہ میں داخل ہوتے ہی اپنا کام شروع کر دیا۔ اُس نے حکم دیا کہ جامع مسجد میں تمام لوگ جمع ہوں، جب لوگوں سے مسجد چھلکنے لگی تو اس نے منبر پر جاکر خطبہ دیا جس میں اس نے کہا کہ مجھے حاکم وقت عبداللہ ابن زبیر نے کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں شہر کو قابو میں رکھوں اور اخذ اموال کا فریضہ ادا کروں لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں تم سے تمہاری مرضی کے مطابق مال وصول کروں گا۔ اور میں تمہیں اس امر کا یقین بھی دلاتا ہوں کہ تم پر بالکل اسی طرح حکومت کروں گا جس طرح عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان نے کی ہے۔ اب تم تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرو اور خاموشی سے زندگی بسر کرنے کی فکر کرو۔ شر اور فساد، شورش برپا کا خیال بالکل ذہن سے نکال دو۔ اور تم میں جو احمق قسم کے لوگ ہیں، انہیں اختلافات اور حکومت کی مخالفت سے باز رکھو اور انہیں سمجھاؤ کہ اعمال صالحہ کریں ورنہ گرداب عمل میں گرفتار ہوں گے۔

عبداللہ بن مطیع ابھی منبر سے اترنے نہ پایا تھا کہ ایک دلیر شخص نے جس کا نام صائب بن مالک اشعری تھا مجمع میں کھڑا ہو گیا اور ابن مطیع کو مخاطب کر کے بولا، اے امیر تو نے اپنی تقریر میں حضرت عمر اور حضرت عثمان کی سیرت پر عمل کرنے کا حوالہ دیا ہے اور تو چاہتا ہے کہ کوفہ میں ان دونو کی سیرت کی روشنی میں حکومت کرے، ہم تجھ سے پوچھتے ہیں کہ تو نے حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب کی سیرت پر عمل کا حوالہ کیوں نہیں دیا۔ اور اپنے خطبہ میں ان کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ ابن مطیع سن نہ ہم حضرت عمر کی سیرت چاہتے ہیں نہ حضرت عثمان کی سیرت کے خواہاں ہیں ہمیں تو صرف سیرت امیرالمومنین علیہ السلام چاہیئے۔ اگر تو کوفہ میں رہ کر ان کی سیرت پر عمل کرے گا، تو ہم تیری رعایا اور تو ہمارا حاکم۔ اور اگر تو نے ان کی سیرت نظر انداز کر دی تو یاد رکھ کہ تو ہمارے درمیان ایک پل بھی حکومت نہ کر سکے گا۔

صائب ابن مالک کا یہ کہنا تھا کہ سارے مجمع سے صدائے تحسین و آفرین بلند ہو گئی اور سب کے سب صائب کی تائید میں بول اُٹھے۔ مسجد میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا اور ہر طرف سے صائب کے لیے تائیدی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ عبداللہ ابن مطیع نے پکار کر خاموش رہنے کی ہدایت کی۔ اور کہا کہ تم لوگ گھبراؤ مت، میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے درمیان اسی طرح حکومت کروں گا۔ جس طرح تم لوگ خود چاہو گے۔

اس ہنگامہ خیزی کے بعد عبداللہ ابن مطیع مسجد سے برآمد ہوا اور سیدھا اپنے دارالامارہ

میں جا داخل ہوا۔ اور مسجد کے لوگ بھی اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے مسجد میں جو واقعہ گزرا، اس سے ارکان دولت میں کھلبلی مچ گئی۔ اور سب نتائج پر غور کرنے لگے۔ بالآخر کوتوال کوفہ ایاس بن مضارب عجلی، عبداللہ بن مطیع کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے امیر تجھے معلوم ہے کہ جس شخص نے دوران خطبہ میں اعتراض کیا تھا وہ کون ہے۔ عبداللہ نے کہا مجھے علم نہیں۔ ایاس نے جواب دیا کہ یہ مختار کے لوگوں کے سربراہوں میں سے ہے اے امیر کوفہ کے حالات روز بروز خراب ہوتے جارہے ہیں۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ ص۷۷)

حضرت مختار کی گرفتاری کا مشورہ

کوتوال کوفہ ایاس بن مضارب نے عبداللہ ابن مطیع کے سامنے حالات حاضرہ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ کوفہ میں اچھا خاصہ انتشار پیدا ہے اور اس انتشار کی تمام تر ذمہ داری مختار پر ہے اے امیر مجھے پتہ چلا ہے کہ مختار کی بیعت بڑی تیزی سے کی جارہی ہے۔ لوگ جوق در جوق بیعت کے لئے شب و روز چلے آتے ہیں۔ پتہ چلا ہے کہ ہزاروں افراد اُن کے دائرہ بیعت میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور میں نے یہ بھی سُنا ہے کہ مختار عنقریب خروج کرنے والے ہیں۔ اے امیر یاد رکھ کہ اگر مختار میدان میں کھلم کُھلا نکل آئے تو پھر ان کا سنبھالنا نہایت دشوار ہوگا۔ عبداللہ ابن مطیع نے کہا کہ تمہارے نزدیک اس کا انسداد کیونکر مناسب اور ممکن ہے، ایاس بن مضارب نے کہا کہ اس کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ مختار کو جلد سے جلد گرفتار کر لیا جائے اور اس وقت تک نہ چھوڑا جاتے، جب تک تیری حکومت مستحکم نہ ہوجائے۔

عبداللہ ابن مطیع نے کوتوال کوفہ کی رائے پر غور کرنے کے بعد حکم دیا کہ مختار کو بلایا جائے چنانچہ اس کام کے لئے زائدہ بن قدامہ اور حسین بن عبداللہ صمدانی کو طلب کیا گیا اور ان سے جملہ حالات بتا کر انہیں ہدایت کردی گئی کہ مختار جس حیلے سے آئیں انہیں دربار تک پہنچاؤ۔ یہ دونوں گرفتاری مختار میں مدد دینے کے لئے اُن کو دربار میں لانے کے ارادے سے روانہ ہوئے اور مختار تک جا پہنچے۔ ان دونوں نے حضرت مختار سے ملاقات کرنے کے بعد اُن سے کہا کہ عبداللہ ابن مطیع آپ کو ایک امر میں مشورہ کے لیے بلا رہا ہے آپ تشریف لے چلئے۔

حضرت مختار نے فرمایا کہ ابھی ابھی چلتا ہوں یہ کہہ کر فوراً لباس بدلا اور روانگی کے لئے تیار ہوکر وہ کھڑے ہوگئے ابھی باہر نہ نکلے تھے کہ زائدہ بن قدامہ نے جوان کو لے جانے والوں

میں ایک تھا۔ یہ آیت پڑھی۔ "اذیمکر بک الذین کفروا لیثبتوک و یخرجوک او یقتلوک" جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار تمہارے ساتھ مکر کر رہے ہیں یا تمہیں یہاں سے نکال دیں گے یا قتل کر دیں گے۔ حضرت مختار نے جونہی اس آیت کو سنا وہ فوراً سمجھ گئے کہ میرا جانا خطرے سے خالی نہیں۔ اگر میں گیا تو یقیناً گرفتار کر لیا جاؤں گا۔

یہ خیال کرتے ہی آپ نے اپنے غلام سے کہا کہ دیکھو اس وقت جبکہ میں یہاں سے روانہ ہو رہا ہوں مجھے سردی لگنے لگی ہے اور دفعتہً بخار آگیا ہے۔ طبیعت بہت بے قابو ہے تو ہماری گلیم لا دے۔ غلام نے ضروری کپڑے اور سامان حاضر کر دیا۔ حضرت مختار نے اسے اوڑھ لیا اور عبداللہ ابن مطیع کے دونوں آدمیوں سے کہا کہ میری حالت تم دیکھ رہے ہو، مجھے دفعتاً بخار آگیا ہے۔ اس لئے اب میں تمہارے ساتھ اس وقت نہیں چل سکتا۔ تم جاکر عبداللہ ابن مطیع سے وہ سارا واقعہ بیان کرو جو تم نے دیکھا ہے۔

یہ سن کر ابن قدامہ نے کہا کہ میرا تنہا کہنا کافی نہ ہوگا۔ میں تو اپنی طرف سے عرض احوال میں بالکل کوتاہی نہ کروں گا۔ لیکن ضرورت ہے کہ حسین بن عبداللہ بھی ہم خیال و ہم زبان ہوں۔ حضرت مختار نے حسین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اے حسین سن جو میں کہتا ہوں۔ اسے کان دھر کے سن اور اس پر عمل کر۔ یہ عمل تجھے ایک دن فائدہ پہنچائے گا۔" میرا کہنا یہ ہے کہ امیر کو میری جانب سے مطمئن کر دو اور اسے یقین دلا دو۔ کہ میں مجبوراً اس وقت اس کی طلب پر اس کے پاس نہیں پہنچ سکا۔

اس کے بعد حضرت مختار سے دونوں سفیر حکومت رخصت ہو کر واپس چلے گئے باہر نکلنے کے بعد حسین بن عبداللہ ہمدانی نے اپنے ساتھی زائدہ ابن قدامہ سے کہا کہ میں سب کچھ سمجھتا ہوں کہ مختار آتے آتے کیسے رک گئے۔ اور ان کے تمارض یعنی بیمار بننے کا سبب کیا ہے لیکن میں امیر کے سامنے اس کی وضاحت نہ کروں گا۔ کیوں کہ مجھے محسوس ہو رہا ہے۔ کہ مستقبل میں کوفہ مختار کے ہاتھ ہوگا۔ میں اس وقت راز کے چھپانے میں آئندہ کا فائدہ دیکھ رہا ہوں۔ الغرض عبداللہ ابن مطیع کے دونوں فرستادے واپس آکر اس سے ملے۔ زائدہ بن قدامہ نے بتایا کہ وہ آرہے تھے۔ دفعتہً بیمار ہو گئے اس لئے حاضر نہ ہو سکے۔ حسین بن عبداللہ نے زائدہ کی تائید کر دی۔ اور ابن مطیع خاموش ہو گیا۔

(روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۸۰، و تاریخ طبری جلد ۴ ص ۲۵۳)

حضرت مختار نے سعی خروج تیز کردی

عبداللہ ابن مطیع کے دونوں سفیر تو واپس چلے گئے لیکن حضرت مختار کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ وہ اب ہماری گرفتاری میں کوشاں ہے لہذا انھوں نے سعی خروج تیز کردی۔ مورخ ہروی کا بیان ہے کہ حضرت مختار نے یہ یقین کرنے کے بعد کہ ابن مطیع مجھے گرفتار کرے گا۔ اپنے اہل بیت کو جمع فرمایا اور ان سے کہا کہ اب وقت آگیا ہے کہ میں خروج کروں۔ لہذا تم لوگ تیار ہو جاؤ اور میدان کے لائق اسلحے وغیرہ فراہم کرلو۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ آپ کے حکم پر مرمٹنے کے لئے تیار ہیں۔ جب حکم ہو میدان میں نکل آئیں گے۔ اور بروایت سعید ابن الجعفی لوگوں نے کہا کہ ہم اسباب خروج کی تیاری میں ہیں ہمیں اور چند دن کی مہلت ملنی چاہیئے تاکہ مکمل تیاری کرلیں۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ صہ ۷۸)

جناب مختار کی تقریر

چند یوم مہلت دینے کے بعد حضرت امیر مختار نے ایک جلسہ طلب کیا جب کثیر اصحاب جمع ہو گئے تو آپ نے ایک زبردست تقریر فرمائی جس میں آپ نے اپنے منصوبہ انتقام پر روشنی ڈالی اور کہا کہ واقعہ کربلا کا بدلہ لینے کے لئے اب ہمیں خروج کرنا ضروری ہے آپ کی تقریر کے بعد بہت سے لوگوں نے آپ سے کہا۔ کہ ہمیں پتہ چلا ہے کہ کوفہ کے کافی افراد عبداللہ ابن مطیع سے ملے ہوئے ہیں اور وہ سب آپ سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم جناب ابراہیم ابن مالک اشتر کو بھی ہمنوا بنالیں۔ متی جاء معنا ابراهیم ابن الاشتر خرجنا باذن اللہ تعالیٰ القوۃ علی عدونا فلہ العشیرۃ الخ اگر ہمارے ساتھ مالک اشتر کے چشم وچراغ حضرت ابراہیم بھی ہو جائیں تو بڑی قوت پیدا ہو جائے گی۔ اور ہم دشمنوں پر آسانی سے قابو حاصل کرسکیں گے۔ کیونکہ وہ اپنی قوم کے سردار ہیں اور ان کے ساتھ بہت بڑا گروہ ہے۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ اچھا انہیں ہمنوا بنانے کی سعی کرو۔ اور اب ان تک میری آواز پہنچاؤ۔ انہیں بتادو کہ ہم ذمہ داران اسلام سے اجازت نامہ لے کر آئے ہیں اور واقعہ کربلا کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ اگر وہ تمہارے کہنے سے ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے۔ تو فھو المراد اور اگر انہوں نے کچھ بھی تردد کیا تو میں خود ان کے مکان پر جاکر ان سے مدد کی درخواست کروں گا۔ حضرت مختار کے کہنے کے مطابق کچھ لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فلم یجب فانصرفوا۔ اور ان لوگوں نے حضرت مختار کا پیغام ان تک پہنچایا۔ ابراہیم بن مالک اشتر

نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور یہ لوگ واپس پلٹ آئے۔ (دمعہ ساکبہ ص۴۰۸)

حضرت مختار جناب ابراہیم کے مکان پر

مورخ ہروی رقم طراز ہیں کہ حضرت مختار کی خواہش کے مطابق عقلا کا ایک گروہ جن میں ابو عثمان الہندی اور عامر الشعبی بھی تھے۔ حضرت ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابراہیم نے ان لوگوں کی بڑی عزت و توقیر کی۔ اور فرمایا کہ اپنے آنے کا سبب بیان کرو۔ تاکہ میں ان کی تعمیل و تکمیل پر غور کر سکوں۔ ان لوگوں میں سے یزید ابن انس نخعی جو فصاحت و بلاغت میں ممتاز تھے اور تیز زباں کے مالک تھے۔ بولے کہ اے ابو نعمان! ہم اس مقصد کے لئے آئے ہیں کہ آپ کی خدمت میں ایک خاص بات اور ایک اہم امر کی درخواست کریں۔ ابراہیم نے فرمایا کہ مقصد بتاؤ۔ تاکہ میں غور کر سکوں یزید ابن انس نے کہا کہ ہم لوگ کتاب خدا اور سنت رسول کی اتباع اور طلب خون حسینؑ کے لیے کھڑے ہوئے ہیں۔ اور لوگوں کو اسی امر کی دعوت دے رہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ کوفہ کا بہت بڑا گروہ ہمارے ساتھ ہو گیا ہے۔ اسی قسم کی بات احمد بن شمیط بجلی نے بھی کہی۔ حضرت ابراہیم نے ان کے کہنے پر غور و فکر کیا۔ اور سرداری کا حوالہ دیا۔ ان لوگوں نے حضرت مختار کی بیعت کر لینے کا تذکرہ کر کے ان سے حمایت کی درخواست کی حضرت ابراہیم خاموش ہو گئے۔ اور یہ لوگ وہاں سے واپس چلے آئے۔

ان لوگوں نے حضرت مختار کی خدمت میں سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرت مختار نے تین دن خاموش رہنے کے بعد اپنے معتمد لوگوں کو طلب کیا۔ اور انہیں ہمراہ لے کر حضرت ابراہیم کے مکان پر پہنچنا ضروری سمجھا۔ معززین کوفہ کا گروہ حضرت مختار کے ہمراہ حضرت ابراہیم کے مکان پر جا پہنچا۔ ان لوگوں نے دربانوں سے اجازت دخول حاصل کی۔ اور یہ لوگ اندر داخل ہو گئے۔ حضرت ابراہیم نے حضرت مختار کا بڑا احترام کیا۔ اور تشریف آوری کا سبب پوچھا۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ میں نے واقعہ کربلا کے بدلا لینے کا فیصلہ کیا ہے اور شاید آپ کو علم ہوگا۔ کہ میں اس سلسلہ میں کسی کے مکان پر آپ کے مکان کے سوا نہیں گیا آپ سید و سردار ہیں۔ مجھے آپ کی امداد کی اس سلسلے میں شدید ضرورت ہے۔ میں آپ کے لئے حضرت محمد حنیفہ کا ایک خط بھی لایا ہوں اس کی رو سے آپ کی امداد کا خواہش مند ہوں۔ حضرت ابراہیم نے خط طلب کیا۔ حضرت مختار نے حضرت محمد حنفیہ کا خط ان کے حوالہ کیا انہوں نے جب اس خط کو کھولا تو اس میں یہ لکھا دیکھا کہ میں نے مختار کو واقعہ کربلا کا بدلہ لینے کے لیے اپنا مختار اور ولی منتخب و

مقرر کیا ہے، آپ ان کی مدد کریں اور ان کی اطاعت قبول کرلیں۔ میں اس امر کا وعدہ کرتا ہوں کہ کوفہ سے اقصائے شام تک جتنے علاقے اس مہم کے سلسلہ میں زیر نگیں ہوں گے ان کی حکومت آپ کے حوالے کی جائے گی۔ میں تمہاری اس عنایت کا شکرگزار رہوں گا اور دیکھو اگر تم نے اس امر میں کوتاہی کی تو یاد رکھو کہ دنیا و آخرت میں تمہیں گھاٹا ہوگا۔"

حضرت ابراہیم نے خط پڑھنے کے بعد فرمایا کہ اے ابو اسحاق حضرت محمد حنفیہ کے خط کا جو انداز ہوتا تھا وہ اس خط میں نہیں ہے۔ میں کیوں کر یقین کرلوں کہ یہ خط انہیں کا ہے۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ وہ زمانہ اور تھا اور یہ زمانہ اور ہے۔ اصل خط انہیں کا ہے انداز چاہے جو ہو اگر آپ اس امر کی تصدیق کے لیے گواہ چاہتے ہوں کہ یہ خط انہیں کا ہے تو میں گواہ پیش کرسکتا ہوں۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۷۹)

مورخ طبری کا بیان ہے کہ اس خط میں صاف صاف لکھا تھا کہ مختار را بکوفہ فرستادم با او بیعت کیند و پدرت او از شیعیان ما بود و تو نیز ہمچناں باش "میں نے مختار کو کوفہ بھیجا ہے تم ان کی بیعت کرو۔ تمہارے والد مالک اشتر ہمارے مخلص اور شیعہ تھے تم ان کی پیروی کرو (تاریخ طبری جلد ۴ ص ۶۵۴)

حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ جو اس کی شہادت دیتے ہیں کہ یہ خط حضرت محمد حنفیہ ہی کا ہے یہ سن کر وہ پندرہ آدمی جو حضرت مختار کے ہمراہ تھے جن میں یزید بن انس احمر بن سعید اور عبد اللہ ابن کامل تھے گواہی دی اور کہا نحن نعلم و نشھد انہ کتاب محمد الیک کہ ہم جانتے ہیں اور اس امر کی گواہی دیتے ہیں۔ کہ یہ خط حضرت محمد بن الحنفیہ ہی کا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم اپنے مقام سے اُٹھے اور انہوں نے حضرت مختار کی بیعت کی اور انہیں اپنے مقام پر بٹھایا اور خود نیچے اتر کر بیٹھ گئے۔ (تاریخ طبری جلد ۴ ص ۶۵۴ و ذوب النضار ص ۱۰۸ اخذ الثار ابی مخنف ص ۴۸۸، دمعہ ساکبہ ص ۴۰۵)

معززین کوفہ کے پچاس افراد محمد حنفیہ کی خدمت میں

حضرت مختار کی واپسی کے بعد بقول امام اہلسنت علامہ عبداللہ ابن محمد حضرت ابراہیم نے یہ ضروری سمجھا کہ مزید اطمینان کے واسطے آپس میں تبادلہ خیالات کرلیا جائے چنانچہ انہوں نے دوسرے دن نماز صبح کے بعد اپنے اعزہ و اقربا سے واقعہ مختار پر تبصرہ کیا اور ان لوگوں سے بیعت کی خواہش کی ان لوگوں نے جواب دیا کہ معاملہ بہت اہم ہے۔ اس لئے

ہمارے واسطے یہ امر ضروری ہے کہ ہم مختار کے متعلق حضرت محمد حنفیہ سے مزید اطمینان حاصل کریں اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہمارے پچاس آدمی تصدیق امر مختار کے لیے حضرت محمد حنفیہ کی خدمت میں جائیں اور تصدیق کر کے واپس آئیں اگر انہوں نے تصدیق کردی تو ہم دل و جان سے لڑیں گے اور اپنی جانیں دیں گے۔ اور اپنے جسم کا آخری قطرہ خون بہادیں گے۔ اور اگر انہوں نے تصدیق نہ کی تو ہم خاموش ہو کر اپنے گھروں میں بیٹھ رہیں گے قرۃ العین فی اخذ الثار الحسین ص ۱۴۳ طبع بمبئی)
علامہ ہروی کا بیان ہے کہ حضرت محمد بن حنفیہ کے پاس پچاس افراد کے جانے کا فیصلہ سرائے عبدالرحمن بن شریح ہمدانی میں ہوا تھا.... اس فیصلہ کے بعد پچاس افراد حضرت محمد بن حنفیہ سے تصدیق امر مختار کے لئے روانہ ہو گئے۔ منزلیں طے کرنے کے بعد جب ان کی خدمت میں پہنچے اور آستاں بوس ہوئے۔ اور ان کی خدمت میں پیشی ہوئی تو انہوں نے پوچھا کہ آج کل تو حج کا زمانہ بھی نہیں ہے آخر تم لوگ کس لیے یہاں آئے ہو عبداللہ ابن شریح ہمدانی نے کہا کہ خداوند عالم نے آپ کو خاندانی عزت و بزرگی سے سرفراز فرمایا ہے۔ جو شخص آپ کی اطاعت نہ کرے وہ دنیا و آخرت میں نقصان اٹھائے گا۔ اس زمانہ میں خاندان رسالت بلکہ تمام اہل عرفان و معرفت غم امام حسین علیہ السلام سے رنجیدہ ہیں۔ حضرت مختار ہمارے وطن کوفہ میں آئے ہوئے ہیں۔ اور ان کا کہنا ہے کہ ہم حضرت محمد حنفیہ کی طرف سے یہاں آئے ہیں۔ اور ان کے خطوط کے حوالہ سے تم لوگوں سے بیعت چاہتے ہیں اور ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم حضرت امام حسین علیہ السلام کے خون کا بدلہ لیں حضور ہم لوگوں نے کافی تعداد میں اس بنا پر ان کی بیعت کرلی ہے کہ وہ آپ کے خطوط دکھلا رہے ہیں تو عرض یہ ہے کہ اگر وہ آپ کی طرف مامور ہوں تو ہم تکمیل بیعت کریں اور ان کی پوری پوری امداد سے سرخرو ہوں ورنہ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ جائیں۔

حضرت محمد حنفیہ نے فرمایا کہ جہاں تک ہماری عزت و حرمت کا تعلق ہے یہ خدا کا عطیہ ہے اور وہ جسے چاہتا ہے عزت عنایت فرماتا ہے۔ اور حضرت امام حسین کا قتل دلدوز اور دلسوز ہے مختار کے بدلہ لینے کے متعلق یہ ہے کہ:

باللہ الذی لا الہ الا ھو کہ من دوست می دارم کہ حضرت ذوالجلال بسعی ہر کس از بندگان کہ خواہد مارا بدشمنان ظفر و نصرت و ہد تا بانتقام ظلمی کہ بر قبیلہ و عشیرت ما رفتہ از ایشان کشیدہ	اس خدا کی قسم کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ میں اس چیز کو دوست رکھتا ہوں کہ وہ جس کسی کو بھی اپنے بندوں میں سے طاقت دے دے اور دشمنوں پر فتح نصیب کردے۔ کہ وہ اس واقعہ کا بدلہ

شود۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ صـ۷۵) لے جو ہم پر گزرا ہے تو یہی ہمارا عین مقصود ہے۔

مورخ طبری کا بیان ہے کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ خون حسین علیہ السلام بر ہمہ واجب است۔" امام حسین کے خون کا بدلہ لینا تمام اہل عرفان پر واجب ہے (تاریخ طبری جلد ۴ صـ۵۳)

مورخ ابن اثیر جزری کا بیان ہے کہ حضرت محمد بن حنیفہ نے خدائے تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد کہا کہ تم لوگ جس شخص کا ذکر کرتے ہو، وہ تم کو ہم لوگوں کے خونوں کا بدلا لینے کے لئے دعوت دیتا ہے اس کے متعلق میں یہ کہتا ہوں کہ میں خود یہ چاہتا ہوں، کہ اگر خدا کو منظور ہو تو وہ اپنی مخلوق میں جس شخص کے ذریعہ چاہے ہم کو ہمارے عدو کے خلاف مدد دے اور اگر میں نہ چاہتا تو کہہ دیتا کہ ایسا نہ کرو۔ (ترجمہ تاریخ کامل جلد ۱ صـ۳۶)

اس کے بعد آپ نے فرمایا؛ قوموا بنا الی امامی و امامکم علی بن الحسینی کہ اٹھو ہم لوگ اپنے اور تمہارے امام زمانہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس چلیں۔ جب یہ لوگ روانہ ہو کر ان کی خدمت بابرکت میں پہنچے اور ان کی خدمت میں عرضداشت پیش کی تو انہوں نے فرمایا۔

یا عم لو ان عبد از نجیا تعصب لنا اهل اهلبیت لوجب علی الناس موازرقہ ولقد ولیتك هذا الامر فاصنع ماشئت (ذوب النضار فی شرح الثار صـ۴۰۸ ودمعہ ساکبہ صـ۴۰۸، نور الابصار صـ۹۲ و اصدق الاخبار صـ۳۹)

اے چچا جان اگر غلام حبشی ہم اہلبیت کی مددگاری اور جانبداری کے لیے کھڑا ہو جائے تو اس کی رفاقت اور اس کی شراکت ہر مسلمان پر واجب ہے۔ سنو میں نے اس امر میں آپ کو اپنا وکیل بنا دیا ہے اب آپ جو مناسب سمجھیں کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد وہ لوگ نہایت خوش و مسرور حضرت محمد حنیفہ سمیت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس سے واپس آئے، اور حضرت محمد بن الحنفیہ سے درخواست کی کہ ہمیں اپنا نوشتہ دے دیجئے چنانچہ انہوں نے خط لکھ دیئے اور یہ لوگ ان سے رخصت ہو کر روانہ کوفہ ہو گئے (نور الابصار صـ۹۱) وہاں سے نکلنے کے بعد جب یہ لوگ اپنوں سے ملے تو انہوں نے کہا کہ ہمیں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور حضرت محمد بن الحنفیہ نے اجازت دے دی ہے۔ (دمعہ ساکبہ صـ۴۰۸ و ذوب النضار ابن نما صـ۴۰۸)

حجۃ الاسلام علامہ محمد ابراہیم لکھتے ہیں۔ کہ حضرت مختار کو ان لوگوں کے جانے کی خبر نہ تھی جب انہیں معلوم ہوا کہ پچاس آدمی حضرت محمد حنفیہ کے پاس گئے تھے، اور وہ واپس آ گئے

"قادسیہ" میں مقیم ہیں تو آپ نے غلام سطیح کو طلب فرمایا اور اس سے کہا کہ تو قادسیہ جاکر حالات معلوم کر اور سُن، اگر تو یہ خبر لایا کہ ان لوگوں کو میری بیعت کی اجازت مل گئی ہے تو میں تجھے آزاد کردوں گا. غلام دوڑا ہوا قادسیہ پہنچا اور اس نے وہاں دیکھا کہ لوگ حضرت مختار کے نام کی بیعت لے رہے ہیں۔ وہ یہ دیکھ کر بھاگا ہوا حضرت مختار کے پاس پہنچا اور اس نے انہیں خبر مسرت سنائی حضرت مختار نے حسب گفتہ خود اپنے غلام کو آزاد کر دیا۔ (نور الابصار صـ۹۱ و اخذ الثار ابی مخنف صـ۴۸۹)

مورخ ہروی کا بیان ہے کہ اہل کوفہ جب وہاں سے لوٹ کر کوفہ پہنچے اور ان لوگوں کی حضرت مختار سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا کہ تم لوگ کیا جواب لائے۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت نے آپ کی بیعت اور آپ کی امداد کا حکم دے دیا ہے۔ حضرت مختار نے کمال مسرت کی حالت میں فرمایا کہ میں انشاء اللہ دشمنوں کو تہ تیغ کردوں گا۔ چوں خبر در کوفہ شائع شد ہر کس کہ از محبت اہل بیت نصیبے داشت بخدمت مختار مبادرت نمودہ بااو بیعت کردند، جب یہ خبر اجازت کوفہ میں مشہور ہو گئی تو وہ تمام لوگ جنہیں خدا کی طرف سے محبت اہل بیت کا کچھ حصہ بھی نصیب ہوا تھا. بیعت مختار کے لئے دوڑ پڑے۔ اور سب نے بیعت کر لی۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ صـ۵)

حضرت مختار کی بیعت بصرہ میں

مورخ طبری کا بیان ہے کہ جب حضرت مختار کی بیعت کوفہ میں عام طور سے ہونے لگی۔ تو اسی دوران میں "بنی مثنیٰ" نامی ایک شخص بصرہ سے کوفہ آیا اور اس نے بھی حضرت مختار کی بیعت کی۔ حضرت مختار نے مثنیٰ سے فرمایا کہ تم ابھی بصرہ ہی میں مقیم رہو اور پوشیدہ طریقے سے میری بیعت لیتے رہو۔ اور اس وقت تک یہ سلسلہ جاری رکھو۔ جب تک میں خروج نہ کروں۔ جب میں کوفہ میں خروج کروں۔ تو تم بصرہ میں ہنگامہ برپا کردو۔ اگر خدا نے چاہا اور اس نے میری مدد کی اور میں کامیاب ہو گیا تو بصرہ کی حکومت تمہارے سپرد کردوں گا۔ مثنیٰ نے کہا بہت خوب آپ کا جو حکم ہو میں اس کی تعمیل کروں گا۔ چنانچہ مثنیٰ بصرہ واپس آ گئے اور انہوں نے "سرائے ازارقہ" میں قیام کر کے کام شروع کر دیا۔ یہ سرائے بہت سے دیہاتوں کا مجموعہ تھی اور اب بھی محلوں کی صورت میں موجود ہے اس سرائے کا ایک بہت بڑا دروازہ آہنی تھا۔ جب رات ہوتی تھی تو اس کا دروازہ بند کر دیا جاتا تھا مثنیٰ نے اسی سرائے میں پوشیدہ کام جاری رکھا۔ یہاں تک کہ حضرت مختار نے کوفہ میں خروج کر دیا۔ خروج کرنے کے بعد حضرت مختار نے مثنیٰ کو بصرہ میں ایک خط لکھا جس میں تحریر کیا کہ

تم بصرہ سے کوفہ آجاؤ۔ مثنیٰ نے بصرہ سے روانگی کی تیاری شروع کردی۔ ابھی روانہ نہ ہونے پائے کہ والی بصرہ "قعقاع" کو ان کے ارادے کی خبر ہوگئی۔ اس نے فوراً کوتوال شہر کو حکم دیا کہ مثنیٰ کو گرفتار کرلاؤ، کوتوال پولیس کا ایک دستہ لے کر اس کے مقام پر پہنچ گیا، اور اس نے سارے محلہ کو گھیرے میں لے لیا۔ اس ہنگامی حالت کے رونما ہونے کے بعد اہل محلہ میں جوش وخروش پیدا ہوگیا اور پولیس واہل محلہ میں سخت جھڑپ ہوگئی۔ چالیس افراد اہل محلہ کے قتل ہوگئے۔ مگر ان لوگوں نے اتنی دلیری کی کہ پولیس کو محلہ کے اندر گھسنے نہیں دیا۔ اسی دوران میں مثنیٰ کو پیغام پہنچا کہ کوفہ کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ چنانچہ مثنیٰ اپنے ہمدردوں کو لے کر کوفہ کے لئے روانہ ہوگئے۔ اور وہاں پہنچ کر حضرت مختار کے ساتھ ہوگئے۔

(تاریخ طبری جلد ۴ ص ۶۵۸ طبع لکھنؤ)

حضرت محمد حنفیہ کا خط اہل کوفہ کے نام اور حمایت مختار کے لئے اعلان عام

ابو مخنف کا بیان ہے کہ اہل کوفہ کی واپسی کے تین دن بعد مشائخ کوفہ حضرت مختار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے حضرت محمد بن الحنفیہ کا خط جو اہل کوفہ کے نام تھا، حضرت مختار کو دیا۔ اس کے بعد ایک منادی کے ذریعہ سے اعلان عام کرادیا گیا کہ سب لوگ حضرت مختار کی بیعت کرنے میں عجلت سے کام لیں اور کوئی ایسا شخص باقی نہ رہے جو بیعت نہ کرے۔ اس اعلان کے بعد تقریباً تمام اہل معرفت نے حضرت مختار کی بیعت کرلی۔ اور ان کی نصرت وحمایت پر کمر عزم واستقلال باندھ لیا۔ (اخذ الثار وانتصار المختار علی الطغاۃ الفجار ص ۴۸۹۔ نور الابصار ص ۹۲ طبع لکھنؤ)

مورخ ابو الفداء لکھتا ہے کہ حضرت مختار نے تمام لوگوں سے کتاب خدا، سنت رسولؐ، اور طلب انتقام خون اہلبیتؑ پر بیعت لی، مختار کی جنگ صرف قاتلان حسینؑ سے تھی۔ اس جنگ میں مختار نے پوری پوری کامیابی حاصل کی اور تقریباً سب ہی کو قتل کر ڈالا۔ (تاریخ الفداء جلد ۲ ص ۱۴۸)

ابو مخنف کا بیان ہے کہ واقعہ کربلا میں چار اشخاص نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ (۱) ابن زیاد (۲) عمر سعد (۳) سنان بن انس (۴) شیث ابن ربعی۔ یہ لوگ گمراہوں کے لشکر کے سربراہ تھے۔

(کنز الانساب ص ۱۴ طبع بمبئی)

باب ۱۷

فانتقمنا من الذین اجرموا و کان حقاً علینا نصر المومنین ۝
(پ ۲۱ ع ۸)

ناصر اہل بیت حضرت مختار کا خروج

حضرت ابراہیم بن مالک اشتر کا عظیم الشان حمایتی کردار اور حصول مقصد میں شاندار کامیابی

کارنامہ مختار کا آغاز

صف جنگاہ میں مردانِ خدا کی تکبیر
جوشِ کردار سے بنتی ہے خدا کی آواز (اقبالؔ)

حضرت مختار متعدد قید و بند کی سختیاں برداشت کرنے اور حجاج بن یوسف جیسے خونخوار سے محفوظ رہنے کے بعد عوام خروج کو فروغ دینے پر آمادہ ہوگئے۔ حضرت مختار سے پہلے اگرچہ جناب علقمہ، سلیمان اور مسیب وغیرہ نے جوش انتقام کا مظاہرہ کیا لیکن انہیں درجہ شہادت پر فائز ہونے کے علاوہ کوئی نمایاں کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ (کنز الانساب ابو مخنف ص۱۴)

حضرت مختار نے کمال عزم و استقلال کے ساتھ خروج کا فیصلہ فرمایا اور اس سلسلہ میں انہوں نے اپنے عظیم جرنیل حضرت ابراہیم ابن مالک اشتر سے مشورہ کر کے تاریخ خروج مقرر کر دی، حضرت مختار اور تاجدار شجاعت حضرت ابراہیم اور اُن کی جمعیت نے فیصلہ کیا کہ ہمیں ۱۴ ربیع الثانی ۶۶ھ یوم پنج شنبہ کو خروج کر دینا چاہیے۔ (دمعہ ساکبہ ص۴۰۸ و تاریخ طبری ص۵۴۲ جلد ۴) حضرت مختار نے تاریخ خروج کے فیصلہ کے بعد جناب ابراہیم کو علمدار اور

کمانڈر انچیف مقرر کر دیا۔ وعقد رایة ودفعها الی ابراهیم اور ایک جھنڈا یعنی علم لشکر مرتب کر کے جناب ابراہیم کے سپرد فرما دیا۔ (قرۃ العین صفحہ ۱۴۴)

مورخین کا بیان ہے کہ بیعت کرنے اور کمانڈر انچیف مقرر ہونے کے بعد حضرت ابراہیم حضرت مختار کے مکان پر برابر آتے جاتے رہتے تھے اور فتح و کامرانی کے حصول پر تبادلہ خیالات فرماتے رہتے تھے۔ حضرت ابراہیم جب بھی حضرت مختار کے مکان پر جاتے تھے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے ہواخواہان اور افراد قبیلہ ہوا کرتے تھے۔ عموماً آپ کا آنا جانا شب کے وقت ہوا کرتا تھا۔

کوتوال کوفہ ایاس بن مضارب کی گھبراہٹ

حضرت ابراہیم کی نقل و حرکت سے کوفہ کے ایوان حکومت میں شدید قسم کی ہلچل مچ گئی۔ اور تمام ارکانِ دولت میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ حالات کی روشنی میں ایاس بن مضارب عجلی جو کہ عبداللہ بن مطیع والیِ کوفہ کی طرف سے کوتوال شہر مقرر تھا۔ عبداللہ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میں آج کل کوفہ میں جس فضا کا اندازہ لگا رہا ہوں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ عنقریب کوفہ میں فتنۂ عظیم بپا ہو گا۔ اس نے کہا کہ میں برابر دیکھ رہا ہوں۔ کہ ابراہیم بن مالک اشتر ایک جمعیت کثیر ہمیت رات کے وقت مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کے پاس جاتے ہیں اور بڑی رات تک ان سے گفتگو کیا کرتے ہیں۔ اندیشہ ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ یہ لوگ عنقریب کچھ نہ کچھ ضرور کریں گے اس نے کہا کہ میں حالات حاضرہ سے امیر کو مطلع کر کے درخواست کرتا ہوں۔ کہ اس کی طرف خصوصی توجہ مبذول فرمائیں۔ عبداللہ ابن مطیع نے ایاس کی باتوں کو کان دھر کے سنا اور حفظ ماتقدم کے لئے اس نے یہ بندوبست کرنا ضروری سمجھا۔ کہ کوفہ کی ناقہ بندی کر دے۔ چنانچہ ابن مطیع نے بمشورہ ایاس بروایت طبری کوفہ کے ساتوں محلوں پر پانچ پانچ سو سواروں کے دستوں کے ساتھ ایک ایک افسر مقرر کر دیا اور ان لوگوں کو حکم دے دیا کہ تم لوگ اپنے اپنے محلوں پر پورا پورا قابو رکھو اور جس کو دیکھو کہ وہ بارادہ فتنہ برآمد ہوا ہے اس کا سر تن سے بے دریغ جدا کر دو۔ اور ایاس بن مضارب کو حکم دیا کہ تو اپنے محلہ کی حفاظت کے علاوہ سو سواروں کو ہمراہ لے کر کوفہ کے شہر اور اس کے جملہ بازاروں اور گلیوں کا رات میں چکر لگایا کر۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کرنا شروع کر دیا۔

حضرت ابراہیم جو برابر حضرت مختار کے پاس جایا کرتے تھے۔ جب حسب اصول ایک رات کو سو سواروں سمیت نکلے تو راستے میں ایاس ابن مضارب جو کئی سو سواروں سمیت اس مقام پر موجود مل گیا اس نے ابراہیم بن اشتر کو روکتے ہوئے کہا کہ تم کون لوگ ہو اور کس کے پاس

رات کو مسلح ہو کر جا رہے ہو حضرت ابراہیم نے کہا کہ یہ ابن مالک اشتر ہیں اور میرے ہمراہ جو لوگ ہیں یہ میرے قوم و قبیلہ والے ہیں ہم لوگ ایک اہم مہم کے سلسلہ میں نکلے ہیں۔ اور اپنی راہ جا رہے ہیں۔ ایاس نے کہا کہ وہ مہم کیا ہے جس کے لیے تم لوگ آدھی رات کو مسلح ہو کر نکلے ہو۔ ابراہیم نے کہا ہے جو مہم بھی ہم سر کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے متعلق تو گفت و شنید نہ کر۔ ہمیں اپنے راستے پر جانے دے اور تو خود اپنے راستے پر لگ جا۔

ایاس اور ابراہیم میں مڈبھیڑ

ایاس نے کہا کہ میں کوتوال شہر ہوں اور میں اب تمہیں حرکت کرنے نہ دوں گا۔ اور تم سے کہتا ہوں کہ تم لوگ چپکے سے میرے ہمراہ دالی کوفہ عبداللہ ابن مطیع کے پاس چلے چلو۔ ابراہیم نے کہا کہ میں تجھ سے پھر کہتا ہوں کہ ہم لوگوں کو نہ چھیڑ اور اپنی راہ لگ۔ اس نے کہا کہ یہ ناممکن ہے اب تو دو ہی صورتیں ہیں یا یہ کہ تم میرے ہمراہ چلو یا دو دو ہاتھ مجھ سے کر لو۔ میں جب تک زندہ ہوں تمہیں چھوڑ نہیں سکتا۔ حضرت ابراہیم نے کہا خدا تجھے سمجھے کیا کر رہا ہے۔ میں تجھ سے پھر کہتا ہوں کہ مجھ سے مزاحمت نہ کر اور جدھر جانا ہے چلا جا۔ ایاس نے کہا خدا کی قسم میں تم لوگوں کو عبداللہ ابن مطیع کے پاس پہنچا ہی کے دم لوں گا۔ حضرت ابراہیم کے بار بار سمجھانے کے باوجود وہ راہ راست پر نہ آیا تو ابراہیم نے ایک شخص ابوقطن ہمدانی کے ہاتھ سے نیزہ لے کر ایاس کے سینے پر مارا۔ وہ زمین پر گر پڑا۔ آپ نے حکم دیا اس کا سر کاٹ لیا جائے۔ ایاس کے گرتے ہی اُس کے سارے ساتھی بھاگ گئے۔ حضرت ابراہیم ایاس کا سر لیے ہوئے حضرت مختار کے پاس پہنچے اور ان کے قدموں میں ایاس کا سر ڈال کر کہا کہ جس تاریخ کو خروج کا فیصلہ ہوا تھا۔ اس سے قبل ہی یہ واقعہ پیش آگیا۔ حضرت مختار نے بڑی مسرت کا اظہار کیا اور کہا کہ قتل ایاس ہمارے لئے فال نیک ہے۔ انشاءاللہ ہم اپنے مقصد میں پورے طور پر کامیاب ہوں گے۔ اس کے بعد حضرت مختار نے اپنے سرداران لشکر مثل رفاعہ بن شداد و قدامہ ابن مالک وسعید بن منقذ سے کہا کہ اب پوری طاقت سے میدان میں آجانے کی ضرورت ہے، تم لوگ فوراً کوفہ کے محلوں میں جا کر نعرہ انتقام بلند کرو۔ اور لوگوں کو دعوت دو کہ فوراً یہاں آجائیں ان لوگوں نے کوفہ کے بازاروں اور ان کی گلیوں میں یالثارات الحسین کی آواز دی۔ اس آواز کا اثر یہ ہوا کہ لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل کر خانہ مختار پر جا پہنچے۔ جب کافی جمعیت ہو گئی تو حضرت مختار نے سلاح جنگ پہنا اور آلات حرب سے اپنے کو آراستہ کیا اور اپنے جرنیل جناب ابراہیم سے

کہا کہ بس اب نکل چلنا چاہیئے۔ چنانچہ یہ حضرات لشکر سمیت برآمد ہو گئے۔

علامہ حسام الواعظ رقمطراز ہیں کہ جب ایاس ابن مضاب قتل کر دیا گیا۔ اور اس کی اطلاع عبداللہ ابن مطیع کو پہنچی اور اسی دوران میں اس نے حضرت مختار کے طبل خروج کو سنا تو لرز اٹھا اور اس نے فوراً راشد ابن ایاس کو بلا کر کہا کہ ابراہیم ابن مالک اشتر نے تمہارے باپ کو قتل کر دیا ہے اور اس کا سر مختار کے پاس بھیج دیا ہے۔ یہ سن کر ابن ایاس نے اپنے سر سے پگڑی پھینک دی اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور سر و پا برہنہ ہو کر سخت گریہ کرنے لگا۔ یہ دیکھ کر ابن مطیع نے اس سے کہا کہ تو عورتوں کی طرح روتا ہے۔ یہ رونا پیٹنا احمقوں کا کام ہے۔ اب تو تیار ہو جا اور ابراہیم سے اپنے باپ کا بدلہ لے۔ اور انہیں قتل کر کے ان کا سر میرے پاس لا حاضر کر۔ ابن ایاس چونکہ بڑا بہادر تھا۔ لہٰذا وہ ابراہیم سے مقابلہ کے لیے تیار ہو گیا۔ اب یہ اپنے باپ کی طرح قاتلانِ امام حسین میں سے بھی تھا۔ ابن مطیع کی بات سن کر ابن ایاس ۲۲ آدمیوں کو لے کر جن میں سوار و پیادے تھے بازار میں آیا۔

ادھر حضرت مختار نے کوٹھوں پر آگ روشن کرا دی تھی اور طبل خروج بجوا دیا تھا تاکہ لوگوں کو خروج کی اطلاع مل جائے لیکن اس کے باوجود لوگ حضرت مختار کے پاس جمع نہ ہوئے۔ یعنی وہ اٹھارہ ہزار افراد جو بیعت کر چکے تھے، وہ مختار کے پاس نہ پہنچے۔ اگرچہ کوفیوں کی بے وفائی مشہور ہے۔ لیکن اس موقع پر ان کے نہ پہنچنے کی وجہ یہ تھی۔ کہ حضرت مختار نے شب پنجشنبہ کی تاریخ مقرر کر دی تھی۔ اور یہ ساتھ ساتھ کہہ دیا تھا۔ کہ اس سے قبل چاہے آگ روشن ہو جائے اعلان کیا جائے مگر تم یقین نہ کرنا۔ جب لوگوں نے قبل پنجشنبہ آگ وغیرہ دیکھی تو یہ سمجھے کہ یہ سب کچھ ابن مطیع کی حرکت ہے۔ اسی بنا پر کوئی نہ آیا اور سب کے سب اپنے اپنے گھروں کے کوٹھوں پر چلے گئے اور وہاں سے حالات کا تفحص کرتے رہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت ابراہیم سے دفعتہً جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے پنجشنبہ کے بجائے چہارشنبہ ہی کو خروج کر دیا گیا۔

حضرت مختار نے حالات کی روشنی میں حضرت ابراہیم سے کہا کہ شاید کوفی ہمارے ساتھ وہی کچھ کر رہے ہیں۔ جو وہ حضرت مسلم بن عقیل کے ساتھ کر چکے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اے امیر ایسا نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ اولاً سارے راستے بند ہیں ثانیاً ہم لوگوں نے سب کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ پنجشنبہ سے قبل کے کسی اعلان کو باور نہ کرنا۔

اب مناسب یہ ہے کہ آپ اپنی جگہ پر مقیم رہیئے۔ میں جاتا ہوں اور سب کو باخبر کرتا ہوں، حضرت مختار نے حضرت ابراہیم کو دعا دی اور وہ سو سوار لے کر مسجد فاطمی کے دروازے پر جا پہنچے اور وہاں سے چل کر مسجد بازار کے کوچہ میں داخل ہوئے جہاں بیعت کرنے والوں کے چار سو افراد رہتے تھے حضرت ابراہیم جونہی اس کوچہ میں پہنچے۔ آپ نے دیکھا کہ سو افراد دشمنوں کے وہاں موجود ہیں۔ حضرت ابراہیم نے کہا کہ میں ابراہیم بن مالک اشتر ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ میں عمرن عفیف ہوں۔ اور تمہیں اور حسین کو قتل کرنے والا ہوں۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم نے ایک زبردست نعرہ لگایا جس کی وجہ سے وہ کانپ گیا۔ اور اپنے ساتھیوں سمیت وہاں سے بھاگ نکلا۔ یہ دیکھ کر ابراہیم کے ساتھی ان کے پیچھے دوڑے۔ اور انہیں جا گھیرا۔ بالآخر ان کے چالیس افراد قتل کر دیئے اور سینکڑوں کو مجروح کر دیا۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم نے مومنوں کو اپنے خروج کی اطلاع دی پھر وہاں سے چل کر محلہ بنی کندہ میں پہنچے۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ ایک شخص ایک سرائے کے دروازے پر بیٹھا ہوا ہے آپ نے اس سے پوچھا کہ اس محلہ کا محافظ کون ہے اس نے کہا کہ زبیر ہاشمی، ابراہیم نے فرمایا کہ خداوند عالم اس پر بے شمار لعنت کرے۔ کہ وہ امیرالمومنین کے ساتھ جنگ صفین میں لڑا۔ پھر امام حسینؑ کے قتل میں کربلا میں شریک ہوا۔ خدا مجھے توفیق و تسلط عطا کرے کہ میں اس کا سر تن سے جدا کر دوں اس کے بعد اس محلہ کے گرد چکر لگا کر اہل ایمان کو خروج مختار سے باخبر کرنے لگے۔ اسی دوران میں حضرت ابراہیم کے ساتھیوں نے ایک شخص کو مسلح دیکھ کر پوچھا۔ کہ تو کون ہے۔ اس نے کہا کہ میں سنان بن انس کا آدمی ہوں۔ بازار کی نگرانی میرے سپرد ہے۔ لوگوں نے اسے گرفتار کر کے حضرت ابراہیم کے سامنے پیش کیا۔ حضرت ابراہیم نے حکم دیا کہ اس کی گردن مار دی جائے چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا۔

حضرت مختار کے مکان پر حملہ کرنے کے لئے شیث ابن ربعی کی روانگی

حضرت ابراہیم اودھر چکر لگا رہے تھے

ادھر عبداللہ ابن مطیع نے شیث ابن ربعی کو بلا کر کہا کہ صبح ہونے سے پہلے پہلے مختار کے مکان کو گھیر کر انہیں تباہ کر دے۔ شیث نے کہا کہ اے امیر یہ رات کا وقت ہے۔ اس وقت کیونکر حملہ کرنا مناسب ہو گا۔ ابن مطیع نے کہا کہ بہانے نہ کر اور چل پڑ۔ یہ سن کر شیث ایک ہزار سوار لے کر نکل پڑا! اس کے ساتھ مشعلیں تھیں۔ اور سیاہ علم تھا۔ وہ اپنے مقام سے چل کر جونہی محلہ بنی سلمہ سے گزرا اس نے دیکھا کہ ایک گروہ آرہا ہے۔ وہ گروہ تھا حجاز ابن جبر کا جو کہ اسی محلہ کا محافظ تھا۔ یہ گروہ باہم

یہ فیصلہ کر کے اپنے محلہ سے چلا تھا کہ چل کر دار الامارہ کو دیکھیں کہیں ایسا نہ ہو کہ مختار نے اس پر حملہ کر دیا ہو۔ یہ لشکر جا ہی رہا تھا کہ اس کی نگاہ شیث کے لشکر پر پڑی، وہ یہ سمجھا کہ مختار کا لشکر آرہا ہے اور حجاز کا لشکر بھی یہی سمجھا کہ مختار کا لشکر آرہا ہے۔ غرضیکہ دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کو مختار کا لشکر سمجھا اور یہی سمجھ کر دونوں گتھ گئے اور دونوں میں باہمی قتال ہونے لگا۔ بالآخر حجاز کا لشکر جو کہ پانچ سو پر مشتمل تھا۔ شیث کے لشکر پر جو کہ ایک ہزار پر مشتمل تھا غالب آیا۔ شیث ابن ربعی کا لشکر ہزیمت کھا کر بھاگا۔ اور شیث کے لشکر کے تین سو ساٹھ سوار مارے گئے اور تقریباً کُل کے کُل زخمی ہو گئے۔

ہمیشہ باد عداوت میان گبر و یہود

زہر طرف کہ شود کشتہ سود اسلام است

شیث ابن ربعی بھاگا ہوا عبداللہ ابن مطیع کے پاس پہنچا۔ اب اسے معلوم ہو چکا تھا کہ کشت و خون آپس ہی میں ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نہ کہتا تھا کہ شب کے وقت حملہ کرنا قرین مصلحت نہیں ہے۔ تو نے نہ مانا آخر نتیجہ یہ نکلا۔ کہ اپنے ہی بہت سے سوار مارے گئے۔ ابن مطیع نے کہا کہ تو مختار سے ڈر گیا۔

حضرت مختار کو جب شیث اور حجاز کے باہمی قتال کی خبر ہوئی تو وہ سجدہ شکر میں گر پڑے۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ بھائی دشمن کو یہ معلوم ہے کہ ہمارے پاس لشکر بہت ہے اگر اسے یہ پتہ چل گیا کہ ہمارے معاون فی الحال بہت کم ہیں تو وہ حملہ کر دیں گے اور ہمیں سخت نقصان پہنچ جائے گا۔ ابراہیم نے کہا کہ چاروں طرف راستے بند ہیں یہی وجہ ہے کہ لوگوں کی آمد کم ہے۔ بمقام "شاکریہ" شیعیان علی بن ابی طالب علیہ السلام کافی تعداد میں موجود ہیں۔ اگر انہیں خروج کی صحیح اطلاع مل جائے تو یقیناً وہ لوگ ہم تک پہنچ جائیں گے اور اب اس کی صورت صرف یہی ایک ہے کہ کسی کو اس مقام پر بھیج دیا جائے۔ یہ سن کر بشیر ابن نمان جو اسی مقام پر بیٹھا ہوا تھا بولا کہ یہ فریضہ میں ادا کروں گا۔ اور اے امیر میں اس امر میں کامیاب بھی ہو جاؤں گا کیونکہ میں باہر کا رہنے والا ہوں، یہاں کے لوگ مجھے پہچانتے نہیں ہیں، میں یہ بہانہ کر کے جاؤں گا کہ شاکریہ میں میرا ایک دوست ہے، مجھے اس سے ملنا ہے۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ یہ سب سچ ہے لیکن اگر کہیں کعب ابن ابی کعب مل گیا تو ہو سکتا ہے کہ تمہیں قتل کر ڈالے تب کیا بنے گا۔ اس نے کہا کہ "زہے سعادت" اگر میں راہ حسینؑ میں قتل ہو گیا تو اس

سے بہتر کیا ہے؟ یہ سُن کر مختار نے اُس کو دُعا دی اور اجازت مرحمت فرمائی۔ بشیر حضرت مختار سے رخصت ہو کر بلباس کہنہ و بدست عصا رشاکریہ کے دروازہ پر پہنچا، وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ اہل شاکریہ دروازہ بند کئے بیٹھے ہیں۔ جب اس نے دروازہ کے شگاف و درازسے نگاہ کی تو دیکھا کہ وہ شمعیں روشن کئے سلاح جنگ سے آراستہ بیٹھے ہیں بشیر نے آواز دی کہ "اے معشر المسلمین" میرے قریب آؤ کہ میں ایک ضروری بات کہنی چاہتا ہوں۔ یہ سن کر ایک شخص مسلح اپنے مقام سے اُٹھا اور پھاٹک کے قریب آیا۔ اور آکر کہنے لگا کہ تو کون ہے۔ کہاں سے آیا ہے اور کہاں جارہا ہے۔ بشیر نے کہا کہ میں حضرت مختار کے پاس سے آیا ہوں۔ مجھے حکم دیا گیا ہے۔ کہ میں آپ کو حضرت مختار کے خروج کی اطلاع دے دوں اور یہ بتادوں کہ حضرت مختار کے مکان پر جو آگ روشن کی گئی ہے۔ وہ اعلان خروج کے لئے ہے اور دھوکہ نہیں ہے۔ اور جو نقارہ بجایا جارہا ہے۔ درست ہے۔ سنو! میں تمہیں خاص طور سے اطلاع دینے کے لیے رات کے وقت آیا ہوں۔ یہ سُننا تھا کہ ایک ہزار چار سو سوار بیک وقت دروازہ کھول کر باہر نکل آئے۔

اہل شاکریہ کی سیاست

باہر نکلنے کے بعد ان لوگوں نے باہمی مشورہ کیا کہ ہمیں اب کدھر چلنا چاہیئے۔ بالآخر فیصلہ یہ ہوا کہ ہم لوگوں کو سیدھے حضرت مختار کے پاس نہیں جانا چاہتے۔ کیونکہ اگر ہم براہ راست چلے گئے تو کعب ہمارے مکانات کھدوا ڈالے گا۔ ہمارے بچوں کو قتل اور اسیر کرے گا۔ اور ہماری املاک کو تباہ کردے گا۔ بہتر یہ ہے۔ کہ ہم سب ابن مطیع کے طرف دار بن کر کعب کے پاس چلیں اور اسے یہ یقین دلائیں کہ ہم اس کے مددگار ہیں جب وہ مطمئن ہو جائے تو پھر موقع سے حضرت مختار کے پاس پہنچ جائیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا، پھر جب موقع نصیب ہوا تو باہر نکل کر آواز لگانے لگے۔ یالثارات الحسین اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ لشکر کعب یہ سمجھا کہ مختار آگئے اور اس تصور کے قائم ہوتے ہی سب کے سب بھاگ نکلے۔ اور یہ ایک ہزار چار سو افراد حضرت مختار کی خدمت میں جا پہنچے۔

مجاہدوں کی فراہمی کے لئے حضرت ابراہیم کی روانگی

اس کے بعد حضرت مختار نے حضرت ابراہیم سے فرمایا کہ اب کوئی ایسی صورت ہونی چاہیئے کہ تمام مومنین یہاں پہنچ جائیں۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ آپ اپنے مقام پر رہیئے۔ میں خود جاکر لوگوں کو فراہم کرتا ہوں۔ چنانچہ ایک سو سوار لے کر باہر نکل پڑے

اور وہاں سے روانہ ہو کر بازار میں پہنچے۔ وہاں پہنچ کر ایک لشکر کو دیکھا کہ بڑھتا چلا آرہا ہے حضرت ابراہیم نے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک لیا اور فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ تم کون لوگ ہو اور کہاں سے آئے ہو اور تمہارا نشان کیا ہے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہمارا نشان المنصور المنتقم یالثارات الحسینی ہے یہ سن کر حضرت ابراہیم شاد ہو گئے اور عبد اللہ ابن عروہ اس لشکر سے برآمد ہو کر حضرت ابراہیم سے بولے کہ اے امیر وعدہ خروج تو کل پنج شنبہ کی رات کے لئے تھا آج ہی خروج کی کیا وجہ ہو گئی۔ حضرت ابراہیم نے واقعہ بتایا اور انہیں حضرت مختار کے پاس بھیج دیا۔ حضرت ابراہیم وہاں سے دوسری طرف روانہ ہو گئے۔ یہ رات کی تاریکی میں ایک طرف کو جا رہے تھے کہ ناگاہ ان کی نظر اپنے لشکر کے ایک دستہ پر پڑی، دیکھا کہ وہ ایک شخص کو پکڑے ہوئے لا رہا ہے۔ جب وہ لوگ اسے حضرت ابراہیم کے پاس لائے تو حضرت ابراہیم نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے، کہاں سے آتا ہے۔ اس نے سوا اس کے کسی سوال کا جواب نہ دیا۔ کہ "حذر کن ہر دو قوم حرب می کنند" حضرت ابراہیم نے اسے حضرت مختار کے پاس بھیج دیا، پھر آپ اور آگے بڑھے دیکھا کہ ایک لشکر جرار چلا آتا ہے حضرت ابراہیم نے آگے بڑھ کر پوچھا تم کون ہو اور کہاں سے آتے ہو اور تمہارا نشان کیا ہے؟ انہوں نے سب باتوں کا جواب یہ دیا۔ کہ ہمارا نشان المنصور المنتقم یالثارات الحسین ہے اس کے بعد ایک شخص حارث بن اثاث ہمدانی اپنے لشکر سے آگے بڑھا جونہی حضرت ابراہیم کی نگاہ اس کی پیشانی پر پڑی۔ پوچھا برادرم! تمہاری پیشانی کیوں زخمی ہے۔ اس نے کہا کہ جب خانہ امیر مختار پر آگ روشن ہوئی اور نقارہ بجایا گیا تو ہم لوگوں نے سمجھا کہ ابن مطیع نے مکر و فریب کیا ہے لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک مرد پیر نے مجھ سے کہا کہ حضرت مختار نے خروج کر دیا ہے۔ اور شاکریہ کے ایک ہزار چار سو بہادر حضرت مختار کے پاس پہنچ گئے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ تاب تاخیر باقی نہ رہی۔ ہم لوگ آپ کی خدمت میں پہنچنے کے لئے بے چین ہو گئے۔ اتنے میں ہم نے دیکھا کہ ایک گروہ سامنے سے چلا آتا ہے۔ یہ دیکھ کر میں آگے بڑھا اور میں نے اس سے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو۔ اور کس سے تعلق رکھتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم شمر بن ذی الجوشن کے آدمی ہیں۔ اور وہ خود ہمارے لشکر میں بحیثیت امیر موجود ہے۔ میں نے یہ سن کر ان لوگوں پر حملہ کر دیا۔ اور جنگ ہونے لگی۔ یہاں تک کہ خود شمر میرے مقابلہ میں آگیا۔ میں نے اس پر ایک زبردست حملہ کیا۔ اور اسے زخمی کر دیا اس نے اس

کے جواب میں مجھ پر حملہ کیا اور میری پیشانی مجروح ہوگئی لیکن خدا کا فضل ہے کہ میں نے اُس گروہ کو شکست دے دی اور وہ سب مفرور ہوگئے معلوم نہیں اب وہ سب کدھر نکل گئے ہیں. حضرت ابراہیم نے ان لوگوں کو دعا دی اور حضرت مختار کے پاس انہیں بھیج دیا. اس کے بعد حضرت ابراہیم ایک دوسری جانب کو چل پڑے. راستے میں دیکھا کہ ایک گروہ آرہا ہے. آپ نے اسے روک کر پوچھا کہ تم کون لوگ ہو. اس نے جواب دیا کہ ہم المنصور المنتقم یا لثارات الحسین ہیں. حضرت ابراہیم خوش ہو گئے. انہوں نے فرمایا ہے کہ تمہارا سردار کون ہے انہوں نے قاسم ابن قیس کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ یہ ہے قاسم ایک نوجوان شخص تھا جس کی عمر ۲۰ سال تھی. لیکن یہ شجاعت میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا. اسی کے والد قیس حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ تھے. حضرت نے انہیں اپنا خط دے کر کوفہ بھیجا تھا. جب ابن زیاد کے سپاہیوں نے انہیں دیکھا گرفتار کر لیا. اور ابن زیاد کے سامنے انہیں پیش کیا. ابن زیاد نے کہا کہ اے قیس حسین کے ایلچی ہو تمہیں قتل ضرور کیا جائے گا. لیکن اگر تم چاہتے ہو کہ قتل سے بچ جاؤ تو اس کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ تم دارالامارہ کے کوٹھے پر جا کر میری اور یزید کی تعریف کرو اور علی و حسین کی مذمت میں ناسزا الفاظ کہو. قیس نے کہا بہتر ہے مجھے کوٹھے پر بھیج دے. جب وہ کوٹھے پر پہنچے تو باواز بلند بولے. اے لوگو! میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا قاصد ہوں. انہوں نے مجھے تم لوگوں کے پاس بھیجا ہے کہ میں تمہیں بتا دوں کہ وہ حسین جو فرزند پیغمبر ہیں کربلا میں آچکے ہیں اور دشمن انہیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے وہ تم سے مدد کے خواہاں ہیں. خوشا نصیب ان لوگوں کا جو اپنی دولت اور اپنے مال و منال کی پرواہ کئے بغیر ان کی خدمت میں پہنچ کر سعادت ابدی حاصل کریں گے. سنو! ان کی امداد! تم پر فرض ہے یہ کہہ کر انہوں نے یزید، معاویہ اور ابن زیاد پر لعنت شروع کی. اور ان لوگوں کی سخت مذمت کی. ابن زیاد کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی. ابن زیاد نے حکم دیا کہ قیس کو کوٹھے سے زمین پر گرا کر قتل کر دیا جائے. چنانچہ وہ درجہ شہادت پر فائز ہو گئے. غرضیکہ حضرت ابراہیم قاسم بن قیس کو ہمراہ لئے ہوئے حضرت مختار کی خدمت میں جا پہنچے.

حضرت ابراہیم کی کد و کاوش اور محنت و مشقت سے خانہ مختار پر مجاہدوں کا کافی اجتماع ہو گیا اس اجتماع کی جب ابن مطیع کو اطلاع ملی، تو وہ گھبرا گیا. اور وہ یہ فکر کرنے لگا کہ مختار کی جمعیت کو کسی نہ کسی صورت سے منتشر کرے. اس کی تمام تر کوشش یہ تھی کہ مختار کو تباہ و برباد کر ڈالے.

ابن مطیع کا لشکر حضرت مختار کے مکان پر

چنانچہ اس نے اپنے چچازاد بھائی عبداللہ ابن حرب کو طلب کیا اور اُسے حکم دیا کہ تو ایک ہزار کا لشکر لے کر مختار کے مکان پر جا۔ اور ان کی ساری جمعیت کو تہس نہس کر دے۔ عبداللہ اپنے زعم شجاعت میں لشکر لئے ہوئے نکلا اور حضرت مختار کے مکان کے قریب جا پہنچا حضرت ابراہیم کو جونہی اطلاع ملی۔ انہوں نے حضرت مختار سے فرمایا کہ آپ اپنی جگہ پر قیام کریں۔ میں ان دشمنوں کو ابھی دم کے دم میں تہ تیغ کئے دیتا ہوں۔ حضرت ابراہیم ابھی پیش قدمی نہ کرنے پائے تھے۔ کہ ایک بہت بڑا گروہ آگیا اور اس نے ایسا نعرہ لگایا کہ تمام شیعوں کے دل ہل گئے اور سب گھبرا اٹھے ان لوگوں نے سمجھا کہ یہ لشکر بھی ابن مطیع کے لشکر کی مدد میں آگیا ہے حضرت مختار نے حضرت ابراہیم سے فرمایا۔ کہ آپ اس آنے والے لشکر کا مقابلہ کریں اور میں ابن مطیع کے آئے ہوئے لشکر کے مقابلہ کے لیے نکلتا ہوں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم آگے بڑھے۔ جونہی اس بعد والے لشکر نے حضرت ابراہیم کو دیکھا نعرہ "یالثارات الحسین" لگایا۔ حضرت ابراہیم خوش ہو گئے اور انہوں نے فرمایا کہ لشکر کا سردار کون ہے یہ سن کر ورقاء ابن غاب سامنے آئے۔ حضرت ابراہیم نے ان سے ملاقات کی۔ اور واپس آکر حضرت مختار کو خوشخبری دی۔ کہ وہ لشکر جس نے نعرہ بلند لگایا تھا وہ ورقا کا لشکر ہے۔ آپ کی مدد کے لئے آیا ہے۔ یہ سن کر حضرت مختار اور ان کے سب ساتھی خوش و مسرور ہو گئے اس کے بعد حضرت ابراہیم نے ابن مطیع کے لشکر پر حملہ کیا اور زبردست جنگ کے بعد ان کو شکست دی۔ اس کے بیس سوار قتل ہوئے۔ اور وہ سب کے سب مفرور ہو گئے لیکن اس جنگ میں قاسم ابن قیس شہید ہو گئے ان کی شہادت سے حضرت مختار اور حضرت ابراہیم سخت غمگین ہوئے اور ان دونوں نے ان پر تا دیر گریہ کیا۔

حضرت مختار کا ایک جاسوس جامع مسجد میں

رات گزرنے کے بعد صبح ہوئی تو حضرت مختار نے ایک شخص مسمی سعید کو حکم دیا کہ پرانا کپڑا پہن کر مسجد جامع میں جاؤ اور ابن مطیع کے پیچھے نماز ادا کرو اور دیکھو کر وہاں کیا کیا امور رونما ہوتے ہیں، اور سنو! کہ لوگ نماز کے بعد ہمارے متعلق کیا گفتگو کرتے ہیں۔ سعید حسب الحکم نماز میں شریک ہوا۔ اور اس نے وہاں کے تمام حالات کا معائنہ کیا اس نے واپس آکر حضرت مختار سے بیان کیا کہ ابن مطیع جب نماز کے لیے کھڑا ہوا تو اس کے پیچھے پچاس مسلح مرد کھڑے ہو گئے اور اس نے ان کی حفاظت میں نماز ادا کی۔ اور دروازہ مسجد پر بارہ ہزار افراد تدبیر جنگ کے متعلق بات چیت کر

رہے تھے۔ حضرت مختار نے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ ابن مطیع نے رکعت اول میں بعد سورہ حمد کون سا سورہ پڑھا تھا۔ سعید نے کہا کہ اس نے رکعت اول میں سورہ عبس کی تلاوت کی تھی۔ حضرت مختار نے بطور تفاؤل کہا تھا کہ انشاء اللہ اس کا چہرہ ترش ہی رہے گا۔ پھر پوچھا کہ اس نے رکعت دوم میں کون سا سورہ پڑھا تھا۔ اس نے کہا کہ رکعت دوم میں اذا زلزلۃ الارض حضرت مختار نے فرمایا۔ کہ اس نے وہی سورہ پڑھا ہے جس کا نتیجہ میرے ہاتھوں سے برآمد ہو گا۔ انشاء اللہ میں ان کے بدنوں میں زلزلہ ڈال دوں گا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے سعید میں نے آج کی نماز کی رکعت اول میں سورہ نازعات اور رکعت دوم میں اذا جاء نصر اللہ کی تلاوت کی ہے۔ میں انشاء اللہ نصرت خدا سے کامیاب ہو کے رہوں گا۔

قتل مختار کا منصوبہ اور جاسوس مختار کی خبر رسانی

مسجد سے نکلنے کے بعد ابن مطیع نے حکم دیا کہ جتنے افراد محلوں میں تعینات ہیں، انہیں دارالامارہ میں بلایا جائے۔ ابن ایاس نے کہا کہ ان لوگوں کا بلانا مناسب نہیں کیوں کہ وہ لوگ ناکہ بندی کئے ہوتے ہیں، اگر انہیں بلا لیا گیا تو مختار کے آدمیوں کو مختار تک پہنچنے کا راستہ مل جائے گا۔ اب ہونا یہ چاہیئے۔ کہ مختار پر دو طرف سے حملہ کیا جائے۔ ایک طرف سے میں حملہ کروں اور دوسری طرف سے آپ حملہ کریں۔ اور بہتر یہ ہے کہ کچھ اور لوگوں کو بھی ہمراہ بھیج دیں تاکہ میں مختار اور ابراہیم کا سر کاٹ کر لاؤں۔ ابن مطیع نے ابن ایاس کی رائے پسند کی۔ اور کہا کہ بس اٹھ کھڑے ہو۔ اس کے بعد شیث ابن ربعی کو دو ہزار سوار دے کر کہا کہ تو مختار پر داہنی جانب سے حملہ کر۔ اور ابن ایاس سے کہا تو بائیں جانب سے حملہ کر ابن ایاس کے ہمراہ بھی دو ہزار کا لشکر کر دیا۔ اس کے بعد حکم دیا۔ کہ تم لوگوں کا فرض ہے کہ مختار کو گھیر کر میرے پاس لے آؤ اور اگر گرفتار کرنا ممکن نہ ہو تو ان کا سر کاٹ کر لے آؤ۔

ادھر ابن مطیع نے ان لوگوں کو حکم دیا ادھر حضرت مختار کے جاسوس نے حضرت مختار کو فوراً اس مشورے اور تیاری کی خبر کر دی۔ حضرت مختار نے حضرت ابراہیم کو داہنی جانب اور جناب یزید ابن انس کو بائیں جانب حملہ کی ہدایت کی۔ اور فرمایا کہ پوری طاقت سے حملہ کرنا چاہیئے حضرت مختار کی ہدایت کے مطابق حضرت ابراہیم اور یزید بن انس لشکر لیے تیار کھڑے تھے جونہی شیث ابن ربعی وہاں پہنچا، حضرت ابراہیم نے پوری طاقت سے حملہ کیا اور بہت دیر تک شدید جنگ جاری رہی حضرت ابراہیم کا لشکر چونکہ کم سواروں پر مشتمل تھا اس لئے حالات

ایسے پیدا ہوئے کہ قریب تھا کہ ان کے لشکر کو شکست ہو جائے۔ حضرت مختار کو جب اس کی اطلاع ملی۔ کہ ابراہیم کا لشکر قریب بہ ہزیمت ہے تو انہوں نے پانچ سو سوار ان کی امداد کے لیے بھیج دیے۔ امدادی لشکر کا پہنچنا تھا۔ کہ حضرت ابراہیم کے حملوں میں جان پڑ گئی اور انہوں نے ایک ایسا زبردست حملہ کیا۔ کہ دشمن کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ جب دشمن محو فرار ہوئے تو ابراہیم کے لشکر نے اُن کا پیچھا کیا اور انہیں ابن مطیع تک جا پہنچایا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم مظفر و منصور حضرت مختار کی خدمت میں آموجود ہوئے۔ حضرت مختار نے اس کامیابی پر خدا کا شکر کیا۔ اب صبح ہو چکی تھی۔

بائیں جانب حملہ کے لئے یزید ابن انس جب پہنچے تو دیکھا کہ راشد ابن ایاس میمنہ اور میسرہ درست کر رہا ہے آپ نے فرمایا کہ اے ملعون لشکر کیوں ترتیب دے رہا ہے۔ موت تو تیرے سر پر منڈلا رہی ہے۔ میں یزید بن انس ہوں۔ اور تجھے واصل جہنم کرنے کے لئے آیا ہوں۔ راشد کو چونکہ اپنی شجاعت پر غرہ تھا۔ لہٰذا اس نے کہا کہ اے یزید! تم اپنے کو سمجھتے ہو کہ مرد ہو۔ اور مجھے عورت جانتے ہو۔ تمہیں اگر مقابلہ کا حوصلہ ہے تو آجاؤ۔ یہ سن کر جناب یزید ابن انس اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور مقابلہ کے لئے آگے بڑھے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابراہیم ان کی مدد کے لئے ہمراہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور راشد کے مقابل جا کر بولے۔ کہ اے راشد میں نے تیرے باپ ایاس کو واصل جہنم کیا ہے۔ اب اگر خدا نے چاہا تو میں تجھے بھی تیرے باپ کے پاس بھیج دوں گا۔ یہ کہہ کر حضرت ابراہیم نے گھوڑے کو مہمیز کیا اور راشد پر نیزے کا وار فرمایا۔ راشد نے ان کے وار کو رد کر کے ان کے سر پر تلوار کا وار چلایا۔ مگر وہ خالی گیا۔ حضرت ابراہیم نے خدا کو یاد کیا۔ رسول پر صلوٰۃ بھیجی اور حضرت مشکل کشا سے مدد مانگی۔ اور دانتوں کو چبا کر اس کے سر پر ایسی تلوار لگائی کہ دو نیم ہو کر گھوڑے کی زین سے سطح زمین پر آگیا۔ اس کے گرتے ہی فوج میں ہل چل مچ گئی۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم اور جناب یزید ابن انس نے مل کر دشمنوں پر حملے شروع کر دیئے اور اس بے جگری سے لڑے۔ کہ دشمنوں کے دانت کھٹے ہو گئے اور وہ سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگے۔ یہ دونوں میدان شجاعت کے شہسوار مظفر و منصور حضرت مختار کی خدمت میں واپس آئے۔ حضرت مختار نے انہیں دعا دی اور خدا کا شکر ادا کیا۔ اُدھر ہزیمت خوردہ لشکر ابن مطیع کے پاس واپس پہنچا۔

ابن مطیع نے محلوں کے محافظوں کو بلا کر حملہ کا حکم دیدیا | ابن مطیع نے حکم دیا کہ وہ تمام سوار جو محلوں کی حفاظت کر رہے ہیں حاضر دارالامارہ

گئے جائیں۔ چنانچہ سب اپنے محلوں کو چھوڑ کر اُس کے پاس حاضر ہوئے، ادھر وہ لوگ محلوں سے نکلے اُدھر مجاہدوں نے راستہ پاکر اپنے کو حضرت مختار کی خدمت میں پہنچا دیا۔ انہیں دیکھ کر حضرت مختار بہت خوش ہوئے اور اُن سے پوچھا کہ تم لوگ اب تک کہاں تھے۔ کہ ان لوگوں نے جواب دیا کہ حضور ہمارے راستے مسدود تھے اس لئے ہم نکل نہ سکتے تھے اب موقع ملا ہے تو حاضر ہوئے۔ اب دن چڑھ چکا تھا۔ ابن مطیع نے محلوں کے محافظوں کو جمع کر کے مکمل حملے کا بندوبست کیا۔

حضرت مختار کا عظیم الشان خطبہ

عمرو بن احمد کوفی کا بیان ہے کہ جب چاروں طرف سے حضرت مختار کے پاس مجاہدوں کا اجتماع ہو گیا تو حضرت مختار نے حکم دیا کہ جملہ سرداروں کو میرے پاس لایا جائے، چنانچہ ورقہ ابن غارب۔ شعر بن ابی شعر عبداللہ ابن صخر مذحجی۔ ربان ابن ہمدانی، فرہ ابن قدامہ ثقفی۔ زبیر ابن عبداللہ کوفی۔ احمد بن شمیط ثقفی، عبداللہ ابن کامل شاکری، سائب بن مالک اور ابراہیم ابن مالک اشتر نخعی، نیز دیگر بزرگان کو حاضر کر دیا گیا۔ جب یہ لوگ جمع ہو گئے تو حضرت مختار نے ایک عظیم الشان نہایت فصیح و بلیغ خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے بہادرو اپنے کاموں میں خدا پر بھروسہ کرو اور دشمنان آل محمد سے جنگ آزمائی کے لئے پوری ہمت کے ساتھ تیار ہو جاؤ۔ میرے عزیزو! یہ جان لو کہ خدا کی رحمت تم پر نثار ہے اور اس کی مدد تمہارے سروں پر ہے۔ سنو اگر تم دشمنوں کو قتل کرو گے۔ مجاہد قرار پاؤ گے۔ اور اگر شہید ہو جاؤ گے۔ خدا کے نزدیک بڑے عظیم درجات کے مالک ہو گے۔ کیوں کہ تم صحیح ارادے اور پاک نیت سے کھڑے ہوئے ہو اور تمہارا مقصد صرف خون امام حسینؑ کا بدلا لینا ہے، یقین رکھو کہ قیامت کے دن حضرت رسول کریمؐ، حضرت علیؑ حضرت فاطمہ زہرا حضرت خدیجہ کبریٰ تمہاری شفاعت کریں گے۔ اور تمہارا حشر حضرات شہدائے کربلا کے ساتھ ہوگا۔ یہ سن کر بہادر مجاہدوں نے کہا اے امیر ہم تمہارے دل و جان سے فرمانبردار ہیں اور ہم اس وقت تک دشمنوں سے لڑنے میں کوتاہی نہ کریں گے۔ جب تک جان میں جان رہے گی۔ اے امیر ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں، کہ ہم لوگ راہ خدا میں قتل ہونے کا دل سے تہیہ کر چکے ہیں۔ ہم غسل کر چکے ہیں۔ کفن پہن چکے ہیں۔ اہل و عیال کو رخصت کر آئے ہیں دنیا و مافیہا سے منہ موڑ چکے ہیں، ہم بالکل آپ کے ساتھ ہیں اور تا بمرگ آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے اور انشاءاللہ تکمیل مقصد میں آپ کی پوری پوری مدد کریں گے یہاں تک کہ راہِ خدا

میں درجہ شہادت حاصل کرلیں۔ اس کے بعد حضرت مختار نے اپنے سرداروں کو سفید علم حوالے کر دیا۔

ابن مطیع کے لشکر کی تیاری

ادھر عبداللہ ابن مطیع نے اپنے لوگوں کو جمع کرکے حضرت مختار سے جنگ کے لیے آمادہ کیا اور ہدایت کی کہ پوری طاقت سے حملہ کرنا اور کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا۔ ابن مطیع نے اپنے لشکر کا شمار کیا تو اٹھارہ ہزار پایا۔ یہ وہ لوگ تھے۔ جن میں اکثر ایسے تھے۔ جو واقعہ کربلا میں شریک تھے۔

حضرت مختار اور ابن مطیع کے لشکروں میں زبردست مڈبھیڑ

خدائی مجاہدوں کا گروہ اور شیطان ابن زیاد کا وہ گروہ جس کا سربراہ عبداللہ ابن مطیع حاکم کوفہ تھا اپنے اپنے مقام پر تیار ہو کر ایک مقام پر جمع ہو گیا۔ حضرت مختار کے گروہ نے طبل جنگ بجایا اور دونوں لشکر مقابل ہو گئے اس آواز طبل سے کوفہ کے تمام کوٹھوں پر عورتیں اور بچے پہنچ گئے مجاہدوں نے یا امیر المومنین یالثارات الحسین کی آواز بلند کی اور یزیدیوں نے "الامام یزید بن معاویہ" کی صدا دی۔ اب سب انتظار میں تھے کہ دیکھیں آغاز جنگ کدھر سے ہوتی ہے، اور اس عظیم لڑائی میں کیا بنتا ہے۔ اتنے میں عبدالرحمٰن، سعد قیس، حاکم کوفہ عبداللہ ابن مطیع کے پاس آیا اور آکر اجازت جنگ طلب کرنے لگا۔ اس نے ایک ہزار سپاہ کے ساتھ اسے جنگ کی اجازت دی۔ وہ میدان میں آکر مبارز طلبی کرنے لگا۔ یہ سن کر احمد بن شمیط نے حضرت مختار کی خدمت میں حاضر ہو کر مقابلہ کے لیے برآمد ہونے کی اجازت چاہی۔ حضرت مختار نے اجازت دی۔ اور وہ عمدہ قسم کے لباس جنگ سے آراستہ ہو کر میدان میں آئے۔ میدان میں پہنچ کر جناب احمد بن شمیط نے عبدالرحمٰن سے کہا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو اپنے باپ کے جادہ سے ہٹ کر ادھر آگیا ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ تیرا باپ حضرت علی کے اصحاب خاص میں سے تھا۔ اور تیرا یہ حال ہے کہ تو ان کے فرزند کے دشمنوں کی طرف سے لڑنے کے لئے نکلا ہے۔ یہ سن کر اس نے ناسزا الفاظ میں ان کا جواب دیا جناب احمد بن شمیط نے غصہ میں آکر گھوڑے کو ایڑ دی اور آگے بڑھ کر اس پر شیرانہ حملہ کیا اور اسے پہلے ہی حملہ میں مجروح کر دیا۔ احمد کی تلوار اس کے کندھے پر پڑی، اور اس نے شانہ کاٹ کر اسے سخت زخمی کیا۔ اس کے منہ سے ایک آہ نکلی اور وہ درک اسفل میں پہنچ گیا۔ یہ دیکھ کر اس کا ایک ہزار کا لشکر بھاگ نکلا۔

ابن مطیع نے فوراً عبدالصمد صخرہ کو حکم جنگ دیا یہ ملعون حضرت امام حسن کے فرزند جناب عبداللہ کا قاتل تھا اس کے برآمد ہوتے ہی جناب ورقا ابن عازب، حضرت مختار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے درخواست کی کہ اس سے مقابلہ کے لیے مجھے اجازت دی جائے۔ حضرت مختار نے انہیں دعا دی اور میدان میں جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ جناب ورقاء سلاح جنگ سے آراستہ ہوکر میدان میں تشریف لائے۔ اور اس ملعون کے مقابل میں پہنچ کر حملہ آور ہوئے آپ نے ایک ایسا نیزہ اس کے سینے پر مارا، کہ وہ ایک بالشت پشت سے باہر جا نکلا۔ وہ ملعون اس کے صدمہ سے زمین پر آگرا۔ جناب ورقا نے اس کا سر کاٹ لیا اور وہاں سے واپس آکر آپ نے اسے حضرت مختار کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضرت مختار نے جناب ورقاء کو دعا دی۔ اور فرمایا کہ خدا تمہیں اس کے صلہ میں اپنی رحمت سے نوازے۔ تم نے میرا اور میرے مولا حضرت امام حسین علیہ السلام کا دل خوش کر دیا ہے۔

اس کے بعد جناب یزید ابن انس جو کہ بزرگان شیعہ کوفہ میں سے تھے۔ پچاسی سواروں سمیت حضرت مختار کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض پرداز ہوئے کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں میدان میں جاکر نبرد آزمائی کروں۔ حضرت مختار نے اجازت مرحمت فرمائی اور آپ میدان کارزار میں پہنچے۔ ابن مطیع نے یزید کو میدان میں دیکھ کر حکم دیا کر ان کے مقابلہ کے لیے حجاج بن حُر باہر نکلے، چنانچہ وہ سو سواروں کو ہمراہ لے کر میدان میں آیا۔ حجاج نے میدان میں پہنچ کر جناب یزید ابن انس سے کہا کہ میں تیرا سر کاٹنے کے لیے آیا ہوں اور تجھے ہرگز زندہ نہ چھوڑوں گا۔ اس کے بعد اس نے اپنے سواروں سے کہا کہ جب میں یزید پر حملہ کروں تو تم لوگ بھی یکبارگی میرے ہمراہ ان پر حملہ کر دینا۔ چنانچہ اس نے حملہ کر دیا اور اس کے ہمراہ سارے لشکر نے حملہ کیا۔ یزید بن انس اس خیال میں تھے۔ کہ اس کے علم کو سرنگوں کروں کیونکہ وہ علم کو ہلا کر الامام یزید بن معاویہ کا نعرہ لگا رہا تھا، اب تیزی سے تلوار چلنے لگی۔ اتنے میں جناب یزید بن انس نے دیگر لوگوں پر حملہ شروع کیا۔ اور اس بے جگری سے اُن پر حملہ کیا کہ چالیس سواروں کو تنہا قتل کر ڈالا۔ جس کے نتیجہ میں آپ کو شاندار کامیابی نصیب ہوئی اور لشکر مخالف بھاگ کر ابن مطیع کے پاس جا پہنچا۔

ابن مطیع کی گھبراہٹ اور اس کا خود میدان میں آنا

ابن مطیع نے اس ہزیمت خوردہ گروہ سے کہا کہ تم لوگ کیا کرتے ہو جو جاتا ہے شکست

کھاتا ہے، مجھے یقین ہے کہ اگر لشکر مختار یکبارگی حملہ کر دے تو تم میں سے ایک بھی میرا ساتھ دینے والا نہ رہے گا۔ یہ کہہ کر نہایت غصہ کی حالت میں اس نے اپنے کو لوہے سے آراستہ کیا اور ایک گرانمایہ اسپ پر سوار ہو کر میدان میں خود نکل آیا۔ اور آکر کہنے لگا جو مجھے پہنچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں جانتا وہ جان لے، کہ میں عبداللہ ابن مطیع حاکم کوفہ ہوں۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ اے حسینیو! کہاں ہے تمہارا امیر مختار میرے مقابلے کے لئے بھیجو۔ یہ سننا تھا کہ حضرت مختار بے چین ہو گئے اور حکم دیا کہ میری سواری کا جانور لایا جائے۔ میں خود اس کے مقابلہ کے لیے جاؤں گا۔ حضرت مختار کا یہ کہنا تھا کہ آپ کے لشکر کے سرداروں نے کہا کہ اے امیر یہ ناممکن ہے کہ ہماری موجودگی میں آپ سرمیدان جائیں۔

حضرت مختار ابن مطیع کے مقابلہ میں

سرداران لشکر نے ہر چند حضرت مختار کو روکا مگر آپ نہ رکے۔ آپ نے کہا کہ ہمارے لئے بڑے شرم کی بات ہے، کہ حریف آواز دے رہا ہے۔ اور ہم مقابلہ کے لئے نہ نکلیں۔ بالآخر آپ تیار ہو کر میدان میں جا پہنچے۔ اور ابن مطیع کے مقابل میں آ گئے۔ آپ نے میدان میں پہنچ کر ابن مطیع سے پوچھا کہ مجھے کیوں طلب کیا ہے۔ اور مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ ابھی وہ جواب نہ دینے پایا تھا کہ آپ نے اس کے سینے پر ایک نیزہ کا وار کیا۔ یہ دیکھ کر عبداللہ ابن مطیع نے کہا کہ اے مختار وہ دوستی کہاں گئی جو ہمارے اور تمہارے درمیان تھی۔ اور وہ دن تم کیوں بھول گئے۔ جس دن میں نے تمہیں عبداللہ ابن زبیر کے ہاتھوں سے آزاد کرایا تھا۔ اے مختار مجھے اس کی اُمید نہ تھی۔ کہ تم میرے مقابلہ کے لیے آؤ گے۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ میں دشمنانِ محمد و آل محمد سے دوستی نہیں کیا کرتا، تو مجھے دوست نہ سمجھ اور سن میں اس وقت مناظرہ کے لئے نہیں آیا۔ مجھے تو نے جنگ کے لئے بلایا ہے۔ اب اگر حوصلہ ہے تو آ۔ دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ یہ سن کر ابن مطیع کو غصہ آ گیا۔ اور آپس میں جنگ شروع ہو گئی۔ کافی دیر رد و بدل ہوتی رہی ناگاہ حضرت مختار لشکر کی طرف پلٹ آئے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اے امیر کیا بات ہے۔ حضرت مختار نے کوئی جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت ابراہیم نے آکر سوال کیا۔ تو فرمایا کہ میں جنگ میں مشغول تھا کہ ایک پتھر میرے سینے پر اس زور سے لگا۔ کہ میں سمجھا کہ میں اس سے ہلاک ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد آپ نے قرہ ابن عبداللہ کو طلب فرما کر حکم دیا کہ جنگاہ میں جا کر عبداللہ ابن مطیع سے جنگ کریں۔ چنانچہ وہ میدان میں تشریف لے گئے۔ ابن

مطیع نے پوچھا کہ مختار کیوں مجھ سے بھاگ گئے۔ قرہ نے کہا اے سگ دنیا وہ تم جیسے کتوں سے بھاگ نہیں سکتے لیکن چونکہ تم نے مکر کیا تھا اس لئے وہ چلے گئے۔ اب آ اور مجھ سے مقابلہ کر۔ ابن مطیع نے پوچھا کہ تمہارا مذہب کیا ہے۔ جناب قرہ نے فرمایا کہ میں خدا کو واحد جانتا ہوں۔ اور اسے علیم و قدیر سمجھتا ہوں۔ یہ سن کر ابن مطیع نے حملہ کیا اور کافی دیر تک دونوں میں نیزے اور تلوار کی ردو بدل ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ جناب قرہ کا ایک ہاتھ سخت زخمی ہو گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابراہیم آپہنچے۔ ابن مطیع نے جونہی ابراہیم کو دیکھا خوف سے کانپنے لگا۔ بالآخر مقابلہ مقابلہ ہوا اور ایسی گھمسان کی جنگ ہوئی کہ ابن مطیع کو بھاگے بغیر کوئی چارہ نہ آیا۔ جیسے ہی ابن مطیع بھاگا ویسے ہی حضرت ابراہیم نے اس کا پیچھا کیا۔ اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ یکبارگی سب مل کر حملہ کردیں چنانچہ ابراہیم کے ساتھ ہی حضرت یزید بن انس ان کے پیچھے حارث ان کے پیچھے عبداللہ ان کے پیچھے حضرت مختار حملہ آور ہوئے۔ اور سب نے مل کر لشکر ابن مطیع کو پسپا کر دیا۔ اور بے شمار دشمنوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ اب لشکر ابن مطیع کے لیے زمین کوفہ تنگ ہوگئی۔ اب مطیع نے چاہا کہ بھاگ کر کوفہ سے باہر چلا جائے مگر چونکہ حضرت ابراہیم نے تمام کوفہ کے دروازوں پر قبضہ کر رکھا تھا۔ لہذا وہ کوفہ سے باہر نہ جاسکا۔ بالآخر اس نے دارالامارہ میں گھس کر دروازہ بند کر کے جان بچائی۔

بعض مورخین کا بیان ہے کہ جب حضرت مختار اور حضرت ابراہیم ایاز ابن مضارب کو قتل کر کے میدان نکل آئے اور اس کی اطلاع عبداللہ ابن حر کو ہوئی تو ان کے حوصلے بھی بلند ہو گئے۔ وہ چونکہ جری اور بہادر تھے۔ لہذا انہوں نے بھی میدان میں آنے کا فیصلہ کیا اور وہ بھی اپنے اعزا و اقربا سمیت ان کے ساتھ آملے۔ اس کے بعد آپس میں طے ہونے لگا کہ حملے کی ابتدا کہاں سے کی جائے۔ بالآخر طے پایا کہ اس مقام پر چل کر سب سے پہلے حملہ کرنا چاہیئے جس جگہ دشمنوں کی بڑی جمعیت ہے۔ چنانچہ یہ لوگ اسی مقام کی طرف بڑھے۔ اب رات ہوچکی تھی اور مقابلہ بھی شروع ہوگیا تھا۔ جنگ کا سلسلہ رات گئے تک جاری رہا۔ بالآخر دشمنوں کا یہ گروہ جو مقابل میں تھا شکست کھا کر بھاگا۔ اس لشکر کے فرار کرتے ہی سوید ابن عبدالرحمٰن ایک لشکر لیے ہوئے آمقابل ہوا۔ حضرت ابراہیم نے آگے بڑھ کر اس سے کہا کہ تم مقابلہ نہ کرو۔ اور واپس جاؤ مگر وہ جنگ پر مصر رہا۔ حضرت ابراہیم نے حضرت مختار سے کہا کہ آپ اس کے مقابلہ کے لیے نہ جائیں اور اس کے معاملہ کو مجھ پر چھوڑ دیں۔ حضرت مختار نے ان

کی بات مان لی حضرت ابراہیم نے اپنے عزیزوں کو ہمراہ لے کر سوید بن عبدالرحمٰن اور اس کے لشکر پر زبردست حملہ کیا سوید کا لشکر شکست کھا کر کناسہ میں پناہ گیر ہوا۔ حضرت ابراہیم سوید کو شکست دے کر حضرت مختار کے پاس چلے گئے۔ اس کے بعد شیث بن ربعی اور حجار ابن حر نے ایک لشکر لئے ہوئے حضرت مختار کے لشکر پر حملہ کیا۔ ابراہیم نے فوراً تکبیر کہی اور اپنے لشکر سمیت ان کا شاندار مقابلہ کیا اور اپنے عظیم حملوں سے انہیں پسپا کر دیا۔ وہ لوگ جان بچا کر محلوں میں جا چھپے۔ اس کے فوراً بعد عبداللہ ابن مطیع کی ایک اور فوج آپہنچی۔

حمایت مختار میں ابوعثمان ہندی کا حملہ

شیث بن ربعی کے شکست کھانے کے بعد ابو عثمان ہندی نے میدان میں نکل کر ہوا خواہان حسین کو آواز دی۔ اور پکار کر کہا کہ اے اہلبیت کے مددگارو! جلدی پہنچو! ان کی آواز کا بلند ہونا تھا کہ شیعیان علی بن ابی طالب جوق در جوق ان کے علم کے نیچے آپہنچے۔ عبداللہ ابن مطیع کی فوج جو آپہنچی ابوعثمان ہندی نے اس پر کمال بے جگری سے حملہ کر دیا۔ دونوں لشکروں میں شدید ترین جنگ ہوئی۔ یہ جنگ ساری رات جاری رہی۔ صبح کو ابوعثمان نے اختتام جنگ پر بمقام "دیر ہند" جو کوفہ کے باہر ہے قیام کیا اس کے بعد کوفہ کے محلوں میں جنگ شروع ہو گئی محلہ زجر ابن قیس میں جونہی ابراہیم کا لشکر پہنچا۔ اس نے سو سواروں سمیت ابراہیم اور ان کے لشکر پر حملہ کیا اور دونوں لشکروں میں تا دیر جنگ جاری رہی۔ یہاں تک کہ زجر کا لشکر شکست کھا کر بھاگا۔ ابراہیم نے اپنے لشکر والوں کو آواز دی کہ ہزیمت خوردہ لوگوں کا پیچھا نہ کرے۔ کیونکہ رات کا وقت ہے۔ تعاقب مناسب نہیں۔ سلسلہ محاربہ جاری ہی تھا کہ حضرت ابراہیم کے لشکر والوں نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو ہم لوگ چل کر دارالامارہ پر حملہ کر دیں۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا سب سے پہلے ہمیں چل کر یہ دیکھنا چاہیئے کہ مختار کس حال میں ہیں۔ عبداللہ ابن مطیع نے بیس ہزار کا جو لشکر مختار کے مقابلہ کے لئے بھیجا تھا وہ محو پیکار تھا ابراہیم نے جب یہ حال دیکھا تو اس لشکر پر عقب سے حملہ کر دیا۔ اور اس بے جگری سے لڑے کہ دشمنوں کی ہمتیں پست ہو گئیں۔ اور وہ اپنی جان بچا کر بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ رات کے بعد جب صبح ہوئی تو حضرت مختار نے نماز جماعت پڑھائی نماز کی رکعت اولی میں والنازعات اور رکعت ثانیہ میں سورہ عبس پڑھا۔ مورخ ہری کا بیان ہے کہ مختار نے جس شان سے قرأت کی تھی، ویسی قرأت سنی نہیں گئی۔ اس کے بعد بروایت طبری حضرت مختار نے اپنے لشکر کا جائزہ لیا تو آپ کے کل لشکر

کی تعداد صرف ایک ہزار چھ سو ہوگی، حضرت ابراہیم نے اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا کہ بیعت کنندگان کی تعداد سے یہ تعداد بہت کم ہے۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں لشکر کی یہ تعداد میری نگاہ میں پسندیدہ ہے، اور سنو! ایسا لشکر جس میں پست ہمت زیادہ ہوں بے سود ہے۔ ہمیں تو ایسے لوگ چاہئیں۔ جو اچھے لڑنے والے ہوں۔ گھبراؤ مت اخدا ہمارے ساتھ ہے۔

عبداللہ ابن مطیع کا پوری تیاری کے ساتھ حضرت مختار پر حملہ

حضرت مختار اور ابراہیم نے فیصلہ کیا کہ شہر سے باہر چل کر کچھ دیر سکون حاصل کرنا چاہیئے۔ چنانچہ بروایت طبری یہ لوگ شہر سے باہر چلے گئے۔

عبداللہ ابن مطیع والی کوفہ کو جب معلوم ہوا کہ مختار شہر سے باہر مقیم ہیں تو اُس نے اُن کے مقابلہ کے لیے بروایت مورخ ہروی شبث بن ربعی کو چار ہزار اور راشد ابن ایاس بن مضارب کو تین ہزار اور حجاز ابن حر کو تین ہزار اور غضاب بن قعشری کو تین ہزار اور شمر بن ذی الجوشن کو تین ہزار اور عکرمہ ابن ربعی کو تین ہزار فوج سمیت بھیج دیا۔ یہ انیس ہزار کا لشکر جب حضرت مختار سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ تو ایک شخص بنی حلیفہ مختار کی خدمت میں عرض پرداز ہوا کہ عظیم لشکر آپ سے مقابلہ کے لئے آرہا ہے اس لشکر والوں نے مرنے پر کمر باندھ لی ہے یہ لوگ آپ سے سخت ترین جنگ کریں گے۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ اے بھائی غم نہ کرو اور فکر مند مت ہو انشاءاللہ ان کا جاہ و حشم خاک میں مل جائے گا۔ وہ لشکر عبداللہ ابن مطیع نے حضرت مختار سے مقابلہ کے لئے روانہ کیا تھا۔ جونہی سامنے آیا۔ جنگ شروع ہوگئی اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ اس جنگ میں حضرت مختار، حضرت ابراہیم اور جناب عبداللہ ابن حُر نے اس بے جگری سے جنگ کی کہ دشمن کے دل دہل گئے، یہ جنگ تا بہ ہنگام چاشت جاری رہی بالآخر عبداللہ ابن مطیع کا لشکر جان بچا کر بھاگا، یہ ہزیمت نصیب لوگ شہر کوفہ کی طرف جب بھاگنے لگے تو مختاریوں نے اُن کا پیچھا کیا اور اس دوران میں جو ہاتھ آتا گیا اُسے قتل کرتے گئے۔ یہاں تک کہ یہ لوگ شہر میں داخل ہو کر محلوں میں چلے گئے اور وہاں پہنچ کر ان لوگوں نے قدرے ستانے کے بعد پھر حملے کا ارادہ کیا اور ان لوگوں پر حملہ کر دیا۔ حضرت ابراہیم کے بھائی سائب بن مالک اشتر نے جب یہ رنگ دیکھا تو اپنے لشکر والوں سے پکار کر کہا کہ تم لوگ گھوڑوں سے اُتر پڑو اور پا پیادہ مشغول بہ جنگ

ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ لوگ گھوڑوں سے اُتر کر مصروف بہ جنگ ہو گئے اور اس کثرت سے دشمنوں کو قتل کیا کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے اور اُنکی لاشیں کوچہ و بازار میں جمع ہو گئیں کہ راستہ چلنا ناممکن ہو گیا۔

ع قہر قہار نے گھیر اتھا ستمگاروں کو
لاشوں سے پاٹ دیا کوفہ کے بازاروں کو

اسی دوران میں کوٹھوں پر سے بوڑھے مردوں اور عورتوں کے فریاد کی آوازیں بلند ہوئیں وہ کہہ رہے تھے کہ اے ابو اسحاق خدا را رحم کرو۔ حضرت مختار نے اُن سے فرمایا کہ کوٹھوں سے اُتر کر ہمارے پاس آجاؤ تاکہ تمہاری جانیں محفوظ کر دی جائیں ورنہ میں ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا۔ آپ نے کہا کہ خداوند عالم نے مجھے دشمنان آلِ محمد کو قتل کرنے کے لئے بھیجا ہے اور میں اس میں کوتاہی نہ کروں گا۔

حضرت ابراہیم کی حوصلہ افزا پکار

جنگ جاری ہی تھی کہ دشمنوں کے غول پر غول پھر آنے شروع ہو گئے۔ حضرت ابراہیم نے اپنے مجاہدوں کو آواز دی کہ اے بہادرو دشمنوں کی کثرت سے خوفزدہ نہ ہونا۔ اور دامن صبر اپنے ہاتھ سے نہ جانے دینا۔ دیکھو، صبر و استقلال، خلیف فتح و ظفر ہوگا۔ تم گھبراؤ نہیں اور ہمت نہ ہارو۔ خداوند عالم ہمیں ضرور فتح نصیب کرے گا۔ اس کے بعد جنگ نے پوری شدت حاصل کر لی۔ اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ اس جنگ میں چونکہ حضرت مختار اور حضرت ابراہیم دونوں مل جل کر برسرپیکار تھے۔ لہٰذا کشتوں کے پشتے لگ گئے۔

ابن مطیع دارالامارۃ میں

اور یہ عالم رونما ہو گیا کہ دشمن جو قتل سے بچے، سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے ابن مطیع نے جب یہ دیکھا کہ اس کے سرداران قتل ہو گئے ہیں تو اس نے بھی اپنا تحفظ ضروری سمجھا اور اس مقصد کے لیے ابن مطیع نے روٗسائے کوفہ، ارکان دولت اور علما کو جمع کیا اور جلد سے جلد دارالامارۃ میں جاکر اس کے دروازے بند کرا دیئے۔

حضرت مختار نے دارالامارۃ کا محاصرہ کر لیا

حضرت مختار نے جب یہ دیکھا کہ ابن مطیع نے دارالامارۃ میں پناہ لے لی ہے تو فوراً اپنے لشکر کو حکم دیا کہ دارالامارہ کا محاصرہ کر لو۔ چنانچہ ہمارے لشکر نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرہ سے آمد و رفت بھی بند ہو گئی اور طعام و خوراک کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا۔ محاصرہ سے مختار کے لشکر میں اضافہ ہونے لگا۔ اور اس اضافہ کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی۔ یہ محاصرہ تین شبانہ روز جاری رہا

بالآخر جب دارالامارہ میں محصور لوگوں پر بھوک اور پیاس کا غلبہ ہوا تو سب نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ طے پایا کہ ہمیں مختار سے۔ امان مانگ لینی چاہیئے۔ اس فیصلہ سے چونکہ ابن مطیع کو اختلاف تھا۔ لہذا اس نے بروایت طبری فرار اختیار کیا اور بروایت مورخ ہردی اُسے کوٹھے سے نیچے پھینک دیا گیا اور ایک روایت کی بناپر وہ عورت کے لباس میں دارالامارہ سے نکل کر ابو موسیٰ اشعری کے مکان میں پناہ گیر ہوا۔ علامہ محمد باقر صاحب دمعہ ساکبہ کی تحریر سے مستفاد ہوتا ہے کہ اس جنگ میں حضرت ابراہیم کے ہمراہ ۹ سو سوار اور ۶ سو پیادہ" اور نعیم ابن ہبیرہ کے ہمراہ ۳ سو سوار اور ۶ سو پیادہ تھے اور حضرت مختار نے یزید بن انس کے ہمراہ ۹ سو سواروں کو بھیج دیا تھا جو مقام "مسجد شیدث" میں نبرد آزما تھے۔ وقاتلوهم حتى ادخلوهم البيوت وقتل من الفريقين جمع كثير حضرت مختار کے سواروں اور پیادوں نے اتنی شدید جنگ کی کہ دشمن بھاگنے پر مجبور ہو گئے اور عالم یہ ہو گیا کہ ان بہادروں نے انہیں گھروں میں گھسیڑ دیا۔ اس جنگ میں فریقین کے کثیر جنگجو کام آگئے اسی دھما چوکڑی میں حضرت مختار کے ایک جرنیل نعیم ابن ہبیرہ بھی شہید ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ اس جنگ میں ابن مطیع کے کثیر جرنیل قتل ہو گئے۔ اسی شدت قتال میں خزیمہ بن نصر عیسیٰ نے راشد ابن ایاس کو قتل کر دیا۔ اور قتل کے بعد انہوں نے آواز دی کہ خدا کی قسم میں نے راشد کو واصل جہنم کر دیا ہے۔ اس آواز کے بلند ہوتے ہی دشمن کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ اپنی جانیں بچا کر گلیوں اور کوچوں میں چھپنے لگے۔ ابن مطیع نے جب یہ حال دیکھا تو وہ بھی بھاگ کر دارالامارہ میں پناہ گزیں ہو گیا۔ حضرت مختار نے دارالامارہ کا محاصرہ کر لیا تین روز کے بعد ابن مطیع عورت کا لباس پہن کر دارالامارہ سے نکل بھاگا اور اس نے ابو موسیٰ اشعری کے مکان میں پناہ لی۔

دارالامارہ سے ابن مطیع کا خط حضرت مختار کے نام

علامہ حسام الواعظ رقمطراز ہیں کہ جب ابن مطیع دارالامارہ میں محصور ہو گیا اور چار دن اس نے اس میں بدقت و دشواری گزارے تو پانچویں روز اس نے ایک خط لکھ کر حضرت مختار کے نام دارالامارہ کے کوٹھے سے لشکر میں پھینکا۔ اس خط میں حضرت مختار کے لئے لکھا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے برادر عزیز مختار، آگاہ ہو کہ کوئی شخص بھی دنیا میں ایسا نہیں ہے جو اپنی بُرائی چاہتا ہو، لیکن جب قضا آجاتی ہے۔ تو آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔ تم کو

معلوم ہونا چاہیئے کہ میں بہت زیادہ دل شکستہ ہو چکا ہوں۔ تم کو معلوم ہے کہ میرا تم پر حق ہے۔ وہ وقت تمہیں یاد ہو گا جب کہ مکہ میں ابن زبیر تمہیں قتل کرنا چاہتا تھا اور میں نے تمہیں مکر و حیلہ سے اس کے چنگل سے نکالا تھا۔ اے مختار کیا اس کا بدلہ یہی ہے جو تم کر رہے ہو۔ پہلے تو تم نے میری حکومت تباہ کی اور اب تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔ مختصر یہ کہ میں تم سے مہلت چاہتا ہوں اور تم سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے یہاں سے نکل کر چلے جانے کا موقع دو۔

حضرت مختار نے جونہی اس کا خط پڑھا، آپ نے اسے اپنے لشکر سے چھپا کر جواب لکھا کہ میں نے تمہیں مہلت دے دی ہے اور تم کو اجازت دیتا ہوں کہ رات کے وقت فلاں دروازہ سے خفیہ طور پر نکل کر جہاں چاہو چلے جاؤ۔ تمہیں کوئی گزند نہ پہنچے گا۔

پھر جب رات آئی تو حضرت مختار اس دروازے پر خود پہنچ گئے۔ جس کا خط میں حوالہ دیا تھا۔ ابن مطیع نے جونہی حضرت مختار کو دیکھا ان کے پیروں میں گر پڑا اور بہت زیادہ رویا اور معذرت و معافی کے بعد اس جگہ سے روانہ ہو گیا۔

ابن مطیع کے چلے جانے کے بعد جب شیعیان علی بن ابی طالب کو معلوم ہوا کہ حضرت مختار نے ابن مطیع کو امن و امان کے ساتھ دار الامارہ سے رخصت کر دیا ہے تو رنجیدہ ہوئے اور انہوں نے آ کر حضرت مختار سے کہا کہ اے امیر آپ نے اتنے خطرناک دشمن کو آزاد کر دیا۔ ایسا نہیں چاہیئے تھا۔ یہ بڑا کمینہ ہے یہاں سے نکلنے کے بعد پھر کسی موقع سے فتنہ برپا کرے گا حضرت مختار نے فرمایا کہ اس نے ایک موقع پر میرے ساتھ بھلائی کی تھی۔ اس لئے میں نے بھی اس کے ساتھ نیکی کی ہے۔ اب اگر کبھی مقابلہ میں آئے گا اس کو ویسا بدلا دوں گا۔

سوئے شیر آید اگر روبہ دلیر   میشود او کشتہ در چنگال شیر

حضرت مختار دار الامارہ میں

ابن مطیع کے بھاگ جانے کے دوسرے دن اس کے ساتھیوں نے حضرت مختار سے امان مانگی۔ آپ نے انہیں امان دے دی۔ ان لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی۔ اور وہ سب کے سب دار الامارہ سے باہر نکل آئے حضرت مختار نے دار الامارہ میں نزول اجلال فرمایا سکنۃ المختار اور وہاں سکونت اختیار کر لی۔

مسجد جامع میں آپ کا پہلا خطبہ

دارالامارہ میں سکونت اور حصول امارت کے بعد سب سے پہلے حضرت مختار نے منادی کرادی کہ سب لوگ جامع مسجد میں جمع ہو جائیں اور حکم دیا کہ گلدستہ اذان سے الصلوٰۃ الجامعۃ کا اعلان کر دیا جائے۔ چنانچہ مکمل اعلان ہو گیا۔ حضرت مختار کی طرف سے حکم اجتماع پاتے ہی خلق کثیر مسجد جامع میں مجتمع ہو گئی۔ اس کے بعد آپ منبر پر تشریف لے گئے اور آپ نے ایک فصیح و بلیغ اور مسجع و مقفیٰ خطبہ پڑھا جس کے عیون الفاظ یہ ہیں۔

الحمد لله الذی دعد دلیه النصر وعد والخسر وعداً اتیاً وامراً مفعولاً وقد خاب من افتری ایها الناس مدت لنا غایة ورفعت لنا رایت فقیل فی الرایة ارفعوها ولا تضعوها وفی الغایة خذوها ولا تدعوها، فسمعنا دعوة الداعی وقبلنا قول الراعی فکم من باغ وباغیة وقتلی فی الراعیة الابعد الا لمن طغی وبغی وحجد ولغی وکذب وتولی الا فهلموا عباد الله الی بیعة الهدیٰ ومجاهدة الاعداء والذب عن الضعفاء من ال محمد مصطفیٰ وانا المسلط علی المخلین الطالب بدم ابن بنت بنی رب العالمین اما و سنشی السحاب الشدید العقاب لا بنش قبر ابن شهاب المفتری

"تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے اپنے اولیاء کو مدد دینے اور ان کی حمایت کرنے کا وعدہ کیا ہے اپنے دشمنوں کو ذلت و رسوائی سے ڈرایا دھمکایا ہے خدا کا وعدہ لازماً پورا ہونے والا اور اس کا حکم حتماً نافذ ہونے والا ہے یاد رکھو جو افتریٰ کرے گا بے بہرہ اور بے نصیب ہے اے لوگو! اچھی طرح جان لو۔ میرے دکاموں کے لیے زمانے میں وسعت ہے اور میرے لئے رایت کی سربلندی مقرر اور مقدر ہے مجھے حکم ملا ہے کہ میں بغایت و نہایت اس وقت اور اس زمانہ کو حاصل کروں۔ اور نشان (فتح و ظفر) کو بلند کروں اور اسے اپنے ہاتھ سے نہ جانے دوں (غور سے سنو) کہ میں نے خدائی دعوت دینے والے کی بات کو کان دھر کے سن لیا ہے۔ اور خصوصی توجہ کرنے والے کے قول کو مان لیا ہے۔ اب وہ وقت آگیا ہے کہ ہر صنف کے بہت سے گمراہ قتل کئے جائیں گے یاد رکھو کہ سرکش باغی، منکر جھوٹے لوگوں کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے یہ سب رحمت الٰہی سے دور ہیں۔ اے خدا کے بندو ہوش میں آؤ اور راہ راست اختیار کرو۔ ہدایت کے راستے پر چلو اور دشمنان محمد و آل محمد سے جہاد کے لئے تیار ہو جاؤ اور اس امر کا پورا پورا عزم کر لو کہ اب آل محمدؐ کے کمزور لوگوں سے دشمنوں کو دور کرو گے اور

الکذاب، المجرم المرتاب ولانفین الاحزاب الی بلاد الاعراب، ثم ورب العالمین لاقتلن اعوان الظالمین وبقایا القاسطین ثم قعد علی المنبر وثب قائما وقال اما و الذی جعلنی بصیرا و نور قلبی تنویرا لاحرض بالمصر دوراً ولانبش بها قبوراً ولاشفین بها صدوراً ولاقتلن بها جباراً کفوراً، ملعونا غدوراً وعن قلیل ورب الحرم المحرم وحق النون والقلم لیرفعن لی علم من الکوفۃ الی اضم الی اکناف ذی سلم من العرب والعجم ثم لاتخذن من بنی تمیم اکثر الخدم۔

ان کی مدد کرو گے اے لوگو! تم کان دھر کے سن لو کہ میں مقہور اور سرکشوں پر مسلط کیا گیا ہوں میں اس لئے میدان میں آیا ہوں کہ فاطمہ بنت رسول کے فرزند امام حسین کے خون کا بدلہ لوں لوگو! اس خدا کی قسم جو دوش ہوا پر ابر کو پیدا کرتا ہے اور جو گنہگاروں اور سرکشوں کو سخت سزا دینے والا ہے کہ وہ دن قریب ہے، کہ جس میں میں "ابن شہاب" جیسے مفتری، کذاب، مجرم اور مرتاب کی قبر کھود کر پھینک دوں گا اور منافقوں کے گروہوں کے شہر سے باہر نکال دوں گا۔ اور ضرور ضرور ظالموں کے مددگاروں اور قاسطین کے باقی لوگوں کو قتل کروں گا۔ اس کے بعد آپ ایک لحظہ کے لئے منبر پر بیٹھے پھر کھڑے ہو کر بولے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے بصیرت عطا کی ہے۔ اور میرے دل میں پورا نور بھرا ہے۔ میں لوگوں کے گھروں کو مصر میں جلا ڈالوں گا، اور قبروں سے مردوں کو اکھاڑ پھینکوں گا۔ اور مومنوں کے دلوں کو خوش و خرم کروں گا۔ اور جبار و کفار کو تہ تیغ کروں گا پھر فرمایا اے مسلمانو! یہ بھی سن لو، کہ میں خانہ کعبہ اور نون وقلم کی قسم کھا کر کہتا ہوں، کہ میں اپنے علم کامرانی اور کوفہ سے زخم اور اطراف ذی سلم حتیٰ کہ عرب و عجم تک پہنچا دوں گا۔ اور بنی تمیم کے اکثر لوگوں کو غلام بناؤں گا۔

⁘

اس خطبہ کے بعد آپ منبر سے اُتر کر دارالامارۃ میں تشریف لائے، یہاں پہنچنے کے بعد لوگ بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے۔ اور یہ عالم ہو گیا کہ خلق کثیر حلقہ بیعت میں آگئی جس میں عالم عرب لوگوں کے علاوہ سادات و سردار بھی تھے۔

بیت المال کا جائزہ

حضرت مختار نے سریر حکومت پر قبضہ مجاہدانہ کرنے کے بعد اس کے بیت المال کا جائزہ لیا، اس میں بروایت طبری ۹ ہزار اور بروایت مورخ ہروی ۱۲ ہزار اور بروایت علامہ جعفر ابن نما ۹ لاکھ درہم تھے۔ آپ نے

اس میں سے تین ہزار آٹھ سو افراد کو جو کہ محاصرہ قصر سے پہلے سے ہمراہ تھے، پانچ پانچ سو درہم اور چھ ہزار افراد کو جو محاصرہ قصر کے بعد ساتھ ہوئے تھے۔ دو دو سو درہم دے دے

حضرت مختار اور ابن مطیع کی مالی امداد

حضرت مختار نے جائزہ بیت المال کے بعد اس امر کا تفحص کیا کہ عبداللہ ابن مطیع کہاں ہے تو معلوم ہوا کہ وہ ابو موسیٰ اشعری کے مکان میں روپوش ہے۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ جب وہ دارالامارہ سے نکل کر پناہ تلاش کر رہا تھا تو اسے کوئی پناہ دینے پر آمادہ نہ تھا۔ حضرت مختار نے اسے کہلا بھیجا کہ مجھے تمہاری روپوشی کا پورا پورا علم ہے، چونکہ لوگ تمہارے دشمن ہیں اس لئے میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ تم کوفہ سے کہیں اور چلے جاؤ۔ ورنہ یہ لوگ اگر تمہارے وجود کوفہ سے آگاہ ہو گئے تو تمہیں قتل کر دیں گے۔ عبداللہ ابن مطیع نے کہلا بھیجا کہ میں زادِ راہ کا بندوبست کر رہا ہوں، مجھے تین دن کی مہلت دی جائے۔ زادِ راہ کے انصرام و انتظام کے فوراً بعد یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا حضرت مختار کو جب یہ معلوم ہوا۔ کہ عبداللہ ابن مطیع زادراہ اور آزوقہ سفر کی کشمکش میں مبتلا ہے تو آپ نے ہمدردی کے طور پر اس خیال سے بھی کہ وہ کوفہ کے واقعہ سے قبل بروایت طبری ان کا دوست تھا۔ عبداللہ ابن کامل شاکری کے ذریعہ سے مبلغ ایک لاکھ درہم بھیج کر کہلا بھیجا کہ تم اسے لے لو اور اپنے کام میں لاؤ، عبداللہ ابن مطیع نے ان درہموں کو لے لیا۔ اور وہ کوفہ سے روانہ ہو کر بصرہ چلا گیا۔ یہاں سے جانے کے بعد وہ عبداللہ ابن زبیر کے پاس حیا و شرم کی وجہ سے نہیں گیا۔ ایک روایت کی بنا پر وہ کوفہ سے روانہ ہو کر مکہ پہنچا اور وہاں ابن زبیر سے ملا۔ ابن زبیر نے اُسے سخت برا بھلا کہا۔ وہ وہاں سے رنجیدہ اور غمگین روانہ ہو کر بصرہ میں مقیم ہو گیا۔

حضرت مختار کا تجدید بیعت کیلئے فرمان واجب الاذعان

سربر حکومت پر متمکن کے بعد حضرت مختار نے بیعت کنندگان کے جمع ہونے کا حکم دیا۔ اور جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے حکم دیا کہ سب کے سب اس امر پر تجدید بیعت کریں کہ وہ کتاب خدا کے احکام اور سنت رسول کریم پر عمل کریں گے۔ اور خون حسین کے عوض میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں گے۔ چنانچہ سب نے تجدید بیعت کر لی۔

نظام حکومت کا انصرام اور گورنروں کا تقرر

اس کے بعد حضرت مختار نے ممالک

محروسہ کے لئے گورنروں کا تقرر فرمایا۔ آپ نے عبدالرحمٰن بن قیس ہمدانی کو موصل کے لیے سعید ابن حذیفہ بن یمان کو مدائن کے لئے، سعید ابن حذیفہ بن یمان کو حلوان کے لیے، عمر بن سائب کو رے اور ہمدان کے لئے گورنر مقرر کر دیا۔ اور نظام کوفہ کے لیے عبداللہ ابن کامل کو کوتوال اور ابو عمرہ کیسانی کو نگہبان ممالک کا حاکم بنا دیا۔ ان کے علاوہ اور جن لوگوں کو جس مقام کے لیے اہل سمجھا۔ ان لوگوں کو وہ مقامات سپرد کر دئے۔ پہاڑوں اور جنگلوں پر بھی والی مقرر کر دیا۔ شہید ثالث کا بیان ہے کہ تمام ملک میں آپ کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔

حضرت مختار نے جوڈیشنل کیس کے لئے قاضی شریح کو عہدہ قضا عطا کر دیا۔ لیکن اس تقرری کے فوراً بعد انہیں معلوم ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے عہدہ خلافت میں اسے معزول کر چکے تھے۔ انہوں نے یہ گوارا نہ کیا کہ جس کو حضرت علی نے معزول کیا ہو اُسے اسی منصب پر فائز کر دیں انہوں نے اس کی معزولی کا خیال ظاہر فرمایا، اس خیال کی اطلاع قاضی شریح کو ہو گئی اور اس نے اپنی بیماری کے حوالے سے استعفیٰ پیش کر دیا۔ قاضی شریح کے بعد آپ نے اس منصب پر عبداللہ ابن عتبہ بن مسعود کو فائز فرما دیا۔ لیکن اس کے بیمار ہو جانے کی وجہ سے اس کی جگہ پر عبداللہ ابن مالک الطائی کو مقرر فرما دیا۔ مورخین کا بیان ہے کہ حضرت مختار کے مقرر کردہ کارکنوں نے نہایت دیانت داری ، ایمانداری اور تندہی سے کام شروع کر دیا۔ اور کارکنوں نے باہر جا کر اس تیزی سے پروپیگنڈا کیا کہ ان کے ممالک محروسہ نے بہت سے ممالک کو گھیر لیا۔

حضرت مختار کا عہد عدالت مہد۔ علماء اور مورخین فریقین کا اتفاق ہے کہ حضرت مختار نے کمال انصاف اور عدالت کے ساتھ خود کام کرنا شروع کر دیا۔ مورخ طبری کا بیان ہے کہ حضرت مختار کوفہ میں ہر روز صبح سے نماز ظہر کے وقت تک "دار العدل" میں بیٹھتے اور نہایت انصاف کے ساتھ فیصلے کرتے تھے مورخ ہروی یعنی صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ مختار نیز در کوفہ بتاسیس قواعد عدل و داد پرداختہ رسوم ظلم و بیداد برانداخت، مختار نے کوفہ میں قواعد عدل کی بنیاد ڈال دی اور ظلم و بیداد کے رسوم پارینہ کو فنا کر دیا..... وہ ہر روز ایوان میں خود بیٹھتے تھے اور فیصلے فرماتے تھے اور جو ظلم کرتا تھا۔ اس کی مکمل گوشمالی فرماتے اور اسے پوری سزا دیتے تھے۔ فجزاہ اللہ خیرا۔ خدا ان کو اس کی بہترین جزا دے۔

علامہ مجلسی کا ارشاد ہے کہ حضرت مختار محرم ۶۷ھ تک کوفہ میں حکومت کرتے

زہے۔ اس کے بعد انہوں نے قاتلان حسین کو قتل کرنے کی طرف قدم بڑھایا اور ۷ محرم سنہ ۶۷ھ کو ہفتہ کے دن حضرت ابراہیم ابن مالک اشتر کو ارض جزیرہ کی طرف ابن زیاد کے قتل کی خاطر بھیج دیا۔ جہاں وہ قیام پذیر تھا۔

(روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۸۲-۷۹۔ تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۵۵-۶۔ ۶۴۵۔ ذوب النضار فی شرح الثار ابن نما صفحہ ۲۰۹۔ جلاء العیون صفحہ ۲۴۴، دمعہ ساکبہ صفحہ ۴۰۰ و صفحہ ۴۰۹، نور الابصار صفحہ ۱۰۰ا ۔ ۱۰۰۔ بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۶۔ اصدق الاخبار صفحہ ۵۱ و ۵۶۔ مجالس المومنین صفحہ ۳۵۹)

---

۱۸ ب

حضرت مختار کی حکومت کا استحکام

حضرت امام زین العابدین کی خدمت میں درہم و دینار کی ارسالگی امام معصوم کا اظہار تشکر

اور

حضرت زید شہید کی والدہ محترمہ کا واقعہ

زمام خویش بتوفیق او سپر و قضا
عنان خویش بہ تدبیر او گذاشت قدر

یہ مسلم ہے کہ ہر ملک خداوند عالم کا ہے۔ اور وہی مالک الملوک ہے وہ جسے چاہتا ہے۔ جتنی مدت کے لئے بادشاہ بناتا ہے اور یہ بادشاہی بقول اسمعٰیل شہید امیر المومنین علی علیہ السلام کی سفارش سے ملتی ہے (صراط مستقیم) حضرت مختار جو یقیناً حکومت کے ارادے سے نہیں اٹھے تھے۔ (اسیدہ کالال صفحہ ۲۲۴) ان کی غرض انتقام حسینی تھی لیکن چونکہ اس پرخلوص مقصد

کی تکمیل، استقرارِ حکومت کے بغیر قطعاً ناممکن، دشوار، بلکہ محال تھی۔ اس لیئے پروردگارِ عالم نے انہیں حکومت عطا فرمائی۔

حضرت مختار چونکہ عقل مند، ہوشمند اور نہایت فہیم و ذکی تھے، لہٰذا انہوں نے بھی حکومت سے بس وہی فائدہ اٹھایا جس کے لیے خداوند عالم نے انہیں حکومت عطا کی تھی، حکومت ملنے کے بعد انہوں نے سب سے پہلے اس کے نظام کو درست کیا اور غریبوں، بیکسوں، لاوارثوں کی دادرسی کا دروازہ کھولا۔ خود دار العدالت میں بیٹھ کر تمام شکایات پر غور فرمایا کرتے تھے تھوڑے ہی دنوں میں ان کے عدل و انصاف کا ڈنکا بجنے لگا۔ علمائے اسلام کو اعتراف ہے کہ جس حسن و خوبی اور عدل و انصاف سے مختار نے حکومت کی وہ عہد بنی اُمیہ و بنی عباس میں کسی کو نصیب نہیں ہو سکی۔ (طبری، روضۃ الصفا، سیدہ کا لال)

حضرت مختار نے نظام حکومت درست کرنے کے بعد سب سے پہلے جس امر کی طرف توجہ کی وہ بنی ہاشم کے غربا کی امداد تھی، آپ نے اس سلسلہ میں کافی رقم صرف کی، جس کو روپے کی ضرورت تھی اس کو روپے دیئے۔ جس کے مکان کی مرمت کی ضرورت تھی، اس کے مکان کی مرمت کرائی اور قوم میں جو بیوائیں تھیں، ان کی شادیاں کرا دیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ لاتسبوا المختار فانہ قد قتل قتلتنا وطلب ثارنا وزوج اراملنا وقسم فینا المال علی العسر۔ دیکھو مختار کو کبھی بُرا نہ کہنا کیونکہ ان کے بڑے عنایات ہیں، انہوں نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا ہے اور ہمارے انتقام لینے کی کوشش کی ہے اور ہماری بیواؤں کی تزویج کرائی ہے اور عُسرت و تنگدستی کی حالت میں ہمارے پاس مال بھیج دیا ہے جس سے ہمارے غربا نے فائدہ اٹھایا ہے۔ (رجال کشی ص۸۳ و تحفۃ الاحباب عباس قمی ص۳۵۷)

علامہ ابو عمرو محمد بن عمر بن عبد العزیز الکشی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مختار نے امام زمانہ حضرت امام زین العابدین کی خدمت میں مبلغ بیس ہزار دینار (اشرفی) ارسال کیا، آپ نے اُسے قبول فرما لیا (رجال کشی ص۸۵) علامہ نور اللہ شوسری شہید ثالث رقمطراز ہیں کہ وہ رقم جو مختار نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں ارسال کی تھی۔ وہ حکومت کوفہ کے بیت المال کی تھی (مجالس المومنین ص۳۴۶) علامہ مجلسی رقمطراز ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ مختار کی بھیجی ہوئی رقم سے میرے والد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے میری ماں کا مہر ادا فرمایا ہے۔ عمر بن علی بن حسین کا بیان ہے کہ مختار نے میرے والد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

کو مبلغ بیس ہزار دینار ارسال کیا۔ اسی سے میرے والد نے حضرت عقیل ابن ابی طالب اور بہت سے بنی ہاشم کے اُن مکانات کی مرمت کرائی جنہیں بنی امیہ نے خراب و برباد کیا تھا۔

(اجلاء العیون ص ۲۴۵ و دمعہ ساکبہ ص ۱۷۳ و ذب النضار ضمیمہ بحار ص ۴۰۱ جلد ۱ طبع ایران و بحار الانوار جلد ۱ ص ۴۰)

حضرت زید شہید کی والدہ کا واقعہ

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ میں ایک شب محو خواب تھا، کہ میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں ہوں، وہاں میری تزویج حضرت رسول کریم، حضرت علی و فاطمہ حضرت حسن وحسین نے ایک حورا کے ساتھ کر دی ہے۔ جو جنت کی حوریں سے تھی، واقعتها و اغتسلت عند سدرة المنتهیٰ، میں نے اس سے مقاربت کی اور سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک غسل کیا۔ اس کے بعد ہاتف غیبی نے مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ تمہارے صلب سے زید نامی فرزند کا استقرار ہو گیا آپ فرماتے ہیں کہ جب میں نے بیدار ہو کر نماز صبح ادا کی تو کسی شخص نے دق الباب کیا۔ اس کے دستک دینے پر میں فوراً باہر گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا ہے اور اس کے ساتھ کپڑے میں لپٹی ہوئی ایک عورت ہے اور اس کی آستین مرد کے ہاتھ میں ہے۔ تقلت ماحاجتك میں نے اس شخص سے کہا کہ تو کون ہے کیوں آیا ہے اور کیا چاہتا ہے اس نے جواب دیا کہ میں کوفہ سے آیا ہوں۔ مجھے حضرت مختار ابن ابی عبید ثقفی نے بھیجا ہے، میں امام زین العابدین سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ میں ہی ہوں، جو کہنا ہو کہو۔ اس نے کہا کہ حضرت مختار نے آپ کو سلام کہلا ہے، اور یہ کہا ہے کہ وقعت هذه الجارية فی ناحیتنا فاشتریتها بستمائة دینار۔ یہ عورت مجھے موقع سے مل گئی ہے، میں نے اسے آپ کے لئے چھ سو دینار میں خریدا ہے، میں اسے آپ کے پاس بھیجتا ہوں اور چھ سو دینار آپ کے خرچ کے لیے بھی بھیج رہا ہوں آپ اسے قبول فرما کر شکر گذار فرمائیں۔ آپ نے ان دونوں چیزوں کو بشکریہ قبول فرما لیا۔ آپ کا ارشاد ہے۔ کہ اس شخص کے چلے جانے کے بعد میں نے اس عورت سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ مجھے "حورا" کہتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اسی حورا کے بطن سے زید کی ولادت ہوئی۔ یہ واقعہ ۶۷ھ کا ہے اسی کے متعلق ۸۰ھ کے بعد کا ایک بیان ابو حمزہ ثمالی کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ہر سال امام زین العابدین علیہ السلام کی زیارت کے لئے حج کے موقع پر جایا کرتا تھا، ایک سال جو میں ان کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا کہ آپ کے زانوئے

اقدس پر ایک خوبصورت سا بچہ بیٹھا ہوا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بچہ اٹھ کر دروازہ کی طرف چلا، ناگاہ وہ دروازہ کی ڈیوڑھی پر گر پڑا۔ اور اس کے سر میں چوٹ آگئی اور خون نکل آیا۔ اس کے گرتے ہی حضرت عابد اس کی طرف دوڑے اور آپ نے اسے آغوش میں اٹھا لیا۔ اس کے بعد اس کا خون صاف کرنے لگے اور فرمانے لگے، کہ میں اس دن سے پناہ مانگتا ہوں جس دن تو اے نور نظر کناسہ میں سولی پر ہو گا۔ ابو حمزہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں چونک پڑا۔ اور میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ نے یہ کس کناسہ کا ذکر فرمایا۔ ارشاد فرمایا۔ میرا مقصد کناسہ کوفہ ہے۔ میں نے عرض کی مولا! کیا واقعاً ایسا ہو گا۔ ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں جانیں ہیں۔ اور جس نے محمد مصطفےٰ ؐ کو بالحق مبعوث فرمایا ہے کہ ایسا ضرور ہو گا۔ اے ابو حمزہ! اگر تم زندہ رہے تو دیکھو گے کہ یہ میرا بچہ قتل کیا جائے گا پھر دفن ہو گا۔ پھر قبر سے اس کی لاش نکالی جائے گی پھر اسے سولی دی جائے گی۔ پھر لاش پھونکی جائے گی۔ پھر اس کی راکھ ہوا میں اڑا دی جائے گی۔ میں نے کہا میری جان آپ پر فدا ہو، اس مظلوم بچہ کا نام کیا ہے؟ فرمایا زید! اس کے بعد آپ رونے لگے۔ ابو حمزہ ثمالی بروایت منتخب کہتے ہیں کہ میری زندگی میں وہ زمانہ آگیا۔ اور میں نے اپنی آنکھوں سے حضرت زید کو مقتول دیکھا پھر ان کی لاش کو گھسٹتے دیکھا پھر دفن ہوتے دیکھا، پھر قبر سے لاش کو باہر دیکھا۔ پھر اسے سولی پر لٹکی ہوئی دیکھا۔ ابو حمزہ کہتے ہیں کہ ان کی لاش اتنے عرصہ تک لٹکی رہی کہ چڑیوں نے ان کے بطن مبارک میں گھونسلہ بنا لیا۔ پھر لاشہ کو جلا دیا گیا۔ اور اس کی راکھ ہوا میں اڑا دی گئی۔ شیخ فخرالدین بن طریح نجفی کا بیان ہے کہ حضرت زید کی شہادت اس لئے ہوئی کہ وہ امام حسینؑ کے قتل کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ اور لوگوں کو آل محمدؐ کی محبت اور ان کی رضا کی طرف دعوت دیتے تھے۔ ابوالفرج کا بیان ہے کہ رسول خدا نے آپ کی ولادت اور شہادت کی پیشین گوئی فرمائی تھی آپ کی شہادت ہشام بن عبدالملک کے عہد میں بمقام کوفہ بتاریخ ۲ صفر ۱۲۲ھ بعمر ۴۲ سال واقع ہوئی [۱]۔ (دمعہ ساکبہ ص۴۲۴ ۔ نورالابصار ص۱۸۱ ۔ ذوب النضار شرح ثار ص۴۱ ۔ اسرار الشہادت ص۵۰۷، مقاتل الطالبین ابوالفرج ص۱۳ مطبوعہ ۱۹۴۹ء ترجمہ تاریخ ابن خلدون)

---

[۱] حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے حضرت زید شہید کے واقعہ شہادت پر جو اجمالی روشنی ڈالی اس کی مختصر لفظوں میں تفصیل یہ ہے کہ حضرت چونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے خون کا بدلا (باقی ص۲۲۷ پر)

حضرت علی کی کرسی اور جناب مختار

سریر حکومت پر بیٹھنے کے بعد حضرت مختار کو اطلاع ملی کہ کوفہ میں حضرت علی علیہ السلام کی وہ کرسی بھی ہے جس

(بقیہ حاشیہ صـ۲۲۶) لینا چاہتے تھے۔ اس لئے حکومت وقت اور اس کے گورنروں کے خلاف تھے۔ یہ اگرچہ بڑی فضیلتوں کے مالک تھے۔ ان کا لقب "حلیف القرآن" تھا لیکن اس کے باوجود مخالفت تھی اور یہی نہیں کہ صرف ان کے مخالف ہوں۔ بلکہ جملہ بنی ہاشم سے دشمنی یہ لوگ فریضہ سمجھتے تھے۔ حجاج بن یوسف بن عمر ثقفی جو عراق کا گورنر تھا۔ وہ بنی ہاشم پر بڑے بڑے مظالم کرتا تھا ایک دن جناب زید دادخواہی کے لیے خلیفہ وقت ہشام بن عبدالملک کے پاس تشریف لے گئے اور آپ نے گورنر عراق کی شکایت خلیفہ سے کرنے کا ارادہ کیا۔ جب آپ دربار میں پہنچے۔ تو حسب دستور آپ نے سلام کیا۔ اس نے جواب دیا خدا تمہیں سلامت نہ رکھے۔ اس پر جناب زید نے کہا اتق اللہ ۔ اے خلیفہ خدا سے ڈر۔ ہشام نے فرعونیت سے کہا۔ واہ تمہارے جیسا آدمی بھی مجھ جیسے بادشاہ کو خدا سے ڈرنے کے لیے کہتا ہے۔ جناب زید نے فرمایا کہ جو شخص بھی کسی کو خدا سے ڈرنے کے لئے کہتا ہے۔ اس سے بڑا کون شخص ہو سکتا ہے یہ سن کر ہشام چراغ پا ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہیں تمہیں پہچانتا ہوں۔ تم ہی تو خلافت کے خواب دیکھ رہے ہو۔ حالانکہ تم لونڈی زادہ ہو۔ آپ نے فرمایا اے ہشام! یہ کوئی منقصت نہیں ہے اگر یہ امر عیب ہوتا تو خداوند عالم اپنے نبی حضرت اسمٰعیلؑ کو لونڈی کے پیٹ سے نہ پیدا کرتا۔ اور سن میں رسول پاکؐ کا پوتا اور جناب سیدہ کا دلبند ہوں۔ حضرت امام زین العابدین میرے والد بزرگوار ہیں۔ یہ سن کر اس نے پہلو بدلتے ہوئے کہا کہ تمہاری اتنی مجال ہو گئی ہے کہ تم میرے منہ آتے ہو۔ اور مجھے جواب دیتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ حق بات کہنی عیب نہیں ہے۔ اس نے غصہ میں آکر حکم دیا کہ انہیں دربار سے نکال دیا جائے حضرت زید باہر تشریف لے گئے آپ کے باہر نکلتے ہی لوگوں نے آپ کو احساس دلایا۔ آپ عراق سے کوفہ تشریف لائے۔ اور اپنے رشتہ داروں کے مشورے کے خلاف ۱۲۱ھ میں عراقیوں کی ایک جماعت کے ساتھ اپنے کو ہشام کی حکومت سے علیحدہ ظاہر کیا۔ چالیس ہزار کوفی آپ کے ہمراہ ہو گئے۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ امام ابو حنیفہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ لیکن کوفیوں کی بے وفائی تو مشہور ہے۔ انہوں نے عین موقع جنگ میں آپ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ ان کے ساتھ چھوڑنے والوں میں ابو حنیفہ بھی تھے۔ جب سب علیحدہ ہو گئے تو آپ نے فرمایا رفضتمونی اے لوگو! تم نے مجھے چھوڑ دیا۔ اسی وجہ سے کوفیوں کو رافضی کہا جانے لگا۔ یکم صفر ۱۲۲ھ مطابق ۷۴۰ء کی رات کو زید شہید نے خروج کیا

(باقی صـ۲۲۸ پر)

پر وہ تشریف رکھا کرتے تھے۔ حضرت مختار نے اس کرسی[1] کا تفحص کرایا تو معلوم ہوا کہ وہ طفیل نامی شخص کے پاس موجود ہے۔ آپ نے اسے طلب فرمایا۔ اور اس سے کہا کہ حضرت علیؑ کی کرسی مجھے دے دے۔ میں تجھے اس کے عوض میں کافی مال و دولت دوں گا۔ اس نے با جبر و اکراہ وہ کرسی ان کے حوالے کردی اور حضرت مختار سے کافی دولت حاصل کرلی۔ حضرت مختار کرسی پانے کے

(بقیہ صفحہ ۲۲۷) آپ کی فوج نے ساتھ چھوڑا۔ آپ کے ہمدرد ہمراہ رہے۔ بالآخر سب قتل ہوگئے۔ دوران جنگ میں ایک تیر آپ کی پیشانی پر لگا اور آپ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ زمین پر گرتے ہی آپ کے خادموں نے بڑی پھرتی سے آپ کو اٹھا کر ایک شخص کے مکان پر پہنچا دیا۔ جراح بلائے گئے علاج کامیاب نہ ہوا۔ اور آپ جان بحق تسلیم ہوگئے۔ آپ کے انتقال کے بعد خادموں نے آپ کی لاش دفن کر دی اور قبر پر پانی جاری کر کے نشان مٹا دیا۔ لیکن یوسف بن عمر گورنر نے لاش تلاش کر کے قبر سے برآمد کر لی۔ اور اس کا سر کاٹ کر ہشام کے پاس بھیج دیا۔ اور آپ کے جسم مبارک کو سولی پر لٹکا دیا۔ چار سال کے بعد آپ کی لاش کو نذر آتش کر کے اس کی راکھ فرات میں بہا دی۔ مورخین کا بیان ہے کہ جس دن آپ کی لاش کو سولی پر لٹکایا گیا۔ اسی دن کی رات کو ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ رسول خدا اسی درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے فرما رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہائے افسوس لوگوں نے میرے فرزند کے ساتھ کتنا بڑا سلوک کیا ہے (عمدۃ الطالب صفحہ ۲۴۸) دیار بکری کا بیان ہے کہ جب آپ کا جسم سولی پر تھا۔ تو مکڑیوں نے جالا تان کر آپ کی شرمگاہ کو چھپا دیا تھا (تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۳۵۷) علامہ ابن حجر مکی کا بیان ہے کہ آپ کی شہادت کے بعد ایک شخص نے مضحکہ کے طور پر دو شعر پڑھے۔ جس سے آپ کی مذمت مقصود تھی۔ جب یہ واقعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے کانوں تک پہنچا تو آپ نے فرمایا، خدایا اسے درندے کے سپرد فرما چنانچہ راہ کوفہ میں اسے ایک شیر نے پھاڑ کھایا جس سے آپ بے حد خوش ہوئے (صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۱) آپ کے چار بیٹے تھے۔ جو باپ ہی کی طرح شجاع اور بہادر تھے اور باپ ہی کی طرح قتل کر دیئے گئے۔

[1] صاحب تجدید عہد لاہور نے حضرت علی کی کرسی کے احترام کرنے کی وجہ سے حضرت مختار کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ میرے نزدیک ان کا یہ فعل درست نہیں ہے کیونکہ بزرگوں کی چیزوں کا احترام فریضہ انسانی سمجھا جانا قدیم الایام سے چلا آتا ہے اور اس میں ہر فرقے کے لوگ مشترک ہیں۔ ابھی حال کی بات ہے۔ روزنامہ جنگ راولپنڈی ۲۵ دسمبر ۱۹۶۱ء میں سکھوں سے متعلق ایک خبر شائع ہوئی ہے۔ جس کے عیون الفاظ یہ ہیں۔ ضلع ہوشیار پور کے گوردوارہ انندپور صاحب میں ڈھائی سو سال سے ایک تلوار (باقی صفحہ ۲۲۹)

بعد بے انتہا خوش ہوئے آپ نے اُسے بوسہ دیا اور اُسے سر مبارک پر رکھا اور اس کے لئے ایک تابوت تیار کر کے اس کو متقفل بہ قفل نقرہ کر دیا اور اُسے جامع مسجد میں رکھوا دیا۔ حضرت مختار اور شیعیان امیر المومنین اس کرسی کا بڑا احترام کرتے رہے۔ بروایت طبری وہ کرسی برکت کے لیے جنگ میں ہمراہ ہوتی تھی۔ مختار نے جنگ ابن زیاد کے موقع پر ابراہیم کے ہمراہ بھی اس کرسی کو بھیجا تھا۔ مورخ الفدار نے بھی اس تابوت کا ذکر کیا ہے جس میں کرسی رکھی گئی تھی۔ لیکن انہوں نے کرسی کا تذکرہ نہیں کیا، وہ لکھتے ہیں کہ یہ تابوت جنگ ابن زیاد کے موقع پر بھی ایک خچر کی پشت پر اس لڑائی میں موجود تھا۔ (تاریخ طبری جلد ۴ ص ۶۵۹۔ و تاریخ ابو الفدا جلد ۲ ص ۱۴۹)

ب ۱۸

عبداللہ ابن مطیع کا نہروان کی طرف فرار

مصعب بن زبیر سے طلب امداد۔ کوفہ پر حملہ کا تہیہ

اور

حضرت ابراہیم کی نبرد آزمائی۔ مال غنیمت کی حصولی و حضرت امام زین العابدین کے حصہ کا اخراج

استقرار حکومت کے بعد حضرت مختار قاتلان حسین کے قتل عام کا تہیہ کر ہی رہے تھے کہ اطلاع

(بقیہ صفحہ گزشتہ) بڑی حفاظت کے ساتھ رکھی ہوئی ہے۔ جس کا نام سیف علی کہا جاتا ہے۔ کہ یہ تلوار سکھوں کے گورو گوبند سنگھ کو کسی مغل شہزادے نے تحفہ کے طور پر دی تھی۔ اس تلوار کے بارے میں یہاں مختلف روایتیں مشہور رہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس تلوار کو حضرت علی نے بہت سی جنگوں میں استعمال کیا تھا اور امام حسین نے بھی جنگ کربلا میں اسے استعمال فرمایا ہے تقسیم ہند سے پہلے ہزاروں مسلمان اس کی زیارت کے لئے ہر سال گوردوارہ میں جایا کرتے تھے۔ ۱۲

ملی کہ ابن مطیع کوفہ سے فرار کرنے کے بعد نہرواں میں مقیم ہے اور اس نے وہاں سے مصعب ابن زبیر گورنر بصرہ کو خط لکھا ہے اور اس سے امداد چاہی ہے تاکہ کوفہ پر حملہ کرکے مجھ سے عنانِ حکومت چھین لے۔ علامہ عطا الدین حسام الواعظ رقمطراز ہیں، کہ مخبر نے حضرت مختار کو خبر دی، کہ ابن مطیع آپ کے ہاتھوں سے رہا ہو کر نہروان پہنچا ہے، اور اس نے مصعب بن زبیر سے لشکر کی امداد طلب کی ہے، اور اُسے آپ سے مقابلہ کرنے کے لئے اُبھارا ہے چنانچہ اس نے بے پناہ لشکر اس کے پاس بھیج دیا ہے، اور وہ عنقریب آپ پر حملہ کرے گا۔ یہ سن کر حضرت مختار نے حضرت ابراہیم کو طلب کیا، اور ان سے صورت حال بیان فرمائی اور انہیں پندرہ ہزار کا لشکر دے کر ابن مطیع کی پیش قدمی روکنے کے لئے روانہ فرما دیا حضرت ابراہیم حضرت مختار سے رخصت ہو کر روانہ ہوئے آپ بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے، یہاں تک کہ ایک مقام پر قیام پذیر ہوئے۔

عبداللہ ابن مطیع کو جب حضرت ابراہیم کی پیش قدمی معلوم ہوئی تو وہ ایک عظیم لشکر لے کر حضرت ابراہیم کے مقابلہ کے لیے آ پہنچا۔ حضرت ابراہیم نے اپنے لشکر کو تیار ہو جانے کا حکم دیا اور دونوں لشکر صف آرا ہو گئے۔ گھمسان کی جنگ ہونے لگی اور تادیر زبردست نبرد آزمائی ہوتی رہی حضرت ابراہیم یالثارات الحسین کا نعرہ لگاتے ہوئے حملہ پر حملہ کر رہے تھے، یہاں تک کہ ابن مطیع کے لشکر کو زیر و زبر اور تہ و بالا کر ڈالا۔ حضرت ابراہیم کے دشمنوں کو فنا کرتے ہوئے علمدار لشکر تک جا پہنچے اور علمدار کو قتل کرکے علم لشکر کو پارہ پارہ کر ڈالا۔ علم لشکر کا سرنگوں ہونا تھا کہ دشمنوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور سب کے سب حضرت ابراہیم کی تلوار کے خوف سے بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ اور وہ میدان چھوڑ کر نہروان میں جا داخل ہوئے۔ لڑتے لڑتے چونکہ رات ہو گئی تھی اس لئے حضرت ابراہیم کا لشکر جو دشمنوں کا تعاقب کر رہا تھا۔ وہ پلٹ آیا۔ واپسی کے بعد جب دشمنوں کے مقتولین کا شمار کیا گیا تو ان کی تعداد آٹھ ہزار تھی۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم نے اپنے لشکر کو حکم دیا، کہ عبداللہ ابن مطیع کے لشکرگاہ کو غارت کر دے، چنانچہ اس کی جگہ تباہ و برباد کر دی گئی۔

عبداللہ ابن مطیع میدان سے بھاگ کر نہروان کے ایک دیہات میں قیام پذیر ہوا۔ وہاں پہنچ کر اُس نے اپنے لشکر کا جو شمار کیا تو صرف چھ ہزار افراد تھے۔ اس نے انتہائی تحیر کی حالت میں کہا کہ حضرت علی تو تھے نہیں پھر اتنی تعداد میں ہمارے لشکر والے کیوں کر قتل ہو گئے، کسی شخص نے کہا کہ علی تو نہ تھے لیکن ان کے شاگرد ابراہیم تو تھے۔

حضرت ابراہیم کی طلایہ گردی اور ایک جاسوس سے ملاقات اور اس کا مسلمان ہونا | جنگ کا

پہلا دن گزر چکا اور رات آگئی۔ حضرت ابراہیم اپنے دشمن کو شکست دینے کے بعد اپنے لشکر گاہ میں واپس آگئے۔ اور اس خیال کے ماتحت کہ کہیں دشمن شب خون نہ مارے حضرت ابراہیم نے طلایہ پھرنا شروع کر دیا۔ آپ کے ساتھ ورقا بن غارب، احمر بن شمیط اور عبداللہ کامل بھی تھے۔ یہ لوگ طلایہ پھر رہے تھے ناگاہ ان کی نگاہ اس تاریکی شب میں ایک تنو ومند، دراز قامت جوان پر پڑی جو عورتوں کی طرح سر کے بال بڑھائے ہوئے تھا اور ریشمی لباس میں آراستہ تھا اور سر پر پلاس کی ٹوپی رکھے ہوئے تھا۔ اور اس کی گردن و کمر میں زنار پڑی ہوئی تھی وہ ایک عصا چوب خرما کا ٹیکے ہوئے اور سر ڈالے کھڑا تھا۔ حضرت ابراہیم نے حکم دیا کہ اس شخص کو میرے پاس حاضر کیا جائے۔ جب وہ آپ کے پاس پہنچا تو یونہی جاکر کھڑا ہو گیا۔ نہ اس نے سلام کیا اور نہ آداب حاضری کی تکمیل کی۔ حضرت ابراہیم نے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اور کہاں سے آیا ہے اور تیرا یہاں کیا کام ہے۔ اس نے ان باتوں کا جواب صرف خاموشی سے دیا اور کچھ نہ بولا ؎

یاں لاکھ لاکھ لب پہ سخن اضطراب میں
واں ایک خاموشی ہے ہر اک کے جواب میں

حضرت ابراہیم نے کہا کہ تو گونگا ہے یا بہرہ ہے یا تیری مت ماری گئی ہے کچھ بول تو سہی۔ اس نے پھر کچھ نہ کہا۔ البتہ اشارہ سے کہا کہ میں بصرہ سے آیا ہوں جب حضرت ابراہیم نے پھر ذرا سختی کی تو رومی زبان میں بات کرنے لگا۔ ابراہیم نے اپنے لشکریوں سے پوچھا کہ تم میں کوئی رومی زبان جانتا ہے۔ صعصعہ ابن عبداللہ نے کہا کہ میں جانتا ہوں صعصعہ نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے، اور تیرے آنے کی غرض کیا ہے اس نے کہا کہ میں انطاکیہ کا رہنے والا ہوں ترسا مذہب سے تعلق رکھتا ہوں، عرصہ سے بصرہ میں تھا۔ اس دوران میں جبکہ مصعب ابن زبیر نے جنگ کی ٹھانی ہے۔ تمام کشتی وغیرہ پر قبضہ کر لیا ہے، اور روم جانے کا راستہ بند ہو گیا ہے۔ اس لئے میں اب تک اپنی منزل کی طرف نہیں جاسکا مصعب نے جنگ کی بڑی زبردست تیاری کر رکھی ہے۔ حضرت ابراہیم نے اس کی ان باتوں کو سن کر فرمایا کہ اے شخص مجھ سے مکر و فریب نہ کر اور ہمارے سامنے جھوٹ مت بول ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ اس نے جواب دیا کہ میرے دین و آئین میں جھوٹ بولنا روا نہیں ہے۔ میں سب کچھ سچ سچ بتادوں گا مگر مجھے سب سے پہلے یہ بتایا جائے کہ مختار کون ہے صعصعہ

نے کہا کہ وہ ایک زبردست بہادر ہیں۔ اچھے ایماندار ہیں حق کو فروغ دینے اور باطل کو تباہ و برباد کرنے والے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ مختار کا امام کون ہے، صعصعہ نے کہا کہ ان کا امام وہی ہے جو سب مسلمانوں کا امام ہے اس نے پوچھا کہ اس وقت مسلمانوں کا امام زمانہ کون ہے؟ صعصعہ نے کہا کہ وہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ہیں۔ پھر اس نے پوچھا کہ تم لوگ کیوں برآمد ہوئے ہو۔ تمہارا مصعب ابن زبیر سے کیا دعویٰ اور اس سے کیا مقابلہ ہے صعصعہ نے کہا کہ ان لوگوں سے ہمارا معاملہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے حضرت امام حسین فرزند رسول کو کربلا میں جملہ اعزا و اقربا اور بہتر اصحاب سمیت قتل کیا ہے اور ان کے اہل حرم کو رسیوں اور زنجیروں میں جکڑ کر کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام تک پھرایا ہے اور ذلت و رسوائی کے جتنے طریقے تھے، سب ان کے ساتھ روا رکھا ہے اب ہم واقعہ کربلا میں شریک ہونے والوں سے اپنے مقتولین کا بدلا لینا چاہتے ہیں۔

اس ترسا نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو۔ میں نے توراۃ و انجیل میں دیکھا ہے کہ آخری زمانہ میں ایک پیغمبر پیدا ہوگا وہ بے انتہا نیک ہوگا۔ اس کی تمام باتیں حکمت سے پُر ہوں گی۔ وہ بہت بڑا سخی ہوگا۔ وہ بے پناہ قوی دل ہوگا۔ وہ آسمان کی باتیں کرے گا، فرشتوں سے بات چیت کرتا ہوگا۔ جنوں اور پریوں سے باتیں کرے گا۔ لوگوں کو اطاعتِ خداوندی کی ہدایت کرے گا بتوں کو وہ توڑ ڈالے گا بت پرستوں سے جہاد کرے گا، نیکی کے راستے بتائے گا۔ جب تک وہ زندہ رہے گا۔ دنیا اس کے نور سے معمور ہوگی۔ جب انتقال کرنے لگے گا اپنی اُمت کو عدل و انصاف کی وصیت کرے گا۔ اور جب وہ دنیا سے چلا جائے گا۔ اس کی اُمت اس کے عہد و پیماں کو توڑ دے گی۔ اس کی وصیت کو ٹھکرا دے گی۔ اس کے حکموں پر عمل نہ کرے گی۔ اور یہ حالت ہوگی کہ اس کی لڑکی کے فرزندوں کو ظلم و جور سے قتل کر دے گی۔ اور اس کی حرمت کو برباد کرے گی۔ ان کے گھروں کو تاراج کرے گی پھر جب کچھ زمانہ گزرے گا، تو قوم بنی ثقیف سے ایک شخص پیدا ہوگا، اُسے خداوند عالم کافروں اور منافقوں پر مسلط کرے گا وہ طبل بشارت بجائے گا اور علم دولت و حکومت بلند کرے گا اور دشمنوں کی گردنوں پر شمشیر چلائے گا۔ اور وہ جس دن خروج کرے گا۔ اس دن سے لے کر اپنے یوم شہادت تک تقریباً ایک لاکھ دشمنوں کو قتل کرے گا۔ اس کا مطالبہ صرف خون حسین ہوگا۔ وہ قتل حسین کا بدلا لینے ہی کے ارادے سے اُٹھے گا اُسے دنیا کی کوئی چیز درکار نہ ہوگی۔ وہ حکومت کا خواہش مند نہ ہوگا وہ بڑا ہوشیار اور سمجھ دار ہوگا بڑی اچھی تدبیر کا مالک ہوگا۔ وہ کسی پر ظلم نہ کرے گا، وہ ظالموں کو دوست نہ

رکھے گا اس کے لشکر کے جو لوگ قتل ہوں گے شہید قرار پائیں گے۔ ان کے لیے بہشت ہو گی ۔اس کے ساتھ قتل ہونے والے جنت میں جائیں گے۔

یہ کہہ کر وہ زار و قطار رونے لگا۔ اور بولا کہ اے معصعہ، میں جاسوسی کے لیئے آیا تھا میں چاہتا تھا کہ یہ معلوم کروں کہ تمہارے لشکر کی تعداد کیا ہے اور تمہارے ارادے کیا ہیں مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ تم کون لوگ ہو؟ اب جبکہ مجھے حقیقت حال معلوم ہو گئی ہے، میں اپنے ارادے سے باز آیا ہوں اور اپنے خیال باطل سے روگرداں ہوں خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ اس کے بعد اس نے سر سے پلاس کی ٹوپی اتار کر پھینک دی۔ زنار توڑ ڈالی۔ صلیب زمین پر دے ماری اور بولا۔ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ الحسن والحسین ابناء رسول اللہ۔

حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھیوں نے جب ترسا کا یہ حال دیکھا سب خوش ہو گئے اس کے بعد راہب بزبان فارسی حضرت ابراہیم سے باتیں کرنے لگا۔ حضرت ابراہیم نے کہا کہ تو تو کہتا تھا کہ میں زبان رومی کے علاوہ کوئی اور زبان نہیں جانتا اب فارسی میں کیسے کلام کرنے لگا۔ اس نے کہا کہ میں جاسوسی کے لئے آیا تھا اسی لئے میں نے آپ کے ساتھ ایسی گفتگو کی تھی، اب مجھے ساری حقیقت معلوم ہو گئی ہے۔ اس لیے میں صاف صاف باتیں کر رہا ہوں اور اے امیر اب میں تم سے کہتا ہوں کہ جب تک زندہ ہوں گا تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ حضرت ابراہیم نے اُسے قریب بلا کر اس کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور فرمایا کہ اگر تجھے کسی چیز کی خواہش ہو تو آنا دی سے بیان کر دے تاکہ میں اس کی فکر کروں۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔

پھر نو مسلم جاسوس نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ اب میں چاہتا ہوں کہ تمہیں مصعب ابن زبیر کی طرف کا حال بتا دوں۔ سنو! جب عبداللہ ابن مطیع تم سے بھاگ کر نہروان پہنچا تھا تو اس نے ابن زبیر کو تمہارے خلاف بہت ابھارا تھا چنانچہ اس نے وہ لشکر ابن مطیع کے پاس بھیج دیا تھا جو آج تم سے برسر پیکار تھا۔ اب مصعب بن زبیر خود پندرہ ہزار کا لشکر لے کر تم سے مقابلہ کے لیے روانہ ہو گیا ہے اور وہ عنقریب تم پر حملہ کرے گا۔ اور بہت ممکن ہے کہ یہاں آ کر آج رات میں شبخون مارے۔ لہٰذا تم ہوشیار ہو جاؤ۔ اور اے ابراہیم میرا خیال ہے کہ میں عبداللہ ابن مطیع کو آپ کے حوالے کر دوں۔ ابراہیم نے پوچھا کہ آخر اس کی کیا صورت ہو سکتی ہے اس نے کہا کہ میرے دیر کے قریب ایک گاؤں میں ابن مطیع کا لشکر ٹھہرا ہوا ہے اور خود ابن مطیع میرے دیر میں مقیم ہے اور ابن مصعب کا لشکر ابھی تک نہیں پہنچا۔ اب تدبیر یہ ہے کہ ایک شخص میرے ہمراہ چلے

بس اپنے دَیر میں لے جاکر ابن مطیع کو اس کے سپرد کردوں گا۔ وہ زندہ اُسے تمہارے پاس لے آئے گا۔

یہ سن کر حضرت ابراہیم اپنے مقام پر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ خونِ حسینؑ کی قسم یہ کام میں خود ہی کروں گا۔ اور تیرے ہمراہ چل کر اسے گرفتار کروں گا۔ راہب نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے جو تمہیں دیکھے گا۔ وہ پہچان لے گا۔ ابراہیم نے کہا کہ میں بھی راہب کا لباس پہن لوں گا۔ اور تمہارے ساتھ چلوں گا۔

باہمی فیصلہ کے بعد حضرت ابراہیم راہب کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ دیر راہب میں جا پہنچے۔ جب دیر کے اندر داخل ہونے لگے تو ابن مطیع کے ایک ہزار طلایہ گردوں نے انہیں روک کر پوچھا کہ تم کون لوگ ہو۔ راہب نے کہا کہ میں اسی دیر کا مالک ہوں۔ اور یہ میرا چچازاد بھائی ہے ان لوگوں نے کہا کہ تم تو جا سکتے ہو۔ لیکن یہ دوسرا شخص اس وقت تک داخل نہ ہو سکے گا۔ جب تک امیر ابن مطیع کا حکم نہ ہوگا۔ اس کے بعد لوگوں نے ابن مطیع کو مطلع کیا۔ ابن مطیع نے حکم دیا کہ راہب کے چچازاد بھائی کو میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ راہب اور ابراہیم دونوں ابن مطیع کے سامنے پیش کئے گئے۔

حضرت ابراہیم کا بیان ہے کہ جب میری طلبی ہوئی میں نے بارگاہِ خدا میں ہاتھ بلند کر کے عرض کی خداوندا بحق محمد و آل محمد، میری تو ہی حفاظت فرمانا اور منافقوں کے شر سے مجھے بچانا۔

جس وقت راہب اور ابراہیم ابن مطیع کے یہاں پہنچائے گئے۔ معلوم ہوا کہ وہ بسترِ خواب پر چلا گیا ہے۔ اس کو اطلاع دی گئی۔ ابن مطیع نے کہا کہ چلو! میں نے دیکھ لیا ہے۔ انہیں دونوں کو اجازت داخلہ دے دو۔ یہ دونوں راہب کے دیر میں جا ٹھہرے۔ راہب نے کھانے کا انتظام کیا۔ دونوں نے کھانا کھایا۔ اس کے بعد راہب حالات کے تجسس کے لئے باہر نکلا۔ اس نے واپس ہو کر ابراہیم سے کہا کہ ابن مطیع سو رہا ہے۔ اب کام کا وقت ہے اور اچھا موقع ہے۔ چلو اپنا کام کریں۔ چنانچہ یہ دونوں اس کے قریب جا پہنچے۔ اور حضرت ابراہیم نے تلوار کھینچ کر حملہ کرنا چاہا۔

ابن زبیر کی آمد اور ابن مطیع کی بیداری

اتنے میں دربانوں نے شور مچایا اور دوڑ کر ابن مطیع کو بیدار کر کے کہا کہ مصعب ابن زبیر ایک بڑا لشکر لئے ہوئے آگیا ہے۔ یہ سن کر ابن مطیع اُٹھ کھڑا ہوا اور اس نے فوراً کپڑے بدل کر اس کا استقبال کیا حضرت

ابراہیم نے راہب کو رخصت کر دیا اور وہ خود ابن مطیع کے ہمراہ ہو گئے۔ راستہ میں بے شمار مشعلیں روشن تھیں۔ ابن زبیر کے ہمراہ بڑا لشکر تھا۔ ابن مطیع اور اس کے لشکر نے یہ شان و شوکت دیکھ کر نعرۂ مسرت لگایا۔ ابراہیم کو شبہ ہوا کہ اگر ابن زبیر کی نظر مجھ پر پڑ گئی تو وہ مجھے پہچان لے گا۔ لہذا اس نے ایک شخص سے کہا کہ بھائی مجھ سے ایک ہزار دینار لے لو۔ اور مجھے اس مجمع سے باہر نکال لے چلو۔ اُس نے انہیں ہمراہ لیا۔ اور ایک طرف نکال لے گیا۔ جب یہ کچھ دُور نکل گئے تو انہوں نے اس شخص سے پوچھا کہ تو کون سا مذہب رکھتا ہے۔ اُس نے کہا کہ میں ابو تراب کی دشمنی روح مذہب سمجھتا ہوں۔ حضرت ابراہیم نے یہ سن کر اسے تلوار کے ایک وار سے واصل جہنم کر دیا۔ اس کے بعد وہ اس دریا کے کنارے پہنچے جس سے ابن زبیر اتر رہا تھا۔ حضرت ابراہیم نے اس کی پرواہ نہ کی کہ کوئی مجھے پہچان نہ لے۔ وہ منزل تک پہنچ گئے ابن زبیر کشتی سے اُتر کر ایک زبردست گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہونے لگا تو اس کی نگاہ حضرت ابراہیم پر پڑ گئی۔ اس نے ابن مطیع کو بلا کر اس سے کہا کہ یہ شخص مشکوک معلوم ہوتا ہے۔ ابن مطیع نے حضرت ابراہیم کو بلا کر ان سے کہا، کہ تم کون ہو؟ ابراہیم نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر ابن مطیع نے کہا کہ ابن زبیر کی اور لوگوں کی طرح خدمت کرو۔ اور اس کے قدموں کو بوسہ دو۔ حضرت ابراہیم خاموش رہے۔ جب ابن مطیع کا شبہ بڑھ گیا تو اس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ اس شخص کو میرے پاس حاضر کرو۔ چنانچہ وہ ابن مطیع کے پاس لائے گئے اور اس نے انہیں ابن زبیر کے سامنے پیش کیا۔ حضرت ابراہیم دل میں دعا کر رہے تھے کہ خدایا بحق محمدؐ و آل محمدؑ مجھے ان لوگوں کے شر سے بچانا۔ ابن زبیر نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ تو کوئی جاسوس ہے، یا عرب ہے، آپ نے فرمایا کہ میں عرب ہوں مجھے مدد کے لیے بلایا گیا ہے۔ میں حاضر ہوا ہوں لیکن مجھے آداب شاہی کی اطلاع نہیں ہے اس لیے میں کوئی خدمت نہیں کر سکتا۔

ابن زبیر نے ابن مطیع سے کہا کہ اس شخص کو اپنی نگاہ میں رکھو یہ مشکوک معلوم ہوتا ہے میں اس کی جانچ کروں گا۔ ابن مطیع نے حضرت ابراہیم کو عامر بن مرہ کے سپرد کر دیا۔ ابن مرہ انہیں ایک خیمہ میں لے گیا۔ اور ان سے کہا کہ تم یہیں اس وقت تک رہو۔ جب تک امیر تمہیں طلب نہ کرے حضرت ابراہیم خیمہ میں قرآن پڑھتے اور دعا و مناجات کرتے تھے۔ اور خصوصیت کے ساتھ خدا سے یہ دُعا کر رہے تھے کہ مجھے قتل عامر بن مرہ کی توفیق اور موقع عنایت فرما۔

حضرت ابراہیم خیمہ میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے سنا کہ ابن مرہ در خیمہ پر کھڑا حضرت علی علیہ السلام کو بُرا بھلا کہہ رہا ہے۔ آپ نے وہ تلوار نکالی، جو آپ کے پیراہن میں چھپی ہوئی تھی۔ اور عامر بن مرہ

کو دو نیم کر دیا۔ اس کا غلام جو پاس کھڑا ہوا تھا بھاگا۔ ابراہیم نے ایک تلوار اس کے بھی حوالہ کی اور وہ بھی واصل دوزخ ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم اپنے لشکر کی طرف واپس آ گئے جب ان کے لشکر کے لوگوں نے حضرت ابراہیم کو دیکھا بے حد خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ اے امیر! تم کہاں تھے اور تم پر کیا گزری حضرت ابراہیم نے ان لوگوں سے سارا ماجرا اور واقعہ کہہ سنایا۔ ان لوگوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا دوسرے دن حضرت ابراہیم نے ابن زبیر کو ایک خط لکھا جس میں تحریر کیا کہ عامر بن مرہ کا قاتل میں ہوں اور جسے تو میرا جاسوس سمجھتا تھا وہ میں خود تھا مجھے افسوس ہے کہ میں تیرے اور ابن مطیع کے قتل میں کامیابی نہ حاصل کر سکا۔ خدا سے اُمید ہے کہ وہ تم لوگوں کو میرے ہاتھوں سے جام موت عطا کرے گا۔ اے ابن زبیر میرے ہاتھ میں شیر خدا کی دی ہوئی تلوار ہے۔

یہ خط لکھ کر حضرت ابراہیم نے حارث ابن عبداللہ ربیعہ کو دیا۔ حارث نے جس وقت ابراہیم کا خط ابن زبیر کے ہاتھوں میں دیا۔ اس نے انہیں گرفتار کرا لیا اور اس سے کہا کہ مختار اور ابراہیم پر لعنت کرو۔ ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ حارث نے کہا کہ مجھے اس میں کیا عذر ہے تو لشکر کو جمع کر تاکہ میں مجمع عام میں تیرے حکم کی تعمیل کروں

ابن زبیر نے لشکر کے جمع ہونے کا حکم دیا اور حارث ایک بلندی پر گئے اور وہاں ایک زبردست خطبہ پڑھ کر کہا کہ حضرت مختار اور ابراہیم حق پر ہیں۔ اور ان کا منشا امام حسینؑ کے خون کا بدلا لینا ہے۔ اے مسلمانو! ہوش میں آؤ اور فرعونیوں کی اطاعت سے باز آجاؤ۔ تمہیں ایک دن خدا اور رسولؐ کو منہ دکھانا ہے ؎

بدتر از فرعون آں نمرود بود
کاں رسول پاک دیں راکشت زود

یہ کہنا تھا کہ مصعب ابن زبیر کے لشکر نے پشت کی جانب سے آپ پر حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا۔

حضرت ابراہیم کا ابن زبیر پر شیرانہ حملہ

حارث کی شہادت کی خبر سے حضرت ابراہیم سخت متالم اور رنجیدہ ہوئے۔ اور آپ نے حکم دے دیا کہ طبل جنگ بجایا جائے اور جلد سے جلد تیاری کر کے ابن زبیر پر حملہ کر دیا جائے لشکر تیار ہوا اور حضرت ابراہیم میدان میں نکل آئے۔ اور آپ نے شیرانہ حملہ کر دیا۔ اور اس

کے لشکر کے میمنہ و میسرہ و قلب و جناح کو درہم برہم کر دیا۔ اس دھما چوکڑی میں باون دشمنوں کو تہ تیغ کر ڈالا اس کے بعد آپ نے قلب لشکر پر دوبارہ حملہ کیا آپ کے عظیم الشان حملوں کو دیکھ کر اور اپنے لشکر کی حالت پر نگاہ کر کے مصعب تھر تھرا اٹھا اب اس کو کچھ بن نہ آئی اس نے حکم دیا کہ تمام سوار گھوڑوں سے اتر پڑیں۔ چنانچہ سب پیادہ ہو گئے۔ سات ہزار تیر انداز۔ چار ہزار گوپھنا مار۔ اور دو ہزار قارورہ انداز اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ اور اس طرح حملے کئے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔ مجاہدین اسلام نے جب یہ حالت دیکھی، حضرت ابراہیم سے پوچھا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ حضرت ابراہیم نے تلوار سنبھال لی اور اپنے لشکر والوں سے کہا کہ تم تلوار اور نیزے علم کر کے، دانتوں پر دانت جما کر بے تحاشا حملے کرو چنانچہ بہادران اسلام نے حملے شروع کر دیئے۔ اور ایسی حالت پیدا ہو گئی۔ کہ دشمن کے دل چھوٹ گئے حضرت ابراہیم کی حالت یہ ہوئی کہ وہ اگر سر پر مارتے تھے تو گھوڑے تک دو نیم ہو جاتے تھے اور کمر پر مارتے تھے تو دو ٹکڑے کر ڈالتے تھے۔ اس ہنگامی جنگ میں احمد بن شمیط، یزید ابن انس ورقا ابن عازب اور بنی نخع اور ہمدان نے بھی ساتھ ہی حملے کر دیئے۔ یہ لوگ یالثارات الحسین کے نعرے لگا رہے تھے۔ جنگ اتنی دیر تک جاری رہی کہ رات آگئی۔ اور سلسلہ قتال بند ہو گیا پھر صبح ہوتے ہی حضرت ابراہیم نے میمنہ و میسرہ اور قلب و جناح آراستہ کیا اور خود قلب لشکر میں مقیم ہو گئے۔

حضرت ابراہیم کی تقریر

لشکر آراستہ کرنے کے بعد آپ نے ایک ہمت افزا تقریر فرمائی آپ نے کہا کہ اے بہادرو ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے اور سنو! کہ موت سے کسی کو چارہ نہیں وہ آ کے رہے گی۔ تم میں خوش قسمت وہ ہے جو حمایت آل محمد میں شہید ہو جائے۔

اس کے بعد آپ نے گھوڑے کو ایڑ دی اور میدان میں جا پہنچے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے مبارز طلبی کی۔ لیکن کوئی بھی مقابلہ کے لیے نہ نکلا۔ آپ نے اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ کوئی نکلے یا نہ نکلے اب حملہ کر دو۔ اور دشمنان آل محمد کو چشم زدن میں نیست و نابود کر ڈالو۔ چنانچہ آپ کے لشکر نے حملے شروع کر دیئے اور تیر اندازوں اور گوپھنا ماروں کو بے اندازے قتل کیا۔ اور اس طرح قتل و غارت کیا کہ سب بھاگ نکلے آپ آگے بڑھے اور ابن زبیر پر حملہ کرنا چاہا لیکن دم لینے کے لیے اپنے لشکر سمیت لشکر گاہ کی طرف پلٹ آئے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد آپ میدان میں نکلے اور آپ

نے مبازرطلبی کی۔

ابن مطیع کی برآمدگی

مصعب ابن زبیر نے ابراہیم کی آواز سن کر عبداللہ ابن مطیع سے کہا کہ تو مرد ہے یا عورت آخر مقابلہ کے لئے کیوں نہیں نکلتا۔ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ جلد سے جلد میدان میں جاکر ابراہیم کو قتل کر۔ اور اس کا سر میرے پاس لے آ۔ یہ سن کر ابن مطیع حضرت ابراہیم کے مقابلہ میں آپہنچا۔ اور آکر اس نے آواز دی کہ اے ابراہیم! اب میں میدان میں آگیا ہوں۔ میرے مقابلہ کے لئے آجاؤ تاکہ تمہارا کام تمام کرکے تمام بوترابیوں کو خاک میں ملادوں۔

حضرت ابراہیم نے ایک شیرانہ آواز لگائی اور فرمایا کہ اے ابن مطیع اگر خدا اور حضرات آئمہ ھدیٰ نے چاہا تو میں عنقریب تجھے اور تیرے لشکر کو مٹی میں ملادوں گا۔ یہ کہہ کر آپ نے حضرت مشکل کشا علیہ السلام سے مدد طلب کی۔ ان کی بارگاہ میں عرض کی۔ مولا وقت امداد ہے مدد کو پہنچئے مشکل کشائی آپ کا کام ہے۔ ؎

منہ سے جب نام علی نکلا مدد کو آگئے
خلق کے مشکل کشا حاجت روا ہیں مرتضیٰؑ

اس کے بعد آپ نے ایک زبردست نعرہ لگایا اور تلوار نیام سے نکال شیر ہیجا کی طرح حملہ آور ہوئے۔ ابن مطیع بھی سامنے سے حملہ آور ہوا۔ اور بڑی تیزی کے ساتھ تلوار چلنے لگی۔ بے شمار ضربیں آئیں اور گئیں۔ اور بڑی دیر تک جنگ ہوتی رہی۔ ؎

روبہے آید سوئے شیر دلیر
شیر راننگ آید از روباہ پیر

بالآخر حضرت ابراہیم نے تلوار کا ایک وار کیا کہ سپر اور خود اور زرہ کو کاٹ کر تلوار تابہ زین پہنچ گئی۔ اور وہ ملعون زین سے زمین پر آگرا۔ ابن مطیع کے گرتے ہی سارے لشکر میں ہلچل مچ گئی ؎

حدیث تیغ تو ہر جا کہ درمیان آرند
زشوق تشنہ لباں آب در دہان آرند

مصعب ابن زبیر ابن مطیع کے قتل ہوتے ہی سخت حیران و پریشان ہوا۔ اس کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔ اور سارا عالم اس کی نگاہ میں تیرہ و تار ہوگیا۔ اس نے اپنے لشکر والوں سے کہا کہ ابراہیم کی تلوار اور سان کی ضربت کی پرواہ نہ کرو اور نہایت دلیری سے جنگ کرتے جاؤ۔ دیکھو اگر تم نے ذرا بھی کمزوری دکھائی تو ابراہیم کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔ سنو! جب رات ہو جائے گی ہم چپکے سے

بصرہ کی طرف فرار کر جائیں گے۔ گھبراؤ نہیں اور نہایت دلجمعی سے لڑو۔

حضرت ابراہیم ابن مطیع کو قتل کرنے کے بعد پھر میدان میں آئے اور انہوں نے مبارز طلبی کی، ابن زبیر نے کہا کہ یہ کیسا شخص ہے کہ لوگوں کو قتل کرنے سے تھکتا نہیں ہے۔ غرضیکہ حضرت ابراہیم نے بار بار مبارز طلبی کی۔ مگر کوئی ایک شخص بھی مقابلے کے لیے برآمد نہ ہوا۔ بالآخر حضرت ابراہیم نے حکم دیا کہ کسی کا انتظار کیے بغیر حملہ کر دو۔ چنانچہ سب مل کر جن میں احمد بن شمیط اور ورقا بن عازب بھی شامل تھے، مصعب بن زبیر کے لشکر پر حملہ کر دیا اور قتل و غارت کی دھوم مچا دی یہاں تک کہ علم لشکر کو پارہ پارہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر ابن زبیر اپنے لشکر سمیت بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ اس حملہ میں مقتولین کی کوئی تعداد معلوم نہ ہو سکی۔ اور وہ اتنی زیادہ تھی کہ اس کا شمار دشوار تھا۔ حضرت ابراہیم نے تین ہزار چھ سو دشمنوں کو اسیر کر لیا۔

ابن زبیر حضرت ابراہیم کے خوف سے جو بھاگا تو سیدھا بصرہ پہنچا۔ راستہ میں اس نے کسی مقام پر قیام نہیں کیا۔ بصرہ پہنچ کر اُسے یہ شبہ ہوا کہ ابراہیم عقب میں آ رہے ہیں۔ لہٰذا اس نے مکہ کی راہ لی۔

حضرت ابراہیم کی کوفہ کو واپسی

حضرت ابراہیم کو جب یقین ہو گیا کہ مصعب ابن زبیر فرار کر کے بصرہ سے چلا گیا ہے تو آپ نے اس کے لشکر کے مستقر کو غارت کر دیا اور سارا مال و منال لوٹ لیا، اور اسے لے کر نہایت مظفر و منصور چار یوم کے بعد کوفہ کو واپس آئے۔ یہاں پہنچ کر حضرت مختار کی خدمت میں سارا واقعہ بیان کیا اور سارا مال غنیمت حضرت مختار کے سامنے پیش کر دیا۔

حضرت امام زین العابدین کے حصہ غنیمت کا اخراج

حضرت مختار کی خدمت میں جب مال غنیمت پیش ہوا تو انہوں نے "ازاں اموال حصہ بجہت امام زین العابدین علیہ السلام جدا ساخت و باقی را بیاران قسمت کردند۔" ان اموال میں سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا حصہ نکال دیا اور باقی کو تمام ہمدردان و مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔

اسیران ابن زبیر کے ساتھ حضرت مختار کا سلوک

حضرت مختار کی خدمت میں حضرت ابراہیم نے مال و منال کے ساتھ ساتھ تین ہزار چھ سو اسیر بھی پیش کیے۔ حضرت مختار نے حکم دیا کہ ان کے کان چھید کر ان کی پیشانیوں پر نشان لگا دیا جائے اور انہیں رہا کر دیا جائے تاکہ یہ سب اپنے اپنے مستقر پر واپس چلے جائیں۔ چنانچہ یہی کچھ کر دیا گیا۔

حضرت مختار کا شکرانۂ فتح

حضرت مختار نے اس عظیم الشان فتح کے شکرانہ میں ستر یوم روزہ رکھا اور پانچ ہزار درہم غربا میں تقسیم کرائے۔

روضۃ المجاہدین علامہ عطاء الدین صف۱۱ طبع ایران

ب ۲۰

مصعب ابن زبیر کا خط عبداللہ ابن زبیر اور عبدالملک ابن مروان کے نام

عامر بن ربیعہ کی تاخت، واقعہ ازوی

اور

حضرت ابراہیم کی شاندار کامیابی

مورخین کا بیان ہے کہ جب ابن مطیع قتل ہو چکا اور مصعب ابن زبیر فرار کر کے بصرہ ہوتا ہوا مکہ کے ارادہ بمقام مطارہ پہنچا تو وہاں دیگر ہزیمت خوردہ لوگوں کے انتظار میں تین دن مقیم رہا۔ جب وہ لوگ پہنچ گئے تو یہ مکہ کو روانہ ہوا اور کہیں ٹھہرے بغیر جنگل جنگل مکہ جا رہا تھا۔ اور ابھی بصرہ سے صرف منزل ہی گیا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ ابراہیم ابن مالک اشتر کوفہ کو واپس چلے گئے ہیں یہ معلوم کرتے ہی اس نے بھی عنان فرس بصرہ کو موڑ دی اور واپس بصرہ پہنچ گیا وہاں پہنچ کر اس نے اپنے بھائی عبداللہ ابن زبیر کو ایک خط لکھا جس میں اپنی شکست کی پوری روئداد درج کی۔ اور حضرت مختار کے جرنیل حضرت ابراہیم سے جو گزند پہنچی تھی اور جو نقصان جانی و مالی ہوا تھا سب کچھ لکھ دیا اور اس سے اپیل کی کہ جلد سے جلد ایک لشکر گراں بھیجے تاکہ مختار سے مقابلہ کر کے انہیں تباہ کر سکے۔ مصعب کا یہ خط اس وقت پہنچا جبکہ عبداللہ ابن زبیر اپنی الجھنوں میں مبتلا تھا۔ اور چونکہ طائف اور یمن نے بغاوت کر دی تھی لہٰذا وہ ان لوگوں کی طرف متوجہ تھا۔

مصعب ابن زبیر کا نامہ بر جب مکہ پہنچ کر اس کے سامنے حاضر ہوا اور اس نے اس کا خط عبداللہ بن زبیر کو دیا تو وہ اسے پڑھ کر لوکھلا گیا۔ اور اس کا دماغ دھواں دینے لگا۔ اس نے فوراً اپنے بھائی کو لکھا کہ

میں اس وقت اپنی قریبی الجھن میں مبتلا ہوں۔ طائف اور یمن نے بغاوت کر دی ہے اس وقت کسی طرح مناسب نہیں کہ میں اپنے سے لشکر کو دور کر سکوں۔ اگر تم بصرہ وغیرہ کو سنبھال سکتے ہو تو سنبھالے رہو۔ اور اگر تمہارے بس میں عنانِ حکومت نہ ہو تو میرے پاس چلے آؤ۔ میں اس وقت تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ جب مجھے ان دونوں مقامات کی طرف سے سکون حاصل ہوگا۔ تو میں عراق کی طرف توجہ کر کے مختار کی کایا پلٹ دوں گا۔

نامہ بر عبداللہ ابن زبیر کا خط لیے ہوئے مصعب بن زبیر کے پاس بصرہ پہنچا۔ مصعب نے جونہی اپنے بھائی کا خط پڑھا آتش زیر پا ہوگیا۔ اور سخت غصہ کی حالت میں عبدالملک ابن مروان حاکم شام کو ایک خط تحریر کیا جس میں لکھا کہ

مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی نے کوفہ میں خروج کیا ہے اور اس کے ہمراہ بہت سے شیعیان علی ابن ابی طالب ہو گئے ہیں۔ اس کے قبضہ میں عراق کے بہت سے شہر آ چکے ہیں۔ میں نے اسے تباہ و برباد کرنے کے لئے گروہ عظیم کے ساتھ اس پر حملہ کیا تھا لیکن میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ میرے بیس ہزار سوار و پیادے قتل ہوئے اور مجھے شکست فاش حاصل ہوئی۔ میں تجھ سے امداد کا طالب ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ تو لشکر بھیج دے تو کوفہ پر حملہ کر کے اس کا اقتدار ختم کر دوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ سارے ممالک میں تیرے نام کا خطبہ پڑھا جائے گا۔ اور میں تیرے تابع فرمان ہوں گا

عبدالملک ابن مروان کو جونہی یہ خط ملا۔ وہ نہایت ہی مسرور ہوگیا اور اس کے خط کے جواب میں تحریر کیا کہ:

تیرا خط مجھے ملا۔ میں اس کے مضمون سے آگاہ ہوا۔ میں تیری بات تسلیم کرتا ہوں تیرے زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے تو بصرہ میں جا رہ۔ میں ابو نزا ہوں کے مقابلہ کے لئے ایسا لشکر کوفہ بھیجوں گا۔ کہ ایک سرا کوفہ اور دوسرا سر دمشق میں ہوگا۔ وہ لشکر مختار اور ابراہیم کو میرے پاس لا حاضر کرے گا۔ اور میں کوفہ ہی نہیں بلکہ روئے

زمین سے شیعوں کا نام و نشان تک مٹا دوں گا۔

عبدالملک نے ابن زبیر کو خط لکھنے کے بعد ابن زیاد کی طرف توجہ کی اور اس کو ایک خط تحریر کیا۔ اس خط میں اولاً اس نے قتل ابن مطیع کی تعزیت دی کیونکہ وہ ابن زیاد کا دوست تھا پھر تحریر کیا کہ ابراہیم اشتر نے اسے بہت بُری طرح قتل کیا ہے۔ اور قتل کے بعد اس کا جسم نذرِ آتش کر دیا ہے۔ اس کا سر نیزے پر بلند کر کے کوفہ بھیج دیا ہے۔

عبداللہ ابن زیاد کو جونہی عبدالملک کا خط ملا۔ اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی اس نے اپنا گریبان چاک کر ڈالا اور اپنے سر پر خاک ڈالی اور اس نے سخت گریہ وزاری کی۔ اس نے سات دن تک اس کا شدید غم منایا، آٹھویں دن عبدالملک ابن مروان کو لکھا کہ:

اے امیر شیعیان علی بن ابی طالب نے جو کچھ عبداللہ ابن مطیع کے ساتھ کیا ہے وہ سخت رنج رساں اور تکلیف دہ ہے، افسوس ان لوگوں نے اُس کی حکومت تباہ کی۔ اسے قتل کیا۔ اس کا سر نیزے پر بلند کر کے کوفہ کے گلی کوچوں میں پھرایا اور اسے مختار کے قدموں میں لا ڈالا۔ اے امیر اب ایسا کر کہ ایک لشکر عظیم تیار کر دے اور مجھے حکم دے کہ میں بھی بکر و ربیع و قہستان سے لشکر تیار کر کے کوفہ کو روانہ ہو جاؤں۔ وہاں پہنچ کر مختار و ابراہیم کا سر کاٹ لوں اور ان کے شیعوں کو زمین سے نیست و نابود کر دوں۔ پھر وہاں سے فراغت کے بعد مکہ چلا جاؤں اور محمد بن حنفیہ کو تہ تیغ کر ڈالوں پھر مدینہ جا کر امام زین العابدین کو قتل کروں اور جملہ بنی فاطمہ کو سطح زمین سے حرف غلط کی طرح مٹا دوں اور ان سب کے سروں کو اُسی طرح تیرے پاس بھیج دوں جس طرح حسین اور ان کے اصحاب کا سر یزید کے پاس بھیجا تھا۔

عبیداللہ ابن زیاد کا یہ خط جونہی عبدالملک ابن مروان کو ملا اس نے اسے لکھا کہ تو اپنے مقام پر مقیم رہ کر میں براہ راست اس کا انتظام خود کروں گا۔ اور ایک لشکر عظیم بھیج کر کوفہ میں نہ مختار کو چھوڑوں گا۔ اور نہ ابراہیم کو اور نہ ان کے ہوا خواہوں کو۔

عبدالملک بن مروان کا خطبہ

عبیداللہ ابن زیاد کو خط لکھنے کے بعد عبدالملک ابن مروان نے ایک منادی کے ذریعہ سے اعلان کرا دیا کہ تمام لوگ مسجد جامع میں جمع ہو جائیں چنانچہ جملہ اشخاص وقت مقررہ پر جمع ہو گئے۔ جب تمام لوگ مجتمع

ہو گئے تو عبدالملک نے منبر پر جا کر ایک خطبہ دیا اور کہا کہ :

اے لوگو! آگاہ ہو کہ مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی نے کوفہ میں میرے خلاف خروج کیا ہے اس کے ہمراہ بے شمار شیعیان علی بن ابی طالب ہو گئے ہیں وہ خون حسینؑ کا بدلا چاہتا ہے۔ اور دشمنانِ ابو تراب کو قتل کرتا ہے۔ اے لوگو! تم میں کوئی ایسا ہے۔ جو علی کی دشمنی میں کمال رکھتا ہو۔ اگر ہے تو میرے سامنے آجائے۔ میں اُسے زبردست لشکر دے کر کوفہ روانہ کروں گا۔ اس کا کام یہ ہوگا کہ ابو تراب کے ماننے والوں کو قتل کرے اور مختار و ابراہیم کا سر میرے پاس لے آئے۔ میں ایسے شخص کو عظیم حکومت دوں گا اور اسے آخرت میں معاویہ و یزید و مروان کی شفاعت نصیب ہوگی"

یہ سن کر مجمع سے ایک شخص عامر بن ربیعہ کھڑا ہو گیا جو کہ عبدالملک ابن مروان کا چچا تھا۔ اور کہنے لگا کہ اے میرے برادر زادے تجھے معلوم ہے کہ مجھے علی اور اولاد علی سے کس درجہ دشمنی ہے اس کام کو میں کروں گا۔ اور تجھے یقین دلاتا ہوں کہ جن منابر پر علی اور اولاد علی کا خطبہ پڑھا جا رہا ہے ان کو نذر آتش کروں گا۔ عبدالملک نے کہا کہ اے چچا میرے باپ کے بجائے تو ہے ہمارا اور تیرا گوشت و خون ایک ہے، مجھے تیری ہمت اور تیرے ارادے سے بڑی خوشی ہوئی ہے میں تجھ سے بہت زیادہ پُر اُمید ہوں۔

اس کے بعد عبدالملک نے نواحی شام کی تمام سپاہ کو جمع کرنے کا حکم دیا اور اس کے لیے خزانہ کا منہ کھول دیا اور سپاہ کے لیے گھوڑے، سلاح جنگ اور درہم دینار کے عطا کرنے کا حکم دے دیا۔ اور ایک منشور لکھ کر عامر بن ربیعہ کے حوالہ کر دیا جس میں مرقوم تھا کہ کامیابی کے بعد عراق کی حکومت اس کے حوالہ کی جائے گی۔

اس کے بعد ستر ہزار فوج دے کر اُسے کوفہ کے لیے روانہ کر دیا۔ عامر بن ربیعہ شیبانی فوج لئے ہوئے حضرت مختار پر حملہ کرنے کے لئے نہایت تیزی سے شب و روز چل کر کوفہ کے قریب پہنچا۔ جب کوفہ چار فرسخ رہ گیا۔ تو اس نے قیام کرنے کا حکم دیا۔ فوج اتر کر ٹھہر گئی۔ اس نے یہ بندوبست کیا کہ اپنے مستقر کے تمام راستے بند و محفوظ کر دیئے۔ اور راستوں کے سروں کو معتمد اشخاص کے حوالے کر دیا۔ تاکہ مختار کو کسی قسم کی اطلاع نہ مل سکے۔

علامہ محمد ابراہیم تحریر فرماتے ہیں۔ کہ عامر بن ربیعہ کو چار لاکھ پر مشتمل فوج دی گئی اور یہ لشکر

کوفہ سے ۸ فرسنخ پر قیام پذیر ہوا۔

عامر بن ربیعہ کا جاسوس اور حضرت مختار

عامر بن ربیعہ نے کوفہ سے چار یا آٹھ فرسنخ دور قیام کر کے حضرت مختار کے حالات کے تفحص کے لئے بہت سے جاسوس کوفہ کی طرف جا کر حالات معلوم کرنے کی سعی میں لگے رہے حضرت مختار جن کی عادت یہ تھی۔ کہ روزانہ صبح سویرے فرائض و مستحبات سے فراغت حاصل کرنے کے بعد کوفہ کے بیرونی رقبے کا دورہ کیا کرتے تھے ایک دن جب وہ حسب معمول گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے خواص کے ہمراہ کوفہ کے بیرونی حلقہ کا دورہ کر رہے تھے ، ناگاہ دیکھا کہ ایک شتر سوار جنگل کے راستے سے کوفہ کی طرف آرہا ہے ۔ حضرت مختار نے حکم دیا کہ اس شتر سوار کو میرے پاس لے آؤ ۔ چند سپاہی دوڑ کر گئے اور اس کو حضرت مختار کی خدمت میں لا حاضر کیا ۔ حضرت مختار نے پوچھا تو کون ہے ۔ کہاں سے آتا ہے اور کہاں جائے گا۔ اس نے جواب دیا کہ میں قبیلہ ازد کا ایک شخص ہوں ۔ اور اسی قبیلہ سے آیا ہوں ۔ کوفہ میں میرا کام ہے وہیں جا رہا ہوں حضرت مختار نے فرمایا مجھے چکمے نہ دے۔ اور صحیح صحیح بتا دے ۔ ورنہ تیرا سر تیرے قدموں میں ہوگا ۔ اور چشم زدن میں روح پرواز کرے گی۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ اے امیر میں عامر بن ربیعہ شیبانی کا جاسوس ہوں اور قبیلہ ازد سے تعلق رکھتا ہوں ، عامر کوفہ سے چار فرسنخ کے فاصلہ پر مقیم ہے اور اس کے پاس بے شمار افراد پر مشتمل لشکر ہے اس نے مجھے جاسوسی کے لیے کوفہ روانہ کیا ہے ۔ میں یہ دریافت کرنے اور اس کا پتہ لگانے کے لئے آیا ہوں ۔ کہ آپ لوگ کس مقام پر مقیم ہیں ۔ آپ کا لشکر کتنا ہے اور آپ کے دیگر حالات کیا ہیں ۔ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے ، کہ تمام حالات معلوم کر کے عامر کو باخبر کر دوں اور اے امیر یہ صحیح صحیح اس لئے بتا رہا ہوں کہ صدق مقال شیوہ اہل صفا ہے ۔ حضرت مختار کو جب اس کی باتوں پر یقین ہو گیا ۔ تو انہوں نے حکم دیا کہ اسے گرانقدر خلعت دی جائے ، اور اسے ایک ہزار دینار سے نوازا جائے چنانچہ وہ چیزیں اس کے حوالے کر دی گئیں ۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تیرا جی چاہے میرے پاس رہ جا جی چاہے واپس چلا جا اگر تو واپس جانا چاہتا ہے ، تو مجھے کوئی عذر نہیں ہے لیکن یہ بتا کہ تو عامر سے جا کر کیا کہے گا ۔ اور میرے لشکر کی کتنی تعداد بتائے گا ، جاسوس ازدی نے کہا کہ میں اس سے آپ کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ بتاؤں گا ، تاکہ آپ کی ہیبت اس کے دل پر قائم ہو جائے ۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ اے ازدی ہم مسلمان ہیں اسلام میں جھوٹ بولنا فسق ہے ، اور میں اسے پسند نہیں کرتا ۔ تو اس سے صاف صاف بتا دے کہ میرا لشکر تیس ہزار پر مشتمل ہے ۔ ۲۶ ہزار مختار کے ساتھ اور چار ہزار ابراہیم کے ہمراہ ہے اس نے کہا کہ جیسا حضور کا حکم ہو ویسا کروں گا ۔ حضرت مختار نے یہ سن کر اسے مزید انعام عنایت فرمایا۔

اس کے بعد وہ روانہ ہوگیا اور حضرت مختار کوفہ واپس آگئے۔ ازدی جب عامر تک پہنچا، تو اس نے اس سے حالات دریافت کئے۔ اس نے تمام واقعات بیان کئے اور کہا کہ تیرے لشکر کی کثرت سے مختار پر ہیبت طاری ہے۔

عامر بن ربیعہ شیبانی چونکہ ازدی سے بہت زیادہ خوش تھا لہٰذا اس سے کہنے لگا کہ تو نے تو بڑی اچھی تحقیقات کر لی ہے۔ اب ایک اور نہایت ضروری کام تیرے سپرد کرتا ہوں۔ اب کیا تو اسے بھی سرانجام دے گا؟

جاسوس ازدی نے مختار کے چودہ منافقوں کا پردہ چاک کر دیا

ازدی نے پوچھا کہ وہ کیا کام ہے۔ اور مجھے اس کے عوض میں کیا صلہ ملے گا۔ عامر نے کہا کہ مختار کے لشکر میں میرے چودہ خصوصی اصحاب ہیں جنہیں میں نے قسم دے دی ہے کہ وہ موقع پاکر مختار کو قتل کر دیں وہ ایسے لوگ ہیں کہ انہوں نے مختار کی فوج میں اپنی سیاست سے بڑا مقام حاصل کر لیا ہے ان کے خطوط برابر میرے پاس آتے جاتے ہیں۔ انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ جس دن لڑائی ہوگی وہ مختار کو گرفتار کر کے میرے سپرد کر دیں گے یا انہیں قتل کر کے ان کا سر میرے پاس بھیجیں گے۔ میں تجھے نام بنام خط لکھے دیتا ہوں ان خطوط کو ان تک پہنچا دے" تاکہ وہ اپنے کام میں ہوشیاری سے لگے رہیں۔ وہ میری طرف سے امان یافتہ ہیں۔ انہیں قتل مختار کے بعد عبدالملک کی طرف سے قیمتی خلعت ملے گا۔ اور جس شہر کی حکومت چاہیں گے۔ انہیں دی جائے گی۔ بہرصورت جس قدر ممکن ہو سکے گا میں ان کی خدمت کروں گا۔ ازدی نے کہا کہ بہتر ہے میں یہ خدمت بھی کروں گا اور ان لوگوں تک خطوط پہنچا کر ان سے جواب بھی لاؤں گا۔ مگر مجھے ایک امر سے بڑا خوف ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب سے مختار نے سنا ہے۔ کہ تو یہاں آیا ہے۔ وہ لڑائی کی تیاری میں ہیں۔ اور انہوں نے بے شمار جاسوس چھوڑ رکھے ہیں۔ شب و روز کوفہ کے چکر لگائے جاتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو؟ کہ لوگ مجھے گرفتار کر کے مختار کے پاس پہنچا دیں۔ اور وہ مجھے قتل کر ڈالیں۔ عامر بن ربیعہ نے کہا کہ میں تجھے زندہ و سلامت اپنے کام میں کامیابی کی ایک ترکیب بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تو پرانے کپڑے پہن لے۔ اور شکل و شباہت تبدیل کر لے۔ اس نے کہا کہ اگر کوفہ کے طلایہ پھرنے والوں نے مجھے گرفتار کر کے قتل کر دیا تو کیا بنے گا۔ عامر نے کہا کہ اگر تجھے گرفتار کر کے مختار کے پاس لے جائیں تو ان سے کہہ دے کہ جب عامر بن ربیعہ کو یہ معلوم ہوا کہ آپ نے مجھے خلعت دی ہے تو وہ سخت ناراض ہوا اور مجھے کہنے لگا کہ تو یقیناً رافضی ہے۔ اگر تو مختار کے مذہب پر نہ ہوتا تو وہ ہرگز تجھے خلعت نہ

دیتے اس کے بعد اس نے حکم دے دیا کہ میں قتل کر دیا جاؤں چنانچہ میرے قتل کے انتظامات مکمل ہو گئے۔ جب وہ مجھے قتل کرنے کے لئے گھسیٹ رہے تھے۔ میرے قبیلہ والوں کو خبر ہو گئی۔ اور انہوں نے مجھے چھڑا کر میری جان بچالی۔ اب میں اس کے پنجے سے چھوٹ کر آپ کے پاس آگیا ہوں۔ اُن سے یہ بھی کہہ دینا کہ جس قدر رقم اور خلعت آپ نے دی تھی۔ وہ سب عامر نے مجھ سے چھین لی ہے۔ جب مختار ان باتوں کو سنیں گے تو تجھے از سر نو خلعت وغیرہ بھی دیں گے۔ اور تجھ کو اپنے پاس رکھ لیں گے۔ پھر تو یہ کرنا کہ موقع سے ان ناموں کو ان لوگوں تک پہنچا دینا جن کے نام یہ لکھے گئے ہیں۔ پھر جب مختار قتل ہو جائیں گے۔ اور عراق پر ہمارا قبضہ ہو جائے گا ہم تجھے عہدہ گورنری پر فائز کر دیں گے۔ یہ ایک ہزار دینار لے اور اپنے کام کے لیے روانہ ہو جا۔ ازدی نے کہا بہت بہتر ہے۔

مرد ازدی عامر بن ربیعہ سے دینار اور خطوط لے کر روانہ ہوا اور اس کے پاس جو کچھ بھی تھا وہ اپنے ایک چچازاد بھائی کے حوالہ کر دیا۔ ازدی نے جامہ کہنہ پہنا اور اپنی سواری کا ناقہ طلب کر کے اس پر سواری کی اس کے بعد کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ چلتے چلتے جب کوفہ کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ مختار حسب معمول رقبہ کوفہ کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔ اور ان کے ہمراہ ایک سپاہ بھی ہے۔ ازدی کی مختار پر نگاہ پڑتے ہی مختار کی نگاہ بھی ازدی پر پڑ گئی۔ حضرت مختار نے اپنے لشکریوں سے کہا کہ جنگل کی طرف جو یہ شخص آرہا ہے اسے میرے سامنے حاضر کرو۔ یہ سن کر لشکر اس کی گرفتاری کے لئے روانہ ہو گیا اور چشم زدن میں اُسے پکڑ کر حضرت مختار کی خدمت میں حاضر کیا۔ حضرت مختار نے جب اسے قریب سے دیکھا تو پہچان لیا اور اس سے فرمایا کہ اے اعرابی، تجھے کیا ہو گیا ہے اور تیرا کیا حال بنا ہے۔ ازدی نے وہ تمام باتیں جو عامر نے تلقین کی تھیں۔ مختار سے کہہ سنائیں اور حضرت مختار پر اپنی بے چارگی اور لاوارثی ظاہر کی اور یہ واضح کیا کہ عامر نے اسے تباہ کر ڈالا ہے حضرت مختار نے جب یہ حالت دیکھی تو اس سے کہا کہ اے اعرابی تو رنجیدہ اور غمگین نہ ہو۔ تجھے جس قدر نقصان پہنچایا گیا ہے میں اس کی تلافی کر دوں گا۔ ہم لوگ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں۔ جو اپنے امیدوار کو محروم کریں۔ اس کے بعد حضرت مختار نے حکم دیا کہ اسے پانچ سو دینار، پانچ ہزار درہم اور بیس عدد خلعت عطا کی جائے چنانچہ اسے یہ چیزیں دے دی گئیں۔ پھر حضرت مختار نے اس سے فرمایا کہ تجھے اس بات کا اختیار ہے کہ تو میرے پاس رہے یا واپس چلا جائے۔

جاسوس ازدی نے جب حضرت مختار کا یہ کرم دیکھا تو دل میں سوچنے لگا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔

وہ اپنے ضمیر سے کہتا تھا کہ یہ دنیا تو فانی ہے اور چند دنوں میں مجھے بھی دنیا سے رخصت ہونا ہے اور وہ دنیا جو اس دنیا کے بعد آئے گی اس کے لیے بقا اور دوام ہے یہ تو بڑا کمینہ پن ہے کہ یہ جانتے ہوئے کہ مختار و ابراہیم اور ان کا سارا لشکر ایماندار ہے۔ نہ یہ شراب پیتے ہیں نہ زنا کرتے ہیں نہ کوئی اور برائی کرتے ہیں۔ ان کا کام بس نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، خدا پرستی کرنا، پیغمبر اور امام کو ماننا غریبوں کی دستگیری کرنا، مظلوموں کی مدد کرنا، قاتلان امام حسین پر لعنت کرنا ہے بخلاف اس کے اہل شام کا حال یہ ہے کہ شب و روز شراب پیتے ہیں زنا کرتے ہیں۔ ظالموں کی طرف داری کرتے ہیں۔ نماز و روزہ سے بے نیاز ہیں۔ پیغمبر اور ان کے اوصیا کو برا بھلا کہتے ہیں اور دیگر قسم کی برائیوں میں لپٹے ہوئے ہیں میں کیونکر چشم عقل و ہوش میں دھول جھونک دوں اور ان پرہیزگاروں کے مقابلہ میں گناہگاروں کی اعانت و ہمنوائی کروں۔ یہی کچھ سوچ کر ازدی اپنے مقام سے اٹھا اور حضرت مختار کے پاس جاکر ان کے پاؤں اور ہاتھوں کو بوسہ دیا اور ان سے کہنے لگا۔ کہ میں تنہائی میں کچھ آپ سے کہنا چاہتا ہوں، بروایت نورالابصار حضرت مختار اس مقام سے اُٹھ کر باہر کی طرف تشریف لے گئے۔ ازدی نے تنہائی میں پہلے تو گریہ کیا۔ پھر وہ تمام داستان جو عامر ن ربیعہ اور ازدی کے درمیان تذکرہ میں آئی تھی بیان کی اور سارے خطوط جو جاسوسوں کے نام لکھے گئے تھے، حضرت مختار کے ہاتھوں میں دے دیئے حضرت مختار نے جب ان خطوط کو دیکھا، ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ حضرت مختار نے ان خطوط کو حضرت ابراہیم کے حوالہ کیا جب انہوں نے ان پر نگاہ ڈالی ان کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے اور یہ لوگ حیران رہ گئے۔ ازدی نے کہا کہ اے امیر، میں آیا تو تھا جاسوسی کے لیے لیکن یہاں کے حالات دیکھ کر میں دین اور دنیا بقا اور فنا کی کشمکش میں مبتلا ہو کر سوچ بچار میں پڑ گیا خدا کا شکر ہے کہ توفیق شامل حال ہوئی اور میں توبہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ حضرت مختار اس ازدی کے کارنامہ اخلاص سے بے انتہا خوش ہوئے۔ اس کے بعد حضرت مختار واپس ہوئے اور انہوں نے حکم دیا کہ وہ چودہ یا بروایتے پندرہ اشخاص حاضر کئے جائیں جن کے نام عامر ن ربیعہ نے خطوط ارسال کئے تھے۔ اور جنہوں نے حضرت مختار کے قتل کا بیڑا اُٹھایا تھا۔ جب سب جمع ہو گئے تو حضرت مختار نے ازدی کو سامنے بلا کر اس کے سر پر ۱۲ رطل عراقی کا وزنی گرز بلند کر کے کہا کہ تو قسم کھا کر بیان کر کہ تو نے جو کچھ مجھ سے کہا ہے درست ہے اور یہ جو خطوط تم نے مجھے دئیے ہیں وہ عامر ہی کے ہیں اور اس میں جعل اور مکر و فریب نہیں ہے۔ اُس نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے بالکل صحیح مخبری کی ہے اور جو کچھ کہا اور بتایا ہے اس میں ایک شمہ بھی دروغ نہیں ہے۔

حضرت مختار کے غداروں کا قتل

حضرت مختار کو جب یقین کامل ہو گیا اور انہوں نے اپنے یقین کے لیے اتمام حجت کر لیا تو ایک کے سوا سب غداروں کو قتل کر ڈالا۔ نور الابصار میں ہے کہ جو ایک باقی رہ گیا تھا اس کو حضرت ابراہیم تنہائی میں لے گئے اور اس سے بولے کہ سُن! امیر نے سب کو قتل کر ڈالا اور اب وہ ان کے قتل پر پشیمان ہیں اب تو صحیح صحیح واقعہ بیان کر دے تاکہ کم از کم تیری جان بچ جائے اس نے کہا کہ اے امیر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم لوگ تمہارے اور مختار کے قتل کا فیصلہ کر چکے تھے اور اب اس وقت قریب تھا کہ ہم تم دونوں کو قتل کر دیں لیکن تم سبقت کر گئے۔ اور قاتل مقتول ہو گئے۔ حضرت ابراہیم نے پوچھا کہ آخر ہم لوگوں کے قتل کا کیوں ارادہ کیا تھا۔ تو اس نے جواب دیا کہ خوشنودی معاویہ و یزید اور مروان کے لیے۔ حضرت ابراہیم نے جونہی یہ بات سُنی تلوار اٹھائی اور اسے قتل کر دیا۔ اور بروایتے تین رطل عراقی کا ایک ایسا حربہ اس کے سینے پر مارا۔ کہ وہ پُست کے پار ہو گیا۔

ازدی کے لئے انعام بے نہایت

اس کے بعد حضرت مختار شکر خدا بجا لائے اور انہوں نے ازدی کو اپنے قریب بلا کر زر و جواہر عطا فرمایا اور اپنے لشکر والوں سے کہا کہ جو مجھے دوست رکھتا ہے اُسے چاہیئے کہ اپنی حسب استطاعت اس کو درہم و دینار اور عطایا سے نوازے۔ کیونکہ اس نے صحیح مخبری کی وجہ سے میری اور ابراہیم کی جان بچائی ہے۔ یہ سننا تھا کہ اہل لشکر نے زر و جواہر اور دیگر عطایا کا انبار لگا دیا۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم نے ایک ہزار دینار۔ ایک ہزار درہم۔ ایک اونٹ اور ایک خلعت عطا فرمایا، پھر اس کثرت سے مال جمع ہو گیا۔ کہ جس کا کوئی حساب نہ تھا۔ پھر حضرت مختار نے فرمایا کہ اے ازدی ان زر و جواہر اور خلعتوں کو اٹھالے اور جہاں چاہے چلا جا۔ ازدی نے کہا کہ حرمت امام حسین کی قسم کہ میں یہ مال و دولت ہرگز نہ لوں گا۔ کیونکہ میں نے جو کچھ کیا ہے فی سبیل اللہ کیا ہے۔ میرے لئے بس وہ عطیہ کافی ہے جو آپ نے پہلے عنایت فرمایا تھا۔ اے امیر اب میری استدعا یہ ہے کہ این اموال رابخدمت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرستی ان اموال کو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دیں۔

حضرت ابراہیم اور مرد ازدی کی قتل عامر بن ربیعہ کے لئے روانگی

حضرت مختار کے کرم بے نہایت کو دیکھ کر خدا کی بارگاہ میں توبہ کرنے کے بعد ازدی نے کہا کہ اب میرا دل چاہتا ہے۔ کہ میں عامر بن ربیعہ شیبانی کو تمہارے حوالہ کر دوں اور

تم اُسے قتل کر ڈالو۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ اس کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ اس نے کہا کہ میرے ہمراہ آپ چلئے میں ایک مقام پر آپ کو کھڑا کر دوں گا۔ اور جا کر عامر سے کہوں گا کہ ایک شخص میرے ہمراہ آیا ہوا ہے اور وہ آپ کو دیکھنا چاہتا ہے اور آپ سے اس امر کا معاہدۂ مستحکم کی خواہش رکھتا ہے اگر وہ مختار کو قتل کر دے تو تو اس کے ساتھ غداری نہ کرے گا۔ جب میں اس سے یہ کہوں گا تو وہ میرے ہمراہ چل پڑے گا۔ میں اُسے لے کر آپ کے پاس آجاؤں گا اور آپ اُسے قتل کر ڈالیے گا۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ یہ رائے درست نہیں ہے۔ کیونکہ تقریباً سب ہی تو مجھے پہچانتے ہیں۔ اگر میرا سامنا ہو گا تو میں پہچان لیا جاؤں گا۔ لوگ طلایہ پھر رہے ہیں وہ مجھے گرفتار کر لیں گے اور کام بننے کے بجائے بگڑ جائے گا۔ ازدی نے کہا کہ جو آپ درست سمجھیں ٹھیک ہے۔ اس کے بعد حضرت مختار شہر کوفہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

حضرت ابراہیم کو چونکہ ازدی کی رائے پسند تھی لہذا وہ مختار کے جانے کے بعد خفیہ طور پر کہنے لگے کہ اے ازدی میں تیرے ہمراہ چلوں گا۔ اس نے کہا کہ اگر آپ چلنا چاہتے ہیں تو چلئے اور اس کی صورت یہ ہے کہ آپ ہمارے قبیلہ ازد کا لباس پہن لیجئے اور یہ لباس اتار دیجئے اور میرے ہمراہ ہو جایئے۔ پھر دیکھئے خدا کیا کرتا ہے۔ غرضیکہ دونوں میں باہمی معاملہ طے ہو گیا اور یہ دونوں ایک ایک ناقہ پر سوار ہو کر اس مقام سے روانہ ہو گئے اور تھوڑی دیر میں لشکر گاہ عامر کے قریب جا پہنچے ازدی نے ایک مقام پر ابراہیم کو ٹھہرا دیا اور وہ اس ارادے سے چلا کہ عامر کو بلا کر یہاں پہنچا دے ابھی یہ روانہ ہی ہوا تھا کہ طلایہ پھرنے والوں نے ان دونوں کو دیکھ لیا اور تقریباً ایک ہزار آدمی دوڑے ہوئے آئے اور ان لوگوں سے کہنے لگے کہ تم کون ہو، کہاں سے آتے ہو کیوں آتے ہو اور کہاں جا رہے ہو؟ ازدی نے آگے بڑھ کر کہا کہ میں قوم ازد سے ہوں مجھے عامر بن ربیعہ نے جاسوسی کے لئے بھیجا تھا اب میں واپس آگیا ہوں ان لوگوں نے اسے پہچان کر اس کا خیر مقدم کیا اور اس سے پوچھا کہ یہ دوسرا شخص کون ہے اس نے کہا کہ یہ میرا چچازاد بھائی ہے اپنے بھائی سے ملنے کے لئے آیا ہے ان لوگوں نے کہا کہ اگر تو تنہا ہوتا تو ہمیں کوئی تعرض نہ ہوتا لیکن اب جبکہ تیرے ہمراہ دوسرا شخص ہے تو اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم تم دونوں کو گرفتار کر کے امیر کے سامنے پیش کریں کیونکہ اس نے حکم دیا ہے کہ جو شخص اجنبی نظر آئے اسے گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کرو۔ چنانچہ لوگوں نے عامر کو آگاہ کیا کہ وہ ازدی جس کو تو نے جاسوسی کے لیے بھیجا تھا، وہ آیا ہے۔ اور اس کے ہمراہ ایک اور شخص ہے عامر نے حکم دیا کہ دونوں کو میرے پاس حاضر کرو۔ جب یہ دونوں عامر کے سامنے پہنچے تو

عامر نے ازدی کو پہچان لیا اور ابراہیم کے چہرے پر چونکہ عمامہ کا کپڑا تھا اس لئے اسے پہچان نہ سکا۔ پھر اس نے اپنے ہاتھ سے ابراہیم کے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور غور سے دیکھا تو ابراہیم تھے۔ عامر نے حضرت ابراہیم کو پہچاننے کے بعد اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور ابراہیم کو مخاطب کر کے کہا کہ اے ابراہیم! تم ازدی کے ساتھ میرے قتل کے ارادے سے آئے ہو۔ کیا تم اس میں کامیاب ہونے کا گمان رکھتے تھے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اے عامر میں اسی ارادے سے آیا تھا۔ اور انشاءاللہ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گا۔ عامر نے کہا کہ یہ تمہارا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو گا۔ اور سنو! اب میں تمہیں عبرتناک طریقے سے قتل کروں گا۔ اور تمہارے قتل کا ایسا انداز اختیار کروں گا۔ کہ اہل مشرق و مغرب حیران رہ جائیں گے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اے عامر یہ ناممکن ہے خداوند عالم نے مجھے اس لیے پیدا کیا ہے کہ میں تجھے قتل کروں، میں اپنے پروردگار سے امید کرتا ہوں کہ وہ مجھے تجھ پر مسلط کرے گا۔ اور میں تجھے قتل کر کے حضرت رسول کریم کی بارگاہ میں سرخرو ہوں گا۔ عامر نے اپنے لشکریوں سے کہا کہ ان دونوں کو سخت ترین گرفت میں لے لو۔ اور ان کے دونوں ہاتھ پاؤں ان کے کندھے سے باندھ دو اور نطع (فرش چرمی) بچھا کر اسے اس پر ڈال دو۔ میں اسی وقت ان کو قتل کروں گا۔ چنانچہ ایسا ہی کر دیا گیا۔ اور "سیاف" نامی جلاد کو بلا کر حکم دیا کہ انہیں قتل کر ڈالو۔ وہ جونہی قتل کے لئے آگے بڑھا۔ حاضرین میں سے ایک شخص جو عامر کا دوست تھا۔ بولا کہ اے امیر! یہ ابراہیم مختار کے جرنیل ہیں۔ اب رات ہو رہی ہے اگر تو نے انہیں رات کے وقت قتل کر دیا تو لوگ عبرت حاصل نہ کر سکیں گے۔ اور لوگوں کو یہ یقین بھی نہ آئے گا کہ تو نے ابراہیم کو قتل کیا ہے۔ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ انہیں اس وقت محفوظ رکھ اور کل دن میں تمام لشکر کو جمع کر کے سب کے سامنے انہیں قتل کر اور ان کا سر نیزے پر بلند کرا دے۔ اور جسم کو سولی دے کر آگ میں جلوا دے۔

عامر کو اپنے دوست کی بات پسند آئی اور اس نے سرداران لشکر کے حوالہ ان دونوں کو کر دیا۔ اور چار سو بہادروں کو ان دونوں کی حفاظت کے لیے حکم دیا اور پوری تاکید کر دی کہ ان کی حفاظت و حراست میں کوئی کمی نہ کی جائے۔ چنانچہ ان لوگوں نے حضرت ابراہیم کو ایک خیمہ میں لے جا کر چار آہنی میخ زمین میں گاڑ کر ان کے دونوں ہاتھوں اور پیروں کو اس طرح باندھ دیا کہ وہ حرکت کرنے سے بھی محروم ہو گئے اسی طرح ازدی کو بھی باندھ دیا۔

مرد ازدی کا گریہ

راوی کا بیان ہے کہ جب رات ہو گئی اور سب سو گئے تو ازدی نے رونا شروع کیا۔ حضرت ابراہیم نے کہا کہ برادر رو کیوں رہے ہو۔ ازدی نے کہا کہ

ہم اس لیے رو رہے ہیں کہ آج صبح ہم دونوں قتل کر دیئے جائیں گے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ رونے کی کونسی بات ہے، کیا تم اسے پسند نہیں کرتے، کہ جوارِ رحمت پروردگار عالم اور رسول اکرم اور علی ابن طالب اور امام حسن وحسین اور فاطمہ زہرا میں پہنچ جاؤ۔ دیکھو اگر ہم ہی قتل کر دیئے گئے تو ایک وہ دن بھی آئے گا جس میں ہم سب ایک جگہ جمع کیے جائیں گے۔ اور خدائے عادل باز پرس کرے گا ازدی نے کہا کہ ہمیں اس کا زیادہ افسوس ہے کہ ہم نے اپنے ہاتھوں سے موت بلائی ہے۔ اگر ہم نہ آتے تو منزل قتل پر نہ پہنچتے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اگر خدائے تعالیٰ کی مرضی ہے کہ ہم خونِ حسین کا بدلا لیں، اور ان کے دشمنوں کو قتل کریں تو ہمیں کوئی قتل نہیں کر سکتا، اور اگر ہماری اجل آگئی ہے تو کوئی ہمیں بچا نہیں سکتا۔ مرد ازدی نے یہ سن کر رونا شروع کر دیا۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اے بھائی مایوس نہ ہو نجات دہندہ خداوند عالم ہے۔ اس کی بارگاہ میں دعا کر، یہ کہہ کر حضرت ابراہیم نے سورہ ھل اتی علی الانسان کی تلاوت شروع کر دی۔ مرد ازدی حضرت ابراہیم کی خوش الحانی سے متاثر ہو کر نیند کی آغوش میں چلا گیا تھوڑی دیر کے بعد نیند سے چونکا اور کہنے لگا۔ کہ ابھی حضرت امام حسین علیہ السلام خواب میں تشریف لائے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ اے جوان غمگین نہ ہو اور رنج وغم کو اپنے قریب نہ آنے دے۔ اور ابراہیم کو میری طرف سے سلام کہہ دے، اور ان سے یہ بھی کہہ دے کہ وہ کوئی غم اور اندیشہ نہ کریں۔ میں اسی وقت تمہیں قید دشمن سے رہا کراؤں گا۔ اور جو شخص تمہیں قتل کرنا چاہتا ہے۔ انشاءاللہ وہ تمہارے ہاتھوں سے قتل ہو گا۔ میں جانتا ہوں کہ مصائب میں تم لوگ میری وجہ سے مبتلا ہو اور تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ میں اور میرے جد نامدار حضرت محمد مصطفےٰ اور والد بزرگوار حضرت علی بن ابی طالب اور برادر معظم امام حسن تمہاری مدد کے لئے تیار ہیں اور ہم سب تم کو دشمنوں کے شر سے بچائیں گے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم خوش ومسرور ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ یہ رحمانی خواب ہے اور قول امام حق ہے ؎

خواب خوش بادت حلال اے دیدہ چوں رفتی بہ خواب
دیدہ امشب آنچہ عمرم بہر او بودی بہ خواب

یہ باتیں دونوں میں باہم ہو ہی رہی تھیں کہ دربان بیدار ہو گیا اور اس نے ان لوگوں کی ساری گفتگو سن لی اور ان باتوں کو سننے کے بعد وہ اپنے دل میں سوچنے لگا کہ میں کیا کر رہا ہوں اور جب قیامت قائم ہو گی اور میری حاضری رسول کریم کی بارگاہ میں ہو گی میں اس وقت کیا جواب دوں گا، اور کن لفظوں میں معذرت کروں گا اور کس طرح ان کے سامنے شرمندگی سے بچوں گا اور اگر وہ اس جرم میں کہ میں نے ان کے ہمدردوں کی حمایت نہیں کی سزا دیں گے تو ہم اس وقت کیا کریں گے یہی کچھ سوچ کر وہ رونے لگا اور

روتے روتے اپنے مقام سے اٹھا۔ اور حضرت ابراہیم کے قریب آکر کہنے لگا۔ کہ اے امیر میں ان ہزار پانچ سو لوگوں میں سب سے زیادہ حضرت شاہ ولایت کا دشمن تھا۔ لیکن اس وقت تم لوگوں کی گفتگو سے متاثر ہو کر میں ان کی دشمنی سے باز آیا ہوں۔ اور ان کی محبت میرے دل میں پیدا ہو گئی ہے اب میں ان کے دشمنوں سے سخت بیزار ہوں۔ اب تو میرا یہی دل چاہتا ہے کہ میں تم لوگوں کو رہا کر دوں لیکن یہ سوچتا ہوں کہ اگر میں رہا بھی کر دوں تو تم کس طرح ان ہزاروں دشمنوں سے اپنی جان بچا سکو گے حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اے بھائی جس ذات نے تجھے راہ ہدایت عطا فرما دی وہ اس بات پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ کہ ہم لوگوں کو راہ نجات عنایت فرما دے۔ یہ سن کر اس حاجب نے چپکے چپکے زمین سے میخوں کو اکھاڑنا شروع کیا اور جب انہیں اکھاڑ چکا تو ان کے بند کو کاٹ دیا اور ان سے کہا کہ اب تم خاموشی سے نکل جاؤ۔

حضرت ابراہیم اور ازدی کی رہائی

لیکن یہ خیال رہے کہ مجھے بھولنا نہیں اور مختار سے میرا سلام کہہ کر یہ بھی کہہ دینا کہ موقع جنگ میں میں آپ کے ساتھ ہوں گا۔ اس کے بعد اس نے مختصر سا آلہ حرب دیا اور ان سے کہا کہ اب جانے کی فکر کرو اور جس قدر جلد ممکن ہو سکے زیادہ سے زیادہ دور نکل جاؤ۔ خدا تمہاری حفاظت کرے۔ حضرت ابراہیم نے اسے دعا دی اور وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔

ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد حاجب سونے کی شکل میں لیٹ گیا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ یہ لوگ کافی دور نکل گئے ہوں گے تو اٹھ بیٹھا اور اپنے ہاتھوں سے منہ پر طمانچے مارنے لگا اور اس نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور وہ شور مچانے لگا اس نے آواز دی کہ اے شامیو! دوڑو ابراہیم اور اس کا ساتھی قید سے نکل بھاگا ہے یہ سن کر ایک ہزار کا لشکر جو حفاظت ابراہیم و ازدی کے لیے معین ہوا تھا ادھر ادھر بھاگنے لگا یہاں تک کہ سب سوار و پیادہ جنگل میں پھیل گئے اور تلاش کے لیے ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ جب عامر کو خبر ہوئی وہ دربان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آخر یہ لوگ کس طرح بھاگ نکلے اور کس نے اس بارے میں کوتاہی کی اس نے جواب دیا کہ اے امیر یہ لوگ سخت ترین بندش میں تھے۔ آہنی میخ میں اس طرح بندھے ہوئے تھے کہ ساری رات روتے رہے ہیں میں ان کی آواز برابر سنتا رہا ہوں۔ دفعۃً رونے اور کراہنے کی آواز مدھم ہو گئی تو میں اپنے مقام سے اٹھ کر ان کو دیکھنے کے لئے آیا۔ میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ ان کے رونے کی آواز بند کیوں ہو گئی یہ سو گئے ہیں یا کیا بات ہے جب میں ان کے مقام پر پہنچا تو میں نے انہیں نہ پایا۔ اس کے بعد میں نے شور مچایا

اے امیر مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تیرا وہ دوست جو اپنے کو دشمن علی ظاہر کرتا تھا اور جس نے تجھے رائے دی تھی کہ شب میں ابراہیم کو قتل نہ کر، اسی نے کسی ترکیب سے ان لوگوں کو رہا کر دیا ہے عامر نے کہا کہ بہت ممکن ہے کہ ایسا ہی ہوا ہو۔ اس کے بعد اس نے اپنے دوست کو بلا بھیجا۔ اور اس سے کہا کہ اے ملعون تو نے ہمارے ساتھ غداری کی ہے مجھے تو نے یہ رائے دی کہ ابراہیم کو شب میں قتل نہ کیا جائے اور در پردہ سازش کرکے اُسے رہا کرا دیا۔

عامر بن ربیعہ کے دوست نے ہر چند قسم کھائی اور اپنی صفائی پیش کی مگر عامر نے ایک نہ سنی اور اس نے جلاد سیاف کو حکم دے دیا کہ اس کی گردن مار دی جائے۔ اس کے بعد وہ خود سوار ہو کر تلاش ابراہیم میں نکل کھڑا ہوا۔ اب سارا لشکر اور خود عامر تلاش ابراہیم میں رواں دواں پھرنے لگے۔

حضرت ابراہیم اور ازدی بارادہ کوفہ جا رہے تھے کہ ناگاہ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز آنے لگی اور ان لوگوں نے یہ سمجھا کہ پھر گرفتار ہو جائیں گے۔ حضرت ابراہیم نے ازدی سے کہا کہ یہ عامر کا لشکر ہے ہمیں گرفتار کرنے کے لئے آ رہا ہے۔ ازدی نے کہا کہ اب بھوک اور پیاس سے مر جانا بہتر ہے لیکن یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے، کہ ہم دشمن کے ہاتھوں قتل ہوں۔ اس کے بعد ازدی نے کہا کہ سامنے جو جنگل ہے اس کی خاک میں چھپ جانا چاہیئے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ راہ راست پر چلو۔ کیونکہ صاف راستے میں بھاگنا بھی ممکن ہے۔ ازدی نے بادیہ میں چھپنے کو مناسب جان کر ابراہیم سے کہا کہ میں تو جنگل میں جاتا ہوں یہ کہہ کر وہ جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور حضرت ابراہیم راہ راست پر روان ہو گئے، ناگاہ پھر گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز تیز تیز آنے لگی۔ اب حضرت ابراہیم بھاگنے لگے یہاں تک کہ صبح ہو گئی حضرت ابراہیم نے راہ راست کو چھوڑ کر ایک بہت گھنے ہوئے درخت کی پناہ میں جا پہنچے اور نہایت پھرتی سے اس پر چڑھ کر پتوں میں چھپ گئے۔ وہ اس میں چھپے ہوئے تمام حالات کا نظارہ کر رہے تھے۔ عامر کے لشکر کا حال یہ تھا کہ وہ اس درخت کے نیچے سے بار بار گزر کر ادھر اُدھر بھاگتا پھرا۔ یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی اور سخت لو اور دھوپ نے زمین اور فضا عالم کو گرم کر دیا۔ تھوڑی دیر میں حضرت ابراہیم نے دیکھا کہ کوئی سوار چلا آتا ہے۔ چنانچہ دھوپ کی شدت کی وجہ سے وہ اسی درخت کے نیچے آ گیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے پناہ لی۔ اس کی حالت یہ تھی کہ وہ شدت عطش سے بدحواس تھا اس نے وہاں پہنچ کر یہ کہا کہ اب اس جنگل بے آب و گیاہ میں کیا بنے گا اور پیاس سے کیونکر جان بچ سکے گی۔ اسی کے ساتھ ساتھ وہ حضرت علی علیہ السلام کو برا بھلا بھی کہہ رہا تھا۔

حضرت ابراہیم کے ہاتھوں عامر بن ربیعہ کا قتل

حضرت ابراہیم نے درخت سے ادھر اُدھر نگاہ دوڑائی کوئی اور دشمن دور تک نظر نہ آیا انہوں نے اس کے پہچاننے کی بھی کوشش کی بالآخر جان لیا۔ کہ یہ دشمن خدا و رسول عامر ہے حضرت ابراہیم نے بارگاہ احدیت میں ہاتھوں کو بلند کر کے عرض کی. خدایا مجھے اس کے قتل کی سعادت سے بہرہ مند فرما۔ اس کے بعد چپکے چپکے درخت سے آترے اور انہوں نے ایک جست لگا کر عامر کی گردن پکڑ لی۔ اور اسے زمین پر گرا دیا۔ اس نے کہا اے شخص تو کون ہے۔ ابراہیم نے فرمایا کہ اے ملعون تو مجھے نہیں پہچانتا میں ابراہیم ابن اشتر ہوں. تجھے یاد نہیں کہ کل شب میں خدا کی بارگاہ میں دعا کر رہا تھا۔ کہ خدایا مجھے تیرے قتل پر قدرت دے تو تو ہنس رہا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے اسے زمین پر پچھاڑ کر اس کی ڈاڑھی پکڑ لی۔ اور اسے ذبح کر ڈالا۔ حضرت ابراہیم فرماتے ہیں کہ میں نے اسے یا لثارات الحسین کی آواز بلند کرتے ہوئے قتل کر دیا۔ اور اس کی شمشیر قبضہ میں کر لی، اور اس کا سر کاٹ کر اپنے ساتھ لے لیا پھر اس کے تیز رو گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔

غیبت ابراہیم سے حضرت مختار کا اضطراب اور حضرت ابراہیم کی کوفہ میں رسیدگی

ازدی کے ہمراہ حضرت ابراہیم کی روانگی کے بعد جب حضرت مختار نے انہیں بلانے کے لئے آدمی بھیجا تو ان کی بیوی نے کہا کہ وہ کسی دیہات میں مرد ازدی کے ہمراہ گئے ہوئے ہیں۔ حضرت ابراہیم کو کوفہ سے گئے ہوئے اب چار یوم ہو چکے تھے۔ اور ان کی کوئی خبر حضرت مختار کو نہ مل رہی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ سخت پریشان اور بار بار لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم کہتے تھے اور کف افسوس ملتے تھے۔

کسی مقصد کے لیے وہ تیس ہزار سوار لے کر کوفہ میں گشت کر رہے تھے۔ یا کوفہ سے باہر بروایت نور الابصار حیرہ کو جا رہے تھے۔ کہ سرداران لشکر نے حضرت مختار سے پوچھا کہ جرنیل اعظم حضرت ابراہیم کہاں ہیں۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ مرد ازدی جو عامر کی طرف سے جاسوسی کے لئے آیا تھا اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اس کے ہمراہ جا کر عامر کو قتل کر دوں۔ میں نے اس سے انکار کر دیا تھا۔ شاید ابراہیم اسی مقصد کے پیش نظر اس کے ہمراہ چلے گئے ہیں۔ لشکر والوں نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو ہم عامر کے لشکر پر شبخون مار کر انہیں تباہ کریں۔ اور یہ پتہ چلائیں کہ ابراہیم کہاں ہیں۔ اور اگر وہ گرفتار ہوں تو انہیں رہا کرانے کی کوشش کریں۔

حضرت مختار نے فرمایا کہ تھوڑی دیر اور دیکھ لو پھر حضرت ابراہیم کے بارے میں سوچیں گے۔

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ناگاہ معلوم ہوا کہ ایک شخص نہایت تیز ہوا پر سوار چلا آتا ہے سارے لشکر کی نگاہیں اس کی طرف مڑ گئیں۔ دیکھا کہ حضرت ابراہیم ابن مالک اشتر چلے آرہے ہیں اور ان کے ہاتھ میں ایک سر ہے۔ سب نے بڑھ کر استقبال کیا۔ حضرت ابراہیم نے "یالثارات الحسین" کا نعرہ لگایا اور سر عامر بن ربیعہ حضرت مختار کے گھوڑے کے قدموں میں ڈال دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت مختار گھوڑے سے اُتر پڑے اور انہوں نے حضرت ابراہیم کو اپنے گلے سے لگا لیا اور پیشانی کا بوسہ دیا۔ شیعیان علی بن ابی طالب نے ان کی آمد سے بے انتہا مسرت کا اظہار کیا۔ اور انہیں بے شمار دعائیں دیں اور کہا کہ ؎

بحمد للہ کہ بازم دیدن رویت میسر شد
زخورشید جمالت دیدۂ بختم منور شد

اس کے بعد حضرت مختار نے فرمایا کہ اے ابراہیم ذرا یہ تو بتاؤ کہ تم پر کیا گزری اور یہ چار یوم کیسے کٹے، حضرت ابراہیم نے اپنی ساری سرگذشت بیان کی اور جو جوان پر گزرا تھا سب کہہ سنایا۔ لوگوں نے بڑا تعجب کیا۔ حضرت مختار نے پوچھا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ وہ ازدی جو تمہارے ساتھ مصائب کے برداشت کرنے میں شامل و شریک تھا، کیا ہوا؟ حضرت ابراہیم نے کہا کہ وہ رہائی کے بعد فرار کرنے میں ہم سے جُدا ہو گیا۔ اب معلوم نہیں کہ اس پر کیا گزری۔

ازدی کی آمد

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ناگاہ ایک سوار آتا ہوا دکھائی دیا۔ جب غور سے دیکھا تو وہی مرد ازدی تھا۔ ازدی تیزی سے گھوڑا دوڑاتا ہوا خدمت مختار میں پہنچا اس کے ہاتھ میں اس جلاد کا سر تھا جس نے بے شمار اولاد علی کو قتل کیا تھا جس کا نام "سیاف" تھا۔ حضرت ابراہیم نے سر سے سیاف کو پہچان کر نعرہ تکبیر بلند کیا ازدی نے وہ سر حضرت مختار کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضرت مختار نے اُسے سینے سے لگا لیا اور اُسے دعائیں دیں۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم اور ازدی نے حضرت مختار سے کہا کہ آپ لشکر تیار کریں تاکہ ہم لوگ چل کر اس دربان کو رہا کرائیں جس نے ہم لوگوں کو رہا کیا تھا اور جس کی مہربانی سے ہم یہاں تک زندہ پہنچ گئے ہیں۔

دربان کی آمد

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ناگاہ ایک سوار آتا ہوا دکھائی دیا۔ اس کے ہاتھ میں بھی ایک دشمن کا سر تھا اس نے یہاں پہنچ کر وہ سر حضرت مختار کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضرت ابراہیم نے اسے پہچان کر اس کو گلے سے لگا لیا۔ اور حضرت سے کہا کہ اے امیر

یہ وہی دربان ہے جس نے ہم لوگوں کو رہا کیا تھا اور جس کے لیے ہم عرض کر رہے تھے کہ لشکر لے کر عامر کے لشکر پر حملہ کریں حضرت مختار نے اس کی بڑی عزت کی اور اس کو عطایا سے نوازا۔

حضرت مختار کا مقتول عامر بن ربیعہ کے لشکر پر حملہ

جب حضرت ابراہیم اور ازدی اور دربان سب جمع ہو گئے تو ان سب نے حضرت مختار سے کہا کہ اے امیر اب عامر کے لشکر پر حملہ کر دینا چاہیئے اور ایسا کرنا چاہیئے کہ اس کے لشکر کا ایک آدمی بھی زندہ نہ بچے۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ انشاء اللہ ایسا ہی کروں گا۔

اس کے بعد حضرت مختار نے اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دیا لشکر مسلح ہو کر حضرت مختار کے سامنے آگیا۔ حضرت مختار نے بھی سلاح جنگ سے اپنے کو آراستہ کیا اور تیس ہزار کا لشکر لے کر عامر کے لشکر گاہ کی طرف چل پڑے ؎

یکے کشتیٔ قلزم آمد بہ موج
طمانچہ زناں موج بر روئے موج

حضرت مختار اپنا لشکر لیتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جس مقام پر عامر کے لشکر کے طلایہ کنان موجود تھے، جب حضرت مختار کا لشکر پہنچا تو ان لوگوں نے بھی تیاری شروع کی اور سامنے آ گئے۔ حضرت مختار کے لشکر نے "یالثارات الحسین" کہتے ہوئے حملہ کیا۔ اور دونوں لشکر باہم دیگر گتھ گئے اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ شور و خروش نے فضاء عالم میں ہلچل مچا دی اور خون کے دریا بہنے لگے ؎

دو دریائے خونیں بر آمد بجوش
بجوشید مغز سراز آں خروش

حضرت مختار نے جب دیکھا کہ ایک طرف ستر ہزار اور دوسری طرف تیس ہزار نبرد آزما محو پیکار تو خود بھی میدان میں کود پڑے۔ اور ان کے ہمراہ حضرت ابراہیم جناب عبداللہ کامل، احمد بن شمیط یزید ابن انس بھی نبرد آزمائی کرنے لگے ؎

بیک بار بر شامیاں تاختند
بفر علی کار اشاں ساختند

اب حالت یہ ہو گئی کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے خون کے دریا بہنے لگے، گرد و غبار سے فضاء عالم مملو ہو گئی اور چھبیس ہزار دشمنان اسلام بدرک اسفل پہنچ گئے اور جو وہاں سے بھاگ کر جان

بچانے کے لئے جنگل میں پہنچے، وہ زخموں کی تاب نہ لاکر وہاں جان بحق ہوگئے۔ بالآخر ستر ہزار میں سے صرف چار ہزار مجروح دمشق پہنچے۔

اس کے بعد بروایت نور الابصار حضرت مختار بے شمار سرہائے مقتولین، بے حد وحساب مال غنیمت لیے ہوئے مظفر و منصور روانہ کوفہ ہوگئے۔ کوفہ پہنچ کر آپ نے مال غنیمت اپنے لشکریوں میں تقسیم فرمادیا اور خصوصیت کے ساتھ مردانڈی کو مالامال کردیا۔

روضۃ المجاہدین صد ۱۱۲ و ۱۱۷ طبع ایران۔ نور الابصار صد ۱۳۹ و ۱۴۷ طبع لکھنؤ، قرۃ العین امام احمد صد ۱۵۲ و ۱۵۴ طبع بمبئی ۱۲۹۲ھ اخذ الثار ابو مخنف صد ۴۹۳ و ۴۹۵ ضمیمہ بحار جلد ۱۰ طبع ایران۔

باب ۲۱

حضرت مُختار اور حضرت ابراہیم کی سیاست

قاتلان حسین کی دلجوئی

محمد بن اشعث کو خط

موصل کی گورنری

اور

جناب ابن انس کی وفات، ورقا ابن غارب اور ان کے ساتھیوں کے جنگی کارنامے اور ان کی شاندار کامیابی

مورخین کا بیان ہے کہ جب حضرت مختار اور حضرت ابراہیم شامیوں کے جم غفیر کو قتل اور مصعب بن زبیر کو مضطرو پریشان و عامر بن ربیعہ کو واصل جہنم کرنے کے بعد کوفہ پہنچے اور چند دنوں ان کو ستانے کا موقع دے چکے تو قاتلان حسین کو قتل کرنے کی طرف مائل ہوئے۔

حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اے امیر اب وہ وقت ہے۔ کہ اہل کوفہ نے یہ سمجھ لیا ہے کہ آپ حصول سلطنت کے لئے اٹھے تھے۔ اور حصول سلطنت کے بعد آپ کی توجہ قاتلانِ حسین کی طرف سے

مرگئی ہے وہ بڑے اطمینان سے اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں بہتر یہ ہے کہ آپ اُن کے ظن وگمان کو ابھی برقرار رہنے دیں۔ اور ان کے خلاف تلوار اٹھانے میں عجلت نہ فرمائیں، ورنہ یہ سب یکبارگی آپ کے خلاف میدان میں آجائیں گے اور دشواریاں پیدا ہوجائیں گی اور سب سے بڑا نقصان یہ ہوگا کہ آپ خانہ جنگی میں مبتلا ہوجائیں گے۔ اور ابن زیاد جیسے دشمن کا قتل مشکل بن جائے گا۔

میری رائے یہ ہے کہ آپ ان کے اس گمان کو کہ آپ صرف حصول سلطنت کے لئے اُٹھے تھے مستحکم کر دیجیئے، اور جس قدر زیادہ ممکن ہوسکے۔ فی الحال ان کی دلجوئی فرمایئے۔ اور انہیں عمدہ عمدہ خلعتوں سے نوازئیے حضرت مختار کو یہ بات بہت زیادہ پسند آئی۔ آپ نے ایسا ہی کرنا شروع کیا۔

عبدالرحمٰن بن محمد اشعث کو خلعت

سب سے پہلے آپ نے دشمن ازلی محمد بن اشعث کے فرزند عبدالرحمٰن کو بلا بھیجا اور اُسے ایک گرانقدر خلعت عطا فرمائی۔ جب وہ ادائے شکریہ کے بعد چلا گیا تو حضرت مختار نے حضرت ابراہیم سے فرمایا کہ اگر میں مقصد میں کامیاب ہوگیا تو یہ خلعت اس کا خون بہا ہو جائے گی۔

اس کے بعد آپ نے قتل حسین کے ذمہ داران کو ایک ایک کر کے طلب فرمایا اور سب کو گرانقدر خلعت عطا فرمایا، وہ لوگ بہت ہی خوش ہوئے اور ان کا یقین اس امر کے متعلق کامل ہوگیا کہ مختار قاتلان حسین سے انتقام نہیں چاہتے وہ صرف انتقام کے بہانے سے حکومت چاہتے تھے۔ اب اس کے حاصل ہوجانے کے بعد انہوں نے اپنے مقصد کا رُخ بدل دیا ہے۔

محمد بن اشعث کو خط، خلعت اور اس سے گورنری کوفہ کا وعدہ

حضرت ابراہیم نے حضرت مختار سے یہ بھی فرمایا کہ اے امیر میری ایک بات یہ بھی سُن لیجیئے اور اس پر غور کیجیے اور وہ یہ ہے کہ آپ محمد بن اشعث کو ایک خط لکھیں۔ اور اس میں اس کی پوری دلجوئی فرمائیں اور اسے ایک گراں بہا خلعت سمیت اُس کے لڑکے عبدالرحمٰن کے ہاتھ اس کے پاس بھیجیں اور مدائن وسواد کوفہ کی حکومت کا ایک منشور بھی تحریر فرما کر ساتھ کر دیں اور اسے سمجھا دیں کہ وہ اپنے والد کو کوفہ آنے پر تیار کر دے۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ نہایت مناسب بات ہے۔

اس کے بعد آپ نے فوراً عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کو طلب فرمایا اور اُسے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک نامہ محبت دیا اور اس سے فرمایا کہ تو اپنے والد کے پاس اسی وقت چلا جا اور اسے خلعت وخط اور منشور حکومت دے کر اس سے کہہ دے کہ مختار تم سے اس امر کے خواہش مند ہیں

کہ تم حکومت شام سے مقابلہ میں ہماری مدد کرو اور یہ بھی کہہ دے کہ بصرہ کے علاوہ تمام عراق میرے قبضے میں آچکا ہے اور مجھے جو کوفہ پر قبضہ سے مبلغ ایک لاکھ درہم ملے ہیں، میں اُسے اُس میں سے پچاس ہزار درہم دے دوں گا۔ فی الحال میں سواد کوفہ اور مدائن کی گورنری دیتا ہوں۔ حضرت مختار نے انہیں چیزوں کو خط میں بھی لکھ دیا۔ اور اس راز سے حضرت ابراہیم کے سوا کسی کو کوئی اطلاع مطلقاً نہ دی۔ یہ اس وقت کیا جارہا تھا جب ابن زیاد، حاکم شام عبدالملک بن مروان کے پاس تھا اور عبداللہ ابن زبیر کی طرف سے محمد بن اشعث موصل کا گورنر تھا۔ غرضیکہ عبدالرحمٰن حضرت مختار کا خط وغیرہ لیے ہوئے موصل کے لیے روانہ ہو گیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو دربان نے اس کا بازو پکڑ کر ابن اشعث کے بستر تک پہنچایا۔ اس نے باپ کے پیروں، پھر ہاتھوں کا بوسہ دیا۔ باپ نے کہا کہ میری اجازت کے بغیر تو کوفہ سے یہاں کیوں آیا۔ اس نے جواب دیا کہ میں مختار امیر کوفہ کا پیغام لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ یہ سننا تھا کہ ابن اشعث غصہ میں اُٹھ بیٹھا اور کہنے لگا کہ مختار کون ہوتا ہے کہ تو اس کی پیغامبری کے لیے میرے پاس آیا ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ بابا جان مختار کو جو کچھ آپ سمجھ رہے ہیں وہ اس سے بلند ہے وہ تو اب سارے عراق کے حاکم ہیں۔ ابن اشعث نے کہا کہ اُسے عراق عرب کی کس نے حکومت دی ہے اس نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد بن حنفیہ نے اسے امیر عراق بنایا ہے۔ ابن اشعث نے کہا کہ یہ سچ ہے کہ وہ بڑا بہادر، بلند مرتبہ، اور عظیم اقتدار والا ہے۔ اس کے بعد اس نے خط لے کر پڑھا۔ خط پڑھنے کے بعد بولا کہ اے عبدالرحمٰن تم بچے ہو۔ مختار چاہتا ہے کہ اس طریقہ سے مجھ پر قابو حاصل کرے ورنہ اس کو مجھ سے کون سی دوستی پیدا ہو گئی اور وہ کیسے مجھ سے محبت کرنے لگا میں تو چاہتا ہوں کہ مجھ میں اور مختار میں آگ کی طویل وعریض خلیج حائل رہے۔ میں جانتا ہوں کہ مختار کے دل میں میری طرف سے کیسے جذبات ہیں۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ اے پدر بزرگوار ایسا نہیں ہے میں سچ کہتا ہوں کہ مختار کا دل بالکل صاف ہے۔ انہوں نے اس دوران میں عمرو بن الحجاج، زیاد ابن ابی زیاد، شمر بن ذی الجوشن، سنان بن انس اور جملہ قاتلان حسین کو گراں بہا خلعت عطا کی ہے میں یقین دلاتا ہوں۔ کہ جب آپ کوفہ پہنچیں گے۔ تو وہ آپ کی خدمت میں کسی قسم کی کمی نہ کریں گے ابن اشعث نے کہا کہ مختار بربنائے مصلحت یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ وہ جب ابن زیاد کو قتل کر چکیں گے۔ تو امام حسین کے دیگر قاتلین کی طرف رخ کریں گے۔ اور سب کو عبرت ناک طریقے سے قتل کریں گے۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ اے پدر بزرگوار یہ بات نہیں ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ وہ امام حسین

کے خون بہا کا حوالہ دے کر حکومت چاہتے تھے۔ اب انہیں حکومت مل گئی انہیں انتقام سے کوئی غرض نہیں ہے یہ سُن کر اس نے عبداللہ سپار کو بلا کر اس سے کوفہ جانے اور نہ جانے کے بارے میں مشورہ کیا عبداللہ نے کہا کہ تیرے اور ابن زیاد کے درمیان صفائی نہیں ہے بلکہ یوں کہو کہ باہمی دشمنی نمایاں ہے تو اس کے پاس تو نہیں جا سکتا، اور خراساں کے لوگ تیرے دشمن ہیں ہی میری رائے یہ ہے کہ تو کوفہ ہی چلا جا اور مختار کی بیعت کرے اور دل سے کینہ نکال دے۔ اور خاموشی سے وہاں حکومت کر۔ ابن اشعث نے کہا کہ اچھا میں تیرا کہنا قبول کرتا ہوں اس کے بعد اس نے کوفہ کا ارادہ کر لیا۔

ابن اشعث کی کوفہ کو روانگی

محمد بن اشعث نے جب موصل سے کوفہ کی روانگی کا بندوبست کیا تو اہل موصل نے اسے گھیر لیا اور کہا کہ ابن زبیر مکہ میں، ابن مروان شام میں مختار کوفہ میں حکومت کر رہے ہیں۔ اور سب کے سب اہل موصل سے خراج کی خواہش کریں گے ہم تجھے خراج دے چکے ہیں۔ اور تو اب یہاں سے جا رہا ہے جب کوئی دوسرا آکر خراج مانگے گا تو ہم اسے کیا دیں گے۔ لہٰذا تیرا فرض ہے کہ ہماری وہ رقم واپس کر دے جو ہم نے تجھے دی ہے تاکہ ہم وہی رقم اس کو دے دیں۔ جو تیرے بعد یہاں کا حاکم ہو کر آئے گا۔ وہ لوگ جنہوں نے ابن اشعث کو گھیرا تھا۔ ان کی تعداد بیس ہزار تھی۔ ابن اشعث نے ایک نہ سنی اور سارا مال لے کر وہ موصل سے روانہ ہو گیا اس کے چلتے وقت لوگوں نے اس پر لعنت کی اور اس کی طرف تھوک پھینکا اور اس سے کہا کہ اے قاتل حسین خدا تجھ پر لعنت کرے۔

ابن اشعث کا کوفہ میں استقبال

وہ قطع مسافت کرتے ہوئے پانچ ہزار سواروں سمیت حوالی کوفہ میں وارد ہوا۔ حضرت مختار کو جب اس کی آمد کی خبر ملی، تو آپ نے سرداران کوفہ کو حکم استقبال دیا۔ وہ لوگ اس کے استقبال کے لئے آگے بڑھے، اور انہوں نے کمال شان و شوکت کے ساتھ اُسے مختار کے دار الامارۃ میں پہنچا دیا۔ دوسرے دن حضرت مختار اس کی ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ آپ نے اُسے اپنے گلے سے لگایا اور اس کو اپنے پہلو میں بٹھایا ابن اشعث نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو طاقت عطا کی۔ اور آپ کے ذریعہ سے مومنوں کو قوت بخشی اور دشمنوں کو مقہور قرار دیا۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ میں نیک نیت ہوں۔ خدا میرا مددگار ہے اس کے بعد شربت منگا کر اپنے ہاتھوں اسے دیا۔ ابن اشعث نے شربت پی کر حضرت مختار کے ہاتھ پر بیعت کی اور رخصت ہو کر وہ اپنے مکان پر چلا گیا۔

موصل کی گورنری کا مسئلہ

ابن اشعث کوفہ پہنچ کر مقیم ہو گیا۔ اب چونکہ اس کے آنے سے

موصل میں گورنری کی جگہ خالی ہو گئی تھی۔ اور ابن زبیر کو ابن اشعث کے چلے جانے کی خبر نہ تھی جس کی طرف سے ابن اشعث وہاں کا گورنر تھا تو حضرت ابراہیم نے حضرت مختار کو وہاں کی گورنری کی طرف متوجہ کیا اور کہا کہ وہاں کے لیے یزید ابن انس ازدی زیادہ موزوں ہیں۔ لہٰذا انہیں وہاں بھیج دیا جائے حضرت مختار نے فرمایا کہ اگر تمہاری رائے ہو تو میں عبدالرحمٰن سعید ہمدانی کو وہاں کا گورنر بنا دوں حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ جو رائے عالی ہو وہی میرے نزدیک درست ہے۔

عبدالرحمٰن سعید کی گورنری موصل کے لیے روانگی

باہمی فیصلہ کے بعد عبدالرحمٰن ہمدانی کو حضرت مختار نے بلا بھیجا اور انہیں ہزار سوار اور خلعت دے کر موصل کی گورنری کے لئے روانہ کر دیا۔ عبدالرحمٰن قطع منازل اور طے مراحل کرتے ہوئے موصل جا پہنچے۔ وہاں کے لوگوں نے ان کا نہایت ہی شاندار استقبال کیا، وہاں کے چھوٹے بڑے بوڑھے جوان سب موصل سے باہر آ کر انہیں اپنے ہمراہ موصل میں لے گئے اور تمام کے تمام حد درجہ مسرور تھے، عبدالرحمٰن نے دارالامارہ میں قیام کیا بزرگان موصل ان کی خدمت میں تحفے تحائف لانے لگے اور ایک دوسرے کو مبارک باد دینے سے مسرور کرنے لگے۔

حصین بن نمیر کی موصل میں رسیدگی

ابھی جناب عبدالرحمٰن ہمدانی کو گورنری موصل سنبھالے ہوئے صرف سترہ یوم گزرے تھے کہ حکومت شام نے حصین بن نمیر کو آٹھ ہزار کی فوج سمیت عبدالرحمٰن سے مقابلہ کے لئے موصل بھیج دیا۔ عبدالرحمٰن نے جب یہ دیکھا کہ دشمن ہم سے آٹھ گنا زیادہ ہم تک پہنچ گئے ہیں اور جنگ میں ہمیں کامیابی نہ ہو سکے گی تو وہ موصل سے تکریت کو چلے گئے۔ اور وہاں سے حضرت مختار کی خدمت میں خط لکھا۔ کہ ابن زیاد کا لشکر موصل پہنچ گیا ہے۔ اور میں موصل سے تکریت آ گیا ہوں۔ اب اگر ان سے جنگ کرنا ہے تو پھر لشکر بھیج دیجئے۔ تاکہ میں ان دشمنانِ خدا و رسول پر حملہ کر دوں۔ حضرت مختار کو جونہی ان کا خط ملا انہوں نے فوراً حضرت ابراہیم کو بلا کر ان سے مشورہ کیا حضرت ابراہیم نے رائے دی کہ یزید بن انس کو موصل کے لئے روانہ کر دیں۔ وہ بڑے جہاں دیدہ کار آزمودہ خوش تدبیر اور دنیا کے نشیب و فراز کو دیکھے ہوئے اور نرم و گرم کو جھیلے ہوئے ہیں۔ حضرت مختار نے ان کی رائے پسند کی۔ اور فوراً یزید بن انس کو بلا بھیجا جب وہ آئے تو ان سے سارا واقعہ موصل بیان کر کے فرمایا۔ کہ میں تمہیں موصل کا گورنر مقرر کرتا ہوں تم لشکر لے کر روانہ ہو جاؤ اور وہاں پہنچ کر ان دشمنان خدا و رسول سے جنگ کر کے انہیں نیست و نابود کر دو۔ یزید بن انس نے بارگاہ مختار میں عرض کی کہ اے امیر مجھے گورنری نہیں چاہیئے اور نہ میں اس

ارادے سے جانا چاہتا ہوں، میں تو ان دشمنوں سے صرف حصول ثواب کے لئے لڑنا چاہتا ہوں اے امیر مطمئن رہیے میں موصل پہنچ کر چشم زدن میں ان کے تخت و تاج اور ان کی حکومت اور راج کی ہوا اکھاڑ دوں گا اور ایسی جنگ کروں گا کہ اہل عرش و فرش انگشت بدنداں ہو جائیں گے اور حضرت مختار یزید بن انس کی دلیری اور ان کے پاک ارادے سے باخبر ہو کر بے حد مسرور ہوئے۔ دمعہ ساکبہ میں ہے کہ حضرت مختار نے ابن انس سے کہا کہ آپ جس قدر لشکر کہیں دے دوں۔ ابن انس نے اپنی پسند کے تین ہزار جوان لے لیے اور آپ نے فرمایا کہ کل روانگی عمل میں آئے گی۔ یزید بن انس دوسرے دن تیار ہو گئے۔ حضرت مختار نے جمع لشکر کے لئے کوفہ سے باہر ایک جگہ مقرر فرمائی اور وہاں پہنچ کر اپنے لشکر کے لئے کوفہ سے باہر ایک جگہ مقرر فرمائی اور وہاں پہنچ کر اپنے لشکر کو ترتیب دیا۔ اس لشکر کا سپہ سالار ورقا بن غارب کو قرار دیا۔ اور ایک خط عبدالرحمان سعید ہمدانی کے نام کا لکھ کر یزید ابن انس کے حوالہ فرمایا جس میں تحریر کیا کہ میں ابن زیاد بے بنیاد کے لشکر سے مقابلہ کے لیے یزید بن انس کو بھیجتا ہوں۔ تمہارے پاس جو لشکر ہے وہ ان کے حوالے کر دو۔ حوالہ لشکر کے بعد اگر ساتھ رہ کر لڑنا چاہو تو لڑو ورنہ میرے پاس چلے آؤ۔

یزید ابن انس کی روانگی اور کوفہ میں شور گریہ

حضرت مختار سے خط لینے کے بعد جب جناب یزید ابن انس موصل کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت مختار اور حضرت ابراہیم بھی ان کی مشایعت میں انہیں وداع کرنے کے لیے کافی دور تک تشریف لے گئے جس وقت جناب ابن انس کوفہ سے نکلے ہیں اہل کوفہ میں شور گریہ بلند تھا ہر کہ و مہ رونے میں مشغول تھا۔ کیونکہ جناب یزید ابن انس بہادر ہونے کے علاوہ بلا کے زاہد، عظیم نیکوکار، بلند کردار غضب کے سخی اور غربا پرور تھے۔ ان کی سخاوت کے متعلق مردی و مشہور ہے کہ ان کی نظیر سارے کوفہ میں نہ تھی۔ وہ فقیروں اور غریبوں کو عزیز اور محترم مقام دیتے تھے۔ اور انہیں بے حد چاہتے تھے جب یزید ابن انس کی روانگی کی اطلاع کوفہ میں پھیلی سب ہی دوڑ پڑے اور سب ان کی جدائی پر گریہ کرنے لگے جناب یزید ابن انس نے سب کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے میرے عزیزو، بزرگوارو بھائیو اب گریہ نہ کرو۔ اور واپس جاؤ۔ دیدار ما و شما بقیامت افتاد۔ اب ہماری تمہاری ملاقات قیامت میں ہوگی۔ روانگی کے وقت دار ابی موسیٰ اشعری میں بروایت دمعہ ساکبہ حضرت مختار نے جناب یزید ابن انس کو جنگ سے متعلق کچھ خاص باتیں بتائیں اور ان سے فرمایا کہ اگر مدد کی ضرورت ہو تو مجھے مطلع کرنا۔ ابن انس نے کہا ادیدن ان لاتمد فی الابد تانک دکفی بہ مددا میں چاہتا کہ آپ مجھے اپنی دعا سے مدد پہنچائیں اور بہترین مدد یہی ہے۔

اس کے بعد جناب یزید بن انس کوفہ سے بارادہ موصل روانہ ہو گئے۔ چلتے چلتے آپ ساباطہ میں پہنچے وہاں پہنچ کر آپ پر کسی مرض کا حملہ ہو گیا اور آپ بیمار پڑ گئے۔ آپ کی بیماری سے آپ کے لشکر پر مایوسی کے اثرات نمودار ہو گئے۔ آپ ساباطہ سے سامرہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اور وہاں تین یوم قیام کیا سعی جاری رہی کہ کسی طرح صحت و شفا ہو جائے۔ لیکن حالت روز بروز خراب ہوتی گئی۔

رسول خدا اور آئمہ ہدیٰ ابن انس کے خواب میں

یزید بن انس نے حالت علالت میں ایک خواب دیکھ کر اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ اے میرے بہادرو میں نے آج ایک خواب دیکھا ہے۔ چاہتا یہ تھا کہ تم سے پوشیدہ رکھوں لیکن چونکہ میرا خواب سچا ہے اور جو کچھ میں نے اس میں سمجھا ہے وہ ہو کے رہے گا۔ اس لیے میں تم سے بیان کئے دیتا ہوں سنو! میں نے گزشتہ نماز خفتن کے بعد قرآن مجید کے کئی سورے پڑھے اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ہزار مرتبہ صلوٰۃ بھیجا۔ اس کے بعد میں سو گیا۔ عالم خواب میں حضرت رسول کریم کو دیکھا کہ آپ تشریف رکھتے ہیں۔ اور آپ کے گرد اہلبیت طاہرین تشریف فرما ہیں۔ میں نے قریب جا کر ان حضرات کو سلام کیا حضرت رسول خدا نے جواب سلام کے بعد فرمایا کہ اے ابن انس تم نے دیکھا کہ میری امت نے میری اولاد کے ساتھ کیا کیا؟ اور ان سے کیا سلوک کیا۔ اے ابن انس میں ان لوگوں سے سخت بیزار ہوں اور خدا سے ان کی شکایت کروں گا۔ اور ان لوگوں کی خدا سے شفاعت کروں گا۔ جو تمہارے ساتھ ہیں۔ اور اے ابن انس تم سب سے زیادہ میرے قریب ہو گے۔ میں تم لوگوں کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ کیونکہ تم میری آل و اولاد کے مددگار ہو۔ لوگوں نے جب اس خواب کو سنا تو سب کے سب رونے لگے اور میدانِ قتال میں جانے کی خاطر زیادہ حریص ہو گئے۔

یزید ابن انس کا ایک اور خواب

جب دوسری رات آئی تو اس کی صبح کو جناب یزید ابن انس نے کہا کہ اے میرے بہادرو آج میں نے پھر ایک خواب دیکھا ہے ان لوگوں نے کہا کہ خیر باشد وہ کیا ہے فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ ایک چاند اور چند ستارے میرے بالائے سر چل رہے ہیں۔ جب میں چلتا ہوں وہ بھی چلتے ہیں اور جب میں رُک جاتا ہوں وہ بھی رُک جاتے ہیں یہاں تک کہ میں بمقام حدیبیہ پہنچا، وہاں پہنچ کر چاند زمین میں غائب ہو گیا۔ اور ستارے باقی رہے میں نے اس کی یہ تعبیر دی ہے کہ چاند سے میں مراد ہوں اور ستاروں سے تم لوگ مراد ہو۔ میں حدیبیہ میں پہنچ کر فوت ہو جاؤں گا۔ اور تم لوگ باقی رہو گے۔ یہ سُن کر سارا لشکر رونے لگا جناب ابن انس نے

سب کو تسلی دی اور مشیت ایزدی کا حوالہ دیا اور خاموش رہنے کی تلقین کی۔

یزید بن انس کی سامرہ سے روانگی

اس کے بعد لشکر ابن انس سامرہ سے بارادہ تکریت روانہ ہوا۔ تکریت پہنچنے سے پہلے عبدالرحمٰن سعید جناب یزید بن انس سے آکر ملے۔ اور انہوں نے حضرت مختار کی تحریر کے مطابق اپنا ایک ہزار کا لشکر ان کے حوالہ کیا۔ پھر بروایت نورالابصار دونوں ہمراہ بارادہ موصل روانہ ہوئے۔ اور بروایت عطاالدین حسام الواعظ عبدالرحمٰن اپنا لشکر دے کر خود حضرت مختار کے پاس چلے گئے۔

جناب یزید ابن انس تکریت سے روانہ ہو کر بمقام بابلی پہنچے۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر موصل سے پانچ میل ایک مقام پر قیام پذیر ہوئے پھر وہاں سے روانہ ہو کر بمقام حدیبیہ روانہ ہوئے۔ حدیبیہ پہنچنے کے بعد جناب یزید بن انس کی بیماری نے اتنی شدت پکڑ لی کہ انہیں نماز ادا کرنی دشوار ہو گئی۔ اس دوران میں ابن زیاد فراہمی لشکر میں لگا ہوا تھا۔ اور اس نے بروایت طبری اسی ہزار پر مشتمل فوج تیار کر لی تھی۔ جب اسے یزید ابن انس کی آمد کی اطلاع ملی۔ تو اس نے ربیعہ بن مخارق کو پانچ ہزار پر مشتمل فوج دے کر موصل بھیج دیا اور اسے حکم دیا کہ جس مقام پر مختار کا لشکر ٹھہرا ہوا ہو تو وہاں جا کر اس سے مقابلہ کر اگر مزید فوج کی ضرورت ہو تو مجھے اطلاع دے۔ ابن زیاد نے ربیعہ کو ایک خط بھی بنام حصین بن نمیر لکھ کر دے دیا کہ ربیعہ جو کچھ کرے تو اس کی ہمنوائی سے دریغ نہ کر۔ حصین بن نمیر نے ابن زیاد کا خط پا کر اس کی اطاعت قبول کر لی۔ اور دونوں میں طے ہو گیا کہ جلد سے جلد لشکر مختار پر حملہ کر دیا جائے چنانچہ ربیعہ بن مخارق غنوی موصل سے چل کر حدیبیہ سے دو فرسخ قبل ٹھہر گیا اور اس نے وہاں سے ایک قاصد یزید بن انس کے پاس بھیجا اور ان سے کہلا بھیجا کہ تم اگر حکومت کے ارادہ سے آئے ہو۔ تو یہ خیال اپنے دل سے نکال دو اور صحیح سلامت واپس چلے جاؤ۔ نہیں تو پھر جنگ کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔ یزید بن انس نے جواب دیا کہ میں بہ طمع حکومت نہیں آیا ہوں صرف اس لیے آیا ہوں کہ تیرا اور دیگر دشمنانِ آلِ رسولؐ کا سر کاٹ کر بارگاہ خداوندی میں سرخرو و سرفراز ہوں۔ قاصد نے کہا کہ ہم میں تو کوئی بھی قاتلانِ امام حسین میں سے نہیں ہے۔ یزید ابن انس نے جواب دیا کہ تیرا یہ کہنا درست نہیں ہے حصین ابن نمیر تو ایک نمایاں قاتل حسین سامنے ہے پھر تو کیسے کہتا ہے کہ ہم میں کوئی قاتلِ حسین نہیں ہے۔ کیا تجھے علم نہیں کہ حضرت علی کے بہت سے اصحاب کو ابن نمیر نے شہید کیا ہے۔ چار ہزار اولاد مہاجر و انصار کو قتل کیا۔ کربلا میں اولاد امام حسین کو شہید کیا۔ اور خود ان کے قتل میں شریک ہے۔ اے قاصد صرف ہم پر نہیں بلکہ جملہ مسلمانوں پر ابن نمیر کا قتل واجب ہے قاصد نے واپس جا کر من و عن سارا واقعہ اور ساری گفتگو ربیعہ بن مخارق سے دہرا دی۔

دوسرے دن صبح کو ربیعہ ابن مخارق اپنا لشکر لے کر جناب یزید بن انس کے لشکر کے مقابل آگیا نور الابصار میں ہے کہ صبح ہوتے ہی یزید بن انس ایک حمار (گدھا) مصری پر سوار ہو کر میدان میں تشریف لائے آپ کو دونوں طرف سے چند غلام اس لئے پکڑے ہوئے تھے کہ وہ علالت کی وجہ سے سواری پر نہ سنبھل سکتے تھے آپ نے میدان میں پہنچ کر اپنے لشکر کی ترتیب درست کی۔ پھر اپنے مجاہدوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اگرچہ لب موت ہوں لیکن جہاد میرا فریضہ ہے سنو جب میں مر جاؤں تو ورقا ابن عازب کو اپنا امیر سمجھنا اور اگر ان کو کوئی صدمہ پہنچ جائے تو عبداللہ ابن ضمرہ غنوی کو امیر جاننا اور اگر یہ بھی تم سے جاتے رہیں۔ تو سعیر بن ابی سعیر کو امیر لشکر سمجھنا۔ اس کے بعد وہ سواری سے اتر کر ایک کرسی پر بیٹھ گئے اور اپنے مجاہدوں کو جنگ کے لئے ابھارنے اور آمادہ کرنے لگے۔ بروایت علامہ ابن نما یہ واقعہ یوم عرفہ ذی الحجہ ۶۶ھ کا ہے۔

یزید ابن انس خیمہ میں

جناب یزید ابن انس کی حالت چونکہ لمحہ بہ لمحہ بگڑ رہی تھی لہذا عبداللہ حرہ نے ورقہ بن عازب سے کہا کہ اب امیر کو خیمہ میں پہنچا دینا چاہیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ صورت حال اور خراب ہو جائے اور لشکر کی دلشکنی کا باعث بنے۔ ورقا نے عبداللہ کی بات مان لی اور چند آدمیوں نے مل کر انہیں خیمہ میں لے جا کر لٹا دیا اور کچھ آدمیوں کو ان کی خدمت کے لیے وہاں چھوڑ دیا۔

تیر بارانی

اب دونوں لشکر مقابل ہو چکے تھے ورقا نے تیر بارانی کا حکم دیا۔ ادھر سے بھی تیر چلنے لگے۔ اور ساتھ ہی ساتھ تلوار بھی چل رہی تھی۔ یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی اور تمازت آفتاب نے دونوں لشکروں کو بیکار کر دیا۔ بالآخر سب کے سب اپنے مستقر پر جا پہنچے۔ تھوڑی دیر کے بعد ورقا ابن عازب میدان کے لئے روانہ ہوئے۔ عبداللہ بن حرہ نے کہا کہ اے میر آپ صبر کیجئے اور کسی دوسرے کو موقع دیجئے ورقا نے کہا کہ اے عبداللہ خدا گواہ ہے کہ نہ میں امارت کے لئے لڑتا ہوں نہ شوق نبرد آزمائی میں جنگ کرتا ہوں بلکہ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ راہ خدا میں شہید ہو کر جاودانی زندگی حاصل کروں، ثواب سے مالا مال ہو کر حضرات ائمہ کی خدمت میں سرخرو ہو جاؤں۔ عبداللہ نے کہا کہ خدا تمہیں بخشے اور تمہاری مدد فرمائے۔

ورقا بن عازب کی نبرد آزمائی

اس کے بعد ورقا بن عازب میدان میں تشریف لائے اور آپ نے مبارز طلبی کی اور کہا کہ اے شام والو، جو مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہی ہے اور جو نہیں جانتا وہ پہچان لے کہ میں ورقا بن عازب ہوں۔ کون ہے جو میرے مقابلہ کے لیے آسکتا ہے۔ اس کہنے کے بعد شام کے لشکر میں سے ایک شخص آلات حرب سے آراستہ میدان میں برآمد ہوا۔ جناب ورقا نے کہا کہ اے بے سواد تو کون ہے، تیرا کیا نام ہے اس نے جواب دیا کہ میں عمرو بن مسلم کا

بھائی ہوں، ورقا نے کہا کہ اے ملعون کیا تو وہ نہیں ہے جس نے حضرت علی کے برادر زادہ حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار کو قتل کیا ہے اس نے کہا کہ ہاں میں وہی ہوں اور اب میں اس لیے آیا ہوں کہ تمہارا سر کاٹوں اور تم کو تلوار کے گھاٹ اتار دوں۔ یہ سُن کر حضرت ورقا نے اپنی پوری طاقت سے اس کے شکم پر ایک ایسا نیزہ مارا جو پشت کے پار جا نکلا۔ اور وہ ملعون سر زین سے زمین پر آگرا۔ آپ نے اُسے گھوڑے سے اُتر کر اس طرح کچل دیا کہ ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ اس کے بعد آپ نے رسول کریم صلوات اور علی حکیم پر سلام کا نعرہ لگایا۔

اس ملعون کے قتل ہوتے ہی ایک اور ملعون "قیس" نامی میدان میں آگیا۔ ورقا نے اسے پہچان کر فرمایا کہ کیا تو صخر کا بیٹا ہے؟ اور کیا تو نے جنگ صفین میں حضرت علی کے آٹھ اصحاب کو قتل نہیں کیا۔ اس نے کہا ہاں میں وہی ہوں اور اب تمہیں قتل کرنے آیا ہوں ورقا نے کہا کہ گھبراؤ نہیں۔ میں ابھی ابھی تیری ماں کو تیرے ماتم میں بٹھا دوں گا اور تجھے تیرے باپ کے پاس جہنم میں پہنچا دوں گا۔ یہ کہہ کر آپ نے حضرت مشکل کشا سے مدد مانگی اور اس کی کمر پکڑ کر زمین پر اس طرح ٹپکا کہ ہڈیاں چور ہو گئیں اور وہ چشم زدن میں داخل درک اسفل ہو گیا۔

یہ دیکھ کر ورقا کے مقابلہ کے لیے حارث بن عبداللہ وہب آنکلا۔ ورقا نے اُسے پہچان لیا کہ یہ وہی شخص ہے جو ایک مرتبہ معاویہ کی طرف سے قاصد بن کر حضرت علی کے پاس آیا تھا اور انہوں نے حکم دیا تھا کہ میں ان کو اپنے یہاں مہمان رکھوں۔ ورقا نے کہا کہ اے حارث تو واپس چلا جا کسی اور کو بھیج، کیونکہ ایک بار تو میرا مہمان تھا اور میں نے تیرے ساتھ نمک کھایا ہے اور نمک کا حق بہت بڑا ہے نہیں چاہتا کہ تیرا خون بہاؤں۔ حارث نے کہا کہ مگر میں تیرا خون حلال جانتا ہوں۔ اور تجھے قتل کروں گا کیونکہ تم ابو تراب کو دوست رکھتے ہو۔ ورقا نے جب یہ بکواس سُنی تو غصہ میں آ کر ایک ایسا نیزہ اس کے سینہ پر مارا کہ وہ پشت سے ایک بالشت پار ہو گیا اور وہ زمین پر آ مرا۔ یہ دیکھ کر ربیعہ بن مخارق نے اپنے لشکریوں سے پوچھا کہ کون بہادر ہے۔ میں نے ایسا جنگجو نہیں دیکھا یہ کہیں مالک اشتر کے بیٹے ابراہیم تو نہیں ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ یہ ورقا بن غارب ہیں۔

اس کے بعد ربیعہ بن مخارق نے عبداللہ جبلہ کو حکم جنگ دیا اور یہ بھی کہہ دیا کہ اپنے سارے لشکر سمیت حملہ کرنا، چنانچہ وہ سارا لشکر لئے ہوئے مقابلہ کے لئے آیا یہ دیکھ کر سعید بن ابی سعید بھی ورقا کے ہمراہ ہو گئے اور چند منٹ میں ایسی جنگ کی کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے اور جبلہ جان بچا کر بھاگ گیا۔

جنگ کا دوسرا دن

اس کے بعد رات آگئی اور لوگ اپنے اپنے مستقر میں چلے گئے۔ رات گزری صبح نمودار ہوئی۔ حضرت ورقا نے نماز جماعت پڑھائی۔ نماز کے فوراً بعد ہی ربیعہ ابن مخارق کا قاصد آگیا لوگوں نے اُسے امیر یزید بن انس کی خدمت میں حاضر کیا۔ اب ان کی حالت ایسی تھی کہ وہ بات نہیں کر سکتے تھے۔ قاصد نے کہا کہ امیر علیل ہے میں پیغام کس کو دوں۔ ورقا نے کہا کہ جو کچھ کہنا چاہتا ہے مجھ سے کہہ دے۔ قاصد نے کہا کہ ربیعہ نے یزید بن انس سے کہا کہ ابن زیاد کا لشکر بے حد و نہایت آرہا ہے تم اپنی اور اپنے لشکر والوں کی جان ضائع نہ کرو۔ اور واپس چلے جاؤ۔ ورقا نے اس کے جواب میں کہا کہ ربیعہ سے کہہ دے۔ کہ ہمیں کثرت لشکر سے مت ڈرا۔ ہم ڈرنے والے لوگ نہیں ہیں۔ موت سے خوف نہیں معلوم ہوتا۔ ہم مرنے سے ڈرتے نہیں اور اس سے یہ بھی کہہ دے۔ کہ جب تک ہم تم سب کو قتل نہ کریں گے، واپس نہ جائیں گے۔ قاصد نے واپس جاکر ربیعہ سے سب کچھ کہہ سنایا۔

الغرض دونوں لشکر میدان میں آکر صف آرا ہو گئے اس کے بعد لشکر شام سے ایک شخص آگے ہوا اور اس نے رجز پڑھتے ہوئے مبارز طلبی کی۔ یہ سن کر شعیر بن ابی شعر لشکر مختار کی طرف سے برآمد ہوئے آپ نے کہا کہ اے ملعون تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے۔ اور کیوں تو نے ایسی غلط جرأت کی ہے کہ اللہ والوں کو دعوت جنگ دے دی ہے۔ اس نے کہا کہ میں عمر بن جرہم بن یزید ہوں جناب شعیر نے کہا کہ اے ملعون تو بڑا بدبخت ہے اور تو ہی نہیں تیرا باپ بھی بدبخت تھا۔ کہ وہ حضرت امیرالمومنین کے خلاف معاویہ کی طرف داری میں برسرِ میدان آیا تھا۔ یہ کہہ کر جناب شعیر نے اس کی کمر پر ایک ایسی تلوار ماری کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر گیا۔

ربیعہ بن مخارق نے جونہی ان کا وار دیکھا خوفزدہ ہو گیا اور اس نے فوراً عبداللہ جبلی کو میدان میں جانے کا حکم دیا۔ وہ ملعون برآمد ہو کر سامنے آیا۔ اور جناب شعیر بن شعر سے نبرد آزمائی کرنے لگا۔ شعیر کے مقابل میں اُسے دیکھ کر اس کے طرف دار خوش ہو گئے۔ اور مجاہدین اسلام مضطرب ہو گئے کیونکہ وہ مانا ہوا نبرد آزما تھا۔ اور دشمنی آل رسول میں شہرت تامہ رکھتا تھا۔ غرضیکہ مقابلہ شروع ہو گیا نیزے کے کئی وار ہوتے اور دونوں بہادروں نے اپنا کمال دکھایا۔ اس کے بعد دونوں نے نیزے پھینک دیے اور تلوار چلنے لگی۔ اور کافی دیر تک رد و بدل ہوتی رہی تا اینکہ جناب شعیر نے یا علی ادرکنی کا نعرہ لگا کر اس کے زیر بغل ایک ایسا وار کیا کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ یہ دیکھ کر لشکر مختار نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور دشمن محو گریہ ہو گئے اس کے گرتے ہی شعر کے بیٹے نے اپنے

غلام کو حکم دیا کہ عبداللہ جبلی کا سر کاٹ لے۔ اس نے فوراً اس کا سر کاٹ کر اُسے نیزے پر بلند کر دیا۔

ورقا اور ربیعہ میں جنگ

ربیعہ بن مخارق نے جب عبداللہ جبلی کا قتل دیکھا آپے سے باہر ہو گیا اور کہنے لگا۔ کہ اب میں خود میدان میں جا کر ورقا کو قتل کر کے دم لوں گا۔ چنانچہ اس نے میدان میں آکر آواز دی۔ کہ کدھر ہے ورقا آئے میرے مقابلہ کے لئے جناب ورقا نے جونہی اس کی آواز سُنی۔ وہ میدان میں کود پڑے۔ اور کہنے لگے کہ اے ربیعہ اب تجھے تیری موت میرے مقابلہ میں لائی ہے اس کے بعد دونوں طرف سے واروں کی رد و بدل ہونے لگی۔ اور تیزی سے نیزے چلنے لگے۔ یہاں تک کہ ستر نیزوں کی رد و بدل ہوئی۔ بالآخر جناب ورقا نے یا علی ادرکنی کا نعرہ لگا کر پوری طاقت سے ایک نیزہ اس کے شکم پر مارا وہ نیزہ پشت کی جانب ایک بالشت برآمد ہو گیا۔ نیزہ لگتے ہی ربیعہ نے چیخ ماری اور وہ کہنے لگا کہ افسوس مجھ پر دشمن کا وار چل گیا اور میں موت کی آغوش میں جا پہنچا۔ ربیعہ کا زمین پر گرنا تھا۔ کہ ورقا نے اپنے غلام سے کہا کہ فوراً اس کا سر کاٹ لے۔ غلام نے سر کاٹ لیا۔ ورقا نے یالثارات الحسین کا فلک شگاف نعرہ لگایا اور اپنے لشکر سے کہا کہ سب مل کر حملہ کر دو اور دشمن کے کسی فرد کو بھی زندہ نہ چھوڑو۔ یہ کہہ کر خود دشمن کے پر دل پر پڑ گئے۔ ان کے پیچھے سارا لشکر حملہ کرنے لگا نیزے اور شمشیریں چلنے لگیں۔ یہاں تک کہ چار ہزار شامی قتل ہو گئے اور بھگدڑ مچ گئی ورقا نے حکم دیا کہ ان کا پیچھا کرو اور ایک کو بھی زندہ نہ جانے دو۔ جو مرنے سے رہ جائے اسے گرفتار کر لو۔ مجاہدوں نے پوری دلیری اور تندہی سے میدان میں کام کیا اور بے شمار دشمنوں کو قتل کر کے دو سو منافقوں کو اسیر کر لیا اس کے بعد مجاہد ربیعہ کے لشکر گاہ کی طرف مڑے اور اُسے برباد کر کے مال و اسباب لُوٹ لیا۔ پھر اسیروں کو ورقا کے سامنے پیش کیا۔ اس جنگ میں بہت سے وہ دشمن موت کے گھاٹ اُتر گئے۔ جو جنگ صفین میں حضرت علی سے لڑے تھے۔ اور کربلا میں شریک قتل حسین ہوئے تھے ورقا کے حکم سے ربیعہ غنوی اور عبداللہ جبلی کا سر نیزے پر بلند کیا گیا۔ یہ بہادر سروں کو نیزے پر بلند کئے۔ دو سو اسیروں اور بروایت دمعہ ساکبہ تین سو اسیروں کو ہمراہ لیے یالثارات الحسین کا نعرہ لگاتے ہوئے جناب یزید ابن انس کی خدمت میں جا پہنچے۔ وقد شفی علی الموت فاشار بیدہ ان اضربوا اعناقھم فقتلوا جمیعا یہ لوگ اس وقت جناب یزید ابن انس کی خدمت میں پہنچے جب وہ عالم احتضار میں تھے۔ انہوں نے جب اسیروں کو دیکھا تو اشارہ سے کہا کہ ان کی گردنیں ماردی جائیں۔ چنانچہ سب قتل کر دیے گئے۔

جناب یزید بن انس کی وفات

اس کے بعد شام ہو گئی سب لوگ نماز مغرب و عشا ادا کرنے

کے لیے مسجد میں چلے گئے ۔ نماز ادا کرتے ہی جناب یزید کے خیمہ سے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ نمازیوں نے سمجھ لیا کہ حضرت یزید بن انس وفات پا گئے سب دوڑے ہوئے خیمہ میں پہنچے اور سب محو گریہ ہوئے ساری رات اُن پر گریہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ صبح نمودار ہوئی۔ اس کے بعد ان کو غسل دیا گیا۔ کفن پہنایا گیا۔ تحصلی علیہ ورقاء بن عازب الاسدی ورقا بن عازب اسدی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ اسی مقام پر دفن کر دیے گئے۔ ان کی وفات سے لشکر اسلام سخت غمگین ہوا۔ جناب ورقا نے انہیں تسلی دی اور صبر کی ہدایت فرمائی۔

مورخ طبری کا بیان ہے کہ جناب یزید بن انس کے وفات کی صحیح اطلاع حضرت مختار کو نہ پہنچ سکی۔ انہوں نے اُن کے مرنے کی خبر سنی مگر ان کو یہ نہ علم نہ ہو سکا کہ کیسے وفات پائی وہ سمجھے کہ شاید ہمارے لشکر کو شکست ہو گئی ہے اور جناب یزید اُسی میں قتل کر دیئے گئے ہیں۔ اسی پریشانی میں انہوں نے اپنے گورنر مدائن سے استفسار کیا جب اس نے اطلاع دی کہ وہ اپنی موت سے مرے ہیں۔ اور مجاہدین اسلام شاندار کامیابی کے ساتھ واپس آ رہے ہیں تو حضرت مختار خوش و مسرور ہو گئے۔

عمرو بن حارث کا خط ورقا بن عازب کے نام

جناب یزید بن انس کی وفات کے بعد ورقا سپہ سالار لشکر نے اپنے بہادروں کو حکم دیا کہ اب موصل پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ سب مکمل طور سے تیار ہو کر بارادہ موصل روانہ ہی ہونے والے تھے کہ ناگاہ عمرو بن حارث رئیس موصل کا خط ورقا کے نام پہنچا۔ یہ چونکہ محب آل محمد تھے، لہذا انہوں نے موصل کی حالت سے ورقا کو مطلع کر دیا انہوں نے لکھا کہ:

> خدا کا شکر ہے کہ اس نے آپ لوگوں کو شاندار کامیابی عطا فرمائی ہے اور آپ کی قتل دشمن کے سلسلہ میں پوری پوری امداد فرمائی ہے، خداوند عالم آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو زندہ و سلامت رکھے۔ اے برادر میرا فرض ہے کہ میں تمہیں یہاں کے حالات سے خفیہ طور پر آگاہ کر دوں سنو، ابن زیاد بے بنیاد اسی ہزار پر مشتمل فوج لے کر موصل میں آ گیا ہے اب تم یہاں آنے اور نہ آنے کے مسئلہ پر اپنی فوجی طاقت کی روشنی میں غور کر کے فیصلہ کرو، میں تمہیں اس لیے لکھ رہا ہوں کہ میں تمہاری کسی تکلیف کو برداشت نہیں کر سکتا۔ والسلام

جناب ورقا نے جب یہ خط پڑھا فوراً اپنے سرداران لشکر کو طلب فرمایا اور ان کے سامنے اس خط کو رکھ دیا اور ان سے کہا کہ تم مجھے رائے دو کہ اب میں کیا کروں آیا موصل کے لیے روانہ ہوں یا خدمت امیر مختار میں واپس چلوں، سب نے کہا کہ جو حضور کی رائے ہو۔ ہماری بھی وہی رائے ہے اگر آپ موصل چلیں گے ہم لڑ کر جان دینے کو تیار ہیں۔ اگر واپس چلتے ہیں۔ ہم اس کے لیے بھی آمادہ ہیں ورقا نے فرمایا کہ میری رائے میں واپس چلنا مناسب ہے۔

ورقا کا مظفر و منصور لشکر کوفہ کو جناب ورقا کے مشورے کے مطابق رات کے وقت مجاہدوں کا لشکر کوفہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ یہ لشکر جب کوفہ کے قریب پہنچا تو سرداران مختار نے اس کا استقبال کیا اور یہ لشکر ربیعہ، جبلہ اور دیگر لوگوں کے سروں کو نیزوں پر بلند کئے ہوئے یالثارات الحسین کا نعرہ لگاتا ہوا داخل کوفہ ہوا۔ اس حالت کو دیکھ کر مومنوں کے دلوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی اور دشمن ملول و رنجیدہ ہو گئے۔ حضرت مختار نے ورقا سے حالات دریافت فرمائے۔ جناب یزید بن انس کی وفات سے حضرت مختار و حضرت ابراہیم سخت رنجیدہ ہوئے اور لشکر کی شاندار کامیابی سے بے حد خوش و مسرور ہو کر سجدہ خالق میں شکرگزاری کے لیے جا پڑے۔

روضۃ المجاہدین ص۱۲۷ و ۱۳۵، تاریخ طبری جلد ۴ ص۶۵۵ و ۵۶ ۶۔ روضۃ الصفا جلد ۳ ص۸۲
احسن الاخبار ص۵۸، دمعہ ساکبہ ص۴۰۹ و ۴۱۰۔ نور الابصار ص۱۰۷ و ۱۱۰، ذوب النضار ابن نما ص۴۱۴

باب ۲۲

قتل ابن زیاد کے لئے حضرت ابراہیم کی موصل کو روانگی

قتل حضرت مختار کے لئے قاتلانِ حسین کی یورش اور حضرت ابراہیم کی واپسی اور کوفہ میں

قاتلانِ حسین کا قتل عام

علماء و مورخین کا بیان ہے کہ ورقا بن غارب کے حد بیہ سے شاندار کامیابی کے ساتھ

واپسی کے بعد حضرت مختار کو معلوم ہوا کہ ابن زیاد بدنہاد تراسی ہزار کا لشکر لئے ہوئے وارد موصل ہو گیا ہے۔ آپ نے یہ ضروری خیال کرتے ہوئے کہ اس کو قتل کرنا ہے حضرت ابراہیم سے فرمایا کہ اے برادر اب ابن زیاد کو قتل کرنے کے اقدام کی طرف پیش قدمی کرنی چاہیئے ۔ اور جس قدر جلد ممکن ہو سکے اسے آب شمشیر سے سیراب کر کے بارگاہ سرور کائنات میں سرخرو ہونا چاہیئے ۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اے امیر ابھی جلدی نہ فرمایئے ۔ ہمارا لشکر ابھی تھکا ہوا ہے ۔ اولاً تو اسے سکون و آرام دینا چاہیئے ثانیاً یہ کہ اس پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ کوفہ میں سارے کے سارے آپ کے دشمن ہیں ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے چلے جانے کے بعد آپ پر اہل کوفہ یورش کر دیں ۔ اور آپ کو آسیب پہنچ جائے حضرت مختار نے فرمایا کہ اس وقت ہمارے پاس دس بروایتے بارہ ہزار فوج ہے آپ ایک ہزار یا بروایتے چار ہزار فوج چھوڑ کر خدا کا نام لے کر نکل پڑیں ۔ ہمارا خدا حافظ ہے ۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا ۔ کہ میری رائے یہ ہے کہ پہلے یہاں کے باشندوں کے ساتھ مزید کرم گستری فرمایئے اور انہیں پھر خلعت وغیرہ دے کر اپنا ہمدرد بنایئے ۔ اس کے بعد میں یہاں سے روانہ ہوں اور بہتر یہ ہو گا کہ خلعت کے ساتھ ساتھ ان سے آدمیوں کی استعانت طلب کیجئے اور جنہیں آپ اپنے پاس رکھیں ۔ ان کو اتنا بتا دیجئے ۔ کہ وہ اس وقت کام آئیں جب خدا نخواستہ آپ کے خلاف خروج کیا جائے ۔ حضرت مختار نے حضرت ابراہیم کی رائے سے پورا اتفاق کیا ۔ اور کوفہ کے نمایاں افراد کو طلب فرمایا ۔ جب وہ لوگ آ گئے تو انہیں کرم گستری سے مسرور فرمایا اور کافی کچھ انہیں دے دیا ۔ اور ان سے فرمایا کہ میں ابراہیم کو قتل ابن زیاد کے لئے موصل بھیج رہا ہوں ۔ میری خواہش ہے کہ چونکہ ساری فوج ان کے ہمراہ چلی جائے گی اور میں یہاں تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ رہ جاؤں گا ۔ لہٰذا تم لوگوں کو چاہیئے کہ اپنے اپنے غلام اور ملازم اتنے عرصہ کے لئے میرے پاس بھیج دو ۔ جتنے عرصہ میں ابراہیم موصل سے واپس آ جائیں ۔

یہ سن کر ان لوگوں نے کہا کہ ہمیں اس میں کیا عذر ہو سکتا ہے ۔ ہم خدمت امیر کے لئے حاضر ہیں چنانچہ عمر سعد نے دس غلام اور دس ملازم اور عدی طلائی نے آٹھ نوکر اور دس غلام اسحاق بن اشعث نے دس غلام اور دس نوکر سلاح جنگ سے آراستہ بھیج دئے ۔ اس طرح بہت سے مشائخ کوفہ نے اپنے اپنے غلام اور نوکر حضرت مختار کی خدمت میں پہنچا دیئے ۔ جن کی تعداد پانچ سو ہو گئی حضرت مختار نے ان ملازموں اور غلاموں کو بیش بہا خلعت سے نوازا ۔ اور انہیں درہم و دینار سے

مالا مال کر دیا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم سے فرمایا کہ اب روانگی کا بندوبست کریں۔ اور اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جائیں حضرت ابراہیم نے اعلان کے بعد کوفہ سے باہر اپنی لشکر گاہ مقام نخیلہ کو قرار دیا اور وہاں کئی روز ٹھہرے رہے چونکہ اعلان ہو چکا تھا کہ ابراہیم مقام نخیلہ میں قیام پذیر ہیں لہذا تمام کے تمام لوگ وہاں پہنچ کر ان کی معیت میں بارادہ قتل ابن زیاد موصل کے لیئے روانہ ہوں لہذا افراد فوج جوق در جوق جمع ہونے لگے۔ یہاں تک کہ سارا لشکر جمع ہو گیا۔ لشکر کے جمع ہونے کے دوسرے روز حضرت ابراہیم نے کوچ کا اعلان کیا۔ فوج تیار ہوئی۔ اور آپ سب کو لے کر روانہ ہو گئے حضرت مختار حضرت ابراہیم کو دو فرسخ تک پہنچانے کے لیئے گئے۔ حضرت ابراہیم جب حضرت مختار سے وداع ہونے لگے۔ تو آپ نے انہیں سینے سے لگایا۔ اور انہیں دعائے ظفر و کامیابی دی۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم موصل کی طرف اور حضرت مختار کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے حضرت مختار کوفہ واپس آ کر سریر عدالت پر جلوہ فگن ہوئے۔

حضرت ابراہیم کی روانگی کے بعد کوفہ کی حالت

حضرت ابراہیم کے روانہ ہوتے ہی کوفہ میں انقلاب کی ہوا چلنے لگی۔ وہ لوگ جو قتل امام حسین علیہ السلام میں شریک ہوئے تھے اور کوفہ میں چھپے بیٹھے تھے، وہ زہریلے ادبال کی طرح نمودار ہو گئے اور ان لوگوں کے ساتھ آ ملے۔ جو نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ اور ان سب نے حضرت مختار کی بیعت توڑ دی۔ اس سلسلہ میں تمام قبائل، بجیلہ، ازد اور کندہ نے ایکا کر لیا۔ اشراف کوفہ اور قبائل نے اس کی کوشش شروع کر دی۔ کہ ابراہیم کی واپسی سے قبل مختار کو قتل کر دیں۔

حضرت مختار کے خلاف شیث ابن ربعی کی ریشہ دوانی

حضرت ابراہیم کی روانگی کے دوسرے دن شیث ابن ربعی جنگ کربلا کے کمانڈر ان چیف عمر بن سعد کے پاس گیا اور اس سے کہنے لگا۔ کہ میں عرصہ سے اس کوشش میں تھا۔ کہ ابراہیم کہیں چلے جائیں اور مختار کوفہ میں اکیلے رہ جائیں تو ہم انہیں حکومت اور قاتلانِ حسین سے بدلا لینے کا مزہ چکھائیں اب عرصہ کے بعد یہ تمنا پوری ہو گئی ہے لطف یہ ہے کہ مختار کے پاس لشکر بہت تھوڑا ہے اور وہ ہم پر اعتماد کیئے بیٹھے ہیں۔ خدا کی قسم، ابراہیم جب ابن زیاد کو قتل کر کے واپس آئیں گے۔ تو ہم سب کو ایک ایک کر کے آبِ تیغ سے سیراب کریں گے۔ اور ہم میں کا ایک بھی زندہ نہ بچے گا۔ عمر سعد نے کہا بربِ کعبہ تو بالکل سچ کہتا ہے یہی کچھ ہو کے رہے گا اور وہ ہمیں ایسے عبرت ناک طریقے سے قتل کریں گے کہ قیامت تک اس کی تکلیف سے ہم کو سکون نہ ملے گا۔

بہتر یہ ہے کہ مختار کو جلد سے جلد قتل کر دینا چاہیئے یہ کہہ کر وہ بولا کہ ٹھہرو اس کی ترکیب و تدبیر میں کرتا ہوں چنانچہ اس نے تمام قاتلان حسین کو اپنے مکان پر دعوت اجتماع دی، اس کی طرف سے پیغام اجتماع پہنچتے ہی عمرو بن حجاج، حکیم بن طفیل، بشیر بن بشر عثمان بن خالد، وہب ابن کعب، خولی بن یزید سنان بن انس، شمر بن ذی الجوشن اور انہیں کے مانند قاتلان حسین جمع ہو گئے۔ انہوں نے اس کے مکان پر پہنچ کر پوچھا کہ خیر تو ہے ہمیں کیوں بلایا ہے۔ اس نے کہا کہ بات یہ ہے کہ مختار ہم لوگوں کے عظیم ترین دشمن ہیں۔ انہوں نے آج کل ابراہیم بن مالک اشتر کو قتل ابن زیاد کے لئے موصل بھیج دیا ہے اس وقت ان کے پاس لشکر بہت معمولی ہے۔ وہ ہم پر بھروسہ کئے بیٹھے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ وہ ہمارے اوپر ہماری مرضی کے خلاف حکومت کر رہے ہیں۔ ہم انہیں کسی حال میں بھی بخوشی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں، اب موقع اچھا ہے۔ ہم لوگوں کو چاہیئے کہ ابراہیم کے آنے سے پہلے مختار کو قتل کر کے سکون حاصل کر لیں، ورنہ وہ اگر ابن زیاد کو قتل کر کے واپس آ گئے، تو ہماری خیر نہیں ہے۔ وہ یقیناً ہم سب کو ایک ایک کر کے قتل کر دیں گے یہ سن کر تمام حاضرین سوچ میں پڑ گئے، اتنے میں شیث ابن ربعی نے کہا کہ اس کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ ہم سب کو محمد بن اشعث کے پاس چل کر اُن سے مشورہ کرنا چاہیئے۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا اور سب کے سب اُٹھ کر ابن اشعث کے مکان پر جا پہنچے۔

محمد ابن اشعث کی فہمائش

محمد بن اشعث نے ان لوگوں کی بڑی تعظیم و تکریم کی اس کے بعد پوچھا کہ تم لوگ اس وقت میرے پاس کیوں آئے ہو۔ ان لوگوں نے اپنا منشا بیان کیا اور اسے بھی سمجھانے کی کوشش کی۔ اس سے کہا کہ مختار ہمارے سخت دشمن ہیں۔ انہوں نے ابن زیاد کو قتل کرنے کے لیے ابراہیم اشتر کو بھیج دیا ہے، ہمیں یقین ہے کہ جب ابراہیم اسے قتل کر کے واپس آجائیں گے، تو مختار ہماری طرف متوجہ ہوں گے۔ اور ہم سب کو قتل کر ڈالیں گے۔ ہم لوگوں نے یہ طے کیا ہے۔ کہ ابراہیم کے واپس آنے سے پہلے مختار کو قتل کر ڈالیں، اور اسی مشورہ کے لیے ہم آپ کے پاس آئے ہیں، محمد بن اشعث نے کہا کہ چونکہ تم لوگ مجھ سے مشورہ کے خواہاں ہو لہٰذا اب جو کچھ میں کہوں اُسے غور سے سنو دیکھو میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ مختار پر تم غالب نہ آ سکو گے۔ کیونکہ وہ بڑے خوش تدبیر اور بہادر ہیں اور ان کے ماننے والے سارے عراق میں پھیلے ہوئے ہیں۔ نیز ہمارے ملازمین اور غلام سب ان کے ساتھ ہیں۔ میری رائے یہ ہے۔ کہ تم اس چکر میں نہ پڑو اور فتنہ برپا نہ کرو۔ ورنہ سخت نقصان اُٹھاؤ گے۔

سنو مختار کے دشمنوں میں عبداللہ ابن زبیر، مصعب ابن زبیر اور عبدالملک ابن مروان نمایاں حیثیت رکھتے ہیں تم لوگ مختار کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ جب یہ طاقتیں ان کی طرف متوجہ ہوں گی یہ خود سلطنت تو درکنار اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ تم کیوں میدان میں آکر اپنے کو تباہ کرتے ہو؟

عمر بن سعد کا مشورہ

یہ سن کر سب لوگ وہاں سے اٹھ کر عمر بن سعد کے مکان پر واپس آگئے۔ عمر سعد نے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ چونکہ مختار کے پاس لشکر نہیں ہے۔ اگر تم انہیں گرفتار کرنا چاہو گے تو وہ خود سلطنت چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ اور شہر کوفہ تمہارے حوالہ کردیں گے۔ اور دیکھو امتحان کے لیے ایسا کرو کہ اپنے میں سے ایک شخص کو ان کے پاس بھیج دو۔ وہ جاکر ان سے کہے۔ کہ اہل کوفہ کہتے ہیں کہ ہم مختار کی حکومت نہیں چاہتے اگر وہ اس کا جواب سختی کے ساتھ دیں تو سمجھ لو کہ وہ اپنے مقام پر مضبوط ہیں اور ان سے لڑنا مفید نہ ہوگا۔ اور اگر وہ جواب نرمی کے ساتھ دیں تو جان لو کہ وہ ڈر رہے ہیں۔ اور اپنے کو کمزور سمجھ رہے ہیں۔ اور ایسی حالت میں کہ وہ اپنے کو کمزور سمجھ رہے ہوں ہم ایک دن کی پہلی ساعت میں ان پر غالب آکر انہیں قتل کردیں گے۔

یہ سن کر شبث ابن ربعی نے کہا کہ اس کام کو میں کروں گا۔ چنانچہ وہ حضرت مختار کی خدمت میں حاضر ہوکر بولا۔ کہ مجھے اشراف کوفہ نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم آپ کی حکومت تسلیم کرنا نہیں چاہتے، آپ حکومت چھوڑ دیجئے اور عبداللہ ابن زبیر کی بیعت کرکے خانہ نشین ہوجایئے ورنہ ہم آپ کے خلاف خروج کریں گے اور آپ کو قتل کردیں گے۔

حضرت مختار نے فرمایا کہ اے شبث تو واپس جاکر ان لوگوں سے کہدے کہ میں ایسا انصاف کر رہا ہوں کہ حضرت علی علیہ السلام کے بعد سے اب تک کوفہ میں ایسا انصاف نہیں کیا گیا تم نے میری طرف سے کون سا ایسا ظلم دیکھا ہے کہ اس قسم کے خیالات کو نشو و نما دیتے ہو شبث نے کہا کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ ہماری نماز تمہارے پیچھے درست نہیں ہے کیونکہ تم نے عبداللہ ابن زبیر سے خروج کیا ہے اور ہمارے غلاموں اور خادموں کو ہم سے زبردستی لے لیا ہے۔ حضرت مختار نے فرمایا معاذاللہ! یہ ان کا کیا کہنا ہے۔ بھائی میں نے غلاموں کو زبردستی تو نہیں لیا اور نہ اس ارادے سے لیا ہے کہ اب واپس نہ کروں گا۔ میں نے چند دنوں کے لیے عاریتاً ان کو اپنے پاس رکھا ہے۔ جب ہماری فوج ابن زیاد کو قتل کرکے واپس آئے گی ہم ان کے غلام واپس کردیں گے۔

شبث ابن ربعی نے حضرت مختار کا جواب اپنے ساتھیوں اور باغیوں تک پہنچایا، ان لوگوں نے حضرت مختار کے جواب کو کمزوری پر محمول کرکے باہمی فیصلہ کرلیا کہ ہمیں خروج کرکے مختار کو

ضرور قتل کر دینا چاہیے۔

عبدالرحمن اسدی کی فہمائش

اس فیصلہ کے بعد ان کے ساتھیوں میں سے ایک ساتھی عبدالرحمن اسدی نامی نے بروایت اصدق الاخبار فی الاخذ بالثار علامہ محسن الامین، ان سے کہا کہ دیکھو تم لوگوں نے یہ فیصلہ غلط کیا ہے۔ تم کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ خود بڑے سوجھ بوجھ کے آدمی ہیں اور بے حد شجاع ہیں اور ان کے ساتھ ہمارے کافی غلام اور ملازم ہیں بہتر یہ ہے کہ تم اپنے ارادہ سے باز آؤ اور فتنہ برپا کر کے اپنے کو متفرق نہ کرو، دیکھو مختار کے دشمن ابن زبیر اور عبدالملک بن مروان ہیں وہ خود ان کی حکومت کو نہس نہس کر دیں گے۔ مگر لوگوں نے اس کی ایک نہ سنی اور سب اپنے فیصلہ پر اڑے رہے۔

اس کے بعد شیث ابن ربعی عمر بن سعد کے پاس پہنچا اور اس سے ساری گفتگو جو مختار سے ہوئی تھی نقل کر دی۔ اس نے کہا کہ ہم سمجھ گئے، اب ہمیں بلاتاخیر مختار پر حملہ کر دینا چاہیے کیوں کہ مختار اس وقت بالکل کمزور ہیں۔

محمد بن اشعث اور دشمنانِ مختار کی قیادت

عمر بن سعد یہ سمجھنے کے بعد کہ مختار کمزور پڑ رہے ہیں۔ ابن اشعث کے پاس گیا اور اس سے کہنے لگا، کہ ہم نے یقین کر لیا ہے۔ کہ مختار کمزور ہیں کہ ہم ان سے مقابلہ میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اب بہتر ہے کہ آپ اٹھ کھڑے ہوں۔ اور ہماری قیادت سنبھال کر مختار کی تکا بوٹی کر دیں۔ ابن اشعث نے منظور کر لیا اور فوراً حملہ کرنے کا پروگرام مرتب کر لیا لیکن بروایت طبری شیث ابن ربعی نے کہا کہ عجلت نہ فرمائیں اتنی تاخیر کریں کہ ابراہیم کوفہ سے کافی دور نکل جائیں۔

قتل مختار کے لئے انتظامات کی تکمیل

جب ابراہیم کی روانگی کا تیسرا دن ہوا تو ابن اشعث نے کوفہ کی ناکہ بندی کر دی تاکہ مختار کی مدد کے لیے کوئی پہنچ نہ سکے اور اس کے لئے مضبوط پہرہ بٹھا دیا کہ آمد و رفت کے راستے مطلقاً مسدود ہو جائیں اس کے بعد خود گھوڑے پر سوار ہو کر محلہ "صباح" میں پہنچا۔ اس کے پہنچتے ہی تمام منافقوں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا اور وہ اس کو اپنی حمایت کا یقین دلانے لگے جب حضرت مختار کو معلوم ہوا کہ ابن اشعث محلہ صباح میں خروج کا انتظام کر رہا ہے۔ تو آپ نے فوراً حضرت ابراہیم کو ایک خط لکھا جس میں حالات کی تفصیل تحریر فرمائی اور انہیں لکھا کہ ان لاتضع کتابی من یدک حتی تقبل الی بجمیع من معک" میرا خط پڑھ کر اسے ہاتھ سے رکھنے سے قبل فوج سمیت میرے پاس پہنچ جاؤ۔ اس خط کو انہوں نے

اپنے غلام افلح کو دے کر اُسے ایک تیز ترین ناقہ پر سوار کر کے روانہ کر دیا۔ اس کی روانگی کی اطلاع کسی کو کانوں کان نہ ہوئی۔

حضرت ابراہیم ساباط میں

حضرت ابراہیم حضرت مختار سے رخصت ہو کر بمقام "حمام اعین" قیام پذیر ہوئے پھر وہاں سے دوسرے دن روانہ ہو کر بغداد کے قریب ساباط مدائن میں قیام پذیر ہوئے۔ حضرت مختار کا غلام خط لئے ہوئے شام کے وقت بمقام ساباط جا پہنچا حضرت ابراہیم نے جونہی خط پر نگاہ کی، اپنے لشکر کو حکم دیا کہ کوفہ کے لئے چل پڑے۔ چنانچہ سب نے اپنا رخ کوفہ کی طرف موڑ دیا اور نہایت تیزی سے قطع منازل کرنے لگے۔ شام کا وہ حصہ جو باقی رہ گیا تھا ان لوگوں کے راستہ میں گزرا، رات ہونے کے بعد ایک مقام پر قیام کیا "تاکہ سوار اور سواریوں کی تھکن دور ہو جائے" لیکن یہ قیام صرف چند گھنٹے کا تھا تھوڑی دیر آرام کے بعد یہ لوگ پھر چل پڑے اور ساری رات چلتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ پھر نماز صبح سے فراغت کے بعد پھر چل پڑے۔ یہاں تک کہ عصر کے وقت کوفہ جا پہنچے۔

حضرت مختار کی ملازمین اور خادموں سے گفتگو

حضرت ابراہیم کے کوفہ پہنچنے سے پہلے حضرت مختار نے ان خدام اور ملازمین کو بلایا جو اشراف کوفہ کے تھے۔ اور عارضی طور پر ان کے پاس آئے تھے۔ اور اُن سے کہا کہ تمہارے مالکوں نے ہم پر الزام لگایا ہے۔ کہ ہم نے تم لوگوں کو اُن سے زبردستی حاصل کیا ہے حالانکہ تم لوگ بھی جانتے ہو کہ میں نے اُن سے یہ کہہ کر تم لوگوں کو اپنے پاس بلایا ہے کہ جب ابراہیم بن اشتر قتل ابن زیاد سے فراغت کے بعد واپس آجائیں گے تو ہم تم سب کو تمہارے مالکوں کے پاس واپس کر دیں گے۔ ان لوگوں نے کہا کہ آپ کا فرمانا بجا ہے آپ نے ہمیں عارضی طور پر بلایا ہے پھر حضرت مختار نے فرمایا کہ اب تمہارے مالک چاہتے ہیں۔ کہ ابراہیم کے واپس آنے سے پہلے تم کو ہم سے واپس لے لیں۔ لہٰذا میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم لوگ جانا چاہتے ہو تو خوشی سے چلے جاؤ۔ ان لوگوں نے کہا کہ اے امیر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم آپ جیسے کریم کو چھوڑ کر ان بخیلوں اور کمینوں کے پاس چلے جائیں اے امیر ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جب تک بدن میں جان رہے گی ہم آپ کی خدمت میں رہیں گے۔ آپ کے دشمنوں سے لڑیں گے۔ اور آپ کے قدموں میں جان دیں گے۔ اب ہم آپ کی خدمت سے تا حیات علیحدہ نہ ہوں گے حضرت مختار نے ان لوگوں کو دعائیں دیں اور انہیں آفرین کہا۔

کوفہ کی ناکہ بندی اور حضرت مختار کا توکل

حضرت مختار ابھی غلاموں سے باتیں کر ہی رہے

تھے کہ ایک شخص دوڑا ہوا آیا اور آکر کہنے لگا کہ اے امیر، کوفہ کی حالت خراب ہو گئی ہے انقلاب نے کروٹ لے لی ہے اور تمام قاتلانِ حسین نے ایکا کر لیا ہے وہ سب اس وقت محلہ صباح میں جمع ہو گئے ہیں اور کوئی دم میں آپ پر حملہ کر دیں گے حضرت مختار نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں خدا مالک ہے اور سنو میں تو اس موقع پر وہی کچھ کہتا ہوں جو حضرت رسول کریم نے اُحد میں گھر جانے کے وقت فرمایا تھا اور وہ یہ ہے۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل حضرت مختار کے لشکر نے حالات کی روشنی میں ان سے کہا کہ بہتر ہے کہ جب تک حضرت ابراہیم واپس نہ آجائیں آپ اپنے کو قلعہ میں محفوظ رکھئے۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ تم لوگ گھبراؤ نہیں ہمیں کسی قسم کی کوئی گزند ان دشمنوں سے نہ پہنچے گی۔

حضرت مختار محلہ صباح میں

اس کے بعد آپ نے سلاح جنگ سے اپنے کو آراستہ کیا اور چند بہادروں کو ہمراہ لے کر آپ محلہ صباح میں جا پہنچے۔ جہاں دشمنوں کا اجتماع تھا بروایت دمعہ ساکبہ آپ نے انہیں باتوں میں الجھانے کی کوشش کی، اور وہ اس فکر میں رہے کہ اتنی دیر تک جنگ نہ ہونے پائے کہ حضرت ابراہیم واپس آجائیں۔ کافی دیر بحث و مباحثہ کے بعد جنگ کی نوبت اس لئے آگئی کہ ؎

بگڑتی ہے جس وقت ظالم کی نیت
نہیں کام آتی دلیل اور حجت!

قاتلان حسین کا حضرت مختار پر حملہ

بالآخر دونوں طرف سے حملے ہونے لگے اور اس جنگ کی ابتدا قاتلان حسین کی طرف سے ہوئی۔ حضرت مختار نے بھی شجاعت کے جوہر دکھلائے اور ایسے حملے کئے کہ فلک دوار حیران اور مریخ خنجر گزار انگشت بدنداں ہو گئے مختار اور ان کے ساتھیوں نے کشتوں کے پشتے لگا دئے۔ لیکن اس جنگ میں ان کے بھی کافی مجاہد شہید ہوئے یہ جنگ پورے ایک شبانہ روز جاری رہی۔ اس جنگ میں حضرت مختار کے ساتھیوں کے بھی پاؤں ایک روایت کی بنا پر اکھڑ گئے لیکن خدا کا کرنا یہ ہوا کہ ان کے فرار سے پہلے دشمن کا لشکر مائل بہزیمت ہو گیا اور یہ حالت دیکھ کر ابن اشعث نے حکم دیا کہ ناکہ بندیوں پر جو لوگ مامور ہیں۔ انہیں فوراً میدان جنگ میں بلا لیا جائے۔ چنانچہ وہ لوگ اپنے مقامات چھوڑ کر میدان قتال میں آپہنچے۔ ان کے ادھر آتے ہی راستے صاف ہو گئے اور مورخین کی آمد کا "تانتا بندھ گیا۔ یہاں تک کہ کافی مجاہدین آپہنچے۔ ان کے آنے سے حضرت مختار کی جنگ کی رفتار اور تیز ہو گئی

ادھر رفتار جنگ تیز ہوئی اُدھر ابراہیم کی رسیدگی کا طبل بجنے لگا۔

حضرت ابراہیم کی کوفہ میں رسیدگی

حضرت ابراہیم نے حضرت مختار کا خط پاتے ہی کوفہ کو اس تیزی سے روانہ ہوئے تھے کہ کم سے کم مدت میں کوفہ آ پہنچے۔ اور کوفہ میں رسیدگی کا انداز یہ قرار دیا کہ اپنے لشکر والوں سے کہا کہ میں چار سو سواروں کو لے کر آگے جاتا ہوں۔ تم لوگ میرے پیچھے رہروی کرتے چلے آؤ۔ چنانچہ وہ تیزی سے بڑھتے آ رہے تھے۔ ان کو یہ خیال تھا کہ میں لشکر کے ساتھ چلنے میں کہیں اتنی تاخیر سے نہ پہنچوں کہ حضرت مختار کا کام تمام ہو چکا ہو۔ وہ چار سو مجاہدوں سمیت کوفہ کی طرف نہایت عجلت سے جا رہے تھے۔ کہ ناگاہ ایک لشکر کو دیکھا۔ کہ کوفہ سے دو فرسخ کے فاصلہ پر برسرِ راہ بیٹھا ہے۔ جس کی قیادت ایک شخص یزید نامی کے سپرد ہے ان لوگوں نے یونہی حضرت ابراہیم کو آتے دیکھا۔ بڑھ کر پوچھا کہ تم کون لوگ ہو اور کہاں جا رہے ہو۔ حضرت ابراہیم نے ان کے جواب میں فرمایا کہ تم بتاؤ کہ تم کون لوگ ہو اور یہاں کیوں ٹھہرے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم محمد بن اشعث کے سپاہی ہیں۔ اور اس لئے یہاں ٹھہرے ہیں۔ کہ کوئی مختار کی مدد کو نہ جا سکے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ جب یہ بات ہے تو سن لو کہ انا ابن مالک الاشتر النخعی میں ابراہیم ابن مالک اشتر نخعی ہوں۔ اور مختار کی امداد کے لیے آیا ہوں۔ یزید نے آگے بڑھ کر کہا کہ اے ابراہیم تم مجھے پہچانتے ہو اور میں تمہیں جانتا ہوں بس تم سے از راہ ہمدردی ایک بات بتائے دیتا ہوں اور وہ یہ کہ مختار پر کوفہ کے چھوٹے بڑے بوڑھے جوان سب نے مل کر حملہ کر دیا تھا بالآخر انہوں نے کافی مقابلے کے بعد شکست کھائی اور اب وہ گرفتار ہو کر محلہ صباح میں پہنچ گئے ہیں۔ لوگ انہیں اس لئے لے گئے ہیں کہ ان کو عبرت ناک طریقے سے قتل کریں۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا۔ کہ اے دشمن خدا و رسول خدا تجھ پر لعنت کرے۔ میں تیرا قتل واجب جانتا ہوں۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ ان ظالموں کا لباس حیات اُتار دو اور ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑو۔ چنانچہ مجاہدین اسلام نے ان کے سروں پر برق شمشیر گرا دی اور سب نے یکبارگی حملہ کیا اور کثیر دشمنان اسلام کو آغوش موت میں سلا دیا۔ اسی ہنگامی جنگ میں حضرت ابراہیم نے یزید بن حارث کو اپنی شمشیر کی زد میں لے لیا۔ آپ نے تلوار سے اس پر حملہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اے ملعون تو نے مجھے جو گرفتاری مختار کا مژدہ سنایا ہے اس کے عوض میں زبردست ہدیہ لیتا جا۔ یہ کہہ کر آپ نے اس کے سر نجس پر ایک بھرپور وار کیا جس سے وہ ملعون تا بہ زین دو ٹکڑے ہو گیا۔ سپاہ ابن حارث نے جب حضرت ابراہیم کی تلوار کی کاٹ دیکھی تو وہ سب اپنی جان بچا کر میدان چھوڑ بھاگے۔ حضرت ابراہیم نے حکم دیا کہ ان کا پیچھا کرو

اور کسی ایک کو زندہ نہ چھوڑو۔ چنانچہ مجاہدوں نے کثیر تعداد میں بھاگنے والوں کو ملک الموت کے پاس پہنچا دیا۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم اپنے لشکر سمیت داخل کوفہ ہو گئے۔ حضرت ابراہیم اس وقت وارد کوفہ ہوئے جبکہ ابن اشعث کی فوج توانائی سے لڑ رہی تھی، اور حضرت مختار کی فوج میں ہزیمت کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ ایک روایت کی بنا پر ایسی حالت پیدا ہو گئی تھی کہ مختاری مجاہد ایک ایک کر کے فرار کرنے لگے تھے۔ اور حضرت مختار اپنی پوری طاقت سے نبرد آزمائی فرما رہے تھے۔ اس وقت ماہتاب روشنی دے رہا تھا۔ اور رات گزر رہی تھی۔ حضرت مختار اپنے ساتھیوں کی کمزوری کا احساس کر ہی رہے تھے، کہ طبل کی آواز کان میں آنے لگی۔ حضرت مختار نے جونہی مڑ کر دیکھا سمجھے کہ ابراہیم آگئے ہیں، یہ محسوس کرنے کے بعد انہوں نے پوری آواز کے ساتھ نعرہ تکبیر بلند فرمایا اور اپنے لشکر کو حضرت ابراہیم کی آمد کی بشارت دی۔ تمام مجاہدوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی اور سب میں از سر نو تاب و توانائی آگئی۔

حضرت ابراہیم جونہی حضرت مختار کے پاس پہنچے انہوں نے گھوڑے سے اتر کر حضرت ابراہیم کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اور ان کی خدمت میں پر خلوص دعاؤں کا ہدیہ پیش فرمایا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم نے یزید ابن حارث سے مقابلہ کا واقعہ بیان فرمایا۔ حضرت مختار بے حد و حساب خوش و مسرور ہوتے۔

حضرت ابراہیم میدان قتال میں

حضرت ابراہیم سے ملنے کے بعد حضرت مختار نے حکم دیا۔ کہ میری سواری کا خاص گھوڑا حضرت ابراہیم کے لیے حاضر کیا جائے چنانچہ بہترین جانور لایا گیا اور حضرت ابراہیم اس پر سوار ہو کر میدان قتال میں تشریف لائے حضرت مختار بھی حضرت ابراہیم کے ہمراہ میدان میں آپہنچے۔ میدان میں پہنچ کر حضرت ابراہیم مبارز طلبی کرنے لگے۔ ان کے مقابلہ کے لیے عبدالرحمٰن بن قیس ہمدانی میدان میں آیا۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اے ولد الزنا تجھے شرم نہیں آتی کہ میرے مقابلہ کے لیے آگیا ہے عبدالرحمٰن نے کہا کہ اے مختار و ابراہیم تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم مجھے ولد الزنا کہہ رہے ہو۔ حالانکہ تم میرے والد کو اچھی طرح جانتے اور پہچانتے ہو۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ تیرے باپ پر طعنہ زنی نہیں کی جا رہی کیونکہ وہ تو حضرت علی علیہ السلام کے دوستوں میں سے تھا اور جنگ صفین میں دشمن اسلام معاویہ ابن ابی سفیان کے لشکر سے لڑا ہے نیز حضرت علی نے ہمدان والوں کی مدح فرمائی ہے۔ طعنہ زنی تیری ماں پر کی جا رہی ہے جس نے تجھ جیسی دشمن اہلبیت ہستی کو جنم دیا ہے اور اپنی عصمت محفوظ نہ رکھنے کی وجہ سے گندی اولاد

پیدا کی ہے ؎

ہر کہ را با علی ست یک کینہ — در سخن حاجت درازی نیست

نیست در آستیں دست پدر — دامن مادرش نمازی نیست

اس کے بعد حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اے دشمن آل محمد میں تجھے ابھی ابھی قید زندگی سے آزاد کئے دیتا ہوں یہ کہہ کر اس پر تلوار کا ایک حملہ کیا جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا۔ ابراہیم نے چاہا کہ دوسرا حملہ کریں کہ اتنے میں اس نے کہا کہ اے ابراہیم تم کو محمد، علی، فاطمہ، حسن و حسین کا واسطہ، مجھے قتل نہ کرو۔ حضرت ابراہیم نے جونہی ان اسما کو سنا اپنی تلوار روک لی اور کہا جا میری نظروں سے دور ہو جا۔ میں نے تجھے ان ناموں کے صدقہ میں چھوڑ دیا۔

عبدالرحمن کے بھاگ جانے کے بعد ظہیر بن قیس میدان میں آیا۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اے بے دین لعنت خدا تجھ پر، ارے تو نے مال دنیا کی خاطر اپنی عاقبت خراب کر لی، تجھے کیا ہو گیا ہے کہ آل محمدؐ کے مقابلہ میں بنی امیہ کا ساتھ دے رہا ہے۔ یہ فرما کر اس پر آپ نے ایک وار کیا۔ جس سے اس کا ایک ہاتھ کٹ کر زمین پر جا گرا۔ وہ ملعون دست بریدہ بھاگا ہوا ابن اشعث کے پاس پہنچا۔ یہ دیکھ کر ابن اشعث نے اپنے لشکر میں آواز دی کہ ابراہیم کے مقابلہ کے لئے کوئی نکلے۔ مگر کسی نے حامی نہ بھری۔ وہ جس سے کہتا کہ تو مقابلہ کے لئے جا۔ وہ یہ جواب دیتا کہ میں ابھی اپنی زندگی سے سیر نہیں ہوا۔ جب کوئی میدان میں آنے کے لئے تیار نہ ہوا کہ ابن اشعث خود عازم میدان ہوا۔ صف لشکر سے نکل کر میدان قتال میں آیا۔ حضرت ابراہیم نے جونہی اسے دیکھا فرمایا کہ اے ملعون کیا تو نے وعدہ نہیں کیا تھا اور کیا تو نے حلف نہیں اٹھایا تھا کہ مختار کے مقابلہ میں نہ آئے گا۔ اس نے کہا کہ میں نے جو قسم کھائی تھی اسی کا کفارہ دینے کے لئے میدان میں آیا ہوں یہ سن کر حضرت ابراہیم کو غصہ آ گیا انہوں نے ایک نعرہ لگایا اور اس ملعون پر حملہ کیا۔ وہ بھی چونکہ بہادر تھا لہذا داروں میں رد و بدل ہونے لگی۔ اور کافی دیر تک وار چلتے رہے بالآخر آپ نے "یا علی ادرکنی" کا نعرہ لگا کر اس کے کندھے پر ایک پُر شکوہ وار کیا جو زرہ اور جوشن کو کاٹ کر کندھے تک جا پہنچا۔ حضرت ابراہیم نے ہاتھ اٹھا کر چاہا کہ دوسرا حملہ کروں مگر وہ ملعون بھاگ کر اپنے سواروں میں جا گھسا۔

یہ دیکھ کر حضرت مختار نے فرمایا کہ اے مجاہدو سب مل کر یکبارگی حملہ کر دو۔ دشمن کے پاؤں اکھڑ چکے ہیں۔ اور یہ عنقریب راہ فرار اختیار کر کے میدان چھوڑ بھاگیں گے۔ حضرت مختار کا حکم پاتے ہی جملہ مجاہدین نے مل کر حملہ کر دیا۔ اس حملہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن گلی کوچے، گھر بلکہ سوراخ میں چھپنے لگے۔ مجاہدین

نے ان کا پیچھا کیا اور جو ملا اُسے قتل کر دیا۔

اس کے بعد بھاگے ہوئے دشمن بروایت دمعہ ساکبہ واصدق الاخبار و نور الابصار دو فرقوں میں تقسیم ہو گئے ربیعہ اور مضر قبیلہ والے بمقام کناسہ جا ٹھہرے اور اہل یمن بمقام جبانۃ السبیع قیام پذیر ہو گئے حضرت مختار نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ آپ مضر و ربیعہ اور اہل یمن میں سے جس سے لڑنا چاہیں چلے جائیں۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا۔ جہاں آپ مناسب سمجھیں بھیج دیں۔ اگر حکم ہو کناسہ چلا جاؤں اگر فرمائیں جبانہ چلا جاؤں۔ حضرت مختار چونکہ ہوشیار آدمی تھے۔ انہوں نے سوچا کہ اگر اہل یمن سے قتال کے لیے ابراہیم کو بھیج دیا تو ہو سکتا ہے کہ وہ اہل قبیلہ ہونے کی وجہ سے جنگ میں پوری شدت نہ کر سکیں۔ اس لئے آپ نے حضرت ابراہیم سے فرمایا کہ آپ ربیعہ و مضر سے جنگ کے لئے کناسہ چلے جائیں اور میں اہل یمن سے لڑنے کے لئے جبانۃ السبیع چلا جاؤں۔ چنانچہ دونوں بہادر لشکر لے کر روانہ ہو گئے۔

اہل یمن سے مختاریوں کی شدید نبرد آزمائی

حضرت مختار اپنے دو جرنیلوں احمر بن شمیط اور عبداللہ کامل سمیت اہل یمن سے مقابلہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ آپ نے ایک مقام پر قیام کیا اور ان دونوں کو لشکر سمیت آگے بھیج دیا۔ ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر شدید ترین جنگ کی۔ لیکن اہل یمن کی مدد کے لیے ایک بڑے لشکر کے پہنچ جانے سے دونوں ہمت ہار گئے اور پلٹ کر حضرت مختار کے پاس آ پہنچے۔ آپ نے انہیں دوبارہ تیار کر کے پھر روانہ کیا اور ان کی مدد کے لئے عبداللہ ابن قراد الخثعمی کو چار سو سواروں سمیت عبداللہ کامل اور احمر شمیط کے پاس بھیج دیا۔ اور انہیں حکم دیا کہ اگر عبداللہ کامل ہلاک ہو گئے ہوں تو تم ان کی جگہ ہو کے لڑنا اور اگر بقید حیات ہوں تو تین سو بہادروں کو ان کے حوالہ کر کے تم جبانۃ السبیع میں ایک سو سوارو ں سمیت پہنچ جانا چنانچہ وہ عبداللہ کامل کے پاس پہنچے اور انہیں محو پیکار پا کر تین سو سوار اُن کے ہمراہ کر دیئے اور خود ایک سو سوار لے کر جبانہ پہنچ گئے۔ حضرت مختار نے مالک بن عمرو النہدی کو جو بڑے شجاع تھے۔ چار سو سواروں سمیط احمر بن سمیت کے پاس بھیج دیا۔ ان سب نے مل کر زبردست نبرد آزمائی کی اور دشمنوں کے لشکر قتل کر ڈالے۔

مضر و ربیعہ سے حضرت ابراہیم کی جنگ

حضرت مختار کے حسب فیصلہ حضرت ابراہیم مضر اور ربیعہ کی جنگ کے لئے جبانہ سبیع روانہ ہو گئے وہاں پہنچنے کے بعد سب سے پہلے شیث ابن ربعی اور اس کے گروہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔

کہ دیکھو میں ان قبائل سے لڑنا نہیں چاہتا۔ میں صرف یہ کہتا ہوں کہ بغاوت سے توبہ کر لو اور واپس چلے جاؤ۔ ان لوگوں نے حضرت ابراہیم کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور وہ جنگ کے لئے آمادہ ہو کر سامنے آ گئے۔ حضرت ابراہیم نے تلوار کھینچی اور مقاتلہ شروع کر دیا۔ کافی دیر لڑنے کے بعد ان سب کو بھگا دیا۔ اس جنگ میں اُن کے بے شمار سوار قتل ہوئے۔ حضرت ابراہیم نے حضرت مختار کو بشارت کے طور پر ان لوگوں کی شکست کی اطلاع دی۔ حضرت مختار نے احمر بن شمیط اور عبداللہ بن کامل کو حضرت ابراہیم کی شاندار کامیابی سے باخبر کیا۔ اس کامیابی کی اطلاع سے ان میں جوشِ نبرد آزمائی فروغ پا گیا اور اُن لوگوں نے پوری طاقت سے دشمنوں کا مقابلہ شروع کر دیا۔ اسی طرح دونوں طرف کامیابی ہی کامیابی خدا نے نصیب کر دی۔

بروایت طبری و نور الابصار اہل یمن سے جنگ میں جناب رفاعہ بن شداد نے پیش قدمی کی اور وہ نہایت اچھے انداز سے لڑے اور انہوں نے بے شمار دشمنوں کو تہ تیغ کیا لیکن آخر میں وہ درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد حمید بن مسلم میدان میں آئے۔ اور انہوں نے ایسی جنگ کی۔ کہ دشمنوں کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ اور انہیں شاندار کامیابی نصیب ہوئی۔

ان عظیم ترین جنگوں میں دشمنوں کی یہ حالت ہو گئی۔ کہ وہ بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ کوئی گھر میں چھپا کوئی صحرا کی طرف بھاگا اور کسی نے مصعب بن زبیر کے پاس پہنچ کر پناہ لی۔ بھاگنے والوں کا پیچھا حضرت مختار کے گروہ نے کیا اور بھاگتے ہوؤں کی کثیر تعداد قتل کر دی اور وہ ان میں سے بے شمار لوگوں کو گرفتار کر لائے۔ بروایت طبری چھ سو چالیس لاشیں پائی گئیں۔ اور پانچ سو افراد گرفتار ہوئے۔

وہ لوگ جو گرفتار کر کے لائے گئے تھے۔ انہیں حضرت مختار نے اپنے سامنے بلایا اور اُن سے باتیں کیں، آپ نے اپنے کارکنوں سے کہا کہ یہ دیکھ لو کہ ان لوگوں میں قاتلانِ حسین کتنے ہیں لوگوں نے بتایا کہ ان میں قاتلانِ حسین کی تعداد دو سو ہے۔ حضرت مختار نے حکم دیا کہ قاتلانِ حسین کو قتل کر دو اور باقی اسیروں کو چھوڑ دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ بروایت اصدق الاخبار ان پانچ سو اسیروں میں سے دو سو اڑتالیس قتل کر دئے گئے کیونکہ یہ لوگ شرکائے قتل حسین میں سے تھے۔ اور باقی کو رہا کر دیا گیا۔

مورخ ابو الفداء کا بیان ہے کہ حضرت مختار صرف قاتلانِ حسین کو قتل کرنے کا تہیہ کئے ہوئے تھے وہ دوسرے لوگوں کو قتل کرنا نہیں چاہتے تھے۔ تاریخ روضۃ الصفا میں ہے کہ جب ابراہیم حضرت

مختار کے خط پر ساباط مدائن سے واپس آئے تھے تو انہوں نے جو پہلا حملہ کیا تھا۔ اس میں پچاس دشمن قتل ہوئے تھے اور آٹھ سو گرفتار کر کے مختار کے سامنے پیش کئے گئے تھے۔ حضرت مختار نے ان میں سے دو سو کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور چھ سو کو رہا کر دیا تھا کیونکہ ان میں دو سو وہ لوگ تھے جو جنگ کربلا میں موجود تھے اور جنہوں نے قتل حسین میں مدد کی تھی۔

مورخ طبری کا بیان ہے کہ جنگ ایسی ہوئی تھی کہ کوفہ کا کوئی ایسا گھر نہ تھا جس میں کا کوئی نہ کوئی قتل نہ ہوا ہو۔ صرف تلوار سے ایک ہزار سات مرد قتل ہوئے تھے مورخ حسام الواعظ کہتے ہیں کہ اس جنگ میں مقتولین کا شمار نہیں کیا جا سکا وہ بے حد و حساب تھے۔

حضرت مختار دار الامارہ میں

کثیر دشمنان آل محمد کو قتل کرنے کے بعد حضرت مختار دار الامارہ میں تشریف لے گئے۔ اور سریر حکومت پر جلوہ افروز ہوئے۔ اب وہ وقت تھا۔ کہ آپ کے پاس مجاہدین کی انتہا نہ تھی۔ لوگ دوڑ دوڑ کر آپ کے پاس پہنچ رہے تھے۔ بروایت روضۃ المجاہدین آپ نے حکم دیا کہ دار الامارہ کے سامنے ایک طویل رایت نصب کر دیا جائے۔ اور اعلان عام کرا دیا جائے کہ جو شخص اس رایت کے نیچے آ جائے گا اُسے امان دے دی جائے گی۔ اس نصیب رایت اور اعلان کے بعد بے شمار اشخاص کا اجتماع ہو گیا لیکن اس رایت کے نیچے قاتلان حسین میں سے کوئی بھی اس یقین کی وجہ سے نہ آیا کہ مختار قاتلانِ حسین میں سے کسی ایک کو بھی نظر انداز نہ کریں گے۔

کوفہ کی ناکہ بندی کا حکم

حضرت مختار نے سریر حکومت پر متمکن ہونے کے بعد سب سے پہلے کوفہ کی ناکہ بندی کا حکم دیا۔ آپ نے کوتوال شہر عبداللہ ابن کامل کو طلب فرمایا اور اُسے حکم دیا کہ آج کی رات سونے کی نہیں ہے۔ آج کے لئے تمہارا کام یہ ہے کہ ناکہ بندی کے احکام نافذ کر کے اس کے لیے کام تقسیم کر دو۔ اور جن لوگوں کو معین کرو۔ ان کو یہ تاکید کر دو کہ اس سختی سے ناکہ بندی کریں کہ قاتلان حسین میں کا ایک شخص بھی باہر نہ جانے پائے۔ چنانچہ عبداللہ کامل نے مکمل ناکہ بندی کرا دی۔

قاتلان حسین کی فہرست کی تیاری

عبداللہ کامل ناکہ بندی کرانے کے بعد حضرت مختار کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ اب سب سے زیادہ جو اہم کام ہے وہ قاتلانِ حسین کی فہرست کی تیاری ہے اب تم فہرست تیار کرنا شروع کر دو، اور سنو فہرست کی تیاری میں اس امر کا خاص طور پر خیال رکھنا کہ جن لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام

کا سر کاٹا ہے اور جنہوں نے اُن کا پیراہن اُتارا ہے اور جنہوں نے ان کے جسم مبارک کو پامال سُم اسپاں کیا ہے اور جن لوگوں نے حضرت علی اکبر کو قتل کیا ہے ان کا نام ہرگز نہ رہنے پائے۔ (تاریخ طبری) چنانچہ عبداللہ کامل نے پوری محنت سے فہرست تیار کی جو ہزاروں افراد پر مشتمل تھی۔ جن میں سے بعض افراد کی سرگزشت درج ذیل کی جاتی ہے۔

محمد بن اشعث کا فرار

کوفہ کی ناکہ بندی اور فہرست کی تیاری گرفتاری اور مخصوصین کے آغاز قتل سے پہلے محمد بن اشعث بن قیس کوفہ سے بھاگ قادسیہ کے قریب ایک قریہ میں روپوش ہوگیا تھا۔ حضرت مختار نے حکم دیا کہ اسے حراست میں لے کر اس کا سر کاٹ لیا جائے اور میرے سامنے اس کو پیش کرنے کے بجائے اس کا سر پیش کیا جائے۔ چنانچہ مجاہدوں کا ایک دستہ اس پر قابو حاصل کرنے کے لئے روانہ ہوگیا، مختاری دستہ نے وہاں پہنچ کر اس کے قصر کو حراست و محاصرہ میں لے لیا۔ اور ایک راستہ سے فوج اندر گھس گئی۔ اُسے جب اپنے محصور ہونے کا پتہ چلا تو وہ عورت کا لباس پہن کر اس قصر کے چور دروازہ سے باہر نکلا اور ایک گدھے پر سوار ہو کر بصرہ کی جانب چلا گیا۔ لوگوں نے اس کا اثاث البیت لوٹ لیا اور اس کے قصر میں آگ لگا دی۔ اور اس میں سے ضروری سامان نکال کر بروایت اصدق الاخبار جناب حجر بن عدی کندی کا وہ مکان بحکم مختار تعمیر کرا دیا جسے عبیداللہ ابن زیاد نے منہدم کرا دیا تھا۔

اشراف کوفہ حضرت مختار کی خدمت میں

اس کے بعد رات ہوگئی۔ جب صبح ہوئی تو اشراف کوفہ حضرت مختار کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور انہوں نے بقیادت عبید بن عمر شاکری حضرت مختار کو کامیابی کی مبارک باد پیش کی۔ عبید شاکری نے حمد و ثنا باری تعالیٰ اور صلوات محمد و آل محمد کے بعد کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو فتح سے سرفراز فرمایا اور فرمایا اور آپ کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کیا۔ حضرت مختار نے انہیں دعائیں دیں اور آفرین کہا۔

مشائخ و بزرگان و فقہا کوفہ حضرت مختار کی خدمت میں

پھر حضرت مختار کی خدمت میں کوفہ کے مشائخ اور معززین نیز فقہا اگر حاضر ہوئے حضرت مختار نے عبداللہ کامل سے فرمایا کہ ذرا ان بدبختوں سے پوچھو کہ تم لوگوں نے ابن اشعث کی ہمنوائی کیوں کی اور اس دشمن خدا و رسول کا ساتھ کیوں دیا؟ ابن کامل نے ان سے پوچھا کہ امیر دریافت فرماتے ہیں کہ تم نے ابن اشعث کا ساتھ کیوں دیا؟ ان لوگوں نے

جواب دیا کہ امیر مختار سے کہہ دو کہ ہم نے غلطی کی ہے اور اب کبھی بھولے سے بھی آپ کے مخالف کا ساتھ نہ دیں گے ہم امیر سے معافی چاہتے ہیں۔ ابن کامل نے حضرت مختار کی بارگاہ میں ان لوگوں کی درخواست معذرت و معافی پیش کردی۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ میں ان میں سے ان لوگوں کو معاف کرتا ہوں جو واقعہ کربلا میں شریک نہیں تھے۔ اور جو اس میں شریک تھے۔ ان میں سے ہر ایک کو تلوار کا مزہ چکھائے سے نہ بخشوں گا۔

عبداللہ ابن اسید جہنی کا قتل

حضرت مختار ابھی اشراف و مشائخ سے گفتگو ہی میں مصروف تھے کہ ناگاہ ابو عمرہ اور حاجب جو حضرت مختار کے سرگرم کارکنان میں سے تھے دوڑے ہوئے آئے اور انہوں نے آکر خبر دی کہ عبداللہ ابن اسید اور مالک ابن بشیر گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ حضرت مختار نے حکم دیا کہ انہیں آج قید خانہ میں بند کر دیا جائے۔ چنانچہ یہ دونوں مقید کر دئے گئے۔

دوسرے دن عبداللہ ابن اسید پیش کیا گیا۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ اے دشمن خدا و رسول تو نے حضرت امام حسین علیہ السلام پر کیوں تیغ کھینچی تھی۔ اس نے کہا کہ میں ملازم تھا میں نے بخوشی ایسا نہیں کیا تھا۔ مجھے جو حکم دیا گیا تھا۔ میں نے اس کی تعمیل کی۔ آپ نے پوچھا کہ تو نے خیمہ میں آگ کیوں لگائی اس ملعون نے کہا کہ میں حکم سے مجبور تھا پھر آپ نے پوچھا کہ کیا تو نے آنحضرت کی کلاہ مبارک نہیں لوٹی۔ اس نے کہا، ہاں! میں نے ضرور ان کی کلاہ لوٹی تھی یہ سن کر حضرت مختار نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں۔ پھر اس کے بعد اس کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ تعمیل حکم کر دی گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر یونہی چھوڑ دیا گیا۔ یہاں تک کہ وہ کثرت سے خون بہ جانے کے بعد خود مر گیا۔

مالک ابن بشیر البدائی کا قتل

اس کے بعد مالک بن بشیر کو حضرت مختار کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ اے دشمن خدا تو نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کیا کیا۔ ارے اس کو قتل کر دیا۔ جس پر نماز میں درود بھیجنا واجب قرار دیا گیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں اس فعل پر راضی نہ تھا۔ مجھے حکم دیا گیا میں نے حکم کی تعمیل کی آپ نے فرمایا کہ تو نے ان کو پیاسا قتل کیا اور تجھے رحم نہ آیا۔ ابھی یہ گفتگو جاری

ہی تھی کہ حضرت مختار کا غلام "خیر" سامنے آکر کہنے لگا کہ اے امیر اس مالک بن بشیر کو میرے حوالہ کر دیجئے۔ حضرت مختار نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہ اس کا پڑوسی ہے کہیں اس پر رحم نہ کرنا چاہتا ہو، فرمایا کہ تو اسے کیا کرے گا۔ اس نے عرض کی میں اسے اپنے ہاتھ سے تلوار کا مزہ چکھاؤں گا اور اس کو اس کے عمل کا بدلا دوں گا۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ جا میں نے اسے تیرے حوالہ کیا خیر اسے لے کر بازار کوفہ میں گیا اور سرعام اس کی گردن ماردی۔ امام ابو اسحاق اسفرائنی کا بیان ہے۔ کہ اس ملعون نے کربلا کی لوٹ میں امام حسین علیہ السلام کی تلوار لی تھی۔

نافع بن مالک کا قتل

حضرت مختار ابھی دربار ہی میں تشریف فرما تھے۔ کہ ناگاہ آپ کے کارکنوں میں سے ایک شخص دوڑا ہوا آیا اور آکر اس نے خبر دی کہ نافع بن مالک کو گرفتار کر کے لایا گیا ہے۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے اس ملعون کی بڑی فکر تھی۔ یہ وہ ملعون ہے جو نہر فرات پر اس لئے پہرہ دے رہا تھا۔ کہ کوئی امام حسینؑ اور ان کے بچوں تک پہنچانے کے لئے پانی نہ لے جانے پائے اور یہی وہ شخص ہے۔ کہ جب حضرت عباس علیہ السلام پیاسی سکینہ کے لئے پانی کے واسطے نہر فرات پر تشریف لائے تھے اور انہوں نے مشکیزہ بھر لیا تھا تو اس نے حکم دے کر علمدار علیہ السلام پر تیر بارانی کرائی تھی، اسی کے حکم سے حضرت سکینہ کا مشکیزہ بھی چھدا تھا۔ اور حضرت عباس زخمی بھی ہوئے تھے یہ فرمانے کے بعد آپ نے حکم دیا کہ اس کی گردن ماردی جائے۔ چنانچہ اسے قتل کر دیا گیا۔

عبداللہ ابن کامل کی ایک پیرزن سے ملاقات

جب دوسرا دن آیا تو حضرت مختار نے صبح کے وقت عبداللہ ابن کامل کو کوتوال کوفہ کو طلب فرمایا جب وہ حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ کوفہ کے اطراف کا چکر لگا کر دیکھ آؤ۔ کہ کوئی قاتلان حسین میں سے باہر تو نہیں چلا گیا اور اس کا بھی جائزہ لو کہ تم نے ناکہ بندی پر جن لوگوں کو مامور کیا ہے وہ مستعدی سے اپنا فریضہ ادا کر رہے ہیں یا نہیں، حضرت مختار کے حکم کے مطابق عبداللہ بن کامل گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ وہ دیکھ بھال کرتے ہوئے جا رہے تھے کہ ناگاہ ان کی نگاہ ایک ضعیف عورت پر پڑی جو اٹھتے بیٹھتے راہ طے کر رہی تھی۔ آپ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اسے میرے پاس لے آؤ۔ غلام دوڑا ہوا اس ضعیفہ کے پاس پہنچا اور وہاں پہنچ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ غلام نے جواب دیا کہ میں حضرت مختار کے خلیفہ عبداللہ کامل کا غلام

ہوں پیرزن نے کہا کہ مجھے ان کے پاس لے چلو۔ میں ان سے کچھ کہنا چاہتی ہوں غلام اسے عبداللہ کے پاس لے آیا۔ عبداللہ نے پوچھا اے ضعیفہ کیا کہنا چاہتی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ تین شخص قاتلان امام حسینؑ میرے گھر میں چھپے ہوئے ہیں۔ ان کا ارادہ کہیں سفر میں جانے کا ہے۔ انہوں نے مجھے سو اشرفیاں دی ہیں تاکہ میں ان کے لیے سامان سفر فراہم کروں۔ عبداللہ نے جب یہ سنا تو اپنا کام چھوڑ دیا۔ اور اس عورت سے کہا کہ میرے ہمراہ حضرت مختار کے پاس چل۔ وہ آپ کے چل پڑی۔ عبداللہ کامل نے حضرت مختار کی خدمت میں اسے پیش کیا۔ اس نے سارا واقعہ کہہ سنایا حضرت مختار نے حکم دیا کہ اسے پانچ سو درہم دے دیئے جائیں اور ابوعمرہ وحاجب سے فرمایا کہ پچاس سواروں کو لے کر اس عورت کے ہمراہ روانہ ہو جاؤ۔ اور اس کے گھر میں جو لوگ روپوش ہیں انہیں گرفتار کر لاؤ۔ چنانچہ یہ لوگ روانہ ہو گئے۔ اور وہاں پہنچ کر انہوں نے اس کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ اس کے بعد یہ لوگ گھر میں داخل ہو گئے۔ وہاں انہیں حارث بن بشیر قاسم بن جارود، حارث بن نوفل دستیاب ہوئے۔ ابوعمرہ نے ان کی مشکیں کس لیں اور انہیں حضرت مختار کی خدمت میں لا حاضر کیا۔

حارث بن بشیر کا قتل

حضرت مختار نے جب اس ملعون کو دیکھا تو فرمایا۔ کہ وہ کونسی برائی ہے جو اس ملعون میں نہیں ہے۔ یہ شرابی ہے زناکار ہے قمارباز ہے۔ اور سب سے اہم برائی جو اس میں ہے وہ یہ ہے کہ اس نے قتل فرزند رسول حضرت امام حسین علیہ السلام میں شرکت کر کے خدا و رسول کو سخت ناراض کیا ہوا ہے۔ اس کے بعد اُسے قتل کرا دیا۔

حارث بن نوفل کا قتل

اس کے بعد حضرت مختار نے حارث بن نوفل کی حاضری کا حکم دیا چنانچہ وہ برسر دربار لایا گیا۔ حضرت مختار نے اُسے دیکھتے ہی آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔ کہ یہ وہی ملعون ہے جس نے فاطمہ بنت رسول خدا کی بیٹی حضرت زینب ستمدیدہ کے چہرہ انوار پر تازیانہ لگایا تھا اور وہ بیچاری اس شدید صدمہ سے تڑپ گئی تھیں۔ یہ فرما کر آپ ڈھاڑیں مار کر رونے لگے۔ مختار کے رونے سے سارا دربار محو گریہ ہو گیا۔

رونے سے افاقہ کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس کے ہاتھ پس گردن سے باندھ دیے جائیں۔ پھر آپ نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کے ہزار تازیانے لگائے جائیں۔ جلاد نے تازیانے لگانا شروع کئے۔ اس ملعون نے حضرت مختار سے امان کی درخواست کی، آپ نے فرمایا اے ملعون اگر میں تجھے امان دے دوں تو خدا مجھے امان نہ دے۔ ہزار تازیانے کے بعد جب وہ کافی نڈھال ہو چکا تو آپ نے حکم دیا کہ ایک ہزار تازیانے اور لگائے جائیں۔ حضرت مختار کا مطلب یہ تھا کہ حضرت زینب پر جو اس نے ایک تازیانہ لگایا ہے، اس کی وجہ سے اس پر اتنے تازیانے لگائے جائیں کہ یہ مر جائے۔ تازیانے لگنے کے دوران میں اس نے کہا کہ اے امیر سخت پیاسا ہوں تھوڑا پانی دلوا دیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے ملعون فرزند رسول کو تو نے پیاسا قتل کر دیا۔ اور انہیں ایک قطرہ مرتے دم تک پانی کا نہ دیا۔ اور اب ہم سے پانی مانگتا ہے یہ کسی صورت سے ممکن نہیں الغرض اسے تازیانے مار کر ہلاک کر دیا گیا اور اس کا سر کاٹ لیا گیا۔

قاسم بن جارود کی پیشی اور رہائی

نوفل کے بعد قاسم بن جارود کی پیشی ہوئی۔ یہ جیسے ہی حضرت مختار کے سامنے آیا، عرض پرداز ہوا کہ اے امیر خدا کی قسم میں کربلا میں موجود نہ تھا البتہ یہ ضرور ہے کہ میری ابن اشعث سے دوستی رہی ہے اگر یہ میرا گناہ ہے تو میں گزارش کرتا ہوں کہ جس طرح آپ نے تین ہزار افراد کو بخش دیا ہے مجھے بھی معاف فرما دیجئے۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ اگر دو مقدس اشخاص اس امر کی گواہی دے دیں، کہ تو کربلا میں نہ تھا تو میں تجھے معاف کر دوں گا۔ اس کے بعد اس نے اپنے گواہان کی نشاندہی کی چنانچہ چار گواہ بزرگان کوفہ سے پیش ہوئے، اور ان لوگوں نے اس کی شہادت دی کہ یہ کربلا نہیں گیا تھا اور یہ واقعہ بیان کیا کہ جس زمانہ میں کربلا نے جانے کی کوشش کی جا رہی تھی اور اس سے کہا گیا تھا کہ تجھے کربلا چلنا ہوگا۔ تو اس نے اس زمانہ میں اپنے کو بیمار قرار دے دیا تھا۔ اور اسی بہانے سے روپوش ہو گیا تھا حضرت مختار کو جب اس کا یقین ہو گیا تو آپ نے اس کی رہائی کا حکم دے دیا۔

خولی بن یزید کی گرفتاری اور اس کا قتل

نعمان بن سعید کا بیان ہے کہ میں حضرت مختار کے دربار میں موجود تھا۔ اور حضرت مختار قاتلان امام حسین کو طلب فرما کر برابر سزائیں دے رہے تھے۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص دوڑا ہوا آ رہا ہے اس نے آتے ہی امیر مختار کو باخبر کیا کہ خولی بن یزید اصبحی اپنے گھر میں چھپا ہوا ہے حضرت

مختار نے فوراً ابو عمرہ، حاجب اور عبداللہ کامل کو بلا کر حکم دیا کہ خولی کے مکان پر جا کر اُسے گرفتار کر لاؤ یہ لوگ ایک لشکر لئے ہوئے اس کے مکان پر پہنچے پہلے مکان کا محاصرہ کر لیا اس کے بعد اس کے گھر میں گھس گئے۔ وہاں دیکھا کہ دو عورتیں موجود ہیں یہ دونوں اس کی بیویاں تھیں ان میں ایک شام کی رہنے والی تھی اور دوسری کوفہ کی باشندہ تھی شام والی دشمن اہل بیت تھی اور کوفہ والی دوستدار آل محمد تھی، عبداللہ کامل نے شامیہ سے پوچھا کہ خولی کہاں گیا ہے اس نے جواب دیا کہ ایک ماہ ہو گیا ہے وہ کہیں باہر گیا ہے، مجھے معلوم نہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ انہوں نے کوفیہ کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ خولی کہاں ہے اس نے بآواز بلند کہا کہ مجھ سے کیا پوچھتے ہو، میں کیا جانوں کہاں ہے؟ واشارت بیدھا الی بیت الخلا۔ اور ہاتھ سے بیت الخلا کی طرف اشارہ کر دیا۔ یہ لوگ فوراً بیت الخلا میں داخل ہو گئے وہاں جا کر دیکھا کہ یہ ملعون سر پہ کھجوروں کی ٹوکری اوندھائے ہوئے کونے میں بیٹھا ہے۔ ابو عمرہ نے اس کو پکڑ کر باہر نکالا اور اس کی مشکیں کس دیں۔

اسے رسیوں میں باندھنے کے بعد یہ لوگ چلنے لگے تو اس کی وہ بیوی جو کوفیہ تھی جس کا نام نواز یا عیوق تھا۔ بولی کہ اے امیر اس کے ساتھ اس کی شامیہ عورت کو بھی لے چلو یہ اپنے شوہر سے ہزار گنا زیادہ دشمن اہل بیت ہے اور سنو مجھے بھی لیتے چلو "تاکہ میں اس کی اہلبیت سے دشمنی کا ثبوت پیش کر دوں۔

عبداللہ کامل نے خولی کے دونوں ہاتھوں کو پس گردن سے بندھوا کر اُسے سر برہنہ کیا اور اسے لے کر روانہ ہونا چاہتے ہی تھے۔ کہ خولی نے کہا کہ اے عبداللہ پانچ ہزار دینار لے لو اور مجھے چھوڑ دو۔ عبداللہ بن کامل نے کہا کہ اے ملعون تیرا قتل مجھے تمام دنیا کے مال سے زیادہ مرغوب ہے پھر اس نے کہا کہ مجھ پر رحم کرو، عبداللہ نے جواب دیا کہ اے ملعون تو نے فرزند رسول پر کوئی رحم نہیں کیا اور ان کا سر بہزار ذلت نیزے پر شہر بہ شہر پھرایا اور ان کے بچوں کو بازاروں اور درباروں میں ذلیل کرنے کی کوشش کی، اے ملعون فرزند رسول کے ساتھ تو نے جو کچھ کیا ہے اس کا مقتضیٰ یہی ہے کہ تیرے ساتھ بالکل رحم نہ کیا جائے۔

اس کے بعد عبداللہ کامل خولی اور اس کی دونوں بیویوں کو لئے ہوئے حضرت مختار کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت مختار نے حکم دیا۔ کہ خولی ملعون کو آج قید خانہ میں بند کر دیا جائے۔

خولی کی ایک بیوی کا قتل خولی کو قید خانہ میں بند کر دیا گیا۔ اس کے بعد حضرت مختار نے

حکم دیا کہ اس کی دونوں بیویوں کو میرے سامنے پیش کیا جائے۔ جب دونوں عورتیں حضرت مختار کے سامنے آئیں تو آپ نے زن کوفیہ سے جو محب اہل بیت تھی پوچھا کہ اے عیوق اس زن شامیہ کے متعلق تو کیا کہنا چاہتی ہے۔ اس نے کہا کہ اے امیر جس دن امام کونین حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک کوفہ لایا گیا۔ اور خولی نے اُسے اپنے گھر میں لا کر رکھا۔ اس روز میں ایک کام سے باہر گئی ہوئی تھی، جب شام کے قریب آئی تو یہ زن شامیہ ناچتی گاتی اور زمین پر پاؤں ٹپکتی ہوئی میرے قریب آئی اور ہنس ہنس کر کہنے لگی کہ میں آج ایک ایسی خوشخبری تجھے سناتی ہوں کہ تیرے دل میں غم کے پھپھولے پڑ جائیں گے، میں نے گھبرا کر پوچھا کہ آخر وہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ امیر عبیداللہ ابن زیاد کے حکم سے ابوتراب کے بیٹے کا سر کاٹا گیا ہے۔ اور ان کے بچوں کو رسیوں سے باندھ کر کوفہ پہنچایا گیا۔ ابوتراب کا سر میرے گھر لایا گیا ہے۔ میں نے کہا اے شامیہ خدا تجھ پر لعنت کرے۔ ارے فرزند فاطمہ پر ظلم عظیم کیا گیا ہے۔ اور تو خوشی سناتی ہے اس نے کہا بکو اس نہ کر اور سن وہ سر تخت کے نیچے طشت میں رکھا ہوا ہے۔ میں نے دوڑ کر سر مبارک تخت کے نیچے سے نکالا اور اس پر فریاد وگریہ کرنے لگی۔ اے امیر میں روتی جاتی تھی اور یہ عورت میرا تمسخر کرتی اور ہنستی تھی۔ میں نے کہا کہ خدا تجھ پر کسی بندہ خدا کو مسلط کرے کہ وہ تیری زبان قطع کر لے۔

یہ سننا تھا کہ حضرت مختار بآواز بلند رونے لگے۔ اور ان کے ساتھ سارا دربار رونے لگا۔ اس کے بعد اس زن شامیہ سے فرمایا کہ اے ملعونہ بتا تیرا اعتقاد کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں یزید کو امیرالمومنین جانتی ہوں۔ اور اس پر میرا اعتقاد کامل ہے۔ یہ سن کر حضرت مختار نے حکم دیا کہ اس عورت کی زبان قطع کر دی جائے اور اس کے جوڑ بند جدا کر دئے جائیں اور اس کے اعضا نذر آتش کئے جائیں۔ چنانچہ تعمیل ارشاد کر دی گئی اور وہ دوزخ میں یزید کے پاس جا پہنچی۔

خولی کی ایک بیوی کو انعام واکرام

پھر آپ نے عیوق۔ زن خولی کو جو مومنہ تھی پانچ سو دینار دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ اُسے پانچ سو دینار سرخ حکومت کی طرف سے دے دیئے گئے پھر عبداللہ کامل اور خیر غلام مختار نے بھی پانچ پانچ سو درہم اُسے انعام کے طور پر دیئے۔ ان کے علاوہ اس وقت جو لوگ بیٹھے تھے۔ ان لوگوں نے بھی حسب توفیق درہم و دینار اس کو عطا کئے اور اُسے اس کے گھر واپس پہنچا دیا گیا۔

دوسرے دن خولی ملعون دربار میں حضرت مختار کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے دیکھتے ہی نہایت غصہ میں فرمایا۔ اے ملعون تو کافر ہے یا مسلمان۔ اس نے کہا کہ میں مسلمان ہوں فرمایا تو نے کربلا میں جو کچھ کیا وہ اسلام میں کب روا اور جائز ہے۔ اے ملعون سوچ تو سہی کہ تو نے حضرت امام حسین کو بے جرم و خطا شہید کیا۔ اور ان کے بچوں اور ان کی عورتوں کو اسیر کیا۔ اور انہیں شہر بہ شہر پھرایا۔ ان کا سر نوک نیزہ پر بلند کر کے حضرت رسول خدا کو سرگردان کیا۔ ؎

اے لعین کارت بسی دشوار شد چون کنی امرے تو با مختار شد

کم نہ خواہد شد عذابت اے لعین زانکہ ظلمت در جہاں بسیار شد

خولی نے کہا کہ اے امیر اس واقعہ میں میں تنہا نہ تھا مجھ جیسے بے شمار تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اے ملعون نہ تو مسلمان ہے اور نہ دیگر شرکاء قتل حسین مسلمان تھے۔ اس کے بعد بروایت ابو مخنف حضرت مختار نے فرمایا کہ اے ملعون تو خود بیان کر کہ تو نے کربلا میں کیا ظلم کیا تھا اس نے کہا کہ میں اس وقت جبکہ خیموں میں آگ لگی ہوئی تھی حضرت سکینہ کے پاس گیا۔ ان کے کانوں میں دو گوشوارے پڑے ہوئے تھے میں نے انہیں لینا چاہا۔ انہوں نے انکار کیا۔ میں نے زبردستی ان کے کانوں سے گوشوارے کھینچ لئے۔ اس وقت انہوں نے فرمایا کہ خداوند عالم تیرے دونوں ہاتھ اور پاؤں قطع کرے اور تجھے دوزخ سے قبل دنیا میں آگ سے جلائے پھر آپ نے بروایت دمعہ ساکبہ اس سے پوچھا کہ اس کے بعد تو نے کیا کیا تو اس نے کہا کہ میں علی بن الحسین کی طرف بڑھا اور انہیں دیکھا کہ وہ شدت علالت کی وجہ سے اپنے آپے سے باہر ہیں اور ایک چمڑے کے بستر پر لیٹے ہوئے ہیں۔ میں نے اس بستر کو ان کے نیچے سے کھینچ لیا۔ پھر اس کے بعد حضرت زینب کی طرف بڑھا اور ان کے سر سے چادر اتار لی اور ان کے کانوں سے گوشوارے کھینچ لیے۔ فبکی المختار یہ سن کر حضرت مختار اس طرح بد حواسی سے روئے کہ گریہ گلوگیر ہو گیا۔ پھر حضرت مختار نے فرمایا کہ اے ملعون تو نے سنا تھا کہ انہوں نے اس وقت کیا فرمایا تھا؟ خولی نے کہا کہ ہاں انہوں نے اس وقت فرمایا تھا۔ کہ قطع اللہ یدیک و رجلیک واحرقک اللہ بنار الدنیا قبل نار الاخرۃ خدا تیرے ہاتھ پاؤں کاٹے اور جہنم کی آگ سے پہلے دنیا میں تجھے آگ میں جلائے حضرت مختار نے فرمایا۔ خدا کی قسم ان کی بات سچ کر دکھاؤں گا۔ اس کے بعد حضرت مختار نے حکم دیا کہ اس کے دونوں ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں۔ اور اسے نذر آتش کر دیا جائے۔ بروایت نور الابصار حضرت ابراہیم نے حضرت مختار کے حکم کی خود تعمیل کرائی۔ آپ نے فرمایا کہ اے خولی اپنے دونوں ہاتھ سامنے کر، اس کے ہاتھ ننگائے آپ نے اس کے دونوں ہاتھ

اور دونوں پاؤں کاٹ دیئے۔ پھر خنجر نکال کر اس کی دونوں آنکھیں نکال لیں اور حدقۂ چشم میں قطران اور نفط ڈال دیا۔ جس کے جوش سے وہ واصل جہنم ہو گیا۔ پھر اس کے جثہ اور جسم کو نذر آتش کر دیا۔ بروایت اصدق الاخبار اس کا جسم اسی جگہ راکھ ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ خولی ہی نے عثمان بن علی کو بھی قتل کیا تھا۔ (تمقام)

عمار قاتل عبدالرحمن بن عقیل کا قتل

خولی کو قتل کئے ہوئے ابھی تھوڑی ہی دیر گذری تھی۔ کہ ابو عمرہ اور حاجب داخل دربار ہوئے۔ اور انہوں نے آکر بتایا کہ شعور بن ابی شعر نے حضرت عقیل کے بیٹے عبدالرحمن کے قاتل عمار کو گرفتار کیا ہے اس ملعون نے جناب عبدالرحمن کو قتل کر کے ان کے جس گھوڑے پر قبضہ کیا تھا۔ اسی پر سوار ہو کر بصرہ کی طرف نکلا جا رہا تھا۔ ناگاہ شعر بن ابی شعر کی نگاہ اس ملعون پر جا پڑی۔ انہوں نے اس کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا۔ وہ ملعون نکل جانے کی سعی میں گھوڑے کو ایڑ پر ایڑ دیتا رہا۔ اور دوڑانے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن شعر نے بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا اور پوری رفتار سے گھوڑے کو دوڑا کر اُسے جا لیا۔ پھر اس کو گھوڑے سے زمین پر کھینچ کر گرا یا اور اس کے ہاتھ رسیوں سے باندھ دیئے۔ ابو عمرہ کا بیان ہے کہ اسے دار الامارہ کی طرف لا رہے ہیں۔ جو شخص اس ملعون کو دیکھتا ہے۔ عبدالرحمن کو یاد کر کے روتا ہے۔ غرضیکہ وہ ملعون رسی سے بندھا ہوا داخل دربار کیا گیا۔ حضرت مختار ابھی اس سے کچھ گفتگو نہ کرنے پائے تھے کہ ناگاہ دروازے سے ایک ماہ پیکر بچہ لایا گیا جو زار و قطار رو رہا تھا۔ حضرت مختار کی اس کے چہرہ پر جونہی نگاہ پڑی انہوں نے پوچھا کہ اے ابو عمرہ ابن کیست یہ کس کا بچہ ہے اس نے کہا "این پسر عبدالرحمن است" کہ اے امیر یہ عبدالرحمن بن عقیل کے فرزند ہیں۔ یہ سننا تھا۔ کہ حضرت مختار اس جگہ سے اُٹھ کر اس بچہ کے قریب گئے اور اس کو احترام کے ساتھ بالائے تخت لائے۔ پھر اس سے پوچھا کہ اے شہزادہ! تم کوفہ کب آئے ہو۔ اور آنے کی غرض کیا ہے۔ اس بچے نے جس کا نام قاسم بن عبدالرحمن تھا۔ جواب دیا کہ اے امیر میرے والد کو کربلا میں شہید کر دیا گیا تھا۔ اور قتل کے بعد جب مخدرات کے زیورات اور کپڑے وغیرہ لوٹے گئے۔ اور ہم بے سر و سامان ہو گئے۔ مدینہ میں بعسرت زندگی بسر کر رہے تھے۔ کہ ہمیں اطلاع ملی کہ خداوند عالم نے آپ کو کوفہ کا بادشاہ بنایا ہے۔ یہ سن کر ہم اپنے ایک چھوٹے بھائی اور اپنی بیوہ ماں سمیت دس یوم ہوئے کوفہ آ گئے ہیں۔ اے امیر ابھی ابھی مجھے معلوم ہوا کہ میرے باپ کا قاتل گرفتار ہو کر داخل دربار کیا جا رہا ہے۔ یہ معلوم کر کے میں حاضر دربار ہو گیا۔ حضرت مختار نے جب یہ سُنا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اے

شاہزادے۔ آپ کے باپ کا قاتل عمار ملعون یہ سامنے کھڑا ہے۔ آپ کو اجازت ہے آپ جس طرح چاہیں اس سے اپنے والد بزرگوار کا بدلا لیں، قاسم بن عبدالرحمٰن نے ایک چھری حاصل کر کے اس کے سینے پر برسر دربار لگائی۔ اور وہ ملعون ہلاک ہوگیا۔ اس کے بعد اس کا سر کاٹ لیا گیا۔ نور الابصار میں ہے کہ یہ اور اس کا ایک اور ساتھی دونوں صحرا سے پکڑ کر لائے گئے تھے۔ ان لوگوں نے عبدالرحمٰن بن عقیل کو قتل کیا تھا۔ اور ان کے جسم سے کپڑے اتارے تھے۔ حضرت مختار نے ان کے سر کٹوا کر جسم کو نذر آتش کر دیا۔ مقام میں عمار کے ساتھی کا نام عثمان بن خالد مرقوم ہے۔ الغرض حضرت مختار نے قاسم بن عبدالرحمٰن بن عقیل کو پانچ ہزار درہم اور قیمتی جوڑے دئے اور اسی طرح ان کی والدہ اور بھائی کو بھی بھجوا دیا۔ حضرت ابراہیم نے ایک ہزار درہم اور قیمتی جوڑے دئے۔ ان کے علاوہ حضار دربار نے بھی حسب مقدرت اس شاہزادے کی خدمت کی، بالآخر یہ حضرات واپس مدینہ چلے گئے۔

عثمان بن خالد اور بشر بن سوط کا قتل

جناب عبدالرحمٰن بن عقیل کے قتل میں جو لوگ شریک تھے۔ ان میں عثمان بن خالد دھمانی اور بشر بن سوط بھی تھے۔ حضرت مختار نے اپنے کو توال عبداللہ ابن کامل کو بروایت اصدق الاخبار ایک جماعت سمیت عثمان کی گرفتاری کے لئے بوقت عصر مسجد بنی دھمان میں بھیجا۔ عبداللہ کامل نے وہاں پہنچ کر بنی دھمان کا محاصرہ کر لیا۔ اور ان لوگوں سے کہا کہ اگر تم لوگوں نے عثمان بن خالد کو ہمارے حوالہ نہ کیا۔ تو ہم تم سب کو مع خورد و کلاں قتل کر دیں گے۔ یہ سن کر ان لوگوں نے مہلت مانگی اور ان لوگوں کے ساتھ اس کی طلب و تلاش میں نکلے۔ تلاش کرتے کرتے جبانہ میں پہنچے وہاں دیکھا کہ عثمان خالد اور بشر بن سوط دونوں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور ان دونوں کا ارادہ یہ ہے کہ یہاں سے بھاگ کر جزیرہ چلے جائیں۔ ان لوگوں نے ان دونوں کو پکڑ کر عبداللہ ابن کامل کے حوالہ کر دیا۔

عبداللہ ابن کامل ان دونوں کو گرفتار کر کے روانہ ہوئے۔ اور حضرت مختار کے پاس پہنچنے سے پہلے ان دونوں کو راستے ہی میں قتل کر دیا۔ فاخرالمختار اور حضرت مختار کو ان کے قتل کا واقعہ بتا دیا۔ حضرت مختار نے حکم دیا کہ فوراً واپس جاؤ اور جا کر ان دونوں کے جسموں کو جلا دو، اور تاکید کی کہ ان کا جسم جلانے سے پہلے ہرگز ہرگز دفن نہ ہونے پائے۔ چنانچہ عبداللہ نے واپس جا کر ان کے جسموں کو نذر آتش کر دیا۔

سیرالائمہ اور اکسیرالتواریخ میں ہے کہ اسی عثمان بن خالد نے عبداللہ اکبر بن عقیل اور عبداللہ اصغر بن عقیل کو بھی قتل کیا تھا۔

زیاد بن ملک کا قتل

روضۃ المجاہدین میں ہے کہ عمار قاتل عبدالرحمٰن کے قتل کے ایک ہفتہ بعد ہارون بن مقدم کے بیٹے نے عبداللہ ابن کامل سے مل کر یہ بیان کیا کہ میں دوستدار آل محمد ہوں اور میرا باپ دشمن اہلبیت ہے اس نے چار قاتلان حسین کو گھر میں چھپا رکھا ہے۔ اور یہ سب ایک سرداب میں زمین کے نیچے روپوش ہیں۔ فرزند ہارون یہ کچھ کہہ کر فوراً واپس چلا گیا۔ عبداللہ کامل نے ابو عمرہ کو ایک دستہ لشکر کے ہمراہ اس کے مکان پر بھیج دیا۔ ان لوگوں نے مخبر کو دیکھا۔ کہ وہ زمین پر ایک جگہ کھڑا ہے اس کے کھڑا ہونے سے انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ زمین میں اسی مقام پر سردابہ ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس مقام کو کھودنا شروع کیا۔ بالآخر اس میں زیاد۔ یزید، اکبر، عبید ملے۔ یہ انہیں گرفتار کر کے حضرت مختار کی خدمت میں لے آئے۔

زیاد بن ملک وہ ملعون ہے جس نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کے غلام کو کربلا میں شہید کیا تھا۔ اس کی حضرت مختار کے سامنے پیشی ہوئی آپ نے حکم دیا کہ اس کی گردن ماردی جائے۔ چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا۔

یزید بن ضمیر کا قتل

جب اس ملعون کو حضرت مختار کے سامنے پیش کیا گیا۔ اور دربار میں یہ واضح کیا گیا کہ اس ملعون نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے بچپنے کے دوست جناب حبیب ابن مظاہر کو قتل کیا تھا۔ اور اس قتل میں بدیل ابن حریم بھی شریک تھا۔ حضرت مختار نے حکم دیا کہ اس کی گردن ماردی جائے۔ چنانچہ یہ ملعون قتل کر دیا گیا۔

اکبر ابن حمران کا قتل

اس ملعون کو حضرت مختار کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اور اس امر کی وضاحت کی گئی کہ اس ملعون نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے صحابی جناب عابس بن شبیب شاکری کو قتل کیا

تھا۔حضرت مختار نے حکم دیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس کی گردن مار دی جائے۔

عبید ابن اسود کا قتل

یہ ملعون بھی انہیں چاروں میں کا ایک تھا جس کی مخبری ہارون بن مقدم کے بیٹے نے کی تھی۔ حضرت مختار کے سامنے جب یہ ملعون پیش کیا گیا تو آپ نے حکم دیا کہ اس کی گردن مار دی جائے۔ چنانچہ یہ ملعون بھی قتل کر دیا گیا۔ کسی ایرانی شاعر نے ان چاروں کے متعلق کہا ہے ؎

چار تن ہر یک سگان چار چشم — مایہ غیظ و غضب اکراہ و خشم
بوے کفر آن لعینان انام — می شدی از کوفہ تا اقلیم شام

مرہ بن منقذ عبدی کا قتل

جس دن چار مذکورہ دشمنان آل محمد اور قاتلان حسین قتل کئے گئے اسی دن بروایتے شعر بن ابی شعر اور بروایتے عبداللہ کامل مرہ بن منقذ عبدی کی تلاش میں نکلے اور اس کے مکان پر جا پہنچے چونکہ انہیں اطلاع تھی کہ وہ اپنے گھر میں ہے۔ لہذا انہوں نے اس کے گھر کو گھیرے میں لے لیا، یہ ملعون چونکہ سن رسیدہ اور کار آزمودہ تھا۔ لہذا اپنے گھر سے ایک طویل نیزہ لئے ہوئے نکلا اور ایک بہترین گھوڑے پر سوار ہو کر مقابلہ میں آیا۔ ادھر سے عبداللہ کامل کے ساتھیوں نے اس پر حملہ کرنا چاہا۔ بالآخر مقابلہ شروع ہو گیا۔ اس ملعون نے ایک نیزہ عبداللہ ابن ناجیہ شامی کے حوالہ کیا جس سے وہ شہید ہو گئے یہ دیکھ کر عبداللہ کامل نے بڑھ کر اس پر تلوار کا ایک وار کیا۔ اس نے ان کے وار کو روکنے کے لئے اپنا بایاں ہاتھ بڑھایا۔ تلوار اس کے ہاتھ پر لگی۔ اور وہ پکڑا گیا۔ لوگ اسے گرفتار کر کے حضرت مختار کی خدمت میں لائے۔ جب اس کی پیشی ہوئی حضرت مختار نے فرمایا کہ اے شقی تو نے ہی حضرت علی اکبر علیہ السلام کو کربلا میں قتل کیا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ میں تنہا تو نہ تھا ان کو قتل کرنے میں ایک ہزار آدمی شریک تھے حضرت مختار نے فرمایا کہ اے ملعون اگر ایک ہزار آدمی شریک نہ ہوتے تو انہیں تجھ جیسا آدمی کیا قتل کر سکتا تھا؟ پھر اس کے بعد حضرت مختار نے حکم دیا کہ اس کے دونوں ہاتھ کاٹ کر اس کی زبان کاٹی جائے۔ پھر اس کی آنکھ نکال لی جائے۔ اس کے بعد اس کے دونوں لب کاٹے جائیں پھر قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس ملعون کو اسی ذلت و خواری سے واصل جہنم کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس کی لاش نذر آتش کر دی گئی

ایک روایت میں ہے کہ وہ میدان جنگ سے زخمی بھاگ کر مصعب بن زبیر کے پاس چلا گیا اور تاعمر مشلول رہا۔

زید بن اقاد کا قتل

حضرت مختار نے عبداللہ بن کامل کو زید بن اقاد کی گرفتاری کے لئے بھیجا۔ یہ وہ ملعون ہے جس نے عبداللہ ابن مسلم بن عقیل کو کربلا میں تیر سے شہید کیا تھا مورخین کا بیان ہے کہ جب اس ملعون نے عبداللہ ابن مسلم کی طرف تیر پھینکا تو آپ نے اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھ لیا۔ وہ تیر اس طرح لگا کہ آپ کا ہاتھ پیشانی سے پیوست ہو گیا۔ اس کے بعد پھر اس نے اور کئی تیر مار کر انہیں شہید کر دیا۔ حضرت امام حسین جس وقت ان کے قریب پہنچے تو وہ شہید ہو چکے تھے وہ تیر جو آپ کے شکم و سینہ میں لگے تھے۔ انہیں نکال لیا گیا لیکن پیشانی کا تیر نہیں نکالا جا سکا۔

عبداللہ ابن کامل نے اس کے مکان پر جا کر اس کے گھر کو گھیر لیا۔ اس ملعون کو جب گھر جانے کی اطلاع ملی تو تلوار لئے ہوئے مکان سے برآمد ہوا۔ عبداللہ کے ساتھیوں نے نیزہ اور تلوار سے حملہ کرنا چاہا۔ لیکن عبداللہ نے کہا کہ اس پر صرف تیر چلائے جائیں۔ اور پتھر برسائے جائیں۔ چنانچہ تیر چلنے لگے اور پتھر برسنے لگے یہاں تک کہ وہ ملعون گھوڑے سے زمین پر آ گرا عبداللہ ابن کامل نے بروایت روضۃ المجاہدین اسے حضرت مختار تک پہنچا یا۔ حضرت مختار نے اسے دیکھ کر اس سے پوچھا کہ اے ملعون تو نے عبداللہ ابن مسلم بن عقیل کو کس طرح قتل کیا۔ اس نے کہا کہ میں نے نشانہ لگا کر ان کی آنکھ پر ایک ایسا تیر مارا کہ وہ پشت سر کی طرف جا نکلا۔ میرے تیر مارنے کے وقت انہوں نے پیشانی پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ ہاتھ ان کی پیشانی میں پیوست ہو گیا۔ پھر اور تیروں کے وار سے ان کو شہید کر دیا۔ حضرت مختار نے حکم دیا کہ اس کی آنکھ پر تیر لگایا جائے۔ اور تیروں کے وار سے اسے واصل جہنم کر دیا جائے۔ چنانچہ اس کی آنکھ پر ایک تیر ایسا لگایا گیا کہ وہ پشت سر سے باہر جا نکلا اس کے بعد اور کئی تیر مارے گئے یہاں تک وہ قریب بہ ہلاکت پہنچ گیا فاحرتو حیا پھر اسے زندہ ہی جلا دیا گیا۔

عمرو بن حجاج کا قتل

عمرو بن حجاج زبیدی وہ ملعون ہے جس نے نہر فرات پر اس لئے پہرہ لگایا ہوا تھا کہ

امام حسین اور ان کے بچوں تک پانی نہ پہنچنے پائے۔ پھر جب پیاسے شہید ہو چکے اور قتل کا ہنگام آگیا۔ تو اسی نے سب سے پہلے حضرت امام حسین علیہ السلام کے جسم مبارک پر تلوار لگائی تھی۔

یہ ملعون حضرت مختار کے خوف سے بھاگ کر بصرہ جا رہا تھا کہ راستے میں اسے یہ خیال آیا کہ میرا شمار قاتلان حسین کی فہرست میں نمایاں مقام رکھتا ہے اگر میں بصرہ گیا تو لوگ ملامت کریں گے۔ لہذا کسی اور طرف بھاگ جانا چاہیئے۔ چنانچہ وہ شراف کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہاں پہنچا تو وہاں کے باشندوں نے اسے اس مقام پر ٹھہرنے نہ دیا۔ اور کہا کہ یہاں سے چلا جا، ہمیں خوف ہے کہ کہیں مختار کی دوڑ یہاں تک نہ آپہنچے، چنانچہ وہ ملعون وہاں سے ایک طرف کو روانہ ہو گیا اس کے جانے کے بعد لوگوں نے آپس میں ملامت کی اور کہا کہ ایک مہمان کو اس طرح نکالنا درست نہ تھا۔ یہ سوچ کر ایک جماعت نے اس کا اس لئے تعاقب کیا کہ اسے واپس لائے مگر عمرو بن حجاج نے جب اس جماعت کو آتے ہوئے دیکھا تو یہ سمجھا کہ مختار کے سپاہی آ رہے ہیں، اسی خیال سے وہ تیز تیز بھاگنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ بمقام بیضہ وارد ہوا۔ اب شدت عطش بڑھ چکی تھی اور وہ اپنے ساتھیوں سمیت کلب اور طی کے درمیان پیاس سے بے حال ہو گیا۔ ایک روایت کی بنا پر اد رکہ اصحاب المختار وقد سقط من شدۃ العطش سے گر کر بیہوش پڑا تھا۔ فذبحوہ واخذ وا راسہ ان لوگوں نے اسے اسی مقام پر قتل کر دیا اور اس کا سر حضرت مختار کی خدمت میں پہنچا دیا۔

حکیم بن طفیل سنبسی کا قتل

قتل حجاج کے بعد چند یوم کوئی گرفتاری عمل میں نہ آئی اور کوئی قتل واقع نہ ہوا تو بروایت طبری حضرت مختار نے اپنے کارکنوں کو جمع کر کے فرمایا کہ میں تمہیں پھر آگاہ کرتا ہوں کہ میں نے یہ تہیہ کر رکھا ہے کہ روئے زمین پر قاتلان حسین میں سے ایک کو بھی حتی الامکان زندہ نہ چھوڑوں گا۔ اور جب تک ان سب کا خاتمہ نہ ہو جائے میں آرام سے نہ بیٹھوں گا۔ روضۃ المجاہدین میں ہے کہ پھر فرمایا کہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ قتل حسین کے بڑے بڑے ذمہ دار اب تک باقی ہیں۔ اور تم نے انہیں قتل نہیں کیا۔ یہ سن کر ابو عمرہ کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے دست بستہ عرض کی حضور کا فرمانا بجا ہے لیکن ہم کیا کریں ایسے بھی ذمہ داران قتل حضرت امام حسین موجود ہیں۔ جن کی سرپرستی بڑے بڑے لوگ کر رہے ہیں۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ اس معاملہ میں میں کسی کی سرپرستی تسلیم نہیں کرتا۔ ابو عمرہ نے کہا کہ حضور اور لوگوں کو جانے دیجئے علمدار کربلا حضرت عباس علیہ السلام کا قاتل حکیم بن طفیل تک ابھی محفوظ ہے اور اس کی

حفاظت عدی بن حاتم کر رہے ہیں کیونکہ وہ ان کا بہنوئی ہے یہ سن کر حضرت مختار نے عبداللہ بن کامل کو حکم دیا کہ فوج کا ایک دستہ لے کر اسی وقت جاؤ اور حکیم بن طفیل کو گرفتار کر کے میرے پاس لے آؤ یہ سن کر عبداللہ اسی وقت حکیم ابن طفیل کو گرفتار کرنے کے لئے روانہ ہو گئے عبداللہ نے اس کے مکان پر پہنچ کر اس کے گھر کو گھیر لیا اور اندر داخل ہو کر اس کی مشکیں کس لیں۔ یہ حال دیکھ کر کنیزوں اور عورتوں نے فریاد کرنا شروع کر دیا اور ان لوگوں نے دوڑ کر عدی بن حاتم کو باخبر کیا۔ عدی بن حاتم نے باخبر ہوتے ہی موقع پر پہنچ کر عبداللہ ابن کامل سے کہا کہ اسے مجھے دے دو انہوں نے کہا کہ میں امیر کی اجازت کے بغیر ایسا نہیں کر سکتا۔ اور ایسا کیونکر کر سکتا ہوں۔ جبکہ امیر نے قسم کھائی ہے کہ قاتلان حسین کو روئے زمین پر زندہ نہ چھوڑوں گا۔ اور یہ ملعون قاتل حضرت عباس علیہ السلام ہے۔ یہ سن کر عدی بن حاتم نے کہا کہ تم میری بات نہیں مانتے میں امیر مختار سے تمہاری شکایت کروں گا۔ عبداللہ نے کہا کہ آپ کا جو جی چاہے کیجئے۔ لیکن میں اس ملعون کو چھوڑ نہیں سکتا۔ عبداللہ بن حاتم جب عبداللہ سے مایوس ہو گیا تو دوڑا ہوا حضرت مختار کے پاس پہنچا۔ حضرت مختار نے اس کی بڑی تعظیم کی اور اسے اپنے پہلو میں بٹھایا۔ عدی نے دیکھا کہ آٹھ آدمی رسیوں اور زنجیروں میں بندھے کھڑے ہیں انہوں نے حضرت مختار سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ ہیں جو ابن اشعث کے ساتھ ہو کر مجھ سے لڑے تھے۔ پھر کہا کہ میں نے یہ اصول بنایا ہے کہ جس شخص نے مجھ سے جنگ کی تھی۔ اسے چھوڑ دیتا ہوں اور جو کربلا میں گیا تھا۔ اُسے قتل کرتا ہوں۔ اور اس سلسلہ میں کسی کی کوئی سفارش نہیں سنتا۔ عدی نے کہا کہ لیکن ایک شخص کی سفارش سننا پڑے گی۔ اور وہ حکیم بن طفیل ہے میں چاہتا ہوں۔ کہ اس کا گناہ مجھے بخش دیجئے اور اس کے قتل سے باز رہیئے۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ تم قابل قدر اور صحابی رسول ہو، تمہیں شرم نہیں آتی کہ حضرت عباس کے قاتل کی سفارش کرتے ہو عدی نے کہا کہ سب کچھ سمجھتا ہوں مگر سفارش کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ اے امیر میں پھر درخواست کرتا ہوں کہ اس کا گناہ میرے حق میں بخش دیجئے یہ سن کر حضرت مختار سر جھکا کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ میں سخت حیران ہوں۔ کہ اس معاملہ میں کیا کروں۔ نہ یہ دل چاہتا ہے کہ قاتل حضرت عباس کو چھوڑ دوں۔ نہ یہ گوارا ہوتا ہے۔ کہ تمہاری بات ٹال دوں۔ لیکن بہر صورت تمہاری خاطر بھی منظور ہے۔ اچھا اب یہ ہو سکتا ہے۔ کہ میں تمہاری خاطر سے اُسے سردست چھوڑ دوں۔ بشرطیکہ وہ کوفہ سے باہر چلا جائے عدی بن حاتم نے کہا کہ انشاءاللہ ایسا ہو گا وہ سرزمین کوفہ سے باہر نکل جائے گا۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ عبداللہ ابن کامل داخل دربار ہو گئے۔

واقعہ یہ ہوا کہ عبداللہ کامل سے جب عدی بن حاتم کو حکیم ابن طفیل کے بارے میں مایوسی ہوئی تھی اور وہ مختار کے پاس جانے کو روانہ ہوئے تھے۔ تو ان لوگوں نے یہ خیال کر کے کہ کہیں امیر اس کے لحاظ سے معافی نہ دے دے اور اس کے قتل کی مدت طویل ہو جائے اُسے راستہ ہی میں قتل کر دیا تھا۔

اصدق الاخبار میں ہے کہ عدی ابن حاتم کے مختار کی طرف روانگی کے بعد عبداللہ ابن کامل کے ساتھیوں نے عبداللہ سے کہا کہ حضرت مختار عدی کو بہت زیادہ مانتے ہیں ہمیں شبہ ہے کہ اس کی سفارش کہیں مان نہ لیں، اور اس کے قتل کی مدت طویل ہو جائے اور ایسا ہونا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ اس نے عظیم الشان ہستی حضرت عباس علیہ السلام کو قتل کیا ہوا ہے۔ اے عبداللہ ہم یہ مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ اسے جلد سے جلد قتل کر دینا چاہیئے۔ عبداللہ نے کہا کہ میں تمہاری رائے سے اتفاق کرتا ہوں۔ اس کے بعد وہ لوگ اس ملعون کے قریب آ کر کہنے لگے کہ اے ملعون تو نے حضرت عباس کو قتل کیا ہے۔ اور ان کی شہادت کے بعد ان کے کپڑے اتارے ہیں۔ ہم تیرے کپڑے تیری زندگی میں اتاریں گے۔ اور تو نے امام حسینؑ پر تیر چلایا ہے۔ ہم تجھے تیروں سے چھلنی کریں گے۔ یہ کہہ کر ان لوگوں نے اس کے کپڑے اتار لئے اور تیروں سے اس کا جسم قنفذ (ساہی) کے مانند بنا دیا، بالآخر وہ واصل جہنم ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا سر کاٹ لیا۔

الغرض عبداللہ بن کامل نے دربار میں حاضر ہو کر حضرت مختار سے عرض کی کہ اے امیر ہم حکیم ابن طفیل کو لیے ہوئے آ رہے تھے۔ کہ عام پبلک نے اس پر حملہ کر دیا اور ہم سے لے چھین کر قتل کر دیا۔

یہ سن کر عدی بن حاتم نے پوچھا کہ کیا تم نے حکیم بن طفیل کو قتل کر دیا۔ عبداللہ نے کہا کہ میں نے قتل نہیں کیا۔ بلکہ عوام نے قتل کر ڈالا ہے۔ خبر قتل سے حضرت مختار خوش و مسرور ہو گئے اور عدی بن حاتم سے کہنے لگے کہ اے شیخ یہ قاتل امام حسین تھا اس کے قتل ہو جانے سے تم غمگین نہ ہو۔ یہ سن کر عدی نہایت غصہ میں اُٹھ کر دربار سے یہ کہتے ہوئے کہ خداوند عالم مجھے تیرا کبھی محتاج نہ کرے۔ دربار سے باہر نکل کر اس نے حضرت مختار کے خلاف بکواس کی۔ اس کی باتیں سن کر عبداللہ اور ابو عمرہ حضرت مختار کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے۔ کہ اے امیر آپ نے کیوں عدی کو ڈھیل دے رکھی۔ اور کیوں ان پر مہربان ہیں۔ وہ تو آپ کو بہت بُرا بھلا کہتے ہیں۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ وہ بوڑھا آدمی ہے۔ نیز صحابی رسول ہے۔ وہ جو کچھ کہتا ہے کہنے دو اس کی پرواہ نہ کرو۔ میں نے تہیہ کیا ہوا ہے۔ کہ کسی ایک قاتل حسین کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا۔ نہ اس کے متعلق کسی

کی کوئی سفارش سنوں گا۔

شمر بن ذی الجوشن کا قتل

عدی بن حاتم کی سفارش اور سعی و کوشش کے باوجود حکیم ابن طفیل کی جاں بخشی نہ ہو سکنے کی وجہ سے ان قاتلان حسین کے اوسان خطا ہو گئے، جو کوفہ کے رہنے والے تھے اور جنہیں اس کی توقع تھی کہ معافی خوشامد اور سفارش سے جان بچائی جا سکے گی۔ یہ لوگ اپنی زندگی سے مایوس ہونے کے بعد راہ فرار تلاش کرنے لگے۔ شمر بن ذی الجوشن، اسحاق بن اشعث، سنان بن انس، یزید بن انس یزید ابن حارث مرت بن عبد الصمد ایک مقام پر مجتمع ہو کر آپس میں کہنے لگے کہ عدی کی سفارش جبکہ کام نہیں آسکی۔ اور ابن طفیل نہ بچ سکا تو اب ہم لوگوں کے بچنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے، اب تو صرف ایک ہی شکل اپنی جان بچانے کی ہے اور وہ یہ کہ یہاں سے بھاگ کر مصعب بن زبیر کے پاس پہنچ جایا جائے۔ فرار کی تحریک شمر نے کی۔ سب نے اس کی تصدیق کر دی اور باہم فیصلہ کر لیا۔ کہ جلد سے جلد کوفہ چھوڑ دینا چاہیے۔ لیکن جس وقت روانگی کا پروگرام بننے لگا تو سب نے جانے سے انکار کر دیا۔ بالآخر تنہا شمر آمادہ فرار ہوا۔

شمر نے اپنے خالہ زاد بھائی حارث بن قرین کو کہلا بھیجا۔ کہ میرے لیے بصرۃ تک پہنچانے کے واسطے ایک رہبر کی تلاش کر دو چنانچہ رہبر آگیا۔ اور شمر بن ذی الجوشن، سنان بن انس اور گیارہ دیگر کوفی رات کے وقت کوفہ سے بارادہ بصرہ روانہ ہو گئے۔ آدھی رات کے بعد عبد اللہ ابن کامل کو ان کی روانگی کی اطلاع ملی، یہ فوراً حضرت مختار کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مختار کا غلام خیر جب ان کی روانگی سے مطلع ہوا تو فوراً اٹھارہ جوانوں سمیت اس کا تعاقب کیا۔ شمر جو خود بھی گرگ باراں دیدہ تھا۔ اور کار آزمودہ تھا، چونکہ گیارہ اور لوگ بھی اس کے ہمراہ تھے۔ لہٰذا اس نے خیر کے ساتھ مقابلہ کیا اور کافی دیر تک جنگ ہوئی۔ بالآخر غلام مختار خیر شکست کھا کر بھاگا۔ اور اس کے ساتھی بھی محو فرار ہوئے شمر نے اس کا پیچھا کیا اور دو غلاموں کو قتل کر دیا۔ خیر پلٹ کر کوفہ آگیا اور جب صبح ہوئی تو اس نے حضرت مختار کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بتایا۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ تجھ سے کس نے کہا تھا کہ آدھی رات کو اس کا تعاقب کر۔ خیر نے کہا کہ اے امیر میں نے یہ سوچا تھا کہ یہ ملعون کوفہ سے نکل کر امیر کے احاطہ اقتدار سے باہر ہو جائے گا۔ اور قتل سے بچ جائے گا۔ اور دوسری بات یہ تھی کہ میں نے یہ چاہا تھا کہ اسے میں قتل کروں، تاکہ مجھے بہت کافی ثواب نصیب ہو۔ لیکن

افسوس ہیں اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ شمر لعین کوفہ سے بھاگ کر روپوش ہو گیا حضرت مختار نے بروایت ابومخنف لوگوں کے مشورے کے مطابق قبیلہ مدحج ہمدان اور مراد سے ایک ایک شخص کو طلب فرمایا۔ اور انہیں حکم دیا کہ شمر بن الجوشن کو پوری توجہ سے تلاش کرو۔

نورالابصار میں ہے کہ حضرت مختار نے اس کام کے لئے قبیلہ ہمدان سے سالم بن اعور ہمدانی کو اور قبیلہ مراد سے حمید بن مہذب مرادی کو، اور قبیلہ مدحج سے حسان بن بنہال مدحجی کو منتخب فرمایا چنانچہ یہ لوگ اس کی طلب و تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ بالآخر سراغ مل گیا۔ حضرت مختار نے عبداللہ ابن کامل، ابوعمرہ اور حاجب کو حکم دیا کہ جاؤ اور شمر کو گرفتار کرکے میرے پاس لاؤ۔ یہ لوگ کوفہ سے روانہ ہو کر کلپانیہ پہنچے۔ شمر وہاں پہلے پہنچا ہوا تھا۔ اور عبداللہ ابن کامل کو اس کے موجود ہونے کی خبر نہ تھی۔ وہ اس گاؤں سے ہوتے ہوئے دو فرسخ دور نکل گئے۔ شمر نے اس گاؤں کے پیش نماز اور موذن کو بلا کر ان سے کہا کہ ہمیں دو ایسے شخص مہیا و فراہم کردو۔ کہ جو بصرہ خط لے جانے اور ہمیں بصرہ پہنچانے میں مدد کر سکیں۔ موذن اور پیش نماز نے وعدہ کیا اور جاکر دو شخص تلاش کئے۔ ایک خط لے جانے کے لیے اور دوسرا رہبری کے لئے شمر نے پانچ دینار پیش نماز اور موذن کو دیے۔ یہ لوگ تو چلے گئے۔ اور شمر نے نامہ برکو جو یہودی تھا۔ ایک خط مصعب بن زبیر کے نام لکھ کر دیا۔ اور کہا کہ یہ خط مصعب بن زبیر کے ہاتھ میں دینا اور دیکھو راستے میں کہیں آرام کے لئے ضرورت سے زیادہ نہ ٹھہرنا۔ رات دن چل کر اس خط کو جلد سے جلد پہنچا دینا۔ یہودی خط لیے ہوئے تیزی سے جارہا تھا کہ اس مقام سے گذرا جس مقام پر عبداللہ کامل اور ابوعمرہ وغیرہ پانچ سو سواروں سمیت ٹھہرے ہوئے تھے۔ یہ یہودی اس گاؤں میں جاکر اپنے ہم قوم لوگوں میں ٹھہرا۔ وہ ان سے شمر کی شکایت کر رہا تھا۔ کہ شمر نے اتنی دور بھیج دیا۔ لیکن اس نے میری مزدوری مجھے نہیں دی۔ عبداللہ کے لشکر کا ایک سوار جس کا نام عبدالرحمٰن بن ابی کنود تھا۔ اس طرف سے گذر رہا تھا۔ اس نے اس کی گفتگو سن لی۔ اس نے جاکر اس یہودی کی گفتگو عبداللہ سے نقل کردی۔ عبداللہ اور ابوعمرو نے اس سے پوچھا کہ تو کہاں سے آرہا ہے اس نے جواب دیا کہ میں ایک کریہہ منظر، بدصورت جفا پیکر، دل آزار، بدنصیب کے پاس سے آرہا ہوں۔ جو کتے کی مانند ہے ؎

انزیں ناشستہ روئی تیرہ رائی | سگے بدبختے ناخوش لقائی
سبیل دابرو بینی چناں زشت | تو پنداری وزنغ چیدہ برخشت

اور سنو اگر اس سے نہ سمجھے ہو تو میں اور وضاحت کردوں۔ ع۔ شتر لب فیل دنداں، خوک

چشم وخرس پیشانی، یہ سن کر عبداللہ نے کہا کہ اس کا نام کیا ہے اس نے کہا کہ میں اُس کا نام نہیں جانتا وہ پرسوں ہمارے گاؤں میں آیا ہے۔ اس نے مجھے ایک خط دیا ہے۔ اور تاکید کی ہے کہ میں اُسے مصعب بن زبیر تک پہنچادوں۔ عبداللہ کامل نے کہا کہ وہ خط مجھے دکھلا۔ اس نے خط نکال کر دے دیا۔ عبداللہ نے جب اُسے پڑھا تو انہیں معلوم ہوا کہ یہ بدبخت جس نے خط لکھا ہے وہی ملعون ہے جس کی تلاش میں ہم لوگ نکلے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد عبداللہ بن کامل اپنا لشکر لئے ہوئے کلبانیہ کو چلے۔ ابھی یہ لوگ پہنچے نہ تھے کہ ایک شخص نے شمر سے کہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرا خط پکڑا جائے۔ اور مختار کے اصحاب تجھ تک پہنچ کر حملہ کریں۔ بہتر یہ ہے کہ آج کی رات ہم لوگ یہاں سے کوچ کر دیں۔ شمر نے کہا کہ مختار کذاب سے اتنا ڈرتے ہو، وہ کیا کر سکتا ہے میں تو یہاں ابھی تین روز قیام کروں گا۔ یہ کہہ کر شمر محو خواب ہوگیا۔ ناگاہ عبداللہ بن کامل کا لشکر وہاں جا پہنچا۔ روضۃ المجاہدین میں ہے کہ شمر بستر پہ لیٹا ہوا راہبر سے بصرہ کا راستہ پوچھ رہا تھا کہ یہ لشکر پہنچ گیا۔ مسلم بن عمر کا بیان ہے۔ کہ میں بھی شمر کے ساتھ خیمہ میں بیٹھا تھا۔ میرے کانوں میں چھوٹے قسم کے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز آنے لگی۔ تھوڑی دیر میں ایسا معلوم ہوا کہ چھوٹے گھوڑے نہیں ہیں بلکہ جنگی قسم کے گھوڑے ہیں۔ ٹاپوں کی آواز سن کر میں باہر نکلا۔ میری نظر عبداللہ اور اس کے لشکر پر پڑی۔ میں فوراً لباس دہقانی پہن کر ایک درخت پر چڑھ گیا۔ شمر جو کپڑے اتارے ہوئے صرف پاجامہ پہنے تھا کسی کے اطلاع دینے سے خیمہ کے باہر آیا۔ اس کی نگاہ جو لشکر پر پڑی تو فوراً اندر واپس جا کر جلدی جلدی سلاح جنگ سے آراستہ ہوا۔ عبداللہ کے لشکر نے وہاں پہنچ کر اس گھر کا محاصرہ کر لیا۔ جس میں وہ ملعون ٹھہرا ہوا تھا۔ شمر جو مبروص کتا تھا۔ وہ نیزہ وتلوار لے کر باہر برآمد ہوا۔ وہ اور اس کے ساتھی عبداللہ کے لشکر پر حملہ آور ہوئے۔ تھوڑی دیر تک نیزے چلتے رہے۔ لیکن جب شمر کے ساتھی اسے چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ تو اس نے تلوار نکال لی۔ کافی دیر تک تلوار چلنے میں شمر کے ہاتھوں ایک مومن شہید ہوگیا۔ اس کے قتل ہوتے ہی تمام مومنوں نے اس پر حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں سنان بن انس شمر بن ذی الجوشن سخت زخمی ہو کر گرفتار ہوئے اور انہیں کے ساتھ حارث بن قرنی بھی گرفتار ہوا۔ بالآخر یہ لوگ ان ملاعین کو لے کر روانہ کوفہ ہو گئے۔ کوفہ کے وہ باشندے جو ان لوگوں کے استقبال کیلئے آئے ہوئے تھے انہوں نے جب ان ملاعین کو بستہ دیکھا نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اور بے انتہا مسرت کا مظاہرہ کیا۔ کوفہ لے جا کر ان ملعونوں کو داخل قید خانہ کر دیا گیا۔ صبح کے وقت حضرت مختار کی بارگاہ میں ان کی پیشی ہوئی۔ حضرت مختار نے ان کے قتل کا حکم دیا۔ حکم قتل پر عبداللہ بن کامل نے درخواست کی کہ شمر ملعون میرے حوالہ کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ ان کے حوالے کر دیا گیا۔ عبداللہ ابن کامل

نے بروایت بحار الانوار، امالی شیخ، اصدق الاخبار، روضۃ المجاہدین، زیتون کے تیل سے بھرا ہوا ایک بڑا دیگ آگ پر رکھوا دیا۔ جب تیل کھولنے لگا۔ تو اس میں اس ملعون کو ڈال دیا، جب وہ مضمحل ہوگیا تو بروایت نور الابصار اُسے باہر نکال کر اس کے ناخن اکھاڑ دیے۔ اور اس کی کھال کھینچ لی۔ اور رگیں اس کی کاٹ دیں . . . . اور اس کے پینے کے لئے قطران لائے۔ جس میں نفط پڑا ہوا تھا۔ اور اُسے جبراً پلایا گیا جس سے آنتیں کٹ گئیں۔ پھر اس کی زبان کھینچ لی گئی۔ اور جب وہ مرنے کے قریب ہوگیا، تو اس کی گردن قطع کر کے اس کے سر کو مسجد جامع کے سامنے لٹکا دیا، اور جسم کو نذر آتش کر دیا گیا۔ کتب معتبرہ میں ہے کہ قتل شمر سے حضرت مختار نے شکر کا سجدہ کیا۔ نور العین میں ہے کہ حضرت امام حسین نے بوقت شہادت اسے ابلق کتا فرمایا تھا۔ اس کے جسم پر کتوں جیسے بوزا اور سور جیسے بال تھے۔ ایک روایت میں ہے۔ کہ شمر مرنے کے بعد کتا ہوگیا تھا۔

حرث بن قرنی کی پیشی اور رہائی

شمر ملعون جب قتل حسین پر فخر و مباہات کرنے، سکینہ کے طمانچے لگانے، اہلبیت کو تازیانوں سے اذیت دینے وغیرہ کی پاداش میں دست حضرت مختار سے واصل جہنم ہو چکا تو حضرت مختار نے حکم دیا کہ شمر کا دوسرا ساتھی حرث بن قرنی میرے سامنے پیش کیا جائے، چنانچہ وہ حاضر دربار کیا گیا۔ حضرت مختار کی جونہی نگاہ اس کے چہرہ پر پڑی آپ نے فرمایا کہ اے حارث میں تجھے دوست دار اہلبیت سمجھتا تھا۔ مگر تو میرے خیال کے خلاف دشمن آل محمد نکلا۔ حارث نے دست بستہ کہا کہ اے امیر میں دوست دار اہلبیت ہی ہوں جس روز عمر سعد نے کربلا کے لئے روانگی کا حکم دیا تھا۔ میں اپنے گھر میں روپوش ہوگیا تھا۔ اور اے امیر واقعہ کربلا کے انجام کو یاد کر کے برابر رو تا رہا ہوں اور آج بھی میرا دل مظالم کربلا پر رو رہا ہے اور قیامت تک روتا رہے گا۔ حضرت مختار نے پوچھا کہ پھر تو شمر کے ہمراہ کیوں گیا کہ اب گرفتار ہو کر میرے سامنے لایا گیا ہے اس نے جواب دیا کہ شمر میرا خالہ زاد بھائی تھا میں نے اس کے کہنے سے اس کی ہمراہی اس لئے منظور کر لی تھی، کہ مجھے اس سے اندیشۂ قتل تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ میں اس کے ساتھ جانے سے انکار کروں گا۔ تو وہ مجھے قتل کر دے گا۔ حارث کے اس کہنے پر تمام اہل دربار نے حارث کی تائید کی۔ جب حضرت مختار کو یقین ہوگیا تو انہوں نے اُسے رہا کر دیا۔

سنان بن انس کا قتل

اس ملعون نے کربلا میں بے حد ستم ڈھائے تھے۔ قتل حسین میں پورے طور پر شریک رہا تھا۔ اس کا

ایک ظلم یہ بھی ہے کہ اس نے ایک کمربند کے لئے حضرت امام حسین علیہ السلام کے دست مبارک کو توڑا تھا۔ یہ ملعون حضرت مختار کے خوف سے بھاگ کر بصرہ کی طرف چلا گیا۔ کچھ دنوں وہاں رہنے کے بعد قادسیہ کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت مختار کی طرف سے اس کے لئے جاسوس مقرر تھے۔ انہوں نے حدود بصرہ سے نکلنے کی اطلاع حضرت مختار کو دی، حضرت مختار نے اپنا لشکر روانہ کر دیا۔ لشکر نے اسے عذیب اور قادسیہ کے درمیان گرفتار کر لیا اور اُسے حضرت مختار کی خدمت میں حاضر کیا۔ بروایت نور الابصار جب یہ بصرہ کی طرف کوفہ سے بھاگ کر چلا گیا تھا، حضرت مختار نے اس کا گھر کھدوا دیا تھا۔

جب آپ کے دربار میں اس کی پیشی ہوئی تو آپ نے بروایت ابی مخنف اس سے پوچھا کہ اے ملعون بیان کر کہ تو نے کربلا میں کون کون سے ظلم ڈھائے تھے۔ اس نے کہا کہ ان ظلموں میں سے ایک یہ تھا کہ میں ان کے قریب اس وقت جبکہ وہ زمین پر گر چکے تھے۔ ان کے کمربند حاصل کرنے کے لیے گیا۔ میں نے جونہی چاہا کہ کمربند کھول لوں، انہوں نے کمربند پر ہاتھ رکھ دیا۔ میں نے ہاتھ ہٹا دیا۔ پھر کھولنے لگا انہوں نے پھر ہاتھ رکھ دیا۔ میں نے پھر ہٹا دیا۔ بالآخر میں نے ان کے ہاتھ کو توڑ کر پھینک دیا۔ اور ان کا کمربند نکال لیا۔ یہ سُننا تھا کہ حضرت ابراہیم جو حضرت مختار کے قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈھاڑیں مار کر رونے لگے۔ ان کے رونے سے دربار میں کہرام برپا ہو گیا۔

حضرت مختار نے پھر پوچھا کہ اے ملعون اور تو نے کیا کیا۔ اُس نے کہا کہ میں نے ان کو شہید کیا اور اے امیر میں ان کو قتل کر کے فخر و مباہات کرتا تھا۔ کیونکہ ان کا قتل بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ ہاں اے ملعون مجھے تیری اس حرکت ناشائستہ کی بھی اطلاع ہے ؎

گفتہ بودی ہم چناں با شمر دوں　　شاہدین را ریختم لب تشنہ خوں
نرو بیدینی بد نیا باختم　　رنجہا بردم کہ خود را سب ختم
با حسین از کیس نمودم گفتگو　　دادہ شمرم زیں حکایت آبرو

یہ سُن کر حضرت مختار نے ایک آہ کھینچی اور بے پناہ گریہ کرنا شروع کر دیا اور گلوگیر آواز سے فرمایا کہ اے ملعون فرزندِ رسول اور جگر گوشہ بتول نے تیرا کیا بگاڑا تھا۔ جو تو نے ان کے ساتھ وہ کچھ کیا جو کافروں کے ساتھ بھی روا نہیں رکھا جاتا۔ پھر حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اس ملعون کو میرے قریب لاؤ جب وہ قریب لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے ملعون تو نے رسول خدا علی مرتضیٰ سے مطلقاً حیا نہ کی اور اس امر کا بالکل خیال نہ کیا کہ حسین ان بزرگوں میں سے ہیں۔ جن کی محبت مسلمانوں پر واجب قرار دی گئی ہے اے ملعون عذاب خدا ہو تجھ پر تو نے کس درجہ ستم کیا ہے اس کے بعد آپ نے اُسے چت لٹا کر

اس کی دونوں آنکھیں نکلوالیں اور اس کے ہاتھوں کے ناخنوں کو اکھڑوالیا۔ پھر دونوں ہاتھوں کو تڑوا دیا۔ اس کے بعد اس کی دونوں رانوں سے گوشت کٹوا کر نیم برشت لے سے کھلوایا اور کھانے سے انکار کرنے پر اُسے نوکِ نیزہ سے چھید اگیا۔ جب وہ مرنے کے قریب پہنچا تو اس پر پتھر برسوائے گئے آخر میں اسے ذبح کرا کے آگ میں جلوادیا گیا۔ اور اس کی خاک ہوا میں اُڑا دی گئی۔ امام ابو اسحاق اسفرائنی کا بیان ہے، کہ اسی ملعون نے کربلا کی لوٹ میں امام حسین کی زرہ اور انگوٹھی لی تھی۔

اسحاق بن اشعث کی سفارش اور اس کا قتل

مورخین کا بیان ہے کہ اسحاق بن اشعث نے جب سنان ابن انس کی درگت سُنی تو بہت غمگین رنجیدہ اور متفکر ہوا۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے جسم مبارک پر پتھر مارا تھا۔ اس نے انتہائی گھبراہٹ کی حالت میں عبداللہ بن کامل کے مکان کی طرف رجوع کی کیونکہ اس کی بہن عبداللہ کی بیوی تھی۔ نمازِ عشا کے وقت یہ ملعون عبداللہ کے مکان پر پہنچا۔ اس کی بہن نے جب اسے اپنے مکان میں داخل ہوتے دیکھا۔ تو دوڑ کر اس کے گلے لگ گئی اور آنے کا سبب دریافت کرنے کے بعد عبداللہ ابن کامل کے پاس لے گئی۔ عبداللہ نے جونہی اسے دیکھا تو کہا اے اسحاق تو نے کربلا میں جو کچھ کیا اچھا نہیں کیا۔ اسحاق نے کہا کہ جو کچھ کر چکا وہ تو کر ہی چکا۔ اب میری جان تمہارے اختیار میں ہے۔ تمہارا جی چاہے مجھے بچالو چاہے قتل کر ڈالو۔ عبداللہ نے کہا کہ اچھا تم میرے گھر میں بیٹھو میں جاتا ہوں اور جس قدر تمہارے بچانے کی کوشش ہو سکے گی کروں گا۔ بالآخر علی الصبح عبداللہ بن کامل حضرت مختار کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں پہنچ کر زمین ادب کو بوسہ دیا اور عرض پرداز ہوئے کہ اے امیر عرصہ سے آپ فرمایا کرتے تھے کہ کچھ کہو اے امیر میں نے کوئی درخواست آپ کی خدمت میں آج تک نہیں پیش کی۔ آج ایک گزارش کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ اسحاق بن اشعث کو مجھے بخش دیجئے۔ حضرت مختار نے یہ سن کر عبداللہ کی طرف نگاہ کی۔ اور اس کی انگشتری کو دیکھ کر فرمایا کہ اچھا اس پر غور کروں گا۔ تم یہ تو بتاؤ کہ یہ انگوٹھی کس نے بنائی ہے خوب بنائی ہے۔ عبداللہ نے انگوٹھی اتار کر حضرت مختار کے دستِ مبارک میں دے دی۔ حضرت مختار نے انگشتری دیکھتے ہوئے عبداللہ بن کامل سے فرمایا۔ کہ بنی کندہ میں چند قتلۂ امام حسین جمع ہیں انہیں گرفتار کر لاؤ۔ عبداللہ تعمیل حکم میں فوراً روانہ ہو گئے۔ عبداللہ گئے اور ان کی بیوی گھر کو روانہ ہوئی۔ ان دونوں کے چلے جانے کے بعد حضرت مختار نے اپنے غلام خیر سے فرمایا کہ عبداللہ کی انگشتری لے کر اس کے گھر چلے جاؤ اور اس کی عورت سے کہو کہ تمہارے شوہر نے

نشانی کے طور پر اپنی انگشتری بھیجی ہے اور کہا ہے کہ امیر نے تمہارے بھائی کو میرے لئے بخش دیا ہے اور کہا ہے کہ اسے بلا دو تاکہ میں اس کو خلعت دے دوں۔ خیر انگوٹھی لئے ہوئے عبداللہ ابن کامل کے مکان پر پہنچا، اور اس نے اس کی عورت سے کہا کہ اسحاق بن اشعث کو امیر کے پاس بھیج دو عبداللہ کی بیوی یہ سن کر اپنے بھائی کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ اے بھائی تجھے مبارک ہو، کہ مختار نے تجھے معاف کر دیا ہے۔ عبداللہ نے یہ انگوٹھی نشانی کے طور پر بھیجی ہے اور تمہیں بلایا ہے۔ تاکہ امیر خلعت سے تمہیں ممتاز کرے۔ اسحاق نے اپنی بہن کے جواب میں کہا کہ میں مختار سے ڈرتا ہوں مجھے یقین نہیں کہ وہ مجھے حقیقتاً بخشے گا۔ یہ سن کر خیر بولا کہ اے شیخ! اگر امیر کے دل میں تیری طرف سے برائی ہوتی تو تیری گرفتاری کے لیے لشکر بھیجا جاتا۔ بالآخر اسحاق بادل ناخواستہ دارالامارہ کی طرف روانہ ہوا۔ دارالامارہ کے قریب پہنچ کر خیر نے اسحاق سے کہا کہ تم اسی مقام پر کھڑے رہو۔ تاکہ میں امیر کو تمہارے آنے کی اطلاع دے دوں۔ اسحاق نے کہا کہ بہت بہتر ہے۔ اسے بٹھا کر خیر حضرت مختار کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ کہ اے امیر میں اسحاق ملعون کو لایا ہوں۔ اس کے متعلق حضور کا کیا حکم ہے۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ اس ملعون کو میرے پاس نہ لاؤ۔ اور اتنی جلدی اسے قتل کر دو۔ کہ عبداللہ بنی کندہ سے واپس نہ آنے پائیں۔ خیر باہر چلا گیا۔ اور اس نے اسحاق کے پاس پہنچ کر اپنی آستین الٹی اور نیام سے تلوار کھینچ لی اسحاق نے جب یہ حالت دیکھی تو خیر سے کہا کہ کیا ارادہ ہے۔ اس نے کہا کہ تم بیٹھ جاؤ تو میں اظہار خیال کروں، اسحاق نے کہا کہ تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو یا شہر بدر کرنے کا ارادہ ہے۔ حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ امیر مجھے امان دے چکا ہے۔ خیر نے کہا کہ اے ملعون کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ امیر مختار قاتلانِ حسین کو ہرگز ہرگز امان نہیں دیتے۔ اسحاق نے کہا کہ اے خیر تم مختار کے پاس جا کر ان سے کہہ دو۔ کہ میں تیس ہزار درہم بیس اونٹ اور ہزار گوسفند ہدیہ کرنے کو تیار ہوں۔ اور اے خیر اگر تو میرا یہ پیغام امیر تک پہنچا دے گا۔ تو ایک ہزار دینار تجھے دوں گا۔ یہ سن کر حاجب بولا کہ اے خیر تجھے انتظار کس بات کا ہے۔ امیر کے حکم کی تعمیل میں تاخیر کس لئے ہے، تجھے جو حکم دیا گیا ہے۔ کر گزر کہ تیری خیر اسی میں ہے۔ یہ ملعون جو کچھ دیتا ہے۔ آخرت میں اس سے اس کا قتل بہتر ہے۔ خیر نے کہا ع

آنچہ گفتند م بکن آں می کنم

یہ کہہ کر خیر نے اس کی گردن پر تلوار لگا دی اور اس کا سر دس قدم دور جا گرا۔ اس ملعون کے قتل ہوتے ہی عبداللہ ابن کامل محلہ بنی کندہ سے واپس آ گئے۔ عبداللہ نے حضرت مختار کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ بنی کندہ میں تو کوئی نہیں ملا۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ تمہیں تو کوئی نہ ملا لیکن مجھے ایک ملعون

رل گیا تھا۔ میں نے اسے قتل کرا دیا تھا۔ عبداللہ نے پوچھا کہ وہ کون تھا۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ ابھی اس کا سر منگواتا ہوں۔ اس کے بعد حکم دیا کہ مقتول کا سر لایا جائے۔ یہ سن کر غیر باہر گیا اور اسحاق کا سر لے آیا۔ عبداللہ ابن کامل کی نگاہ جونہی اسحاق پر پڑی فرط مسرت سے بولے کہ الحمدللہ اس ملعون سے میرا پیچھا چھوٹا۔ اس کے بعد حضرت مختار کے پاس سے اٹھ کر اپنے مکان چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے اپنی بیوی کو جو کہ اسحاق بن اشعث کی ہمشیرہ تھی طلاق دے دی۔ اور اس کا مہر وغیرہ ادا کر دیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو عبداللہ بن کامل حضرت مختار کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور انہوں نے حضرت مختار سے سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرت مختار حالات معلوم کرنے کے بعد تخت سے اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عبداللہ کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اور فرمایا کہ خداوند عالم تمہیں اس پر خلوص خدمت کے عوض جزائے خیر دے۔ بعض کتب میں اسحاق بن اشعث کی بجائے قیس بن اشعث مرقوم ہے۔ اخبار الطوال ابو حنیفہ دینوری میں ہے کہ اس نے قطیفۂ امام حسین لوٹا تھا۔

ابوالخلیق شاعر ابن زیاد کا قتل

اس کے بعد حضرت مختار بغرض شکار کوفہ کے باہر تشریف لے گئے اور آپ نے اپنا قائم مقام حضرت ابراہیم بن مالک اشتر کو بنا دیا۔ حضرت ابراہیم حضرت مختار کی جگہ پر فروکش تھے کہ ناگاہ ایک ایسے شخص کو گرفتار کر کے لایا گیا جو اپنے کو شاعر کہتا تھا لوگوں نے اس کو حضرت ابراہیم کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ ابن زیاد کے دربار کا شاعر ہے اور قاتلان حضرت امام حسین علیہ السلام میں سے ہے۔ ابو خلیق نے اس کے جواب میں کہا کہ میں ہرگز کربلا میں نہ تھا اور نہ میں نے قتل امام حسین میں حصہ لیا تھا۔ البتہ حضرت مختار سے جنگ میں شریک رہا ہوں۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ تو اگر کربلا میں نہ تھا تو تجھے کوئی آزار نہ پہنچایا جائے گا۔ تو مطمئن رہ۔ اس کے بعد اس نے چند شعر حضرت ابراہیم کی مدح میں کہہ دئے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اے شاعر تو ابن زیاد کے ساتھ کیوں لگا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ پیٹ کی خاطر لگا ہوا تھا۔ میرے دل میں اس کی کوئی جگہ نہ تھی۔ میں زبان سے اس کی مدح کرتا تھا اور دل میں اس پر لعنت کرتا تھا حضرت ابراہیم نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ جس طرح بہت مومنین مصلحت منافقین کی خدمت کرتے رہے ہیں اسی طرح اس نے بھی ابن زیاد کی ہمراہی قبول کر رکھی ہو گی۔ حکم دیا کہ اسے بیس درہم دے دئے جائیں۔ چنانچہ اسے بیس درہم دے دئے گئے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اسے لے لے اور حضرت مختار کی واپسی کا انتظار کر۔ جب وہ واپس آجائیں تو تجھے مالا مال کر دیں گے۔

ابوالخلیق نے چند اشعار حضرت ابراہیم کی مدح میں پڑھتے ہوئے کہ اے امیر آپ نے جو کچھ مجھے دے دیا ہے میرے لئے بہت ہے۔ براہ کرم میری رہائی کا حکم دے دیں تاکہ میں واپس چلا جاؤں۔ کیوں کہ میرے بچے میرے شدید انتظار میں ہوں گے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اب وہ آتے ہی ہوں گے جلدی کیا ہے؟ ابوخلیق نے درخواست کی کہ مجھے اب مزید یہاں نہ رکھا جائے اور آزاد فرما دیا جائے۔ ———

——— حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ تیری اس عجلت سے مجھے شبہ ہو رہا ہے۔ آخر وجہ کیا ہے کہ یہاں سے جلد جانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس نے کہا کہ امیر اصل وجہ یہ ہے کہ میں نے عبداللہ ابن کامل کی مذمت میں چند اشعار کہے تھے اور اسی وجہ سے وہ مجھے گرفتار کر لایا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر وہ آگیا تو مجھے زندہ نہ چھوڑے گا۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ تو مطلقاً پریشان نہ ہو۔ شعراء کی ایسی خطائیں ہمیشہ قابل عفو سمجھی گئی ہے۔ تجھے معلوم ہے کہ مروان کے باپ حکم نے حضرت رسول خدا کی ہجو میں بہتر شعر کہے تھے۔ لیکن حضرت نے اسے معاف فرما دیا تھا اگر عبداللہ ابن کامل کی تو نے مذمت کی تھی تو اس پر کوئی اثر نہ لیا جائے گا البتہ اگر تیرے لئے یہ ثابت ہو گیا کہ تو قاتلان امام حسین میں سے ہے تو کسی صورت سے درگزر نہ کیا جائے گا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ تو کل تک امیر مختار کا انتظار کر اور جب تک امیر یہاں نہیں پہنچتے تو حضرت علی اور ان کی اولاد کی مدح میں اشعار لکھتا رہ اور جتنے اشعار امیر مختار کے آنے تک ہو جائیں وہ امیر کے سامنے دربار میں پڑھ کر بے حساب جائزہ ہم سے لے لے اس کے بعد کچہری برخواست ہو گئی۔ جب دوسرا دن ہوا تو حضرت ابراہیم نے اسے دربار میں طلب فرمایا، جب وہ آگیا تو آپ نے فرمایا کہ کل سے آج تک تو نے جتنے اشعار حضرت علی کی مدح میں تحریر کئے ہوں سنا دے۔ اس نے جواب دیا کہ اے امیر میں نے ہر چند کوشش کی لیکن میں اشعار لکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم ہنس کر بولے کہ اے ملعون چونکہ تو دشمن آل رسول ہے لہذا ان کی مدح میں تیرا ذہن رسا کام کرنے سے معذور ہے۔ ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ستارہ اقبال حضرت مختار ظاہر ہوا اور آپ شکار سے واپس تشریف لائے۔ عبداللہ ابن کامل حضرت مختار کے ہمراہ تھے۔ عبداللہ کی نگاہ یونہی ابوالخلیق پر پڑی وہ بولے کہ ابوالخلیق کیا تو وہ شخص نہیں ہے کہ جو ابن سعد کے حکم سے شہداء حسینی کے نام لکھتا تھا اور دشمنان آل رسول کو قتل فرزند رسول کے لئے ابھارتا تھا۔ یہ سن کر وہ ملعون اپنے زانو میں سر ڈال کر خاموش بیٹھ گیا۔ اس کے بعد حضرت مختار نے فرمایا کہ اے ابوالخلیق تو ان ظالموں کے نام لکھوا دے جو شریک قتل حسین

تھے اس نے کہا کہ میں اس شرط پر اتنے سارے نام لکھوا دوں گا جو مجھے یاد ہوں گے کہ مجھے قتل نہ کیا جائے حضرت مختار نے فرمایا کہ میں نے قبول کیا اب نام لکھوا چنانچہ اس نے نام لکھوانے شروع کئے جب شہداء کے سلسلہ میں اولادِ امام حسین کا ذکر آیا تو حضرت مختار ڈھاڑیں مار کر رونے لگے۔

نام لکھوانے کے بعد ابوالنخلیق دربار سے اُٹھ کر روانہ ہوگیا۔ کیونکہ حضرت مختار نے فرما دیا تھا کہ تو قاتلوں کے نام لکھوا دے میں تجھے قتل نہ کروں گا وہ ملعون جونہی دربار سے روانہ ہو کر بازار میں پہنچا عبداللہ ابن کامل کے غلام نے بحکم عبداللہ اس ملعون کو شمشیر زہر آلود سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا حضرت مختار کو جب اس کے قتل کی اطلاع ملی، آپ بے حد خوش ہوئے۔

قیس ابن حفص شیبانی کا قتل

حضرت مختار ابھی دربار ہی میں تشریف رکھتے تھے۔ کہ ایک شخص نے حضرت مختار کو یہ خبر دی کہ قیس بن حفص شیبانی عورتوں کے لباس میں کوفہ سے بھاگا جا رہا ہے۔ وہ چادر اوڑھے موزے پہنے ایک گدھے پر سوار بصرہ کی طرف روانہ ہے، آپ نے عبداللہ کامل کو حکم دیا کہ اس کو گرفتار کر کے لائیں۔ چنانچہ وہ اسے گرفتار کر کے لے آئے۔ عبداللہ کامل اُسے اُسی حالت میں بازار کی طرف لائے جس حالت میں وہ تھا اہل بازار نے اس ملعون پر لعنت کی۔ روضۃ المجاہدین میں ہے کہ حضرت مختار نے حکم دیا کہ اسے اسی لباس میں الٹا لٹکا کر ملک الموت کی آغوش دے دیا جائے چنانچہ وہ ملعون واصلِ جہنم ہو گیا۔

حرملہ بن کاہل اسدی کا قتل

یہ وہ ملعون ہے جس کے مظالم کی تلخی مخدرات عصمت و طہارت اور امام زین العابدین علیہ السلام کے اذہان مبارکہ سے تاحیات نہیں گئی۔ اس ملعون نے جہاں بے شمار مظالم کربلا میں کئے تھے ایک اہم ظلم یہ کیا تھا کہ اس نے دست امام حسین علیہ السلام پر حضرت علی اصغر کے گلوئے مبارک پر تیر سہ شعبہ لگایا تھا۔ حضرت مختار کو اس ملعون کی شدید ترین تلاش تھی۔ ایک دن آپ کہیں جانے کے ارادے سے دولت سرا سے نکلے تو کسی نے اطلاع دی کہ حرملہ گرفتار ہو گیا ہے اور اس کو آپ کے سپاہیوں نے پکڑ لیا ہے حضرت مختار نے جونہی یہ خوشخبری سنی مسرور ہو گئے۔ بروایت ابو مخنف جب اس ملعون کی حضرت مختار کی خدمت میں پیشی ہوئی اور آپ کی نگاہ ملعون ازلی پر پڑی تو آپ ڈھاڑیں

مار کر رونے لگے۔ جب گریہ عظیم سے آپ کو سکون ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اے ملعون خدا تجھے انواع و اقسام کے عذاب میں مبتلا کرے سارے تو نے کربلا میں کون سا ظلم باقی رکھا تھا کہ دل ظلم کرنے سے نہ بھرا۔ اور تُو نے حضرت امام حسین کے شیر خوار بچے تک کو تیر سہ شعبہ سے ہلاک کیا۔ اے ملعون کیا تجھے خبر نہ تھی، کہ وہ فرزند رسول تھے۔ اے ملعون جس نبی کا کلمہ پڑھتا ہے اسی کی اولاد کو تو نے تیر کا نشانہ بنایا۔ اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ جلاد بلائے جائیں جب جلاد آئے تو آپ نے حکم دیا کہ پہلے اس ملعون کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں۔ پھر تیروں سے اس کا جسم چھلنی کیا جائے اس کے بعد اسے آگ میں جلایا جائے۔ چنانچہ تعمیل ارشاد کر دی گئی اور یہ ملعون ازلی واصل جہنم ہوگیا مجالس منجعہ میں ہے کہ اسی ملعون نے حضرت امام حسین کے فرزند عبد اللہ کے ہاتھ امام حسین کی آغوش میں کاٹے تھے۔ اور اسی نے تیر مار کر ان کو شہید کیا تھا۔ اور یہی ملعون امام حسین کے سر مبارک کو نیزے پر بلند کر کے کوفہ لے گیا تھا۔ مورخین کا بیان ہے۔ کہ وہ سر سورہ کہف کی تلاوت کر رہا تھا لاجل ذالك كله اشتد امرہ علی زین العابدین انہیں وجوہ کی بنا پر امام زین العابدین کا دل اس سے بہت زیادہ دکھا ہوا تھا۔

روایت منہال

شواہد النبوت ملا جامی روضۃ الاحباب مجالس المومنین وغیرہ میں ہے کہ منہال بن عمر سے مروی ہے کہ میں کوفہ سے مکہ معظمہ کو بغرض حج گیا تھا۔ امام زین العابدین علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے حرملہ بن کاہل اسدی کا حال دریافت کیا۔ میں نے کہا کہ حرملہ کو میں کوفہ میں بسلامت چھوڑ کر آیا ہوں۔ یہ سن کر حضرت امام زین العابدین نے ہاتھ اٹھا کر تین اور بروایتے چار مرتبہ فرمایا۔ اللهم اذقه حر النار خدایا اسے جلد آگ کا مزہ چکھا۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے ملاقات کے بعد وارد کوفہ ہوا۔ یہ وہی زمانہ تھا جبکہ حضرت مختار خروج کر چکے تھے۔ کوفہ پہنچ کر میں ان سے ملنے کے لیے گیا۔ کیونکہ ان سے میرا دوستانہ تھا۔ جب میں ان کے مکان کے قریب پہنچا۔ تو وہ اپنے گھر سے برآمد ہو کر ایک طرف کو روانہ ہوئے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے منہال تم کہاں تھے۔ تم نے ہماری حکومت میں شرکت نہیں کی۔ میں نے عرض کی۔ کہ میں حج کے لیے مکہ گیا ہوا تھا۔ اسی طرح باتیں ہوتی رہیں۔ اور ہم دونوں باہم گفتگو کرتے ہوئے بمقام کناسس جا پہنچے، حضرت مختار چلتے چلتے رک گئے۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے وہ کسی کے انتظار میں ہوں۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ چلے آتے ہیں انہوں نے

آکر حضرت مختار کی خدمت میں گرفتاری حرملہ کی بشارت دی۔ آپ نے فوراً شکر خدا کیا۔ جب اس کا سامنا ہوا تو آپ نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے۔ کہ اس نے مجھے تجھ پر قابو عطا فرمایا اے ملعون خدا تجھ پر لعنت کرے۔ کہ تو نے کربلا میں آل محمد پر شدید مظالم کئے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے جلاد کو طلب فرمایا۔ اور حکم دیا کہ اس کے پاؤں کاٹ دئے جائیں۔ اور اسے مختلف قسم کے عذاب میں مبتلا کرکے اسے آگ میں جلا دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کر دیا گیا۔ یہ حال دیکھ کر میں نے دو مرتبہ سبحان اللہ کہا۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ اے منہال تسبیح تو ہر وقت کہنا مناسب ہی ہے۔ لیکن یہ بتاؤ کہ اس وقت تم نے کس پر تسبیح کی۔ میں نے عرض کی۔ کہ میں حضرت زین العابدین کی خدمت میں چند یوم حاضر ہوا تھا۔ انہیں اس کا علم تھا کہ آپ واقعہ کربلا کا انتقام لے رہے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ حرملہ قتل کیا جا چکا ہے یا نہیں تو میں نے عرض کیا کہ ابھی وہ زندہ ہے تو حضرت نے آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر تین بار فرمایا کہ خدایا اسے جلد آگ کا مزہ چکھا۔ میں نے اس وقت اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ کہ حضرت کی دعا قبول ہو گئی۔ اور حرملہ ملعون نذر آتش کر دیا گیا۔

یہ سننا تھا کہ حضرت مختار نے مجھ سے پوچھا کہ اے منہال تم سچ کہتے ہو کہ میرے امام نے یہی کچھ فرمایا تھا۔ میں نے کہا کہ میں بالکل سچ کہتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت مختار گھوڑے سے کود پڑے اور سجدہ شکر میں زمین پر پیشانی رکھ کر تا دیر پڑے رہے۔ اس کے بعد سجدہ سے اٹھے اور سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے میرے گھر کے قریب سے گزرے۔ میں نے درخواست کی کہ تشریف رکھئے اور کھانا تناول فرمائیے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اے منہال اب میں کھانا کیا کھا سکتا ہوں، اب تو اس وقت میرا روزہ شکرانہ ہے مجھے اس سے بڑی نعمت کیا مل سکتی ہے کہ میرے امام کی دعا میرے ہاتھوں تکمیل پذیر ہوئی۔ میں نے کہا کہ بے شک آپ کا کہنا درست ہے۔ خداوند عالم آپ کو نیک توفیق عطا فرمائے۔

علامہ معاصر مولانا ظفر حسن لکھتے ہیں۔ کہ جونہی مختار کی نظر اس ملعون پر پڑی۔ غصہ سے تھر تھر کانپنے لگے۔ ڈانٹ کر فرمایا کہ اے شقی خدا کی تجھ پر لعنت ہو۔ بتا تو نے کربلا میں کیا کیا تھا۔ اس نے کہا اے امیر میرے ترکش میں سے تین تیر ایسے چلے جنہوں نے تیر اندازی میں میرے کمال کا ثبوت دیا۔ پہلا تیر میں نے اس وقت مارا جبکہ علمدار حسینی مشک بھر کر خیمہ کی طرف لے جانے لگے۔ پسر سعد نے مجھ سے کہا اگر یہ پانی پیاسوں تک پہنچ گیا تو غضب ہو جائے گا۔ پس میں نے ایسا تاک کر تیر مارا کہ مشک سے تمام پانی بہہ گیا۔ مختار نے کہا او شقی بتا دوسرا تیر کب مارا تھا اس نے کہا یہ تیر میرا حسین کے

شیر خوار بچے کا گلا چھیدنے کے لیے کمان سے نکلا تھا۔ اور تیسرا تیر اس وقت میں نے لگایا جب حسین گھوڑے پر زخموں سے چور چور بیٹھے تھے۔ میرا یہی تیر پیشانی پر کھا کر زمین پر گرے تھے۔ مختار کو یہ کلام سن کر تاب ضبط نہ رہی۔ بڑھے اور اپنی تلوار سے اس کے دونوں ہاتھ قطع کر دیئے اور پھر حکم دیا کہ اس ملعون کو زندہ آگ کے شعلوں میں ڈال دو۔

عمر بن صبیح صیداوی کا قتل

حرملہ کے بعد حضرت مختار کے سپاہیوں نے عمر بن صبیح صیداوی کے گھر کا محاصرہ کیا جس وقت یہ لوگ اس کے گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا یہ ملعون اپنے مکان کے کوٹھے پر اس طرح سو رہا ہے کہ اس کے سر کے نیچے تلوار رکھی ہوئی ہے یہ لوگ اس وقت پہنچے تھے۔ جب ساری دنیا سو رہی تھی اندر داخل ہونے کے بعد ان لوگوں نے اسے تلوار سمیت گرفتار کر لیا۔ گرفتاری کے بعد اس ملعون نے کہا کہ یہ تلوار کتنی بری ہے کہ اتنے نزدیک ہونے کے بعد اس نے کتنی دوری کا ثبوت دیا اور کام نہ آئی۔ الغرض سپاہیوں نے اس کی مشکیں کس لیں۔ اور اسے لئے ہوئے دار الامارہ میں واپس آئے۔ رات کا وقت تھا اس لئے اسے قید خانہ میں ڈال دیا۔ جب صبح ہوئی تو اس ملعون کو حضرت مختار کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے حکم دیا کہ اسے نیزہ مار کر ہلاک کر دیا جائے چنانچہ نیزوں کے وار سے اسے واصل جہنم کر دیا اصدق الاخبار میں ہے۔ کہ اس ملعون نے حضرت مختار کے سامنے یہ بیان دیا کہ میں نے کسی کو قتل نہیں کیا تھا لیکن اصحاب میں سے بے شمار لوگوں کو نیزے سے زخمی کیا تھا۔ اسی بنا پر آپ نے حکم دیا کہ اسے اتنے نیزے مارے جائیں کہ یہ مر جائے چنانچہ نیزوں سے اسے ہلاک کر دیا گیا۔ شفا الصدور شرح زیارت عاشور[۱۱۲] میں ہے کہ اس ملعون نے حضرت عبداللہ ابن مسلم کو شہید کیا تھا۔ معصوم نے اس پر زیارت میں لعنت فرمائی ہے۔

مالک بن ہیثم بدانی کا قتل

یہ ملعون اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قادسیہ میں روپوش تھا حضرت مختار کو جب اس کی روپوشی کا پتہ چلا تو آپ نے اپنے سپاہیوں کو بھیج کر اسے گرفتار کرایا۔ جب یہ حضرت مختار کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اے ملعون تو نے حضرت امام حسین کے ساتھ کیا کیا۔ اور تو کیوں کربلا گیا تھا۔ اس نے کہا کہ میں خوشی سے نہیں گیا تھا۔ بلکہ مجھے بجبر و اکراہ لے جایا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے ان کو پانی

کیوں نہ دیا اور ان کی فریاد پر کان کیوں نہ دھرا۔ تجھے رسول خدا سے شرم نہ آئی۔ اور تو نے ان کی اولاد کو پیاسا مار دیا۔ یہ فرما کر آپ رو پڑے اور آپ نے حکم دیا کہ اس ملعون کو قتل کر جائے چنانچہ اس کی گردن مار دی گئی۔

حمل بن مالک محاربی کا قتل

یہ ملعون بھی تا دستہ میں روپوش تھا کہ حضرت مختار کے سپاہیوں نے اسے برآمد کیا اور حضرت مختار کی خدمت میں پیش کر کے اس کے متعلق حکم چاہا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تو نے امام حسین کو پانی کیوں نہ دیا۔ اور انہیں پیاسا مار دیا۔ اس کا جواب اس ملعون کے پاس مطلقاً نہ تھا۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ اسے قتل کر دیا جائے چنانچہ یہ ملعون واصل جہنم کر دیا گیا۔

بجدل بن سلیم کلبی کا قتل

اس ملعون نے حضرت امام حسین کے قتل میں شرکت کے ساتھ ساتھ یہ ظلم بھی کیا تھا کہ جب حضرت سید الشہداء شہید ہو گئے تو اس ملعون نے آپ کے ہاتھ سے انگوٹھی اتارنے کی کوشش کی جب انگوٹھی نہ اتر سکی۔ تو اس نے آپ کی انگلی کاٹ دی اور انگوٹھی لے لی۔ حضرت مختار کی خدمت میں جب یہ ملعون پیش کیا گیا تو آپ نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دے جائیں۔ چنانچہ جلاد نے اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ دیئے۔ ملعون اسی حالت میں پڑا رہا۔ یہاں تک کہ مر گیا۔

رفاد بن مالک کا قتل

بجدل کے بعد حضرت مختار کی خدمت میں رفاد بن مالک پیش کیا گیا۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ اے ملعون تو نے کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا ورس یعنی وہ خوشبو جو اُن کے پاس ایک رحل میں تھی۔ لوٹی تھی اور اُسے سب میں تقسیم کیا تھا۔ اور رحل بھی لوٹ لیا تھا اے ملعون تو پوری سزا کا مستحق ہے۔ تو نے ان کو برباد کرنے میں کسی چیز سے بھی صرفہ نہیں کیا۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ اس کی گردن مار دی جائے۔ چنانچہ یہ ملعون قتل کر دیا گیا۔

عمر بن خالد کا قتل

حضرت امام حسین علیہ السلام کے ورس (خوشبو) لوٹنے اور اسے آپس میں تقسیم کرنے کے جرم کا ارتکاب اس ملعون نے بھی کیا تھا۔ حضرت مختار کے سامنے جب اس کی پیشی ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ

اسے سارے بازار میں پھرا کر قتل کر دیا جائے چنانچہ اسی طرح یہ واصل جہنم کر دیا گیا۔

عبدالرحمٰن بجلی کا قتل

عمر بن خالد کے بعد یہ ملعون حضرت مختار کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جب یہ سامنے آیا تو حضرت مختار نے فرمایا کہ ملعون تو نے صالح ترین لوگوں کو قتل کیا۔ اور سید الشباب اہل الجنۃ کو شہید کیا دیکھ اس کے عوض میں خدا نے تجھے کہاں پہنچا دیا اے ملعون آج تو یہاں آگیا ہے اب تجھے تیرے کئے کا پورا بدلا مل جائے گا۔ اے ملعون تو نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خوشبو لوٹنے میں شرکت کی تھی آج تجھے تیرے کردار کا مزہ چکھایا جائے گا۔ اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ اسے ابھی بازار میں رسوا کر کے قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ یہ ملعون بھی واصل جہنم کر دیا گیا۔

عبداللہ ابن قیس خولانی کا قتل

عبدالرحمن ابن ابی خشکارہ بجلی کے قتل کے بعد عبداللہ ابن قیس حضرت مختار کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے ملعون تجھے رسول کریم سے شرم نہ آئی اور تو نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل میں شرکت کی اور ان کے پاس جو خوشبو تھی۔ تو نے بھی اسے لوٹا اور ان کے تباہ کرنے میں پوری سعی کی۔ اے ملعون! آج تجھے بھی تیری بدکرداری کا مزہ چکھایا جائے گا۔ اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ اس ملعون کو بازاروں میں پھرا کر پہلے رسوا کرو۔ اس کے بعد اسے قتل کر دو چنانچہ تعمیل حکم کر دی گئی۔ اور اس ملعون کو واصل جہنم کر دیا گیا۔

اسما ابن خارجہ فزاری کا قتل

یہ ملعون حضرت مسلم بن عقیل کے قتل میں شریک تھا۔ اس کے متعلق حضرت مختار نے ایک مرتبہ بطور پیشگوئی فرمایا تھا۔ کہ اما ورب السماء ورب الضیاء والظلما لتنزلن نار من السما دھما حمرا سحماء تحرق ذا امر اسماء آسمان و روشنی و تاریکی کے خالق کی قسم آسمان سے سیاہ سرخ اور خالص آگ عنقریب نازل ہوگی۔ اور اسما کے گھر کو اس ظلم کے عوض میں جلا کر خاکستر کر دیں گی۔ جو اس نے کربلا میں کیا ہے۔ بروایت نورالابصار جب اسما کو اس ارشاد کی خبر ہوئی تو وہ اپنا گھر بار چھوڑ کر چپکے سے جنگل کی طرف چلا گیا حضرت مختار نے اس کے اور دیگر اس کے اعزا کے مکانات پھنکوا

دیئے۔ کتاب تصویر کربلا ص۹ طبع دہلی ۱۹۱۹ء میں ہے کہ یہ ملعون حضرت مثنیٰ کا ماموں تھا۔ ان کا سر کٹنے نہ دیا۔ شفاعت کر کے کوفہ کو لے گیا۔ اور ان کی دوا کی۔ جب وہ تندرست ہو گئے تو انہیں مدینے بھیج دیا۔ یہ شخص حضرت امام حسین علیہ السلام کی لاش کی پامالی میں شریک تھا۔ حضرت مختار نے اسے قتل کرا دیا۔ اس کے قتل کی تفصیل بروایت ابو مخنف یہ ہے۔ کہ ایک دن حضرت مختار نے حضرت ابراہیم سے فرمایا کہ اے بھائی قاتلان حسین کے قتل کی کافی مہم سر ہو چکی ہے اور جو باقی ہے وہ بھی انشاءاللہ سر ہو جائے گی۔ لیکن ایک بات یہ ہے۔ کہ میرے ذہن میں تین نام ایسے ہیں۔ جو کسی وقت محو نہیں ہوتے ہیں۔ اسما بن خارجہ، قاضی شریح اور محمد بن اشعث جو امام حسین اور ان کے اصحاب کے قتل میں ابن زیاد کی شمشیر بنے ہوئے تھے۔ میرا جی چاہتا ہے۔ کہ خصوصی طور پر ان لوگوں کی تلاش اپنے پورے انہماک کے ساتھ کراوں۔ اور جس صورت سے ہو سکے۔ ان کو گرفتار کرا کے تہ تیغ کروں۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ آپ کا خیال نہایت ہی مناسب ہے۔ حضرت مختار نے ارشاد فرمایا کہ جابر بن اشعث اور صعصعہ بن لیث اسدی کو میرے پاس بلوا دو۔ حضرت ابراہیم نے ان دونوں کو حاضر خدمت کیا۔ جب یہ دونوں حاضر ہوئے تو حضرت مختار نے فرمایا کہ سنو! ہمیں تم پر پورا پورا بھروسہ ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں۔ کہ تم لوگ نیک نیتی کے ساتھ پورے خلوص سے اہلبیت رسول کو دوست رکھتے ہو۔ میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ میں نے بہت سے قاتلانِ حسینؑ کو واصلِ جہنم کر دیا ہے لیکن اب تک ہمیں تین بڑے منافق دستیاب نہیں سکے۔ جن کے نام اسماء، شریح، محمد ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں، جو قتل حضرت امام حسین میں پورے طور پر منہمک رہے ہیں۔ اور انہوں نے وہ ظلم کئے ہیں۔ جن کا جواب نہیں ہے۔ یہ سننا تھا کہ دونوں مجاہد کمر عزم و استقلال باندھ کر ان دشمنوں کی طلب و تلاش میں نکل پڑے۔ ان لوگوں نے آپس میں قسم کھائی تھی۔ کہ ان کی تلاش میں کوئی کوشش فروگزاشت نہ کریں گے چنانچہ ان لوگوں نے سارے جنگل چھلنے، تمام دیہاتوں کا جائزہ لیا۔ ہر تنگ و تاریک مقام کو دیکھا ہر نشیب و فراز میں اپنے کو پہنچایا۔ بالآخر پتہ چلا کہ "قریۂ بنی امیہ" میں یہ لوگ روپوش ہیں۔ یہ دونوں مجاہد اپنے آدمی لئے اس قریہ میں جا پہنچے۔ وہاں پہنچ کر ایک سرداب کا نشان معلوم کیا۔ جب اس کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ اس کا دروازہ اتنا چھوٹا ہے۔ کہ اس میں ایک آدمی کے سوا جایا نہیں جا سکتا۔ پہلے تو ان لوگوں نے بڑی کوشش کی کہ اس میں مستور دشمنانِ آلِ محمد برآمد ہو جائیں جب اس میں کامیابی نصیب نہ ہو سکی۔ تو ان لوگوں نے اس کے منہ پر آگ جلا دی، جب اس میں دھواں پہنچا اور حرارت نے زور کیا تو ان لوگوں نے مجبوراً پناہ کی درخواست کی۔ آخر الامر وہ برآمد کر لیے گئے اور ان کی

مشکیں کس دی گئیں پھر انہیں حضرت مختار کے سامنے پیش کر دیا گیا حضرت مختار نے اسماءبن خارجہ سے کہا کہ اے ملعون تو نے آل محمد پر خروج کیا ہے۔ اور تو ان کی دشمنی کا دم بھرتا ہے یاد رکھ تیرے ساتھ وہ کچھ کیا جائے گا کہ تا قیامت یاد رکھے گا۔ اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ اسے باہر لے جاکر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے جائیں چنانچہ اس کو تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔

محمد بن اشعث بن قیس کا قتل

پھر محمد بن اشعث بن قیس کو بروایت نور الابصار حضرت مختار کی خدمت میں پیش کیا گیا یہ ملعون چونکہ بدترین مخلوق تھا اور اس نے واقعہ کربلا میں اپنی بدکرداری سے حضرت مختار کے دل میں پھپھولے ڈال دیئے تھے۔ اس لیے آپ نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور اس کے ران کا گوشت آگ میں بھون کر اسے کھلایا جائے۔ اور جس صورت سے بھی اسے معذب کیا جاسکے کر دیا جائے۔ چنانچہ منشا مختار کے مطابق اسے مختلف طریقے سے معذب کیا گیا۔ یہاں تک کہ وہ ملعون داخل دار البوار ہو گیا۔

قاضی شریح کوفی کا قتل

پھر قاضی شریح دربار حضرت مختار میں پیش کیا گیا۔ یہ ملعون جس وقت بندھا ہوا داخل دربار ہوا اور حضرت مختار اور حضرت ابراہیم کی نگاہ اس پر پڑی ان لوگوں نے اس پر تھوکا اور کہا کہ خدا تجھ پر لعنت کرے اور تجھے آگ میں جلایا جائے۔ اے ملعون! کیا تو یہ سمجھتا تھا کہ امام حسین علیہ السلام کو قتل کر کے تو زندہ رہے گا۔ اے ملعون تجھ جیسے لوگوں کی وجہ سے امام حسین کا قتل واقع ہوا ہے۔ ان کے قتل میں تیری بدکرداری اور غداری کو بڑا دخل ہے اور تیری ہی کرتوت ہے کہ حضرت مسلم و ہانی شہید ہو گئے۔ خدا کی بارگاہ میں اب تو اس منزل پر پہنچ چکا ہے۔ جس کے بعد عذاب کا ہونا ضروری تھا۔ خدا کی قسم میں عذاب بن کر آیا ہوں۔ اور تمہیں تمہارے کرتوت کا مزہ چکھاؤں گا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے قاضی اہل نار اور اے سردار کفار خدا تجھ پر لعنت کرے۔ تو نے اہل بیت کے خلاف دل اور زبان دونوں سے خروج کیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس کے سر پر گرز کا وار کیا پھر گدی سے اس کی زبان نکلوالی اور مختلف قسم کے عذاب سے معذب کیا پھر قتل کر کے اس کی لاش آگ میں جلوا دی۔

حصین بن تمیم کا قتل

ابو مخنف اور حجۃ الاسلام محمد ابراہیم کا بیان ہے کہ قاضی شریح کے حکم قتل کے فوراً بعد ایک شخص محب آل محمد دربار میں کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ کہ اے واقعہ کربلا کا بدلہ لینے والے دیندار میں ایک خبر لایا ہوں۔ اگر اجازت ہو تو بیان کروں۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ ضرور بیان کر۔ اس نے کہا کہ میرے لڑکے مقبل نے مجھے اطلاع دی ہے کہ حصین بن تمیم جو کہ شریک واقعہ کربلا تھا۔ اور جس نے قتل امام حسین علیہ السلام میں پوری کوشش کی تھی۔ وہ کوفہ کے ایک دیہات میں روپوش ہے پتہ چلا ہے کہ وہ عنقریب بصرہ کی طرف بھاگنے والا ہے۔ حضور اپنے آدمی بھیج کر اسے گرفتار کرائیں حضرت مختار نے فرمایا کہ تیرا لڑکا کہاں ہے۔ اسے میرے پاس بلا۔ اس نے فوراً اپنے لڑکے کو حاضر کیا۔ اور کہا کہ ہمراہ جا کر اس ملعون کا نشان بتا۔ حضرت مختار نے مقبل سے کہا۔ کہ تو ہمراہ چل، میں خود چلوں گا۔ چنانچہ حضرت مختار چند آدمیوں کو ساتھ لے کر اس دیہات میں پہنچے۔ اور اسے ڈھونڈھ نکالا۔ حضرت مختار نے اپنے ساتھیوں میں سے پانچ آدمیوں کو حکم دیا کہ اس کی مشکیں کس لیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے اسے گرفتار کیا۔ اور اس کے ہاتھوں کو اس کے کندھوں سے کس کر باندھ دیا باندھنے کے وقت اس ملعون نے کہا کہ آخر مجھے کس جرم میں گرفتار کر رہے ہو۔ میں نے تو کوئی خطا نہیں کی۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ اے ملعون! تو نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے جو فرزند رسول اور سردار جوانان بہشت ہیں۔ جنگ کی ہے اور ان کے قاصد قیس بن مسہر صیداوی کو قتل کیا ہے جو نہایت مرد صالح اور بندہ خدا رسیدہ تھے۔ اور کہتا ہے کہ میں نے کیا خطا کی ہے جو مجھے گرفتار کیا جاتا ہے اے ملعون تجھے تیرے عمل و کردار کا ایسا بدلا دیا جائے گا۔ کہ تیری روح قیامت تک نہ بھولے گی اس کے بعد آپ اُسے دار الامارہ میں لے آئے۔ اور آپ نے حکم دیا کہ اس ملعون کے بدن نجس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نذرِ آتش کر دیا جائے چنانچہ تعمیل کر دی گئی اور اس ملعون کو واصل جہنم کر دیا گیا۔

اخنس بن مرثد کا قتل

اس ملعون نے کربلا میں شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد جب لوٹ ہوئی تھی اس میں حضرت سید الشہداء کا عمامہ مبارک لوٹا تھا نیز آنحضرت کی لاش کی پامالی میں شرکت کی تھی اور گھوڑے دوڑائے تھے۔ جب یہ ملعون گرفتار کر کے داخل دربار کیا گیا اور حضرت مختار کی نگاہ اس ملعون پر پڑی تو آپ

غصہ سے سُرخ ہو گئے آپ نے حکم دیا کہ اسے زمین پر چت لٹا کر اس کے ہاتھ پاؤں میں کیلیں ٹھونک دی جائیں اور اس کے اوپر گھوڑے دوڑائے جائیں۔ حضرت مختار کے حکم کی تعمیل پورے انہماک کے ساتھ کردی گئی اس کے بعد آپ نے حکم دیا۔ کہ اس کے جسم کو جلا دیا جائے۔ چنانچہ اس کا جسم نجس نذرِ آتش کر دیا گیا۔

ابجر بن کعب کا قتل

اس ملعون نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا پائجامہ لوٹا تھا۔ اس کی حالت یہ تھی کہ گرمی میں اس کا ہاتھ خشک ہو جاتا تھا اور سردی میں اس سے ریم بہتی تھی۔ یہاں تک کہ حضرت مختار کا عہد آگیا۔ بروایت ابو مخنف جب اس ملعون کی پیشی ہوئی تو اس نے ایک اور اہم جرم کا ارتکاب بیان کیا اور وہ حضرت زینب کی چادر چھیننے کا تھا۔ اس کا بیان سُن کر سارا دربار رونے لگا۔ پھر حکم دیا گیا۔ کہ اس کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔ اور اس کی آنکھیں نکال لی جائیں۔ چنانچہ تعمیل ارشاد کر دی گئی، اور وہ ملعون واصل جہنم ہو گیا۔

اسحاق بن جویریہ کا قتل

جب اس ملعون کی پیشی ہوئی۔ تو حضرت مختار نے پوچھا کہ اے ملعون بتا تو نے کربلا میں کون کون سے ظلم کئے تھے۔ یہ ملعون اس سوال کا جواب دینے میں سب سے پہلے بولا کہ میں نے امام حسینؑ کی لاش پر گھوڑا دوڑایا تھا یہ سُننا تھا کہ آپ نے فوراً حکم دے دیا کہ اسے بھی زمین پر لٹا کر اس کے ہاتھ پاؤں میں کیلیں ٹھونک دی جائیں۔ اور اس کے اوپر گھوڑے دوڑائے جائیں۔ اور اس کے جسم مردار کو نذرِ آتش کر دیا جائے۔ چنانچہ اہل کاروں نے تعمیل حکم کر دی۔

رنی بن منقذ عبدی کا قتل

اسحاق کے بعد اس ملعون کی پیشی دربار مختار میں ہوئی۔ حضرت مختار نے اس ملعون کا جرم معلوم کر کے حکم دیا کہ پامالی لاش مبارک امام حسین علیہ السلام کی پاداش میں اس کی لاش زندگی میں پامال کر دی جائے۔ چنانچہ حکم کے مطابق اسے زمین پر لٹا کر اس کے ہاتھ پاؤں میں کیلیں ٹھونک دی گئیں پھر اس کے اوپر سے گھوڑا دوڑا دیئے گئے۔ اس کے بعد اس کی لاش نذرِ آتش کر دی گئی۔

سالم بن خیثمہ کا قتل

رضی کے بعد یہ ملعون حضرت مختار کی خدمت میں پیش کیا گیا، چونکہ اس کا جرم بھی پامالی لاش امام حسین علیہ السلام تھا اس لئے اس کے واسطے بھی حکم سابق دے دیا گیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں زمین میں کیل سے پیوست کر دیئے گئے۔ اور اس کی لاش پر گھوڑے دوڑائے گئے اور آخر میں جد نحس کو آگ میں جلا دیا گیا۔

صالح بن وہب جعفی کا قتل

سالم کے بعد صالح بن وہب جعفی کی پیشی ہوئی۔ اس سے آپ نے دریافت فرمایا کہ تو نے کربلا میں سب سے بڑا جرم کیا کیا تھا اس ملعون نے کہا کہ میں ان لوگوں میں شریک ہو کر لاش پر گھوڑا دوڑا رہا تھا۔ جن کو حکم پامالی دیا گیا تھا۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ اس ملعون کے بھی ہاتھ پاؤں میں کیلیں ٹھونک کر اس پر گھوڑے دوڑائے جائیں۔ اور جب یہ مردار ہو جائے تو اس کے جسم کو آگ میں جلا دیا جائے چنانچہ حکم کی تعمیل کر دی گئی۔

عبداللہ ابن صلخت کا قتل

پھر حضرت مختار کی خدمت میں عبداللہ بن صلخت کی پیشی ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ اے ملعون تجھے شرم نہ آئی کہ تو اس عظیم ہستی کو قتل کرنے کے لیے کربلا گیا تھا جس کے نانا کا کلمہ پڑھتا ہے۔ اور جس کی محبت خدا نے مسلمانوں پر واجب قرار دی ہے۔ اس کے بعد حکم دیا کہ اس کی گردن مار دی جائے۔ چنانچہ یہ ملعون قتل کر دیا گیا۔ (اصدق الاخبار میں ہے کہ اسے بازار میں قتل کیا گیا تھا۔

عبداللہ بن وہب بن اعثم ہمدانی کا قتل

ابن صلخت کے بعد ابن وہب کی حضرت مختار کے دربار میں پیشی ہوئی۔ آپ نے اس ملعون سے پوچھا کہ تو نے کربلا میں کیا ظلم ڈھائے تھے۔ یہ ملعون ابھی کچھ جواب نہ دینے پایا تھا کہ آپ نے حکم گردن زدنی دے دیا۔ اور یہ ملعون قتل کر دیا گیا۔ اصدق الاخبار میں ہے کہ اسے بازار میں قتل کیا گیا تھا۔

مہاجر بن اوس تمیمی کا قتل

یہ وہ ملعون ہے جس نے حضرت زہیر بن قین کو کربلا میں قتل کیا تھا اور یہی وہ ملعون ہے جو جناب حُر سے منہ زوریاں کرتا تھا اور کربلا میں انہیں بُرا بھلا کہتا تھا۔ جب حضرت مختار کی خدمت میں اس ملعون کی پیشی ہوئی۔ تو آپ نے حکم دیا کہ اسے جلد سے جلد قتل کر دیا جائے۔ اس لئے کہ اس نے امام حسین علیہ السلام کے ایک ایسے صحابی کو قتل کیا تھا جس پر امام حسینؑ کو بڑا بھروسہ تھا حضرت مختار کے حکم مطابق اس ملعون کی گردن ماردی گئی اور اس کا جسم نذر آتش کر دیا گیا۔

نوفل بن طفیل کا قتل

اس کے بعد عبداللہ کامل اور ابو عمرہ نے حضرت مختار کی خدمت میں نوفل بن طفیل کو پیش کیا حضرت مختار کی جونہی اس ملعون پر نظر پڑی آپ کا چہرہ غصہ سے تمتما اُٹھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے ملعون تجھے حضرت رسول کریمؐ اور ان کی دختر نیک اختر سے حیا نہ آئی۔ اور تُو نے ان کے فرزند کو کربلا میں بے آب و دانہ شہید کر دیا۔ اور تُو نے ان کے قتل میں شمر ملعون کی امداد کی۔ اے ملعون خدا تجھ پر لعنت کرے۔ اب میں تجھے تیرے کردار کا دُنیا میں مزہ چکھاتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے حکم دیا کہ اس کے پہلے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں۔ اس کے بعد اس کا پیٹ چاک کر کے اس میں اس کے ہاتھ پاؤں رکھو دیئے جائیں اور جب یہ ملعون مردار ہو جائے۔ تو اس کے جسم کو آگ میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ جلاد نے تعمیل حکم کر دی۔ اور اسے واصل جہنم کر دیا۔

داخط بن ناعم کا قتل

اس کے بعد آپ کی خدمت میں یہ ملعون پیش کیا گیا۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تو نے کربلا میں سب سے بڑا کون سا کام کیا تھا اس ملعون نے جواب دیا کہ میں نے اس وقت جبکہ لشکر میں آواز دی گئی تھی کہ امام حسینؑ کی لاش کو پامال کرنے کی خدمت کون کون ادا کر سکتا ہے تو ان لوگوں میں جنہوں نے اپنے نام دیئے تھے میں نے بھی اپنا نام پیش کیا تھا۔ پھر جس وقت حکم ہوا کہ لاش پر گھوڑے دوڑا دیئے جائیں تو میں بھی ان لوگوں کے ساتھ جو گھوڑے دوڑا رہے تھے۔ اپنے گھوڑے پر سوار پامالی لاش حسین میں مشغول و معروف تھا۔ یہ سن کر بروایت اصدق الاخبار و نور الابصار حضرت مختار نے حکم دیا کہ اس ملعون کو زمین پر

لٹا کر اس کے ہاتھ پاؤں میں میخیں ٹھونک دی جائیں اور اس کے اوپر گھوڑے دوڑا دیے جائیں اور اتنی دیر گھوڑے دوڑائے جائیں کہ اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ اور جب جسم کے ٹکڑے بکھر جائیں تو انہیں جمع کر کے نذر آتش کر دیا جائے۔ یہ حکم پاتے ہی کارکنان نے وہ سب کچھ کر دیا جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔

ہانی بن شبث حضرمی کا قتل

پھر عبداللہ بن کامل اور ابو عمرہ کیسان اور حاجب نے ہانی بن شبث کو گرفتار کر کے حضرت مختار کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت مختار نے اس ملعون سے پوچھا کہ تو نے کربلا میں کون کون سے کارنمایاں کئے تھے۔ اس ملعون نے کہا کہ میں نے عبداللہ ابن علی۔ عبداللہ ابن عمیر کلبی اور عبداللہ ابن حسن کو قتل کیا تھا اور جب لاش کی پامالی کا موقع ہاتھ آیا تو میں نے اس میں بھی شرکت کی تھی۔ حضرت مختار نے فرمایا تھا۔ کہ اے ملعون تجھے خدا و رسول سے حیا نہ آئی اور اے بے شرم تو نے عبداللہ بن حسن جیسے کم سن بچے پر بھی تلوار چلائی۔ اے ملعون اب میرے ہاتھوں اپنے کردار اور کرتوت کا مزہ بھی چکھ۔ اے ملعون تیرے ساتھ وہ کچھ کروں گا۔ کہ قیامت تک تیری روح اس کی تلخی نہ بھولے گی اس کے بعد آپ نے حکم دیا۔ کہ جن جن طریقوں سے اذیت پہنچائی جا سکتی ہے اس ملعون کو پہنچائی جائے اس کے بعد اسے چت لٹا کر اس کے ہاتھ پاؤں میں کیلیں ٹھونک دی جائیں۔ پھر اس کے جسم پر گھوڑے دوڑائے جائیں اور اتنی دیر تک گھوڑے دوڑیں کہ اس ملعون کا جسم ٹاپوں سے پس جائے اس کے بعد بدن نجس کے ذرات اور ٹکڑوں کو آگ میں جلا دیا جائے۔ چنانچہ حکم کے مطابق اس کے ساتھ سب کچھ کر دیا گیا۔

عبدالرحمٰن بن صلخت کا قتل

حضرت مختار کو اطلاع ملی کہ یہ ملعون ایک مقام میں روپوش ہے چنانچہ آپ نے عبداللہ بن کامل اور ابو عمرہ کو بھیج دیا وہ گرفتار ہو کر دربار میں آپہنچا۔ حضرت مختار نے اس ملعون کو بڑی لعنت ملامت کی پھر حکم دیا کہ اس ملعون کو بازار میں قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ سر بازار اس کی گردن مار دی گئی۔ اصدق الاخبار میں ہے۔ کہ اسی کے ساتھ حمید بن مسلم کو بھی گرفتار کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا لیکن وہ ملعون فرار کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ کشف الغمہ میں ہے کہ یہی حمید بن مسلم راہ کوفہ و شام میں امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو نیزے پر اٹھائے ہوئے تھا۔ ایک روایت میں ہے۔ کہ سر ہائے شہدا کے ہمراہ کوفہ گیا تھا یہ واقعہ نگار بھی تھا اور اس سے بہت سے واقعات منسوب ہیں۔

عمر بن سعد کا قتل

علما مورخین کا بیان ہے۔ کہ حضرت مختار جب قاتلان حسین کی بے شمار تعداد کو سطح زمین سے ناپید کر چکے تو ایک دن بر سر دربار بولے کہ آج میں اس ملعون کے وجود سے ارض اللہ کو پاک کردوں گا۔ جس کے قدم بڑے اور جس کی آنکھیں دھنسی ہوئی اور جس کے ہونٹ موٹے ہیں وہ ایسا شخص ہے جس کے قتل سے مومنین اور ملائکہ خوش و مسرور ہوں گے۔ حضرت مختار نے جس وقت یہ اظہار خیال فرمایا اس وقت دربار میں ہشیم نخعی بھی موجود تھا۔ اس نے سمجھ لیا کہ حضرت مختار نے ابن سعد کے قتل کا ارادہ کر لیا ہے ہشیم نے اپنے لڑکے عریان کے ذریعہ سے عمر بن سعد کو دربار مختار دربار کا حال پہنچا دیا۔ عمر بن سعد کو چونکہ بذریعہ عبداللہ ابن جعدہ بن ہبیرہ جو کہ حضرت علی کا بھانجہ تھا۔ بروایت روضۃ الصفا امان ملی ہوئی تھی۔ لہٰذا اس نے اسے باور نہ کرنے کے باوجود یہ خیال کرتے ہوئے کہ مبادا اگر وہ یہ کچھ کر ہی گزرے تو میں کیا کرلوں گا۔ کوفہ کے نکل بھاگنے کا عزم کر لیا۔ وہ جس وقت مقام حمام عمر میں پہنچا تو وہاں اس کے اپنے ایک غلام سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ حضرت مختار نے اپنے امان نامہ میں یہ شرط بھی کی ہے کہ تو اپنے گھر سے نہ نکلے گا۔ اور کوئی نئی بات تجھ سے سرزد نہ ہوگی تو اب جبکہ تو کوفہ سے نکل آیا ہے تو اس سے زیادہ نئی بات کیا ہو سکتی ہے۔ اگر مختار کو معلوم ہو گیا کہ تو نے معاہدہ کے خلاف کیا ہے۔ تو پھر وہ قتل کئے بغیر ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ میری رائے یہ ہے کہ تو جلد سے جلد اس طرح واپس چلا جا کہ کسی کو آنے اور جانے کی خبر نہ ہو۔ اس قسم کی رائے اس راہبر نے بھی دی جس کا نام مالک تھا۔ اور جو قبیلہ (بنی تیم لات) سے تھا جس کو چار سو دینار دے کر اپنے ہمراہ لایا تھا۔ اس نے کہا کہ آپ نے کوفہ میں اپنی روانگی کا مقصد مجھ سے بیان نہیں کیا تھا۔ ورنہ میں آپ کو وہیں یہ مشورہ دیتا کہ آپ کوفہ نہ چھوڑیں۔ کیونکہ اگر آپ کوفہ سے باہر چلے جائیں گے۔ تو پھر مختار آپ کے بال بچوں کو قتل کردیں گے۔ اور گھر بار لٹوا لیں گے۔ میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ بھاگ کر جانے سے کوئی فائدہ نہیں وہ اپنے حدود مملکت میں چیونٹی کی بل سے بھی نکلوا لیں گے اور احاطہ حکومت سے باہر جانے کا امکان نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ کوفہ واپس جایا جائے۔ فاغتر بکلامہ عمر بن سعد اس کے دھوکے میں آگیا اور کوفہ کی طرف مڑ پڑا۔ یہاں تک کہ صبح ہوتے ہوتے اپنے گھر پہنچ گیا حضرت مختار کو اس کے چلے جانے اور واپس آنے کی اطلاع پہنچ گئی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ خدا کا شکر ہے کہ مجھے معاہدہ توڑنے کی ضرورت نہ رہی۔ اب میں اس کے قتل میں ایک پل کی بھی تاخیر نہیں کرنا چاہتا۔ عمر

عمر بن سعد کو جونہی عزم مختار کے استحکام کی اطلاع ملی گھبرایا ہوا عبداللہ بن جعدہ بن ہبیرہ کے مکان پر پہنچا، عبداللہ کی نگاہ جیسے ہی اس کے چہرہ نجس پر پڑی وہ ڈپٹ کر بولے۔ اے عمر بن سعد خدا تجھے روئے زمین سے گم کرے، ہمارے گھر اب کیوں آیا ہے۔ فوراً واپس جا عمر بن سعد اس کے مکان سے کمال یابوسی کے ساتھ باہر نکل کر اپنے گھر واپس چلا گیا۔ اور وہاں پہنچ کر اپنی بیوی کے قدموں پر جا گرا۔ جو حضرت مختار کی ہمشیرہ تھی، اس سے کہنے لگا کہ تمہارے بھائی مختار نے میرے قتل کا تہیہ وارادہ کر لیا ہے خدا کے لیے مجھے اُن کی گردن زدنی سے بچاؤ، اس نے کہا کہ اے ملعون جب سے میرا بھائی کوفہ کا امیر ہوا ہے، میرے گھر میں نہیں آیا۔ اور میری نگاہ اس کے چہرے پر نہیں پڑی اور اے ملعون میں تیری حرکتوں کی وجہ سے ان کی مبارکباد کو بھی نہیں گئی۔ وہ تیری وجہ سے اس درجہ ناراض ہیں کہ انہوں نے مجھے یاد تک نہیں کیا۔ اب میں کس طرح ان کی خدمت میں جاؤں اور کیونکر تیری سفارش کروں، یہ سن کر عمر بن سعد اس کے پیروں میں گر گیا اور بصد الحاح وزاری بولا کہ خدا کے لئے جس طرح ہو سکے تم جا کر مجھے بچانے کی کوشش کرو۔ بالآخر ہمشیرہ مختار چار و ناچار ان کی خدمت میں حاضر ہونے پر مجبور ہو گئی۔ اس نے چادر اوڑھی۔ اور کئی کنیزوں کو ہمراہ لیا، پھر وہ حضرت مختار کے مکان پر پہنچی، حضرت مختار اندر تشریف فرما تھے، جونہی ان کی نگاہ اس کے چہرہ پر پڑی غصہ سے ان کا چہرہ تمتما اُٹھا۔ ہمشیرہ نے سلام کیا حضرت مختار نے غصہ میں فرمایا تو بلا اجازت میرے گھر میں کیوں آئی۔ سن میں تجھ سے سخت ناراض ہوں۔ تو دختر ابوعبیدہ ہاشمی وشوہرت پسر رسول خدا را بکشد وتو او را نہ کشی امی ترسیدی بے شوہر بمانی" کس قدر افسوس کی بات ہے کہ تو میرے باپ ابوعبیدہ کی بیٹی ہے اور تیرا شوہر فرزند رسول کو قتل کرے۔ اور تو اپنے شوہر کو قتل نہ کرے۔ اور اس چیز کو ملحوظ رکھے کہ اسے قتل کر کے بے شوہر ہو جائے گی۔

یہ سن کر وہ بڑے جذبہ کے ساتھ بولی کہ اے برادر خدا کی قسم میں نے واقعہ کربلا کے بعد سے کئی مرتبہ ارادہ کیا کہ اسے بستر خواب پر قتل کر دوں اور زمین خدا کو اس کے وجود سے پاک کر دوں لیکن میں یہ سوچ کر اپنے ارادے سے باز آئی کہ اگر میں اسے قتل کر دوں گی تو ابن زیاد آپ کو قتل کر دے گا کیونکہ آپ اس کی قید میں تھے اور اگر آپ قتل ہو گئے تو واقعہ کربلا کا بدلا کون لے گا۔ نیز یہ کہ میں بلا بھائی کے ہو جاؤں گی خدا کا شکر ہے کہ آپ کا وجود ذی جود موجود ہے۔ اور آپ قاتلان حسین سے بدلا لے رہے ہیں ؂

شکر خدا کہ کار تو آخر بکام شد　　ایام ظلم وجور مخالف تمام شد

یہ سن کر حضرت مختار نرم پڑ گئے اور ان کا غصہ قدرے اُتر گیا وہ بولے کہ جا میں نے تجھے معاف

کیا لیکن شرط یہ ہے کہ تو عمر بن سعد سے مطلقاً تعلق نہ رکھ اس کے بعد فرمایا کہ تو میرے پاس ہی ٹھہر جا۔ اور اب اپنے گھر واپس نہ جا۔ اس نے عرض کی جیسا ارشاد ہو میں تعمیل کروں گی۔

جب دوسرا دن ہوا اور حضرت مختار دربار میں پہنچے۔ تو آپ نے عبداللہ ابن کامل، ابو عمرہ حاجب کو طلب فرمایا اور حکم دیا کہ اب تمام کاموں پر مقدم یہ کام ہے کہ فوراً عمر بن سعد کے مکان پر جاؤ اور اُسے گرفتار کر کے میرے پاس لاؤ۔ تاکہ میں اُسے منشور حکومت رے نوک تلوار سے لکھ دوں کیوں کہ اس نے اسی لالچ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا ہے۔ یہ لوگ اس کے مکان پر پہنچے۔ وہ ملعون بیوی کے واپس نہ آنے کی وجہ سے سخت تردد میں پڑا سوچ رہا تھا کہ کس طرح کوفہ سے باہر نکل جائے۔ کہ ناگاہ حضرت مختار کے بھیجے ہوئے لوگ جا پہنچے۔ اور انہوں نے عمر بن سعد سے کہا کہ امیر تجھے بلا رہے ہیں۔ عبداللہ بن کامل سے عمر بن سعد نے کہا کہ اے عبداللہ میرے پاس جتنی دولت ہے مجھ سے لے لو۔ اور مجھے مختار کے پاس نہ لے جاؤ۔ اور کسی صورت سے مجھے کوفہ سے باہر نکال دو۔ عبداللہ نے کہا کہ یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ میں کوفہ سے باہر جانے کا راستہ پیدا کر سکوں اے عمر سعد مجھے تعجب ہے کہ تو گھبرا کیوں رہا ہے اس نے کہا کہ امیر کے ارادے میرے حق میں اچھے نہیں ہیں۔ عبداللہ نے پوچھا کہ تجھے اس کا کیونکر گمان پیدا ہوا اس نے کہا کہ امیر کے ارادے میرے حق میں اچھے نہیں ہیں۔ عبداللہ نے پوچھا کہ تجھے اس کا کیوں کر گمان پیدا ہوا اس نے جواب دیا کہ میں نے اپنی سفارش میں اپنی بیوی کو ان کے پاس بھیجا تھا انہوں نے اس کو وہیں روک لیا ہے عبداللہ نے کہا کہ ممکن ہے اسی سفارش کی بنا پر تجھے طلب فرمایا ہو۔ تو چل تو سہی، دیکھ اگر امیر تیری طرف سے بدنیت ہوتا تو تجھے امان کیوں دیتا عمر بن سعد چونکہ ہشیم بن اسود کی بات سن چکا تھا لہٰذا اسے عبداللہ کے کہنے کا مطلق یقین ہوا لیکن چونکہ اب روانہ ہوئے بغیر چارہ بھی نہ تھا اس لئے وہ تیار ہو کر ان لوگوں کے ہمراہ روانہ ہوا۔ عبداللہ نے اسے دارالامارہ کے باہر کھڑا کر کے کہا۔ کہ میں امیر سے داخلہ کی اجازت لے لوں۔ تو تمہیں داخل دربار کروں۔ یہ کہہ کر عبداللہ بن کامل داخل دربار ہوئے اور انہوں نے امیر سے کہا کہ عمر بن سعد ملعون کو ہم تا درِ دربار لائے ہیں۔ اب جیسا کہ حضور کا حکم ہو اس کی تعمیل کریں۔

بروایت ابو مخنف و نور الابصار حضرت مختار نے فرمایا کہ اس ملعون ازلی کو میرے سامنے پیش کرو جب عمر بن سعد حاضر دربار کیا گیا۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ اے ملعون تجھے خدا اور رسول سے مطلق حیا نہ آئی اور تو نے آل رسول کا بھرا گھر تباہ کر دیا۔ اے ملعون تو نے محض اس لالچ میں کہ تجھے دنیا میں ملک رے کی حکومت ملے گی دین کو قتل کر دیا۔ اچھا سن اے ملعون اب مجھے وہ اشعار سُنا جو تو نے ملک رے کی حکومت اور قتل حسین سے متعلق کہے ہیں اس نے خاموشی اختیار کی۔ اور سنانے میں تکلف کیا حضرت

مختار نے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر اس وقت تو نے ان اشعار کو میرے روبرو نہ پڑھا تو میں تجھے عذاب الیم میں مبتلا کروں گا۔ یہ سن کر اس ملعون نے حسب ذیل اشعار پڑھے ؎

فواللہ ما ادری وانی لصادق — افکر فی امری علی خطرین

اأترک ملک الری، والری منیتی — ام ارجع ماثوما بقتل حسین

وفی قتلہ النار التی لیس دونہا — حجاب ولی بالری قرۃ عین

حسین بن عمی والحوادث جمۃ — لعمری وفا اللہ قتل حسین

لعل الہ العرش یغفر ذلتی — ولو کنت فیہا اظلم الثقلین

ولکنما الدنیا بخیر معجل! — وما عاقل باع الوجود بدین

یقولون ان اللہ خالق جنۃ — ونار و تعذیب وغل یدین

فان یصدقوا فیما یقولوا اننی — اتوب بصدق لا کتوبۃ مین

وان یکذبوا فزنا بدنیا عظیمۃ — وملک عقیم واشم الحجلین

(ترجمہ) یعنی خدا کی قسم میں سچ کہتا ہوں کہ میں سوچ بچار اور غور و فکر کے دو موڑ پر کھڑا ہوں سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ آیا اس ملک رے کو چھوڑ دوں۔ جس کی آرزو مجھے بے چین کئے ہے اور جو مجھے دل سے پیارا ہے۔ یا قتل حسین کا بار گراں اپنے دوش پر اٹھا لوں۔ میں جانتا ہوں کہ ان کے قتل سے اس آگ سے دو چار ہونا پڑے گا۔ جس کے درمیان کوئی رکاوٹ نہ ہوگی۔ اب رہ گیا ملک رے تو وہ تو میری خنکی چشم یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ حسینؑ میرے چچازاد بھائی ہیں۔ اور حوادث کی کوئی حد نہیں ہے۔ مجھے اپنی جان کی قسم میں جانتا ہوں کہ حسینؑ کا قتل آتش جہنم کا پیغام ہے۔ مجھے امید ہے کہ چاہے میں کتنے ہی عظیم ترین اور بے شمار گناہ کیوں نہ کروں۔ رب عرش عظیم معاف کر دے گا۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ دنیا کی لذت حاضر و موجود ہے اور آخرت کے وعدے بعد کے ہیں اور عاقل کا کام یہ ہے کہ "نو نقد نہ تیرہ ادھار" پر عمل کرے۔ لوگ کہتے ہیں کہ خداوند عالم نے بہشت اور دوزخ پیدا کیا ہے۔ اور مختلف قسم کے عذاب اور آگ کی ہتکڑی۔ بیڑی تیار کر رکھی ہے۔ اگر لوگوں کا یہ سب کچھ کہنا درست ہوگا۔ تو میں بصدق نیت سے موقع پر توبہ کر لوں گا۔ اور اگر سب اڑائی ڈکائی ہے تو پھر کیا ہے۔ سمجھوں گا کہ حصول دنیا میں بہت اچھی طرح کامیاب ہو گیا جس کی تمنا ہر ایک کو رہتی ہے اور جس کی زیبائش دائمی ہے۔

ان اشعار کو سن کر حضرت مختار سخت غصہ سے پیچ و تاب کھانے لگے اور انہوں نے اٹھ کر اس

کے منہ پر تھوک دیا اور فرمایا کہ اے ملعون خدا تجھے جہنم نصیب کرے اگر تیرا اعتقاد فاسد نہ ہوتا تو تو حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل ہی کیوں کرتا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے ملعون یہ بتا کہ جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام گھوڑے سے زمین پر تشریف لا کر زمین گرم پر زخموں سے چُور پڑے تھے۔ اس وقت انہوں نے تجھ سے کیا فرمایا تھا اس ملعون نے کہا کہ ایک مرد ثقفی کے تسلط اور میرے قتل کی خبر دی تھی، آپ نے فرمایا کہ اے ملعون تو اس مرد ثقفی کو پہچانتا ہے کہ وہ کون ہے اس نے کہا کہ اے امیر وہ تو تو ہی ہے۔ حضرت مختار نے فرمایا خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور مجھے تم جیسے ظالموں پر مسلّط فرمایا۔ اے ملعون تو نے کربلا میں رسول کریم علی حکیم حسن مجتبیٰ اور حضرت فاطمہ زہرا کو رولایا ہے۔ اور اپنی سپہ سالاری کے ذریعہ سے عین دین و ایمان کا بھرا گھر تباہ کر دیا۔ اے ملعون میں تیرے ساتھ وہ کچھ کروں گا کہ تیری روح قیامت تک یاد رکھے گی۔ اس کے بعد آپ کے حکم سے آپ کے اصحاب اور آپ کے کارکنان خصوصی نے اس ملعون کے سب سے پہلے تمام کپڑے اتار لئے، پھر اس کے تمام دانتوں کو اکھاڑ ڈالا۔ پھر اس کی ساری انگلیوں کو ایک ایک گرہ کر کے کاٹ دیا۔ پھر جسم کے گوشت کاٹے۔ اس کے بعد اس ملعون کی آنکھیں نکال لیں پھر اُسے نفط (مٹی کا تیل) پلایا اور جب وہ پینے سے انکار کرتا تھا۔ تو اسے نیزہ سے اذیت دی جاتی تھی۔ بالآخر اُسے قتل کر کے نذر آتش کر دیا گیا۔ اسرار الشہادت صـ۵۰۳ میں ہے کہ عمر سعد قتل کے فوراً بعد بندر کی شکل میں ہو گیا تھا۔ اور قیامت میں اسی صورت میں محشور ہو گا۔

حفص بن عمر سعد کا قتل

عمر بن سعد کے واصل جہنم ہونے کے بعد اس ملعون کے دولڑکے حاضر دربار کئے گئے۔ ایک حفص بن عمر بن سعد دوسرے محمد بن عمر بن سعد، حضرت مختار نے بڑے لڑکے حفص سے پوچھا کہ اے ملعون تو نے کربلا میں کیا ظلم کیا تھا اس نے جواب دیا کہ اے امیر میں کربلا میں موجود نہ تھا۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ تو ہو یا نہ ہو مگر یہ تو مسلم ہے کہ تو اس بات پر فخر و تفاخر کرتا تھا کہ تیرا باپ قاتل امام حسین ہے۔ خُدا کی میں تجھے زندہ نہ چھوڑوں گا اور تو آج کے بعد سے پھر زندگی نہ دیکھے گا۔ بروایت علامہ حسام الواعظ حضرت مختار نے حفص کو دربار میں بلا کر اس کے سامنے اس کے باپ کا سر رکھا اس نے جب اس سر کو دیکھا۔ تو وہ بے ہوش ہو گیا۔ جب وہ ہوش میں آیا تو حضرت مختار نے فرمایا کہ اے ملعون جس دن لوگوں نے تیرے باپ کے حکم سے حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک کاٹا تھا۔ اس دن بھی تُو رویا تھا اس نے

کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا اب تجھے تیرے والد کے پاس پہنچانے کا بندوبست کیا جاتا ہے اس کے بعد آپ نے حکم دیا۔ کہ اس ملعون کا سر کاٹ لیا جائے چنانچہ وہ ملعون قتل کر دیا گیا اور اس کا سر عمر بن سعد کے سر کے پاس رکھ دیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حفص بن عمر بن سعد کربلا میں موجود تھا اور قلب لشکر میں تھا۔ (تصویر عزا صدا ۹۱)

محمد بن عمر بن سعد کی دلجوئی اور تواضع حفص کے بعد محمد بن عمر بن سعد کی حضرت مختار کی خدمت میں پیشی ہوئی۔ حضرت مختار نے پوچھا کہ ان دونوں سروں کو پہچانتا ہے۔ اس نے کہا ہاں پہچانتا ہوں۔ یہ میرے باپ اور بھائی کے سر ہیں اے امیر یہ کیفر کردار کو اب پہنچ گئے ہیں اور ان کی یہی سزا تھی جو انہیں مل گئی۔ اے امیر جس وقت ابن زیاد نے میرے والد کو بلا کر کربلا بھیجنے کے لئے کہا تو میں نے والد اور بھائی دونوں سے التماس کی کہ آپ لوگ اس اہم معاملہ میں شریک نہ ہوں اور ان لوگوں کو سمجھانے میں میں نے پورا زور لگایا مگر یہ لوگ نہ مانے۔ اور بالآخر چلے گئے۔ اے امیر میں ان سے دنیا و آخرت دونوں میں بیزار ہوں۔ یہ سن کر حضرت مختار نے اسے اپنے قریب بلایا اور اس کے چہرہ کا بوسہ لیا اور اسے انعام و اکرام دے کر واپس کر دیا۔

قاتلان حسین کی ایک جماعت کا قتل

حضرت مختار عمر بن سعد کے قتل سے ابھی فارغ ہی ہوئے تھے کہ آپ کو اطلاع ملی کہ قاتلان کی ایک اور جماعت گرفت میں آگئی ہے۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ اسے میرے سامنے حاضر کرو۔ جب وہ جماعت حضرت مختار کی خدمت میں پیش ہوئی تو آپ نے بروایت نور الابصار اس سے فرمایا کہ اے صالح ترین بندوں کو قتل کرنے والو! اور اے دین خدا کی حمایت کرنے والوں کو تباہ کرنے والو اب دیکھو خدا نے تم کو کس طرح میرے چنگل میں بھیج دیا ہے۔ اس جماعت کے لوگوں نے کہا کہ اے امیر ہم ابن زیاد کے حکم سے مجبور ہو کر بلائے گئے تھے۔ اب آپ ہمیں معاف کر دیجئے حضرت مختار نے فرمایا کہ جبکہ تم نے مظلوم حسینؑ کی جان نہیں بخشی اور بے جرم و خطا تین دن کا بھوکا پیاسا انہیں قتل کر دیا اب ہم سے معافی کی کیوں امید کرتے ہو۔ سنو یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ ہم تمہارے خون سے درگزر کریں۔ ہمارا تو فیصلہ یہ ہے کہ شرکاء واقعہ کربلا کو زمین کی سطح سے نیست و نابود کر دیں اور یہ ہو کے رہے گا۔ اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ ان ملعونوں کو سر بازار قتل کر دیا جائے چنانچہ ان سب کی گردن مار دی گئی۔

چالیس قاتلان حسین کا قتل

اس کے بعد ایک شخص جہیم بن سلیمان، عبداللہ ابن کامل کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا کہ مجھے حضرت مختار کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ میں امیر کو ایک اہم خبر سے باخبر کرنا چاہتا ہوں عبداللہ ابن کامل نے اسے حضرت مختار کی خدمت میں پہنچا دیا۔ جہیم بن سلیمان شیعی نے حضرت مختار کو سلام کیا جواب سلام کے بعد انہوں نے پوچھا کہ جہیم کیا خبر لائے ہو۔ اس نے کہا اے امیر میں نانبائی ہوں۔ اور آل محمد کا دل سے دوست دار ہوں۔ میرے مکان کے قریب ایک شخص دشمن اہلبیت رہتا ہے۔ اس کے ایک نہایت حسین و جمیل کنیز ہے وہ مجھ پر عاشق ہے۔ عرصہ دراز سے وہ مجھ سے حصول مقصد کی سعی میں لگی ہوئی ہے۔ لیکن میں نے اپنے دامن عصمت کو داغدار نہیں ہونے دیا۔ آج کل وہ ضرورت سے زیادہ میرے پاس آئی اور بے شمار روٹیاں لے جاتی ہے۔ مجھے شبہ ہوا تو میں نے اس سے پوچھا کہ تیرا مالک آج کل اتنی روٹیاں کیوں منگوا رہا ہے۔ اس نے حیلے بہانے کئے اور اوٹ پٹانگ باتیں کیں میں نے اس سے کہا کہ کیا مہمان بہت آگئے ہیں۔ اس نے کہا نہیں میں نے اس سے کہا کہ پھر یہ روٹیاں کیا ہوتی ہیں۔ وہ اس کا کوئی جواب نہ دے سکی، تو میرا شبہ یقین کی حد تک پہنچ گیا۔ میں نے اس سے تنہائی میں کہا کہ اگر تو مجھے یہ بات صحیح صحیح بتا دے کہ ماجرا اور معاملہ کیا ہے۔ تو میں تجھے ضرور مالک سے خرید کر اپنے پاس رکھوں گا یہ سن کر وہ خوش ہو گئی اور کہنے لگی کہ بہت خفیہ بات ہے میں تم سے بتائے دیتی ہوں مگر تم کسی سے نہ کہنا میں نے کہا بیان کرو۔ اور اطمینان رکھو۔ پھر اس نے کہا کہ میرا مالک دشمن اہل بیت ہے۔ آج کل اس کے پاس چالیس قاتلان حسین آئے ہوئے ہیں۔ اور گھر کے اندرونی حصے میں مستور ہیں۔ ان میں کوئی باہر مطلقاً نہیں نکلتا۔ ان لوگوں کا پروگرام یہ ہے کہ کسی دن رات کے وقت کوفہ سے نکل کر بصرہ کے لیے روانہ ہو جائیں اور مصعب بن زبیر کے پاس پہنچ کر مختار سے اپنی جان بچائیں۔ یہ سننا تھا کہ حضرت مختار مسرور ہو گئے اور آپ نے ایک ہزار درہم فوراً جہیم بن سلیمان کو دے کر عبداللہ ابن کامل، ابو عمرہ کیسان، حاجب اور شعر بن ابی شعر کو طلب فرمایا اور حکم دیا کہ فوراً فوج کا ایک دستہ لے کر جہیم کے ساتھ روانہ ہو جائیں۔ اور جتنے قاتلان حسین ان کے پڑوسی کے گھر میں پوشیدہ ہیں، سب کو قتل کر دیں۔ چنانچہ یہ لوگ جہیم بن سلیمان کے ہمراہ روانہ ہوئے اور انہوں نے وہاں پہنچ کر اس مکان کا محاصرہ کر لیا جس میں وہ لوگ مقیم تھے۔ جب ان لوگوں کو اپنے گھر جانے کی اطلاع ملی، تو انہوں نے اس شبہ میں کہ صاحب خانہ نے مختار سے مخبری کی ہے اس دشمن

اہل بیت کو پہلے ہی قتل کر دیا۔ اس کے بعد وہ لوگ گھر میں گھس گئے اور انہوں نے ان چالیس کے چالیس کو قتل کر دیا۔ اور ان سب کے سر کاٹ لیے سروں کو نیزوں پر بلند کئے ہوئے جب یہ لوگ حضرت مختار کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے چالیس فقرا اور مساکین کو اس کے شکرانہ میں کھانا کھلایا۔

چارسو بیس قاتلانِ حسین کا قتل

اس کے بعد ابوعمرہ کیسان اور حاجب داخل دربار ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اے امیر ایک شخص آیا ہوا ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک خبر لایا ہوں، مجھے امیر کی خدمت میں پیش کرو۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ اسے میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ حاضر ہوا تو کہنے لگا۔ کہ کوفہ سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر میرا ایک باغ ہے سات شبانہ روز سے قاتلان حسین اس میں جمع ہو رہے ہیں۔ اب ان کی تعداد چار سو بیس ہو گئی ہے۔ آج رات کو وہ لوگ بصرہ کے لئے روانہ ہونے والے ہیں۔ حضرت مختار نے جونہی یہ خبر سُنی فوراً حضرت ابراہیم، عبداللہ ابن کامل، ابوعمرہ اور حاجب کو حکم دیا کہ اس مرد کے ہمراہ جاکر اس کے باغ میں جمع شدہ "قاتلان حسین کو قتل کر دیں۔ چنانچہ یہ لوگ اس کے ہمراہ روانہ ہو گئے ان لوگوں کے ہمراہ ایک ہزار جرار سپاہی بھی تھے۔ یہ لوگ نماز عصر کے وقت وہاں پہنچے۔ اور وہاں پہنچ کر "یالثارات الحسین" کا نعرہ لگاتے ہوئے اس باغ کا محاصرہ کر لیا۔ وہ لوگ مُسلح ہو کر باہر نکلے اور ایک گھنٹہ گھمسان کی جنگ جاری رہی۔ بالآخر وہ سب کے سب قتل ہو گئے۔ ان لوگوں نے سر کاٹ کر نیزوں پر بلند کئے اور انہیں بازاروں میں پھراتے ہوئے حضرت مختار کی خدمت میں حاضر کیا۔ یہ دیکھ کر حضرت مختار بے حد مسرور ہوئے۔

کربلا میں سامان لوٹنے والوں کا قتل

اس کے بعد حضرت مختار نے اپنے لوگوں سے کہا کہ کوفہ میں چکر لگا کر پوری دلجمعی کے ساتھ قاتلان حسین کو تلاش کرو۔ چنانچہ یہ لوگ تفحص و تلاش کے لئے چکر لگانے لگے۔ بالآخر ان کو بروایت روضۃ الصفا چھ افراد دستیاب ہوئے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد ان کا سامان لوٹا تھا۔ حضرت مختار نے جونہی ان لوگوں کو دیکھا فرمایا کہ ان کی کھال کھینچ کر انہیں تہ تیغ کر دیا جائے۔ چنانچہ یہ سب قتل کر دیے گئے۔ واضح ہو کہ جن لوگوں نے حضرت کا سامان لوٹا تھا۔ وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکے۔ شمر سونا لے گیا تھا۔ وہ تانبا ہو گیا اور جن عورتوں نے ورس استعمال کیا تھا وہ مبروص ہو گئیں اور ورس راکھ ہو گیا۔ (اسرار الشہادت ص۵۷۲)

ناقۂ حسین کا گوشت کھانے والوں کا قتل

اصدق الاخبار علامہ محسن للامین العاملی اور دمعہ ساکبہ، بحار الانوار، اخذ الثار ابو مخنف میں ہے کہ جس دن امام حسین علیہ السلام قتل ہوئے تھے اور ان کی شہادت کے بعد ان کا سامان لوٹا گیا تھا۔ شمر ملعون حضرت امام حسین علیہ السلام کا ناقہ لوٹ کر کوفہ لایا تھا اور اس نے اُسے نحر کر کے اظہارِ مسرت کے طور پر اس کا گوشت کوفہ کے بہت سے گھروں میں بھیجا تھا۔ حضرت مختار نے حکم دیا کہ ان گھروں کا تجسس کیا جائے اور پتہ لگایا جائے، کہ وہ گوشت کن کن گھروں میں پہنچا تھا۔ اور کن لوگوں نے اسے کھایا تھا۔ چنانچہ اس کی تحقیق کر لی گئی اور حضرت مختار سے اس کی تفصیل بتائی گئی آپ نے حکم دیا کہ ان گھروں میں جتنے لوگ رہتے ہیں، سب کو قتل کر دیا جائے۔ اور ان تمام گھروں کو ڈھایا جائے، چنانچہ سب کے سب قتل کر دیے گئے۔ اور تمام گھر مسمار کر دیئے گئے۔

شبیث بن ربعی کا فرار بروایت اصدق الاخبار حضرت مختار کو اطلاع ملی کہ شبیث بن ربعی چند آدمیوں سمیت کوفہ سے نکل کر بصرہ کی طرف جا رہا ہے آپ نے چند سپاہیوں کو اس کا پیچھا کر کے گرفتار کرنے کے لیے بھیج دیا۔ ان لوگوں نے بھاگنے والوں کو راستہ میں پا لیا، پھر دونوں میں جنگ ہوئی۔ لیکن ابن ربعی بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور ہاتھ سے نکل کر بصرہ جا پہنچا، پھر بحکم خدا عبید اللہ ابن زیاد کے ہمراہ آکر مارا گیا، جس کی تفصیل بعد میں مرقوم ہو گی۔

کوفہ سے جان بچا کر بھاگ جانے والوں کے مکانات کا انہدام

مورخین کا اتفاق ہے کہ کوفہ میں جتنے بھی قاتلانِ حسین اور شرکاءِ واقعہ کربلا تھے۔ حضرت مختار نے ان سب کو ایک ایک کر کے قتل کر ڈالا۔ البتہ چند ایسے بھی تھے، جو کوفہ سے نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔ جیسے (۱) عبد اللہ ابن عمروۃ خثعمی۔ اس ملعون نے حضرت امام حسین علیہ السلام پر بارہ تیر مارے تھے (۲) عبد اللہ ابن عقبہ غنوی، اس نے جناب ابو بکر بن حسن بن علی علیہ السلام کو قتل کیا تھا۔ (۳) اسما بن خارجہ فزاری، اس ملعون نے حضرت مسلم بن عقیل کے قتل میں شرکت کی تھی۔ جو بعد میں بروایتے گرفتار ہو کر قتل کیا گیا۔ (۴) محمد بن اشعث بن قیس، اس ملعون نے بے شمار ظلم کئے تھے۔ یہ بھی بروایت نور الابصار گرفتار ہو کر قتل ہوا۔ ان کے علاوہ اور بہت سے کوفہ کے نمایاں افراد بھاگ کر مصعب بن زبیر کے پاس پہنچ گئے تھے۔ حضرت مختار نے ان لوگوں کے مکانات کھدوا ڈالے۔ اور ان کے تمام اسباب لٹوا دیئے۔

اس باب کے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔ روضۃ المجاہدین، اصدق الاخبار، نور الابصار دمعہ ساکبہ ذوب النضار ابن نما۔ جلاء العیون، تاریخ احمدی۔ بحار الانوار مجلسی۔ اخذ الثار۔ ابو مخنف۔ تصویر عزا مجالس المومنین، کشف الغمہ، نور المشرقین، تاریخ طبری۔ تاریخ ابن الوردی۔ تاریخ ابو الفداء، روضۃ الصفا وسیلۃ النجات صواعق محرقہ، شواہد النبوت، روضۃ الاحباب، لواعج الاحزان۔ تاریخ اسلام، مائتین مجالس مفجعہ۔ اسرار الشہادت

باب ۲۳

حضرت مختار کے لئے قتل ابن زیاد کی مہم

حضرت ابراہیم کی دوبارہ موصل کو روانگی۔ ابن زیاد کے بچوں کا قتل

جنگ کی سرگزشت اور

ابن زیاد اور اس کے لشکر و مخصوصین کا قتل اور اس کے سر کے حالات و کوائف

حضرت مختار جب بے شمار قاتلان حسین، شرکاء واقعہ کربلا اور پرستاران بنی اُمیہ سے مادر گیتی کی آغوش کو خالی کر چکے اور اُن کے وجود نجس سے ارض اللہ کو پاک فرما چکے تو وہ یزید ملعون کے نائب خاص ابن زیاد کی طرف دوبارہ متوجہ ہوئے۔ آپ نے حضرت ابراہیم بن مالک اشتر سے فرمایا کہ اب اس کی مہم کا آغاز کرنا ضروری ہے۔ جس کے اتمام پر ہم خدا و رسول، آئمہ معصومین اور حضرت زینب و اُم کلثوم نیز ان کی مادر گرامی حضرت فاطمہ زہرا کی نگاہوں میں بلند مقام اور رفیع منزل حاصل کر سکتے ہیں۔ برادرم جہاں آپ نے اپنی خداداد شجاعت اور خاندانی روایات کے ذریعہ سے نہ مٹنے والے کارناموں کے نقوش قلوب اہل عالم پر اُبھارے ہیں اب ضرورت ہے کہ ان کارناموں کا اختتام اور اتمام بھی کر دیا جائے اور یہ ظاہر ہے کہ جب تک ابن زیاد قتل نہ ہوگا، ہماری سعی، ہماری کوشش ہماری جدوجہد تشنۂ تکمیل رہے گی۔ میرے عزیز ایک پرحوصلہ جوش کے ساتھ اس آخری مہم کو سر کرنے کے لئے توفیق خداوندی اور امداد مشکل کشائی سے اُٹھ کھڑے ہو۔ خدا ہماری تمہاری مدد کرے گا۔ اور ہم لوگ بارگاہ عصمت میں سرخرو ہوں گے۔ حضرت براہیم نے فرمایا کہ اے امیر میں بسر و چشم تیار ہوں۔ اور انشاء اللہ اس بے جگری سے اس مہم کو سر کرونگا

کہ دنیا حیران رہے گی۔ اور اگر خدا نے چاہا تو ایسی نبرد آزمائی کروں گا کہ فاتح بدر و حنین حضرت شیر خدا علیہ السلام داد دیں گے۔ اور سرکنندہ صفین والد بزرگ جناب مالک اشتر مرحبا فرمائیں گے۔ اے امیر آپ گھبرائیں نہیں، اس مہم کو سر کرنے میں اس طرح کشتوں کے پشتے لگا دوں گا۔ کہ جنگ صفین کے علاوہ اس کی نظیر نہ ملے گی۔ حضرت ابراہیم کے ہمت افزا جواب سے حضرت مختار کا دل سینے میں گز بھر کا ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے برادر بجان برابر عازم موصل ہو جاؤ۔ کیونکہ ابن زیاد بدنہاد وہاں موجود ہے۔ جاؤ اور اس سے جنگ کر کے اس ملعون کا سر میرے پاس لے آؤ۔ اس کے بعد آپ نے رایت سرداری ان کے حوالہ کیا۔ اور بروایت قرۃ العین چودہ ہزار و بروایت اخذ الثار ابو مخنف چوبیس ہزار کا لشکر ان کے سپرد فرمایا حضرت ابراہیم نے روانگی سے قبل حضرت مختار سے فرمایا کہ اے امیر مجھے اپنے ساتھیوں میں سے عبداللہ بن حر کی طرف سے غداری کا شبہ ہے اگر وہ میرے ہمراہ نہ جائے تو بہتر ہے۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ اگر اسے روک دیا جائے گا۔ تو وہ فتنہ برپا کرے گا۔ بہتر ہے کہ اسے اپنے ہمراہ لے جائیں۔ البتہ ایسا کریں کہ اس کے منہ کو زر و جواہر سے بھر دیں اور جب کوئی موقع فراہمی زر کا دستیاب ہو تو اس کا خصوصی لحاظ رکھیں۔

الغرض حضرت ابراہیم اپنے لشکر سمیت کوفہ سے روانہ ہوئے۔ حضرت مختار بھی حضرت ابراہیم کی مشایعت میں الوداع کے لئے ہمراہ چلے مورخین کا بیان ہے کہ شیخ المختار ماشیاً فقال ارکب رحمک اللہ الخ حضرت مختار حضرت ابراہیم کے ہمراہ پیدل روانہ ہوئے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ آپ کا پیدل چلنا مجھے سخت ناگوار ہے۔ اے امیر گھوڑے پر سوار ہو جائیے۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ تمہاری معیت میں میرے جتنے قدم اٹھتے ہیں مجھے ہر قدم پر ثواب ملتا ہے۔ اے ابراہیم! میں دل سے یہی چاہتا ہوں کہ نصرت آل محمد میں اور طلب خون حسین میں میرے قدم گرد آلودہ ہوں۔ اسی طرح پیادہ حضرت مختار کافی دور تک چل کر ٹھہر گئے۔

حضرت ابراہیم کی کامیابی کے لئے حضرت مختار کی دعا

پھر آپ نے حضرت ابراہیم کو اپنے سینے سے لگایا اور بارگاہ احدیت میں ہاتھ اٹھا کر آپ دعا کرنے لگے۔ آپ نے درگاہ قاضی الحاجات میں عرض کی۔ خدایا جہاد میں صبر و شکیبائی کے خوگر کی مدد کر اور اسے کامیابی سے سرفراز فرما، میرے پلٹنے والے جو عہد شکنی اور غداری کرے اسے واصل جہنم فرما الخ

حضرت مختار دعائیں دینے کے بعد کوفہ کو واپس تشریف لائے اور حضرت ابراہیم بارادہ موصل

روانہ ہوگئے۔ (دمعہ ساکبہ ص۴۱ و اخذ الثار ص۴۸۹) اس روانگی کے سلسلہ میں علامہ عطاالدین حسام الواعظ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ جب ابن زیاد کو تمام قاتلین امام حسین علیہ السلام کا حال موصل میں معلوم ہوا تو وہ وہاں سے بھاگ کر عبدالملک بن مروان کے پاس شام چلا گیا۔ حضرت مختار نے حضرت ابراہیم کی روانگی سے قبل عبدالملک بن مروان کو ایک خط لکھا۔ جس کے ذریعہ انہوں نے عبدالملک سے یہ مطالبہ کیا کہ ابن زیاد، حصین بن نمیر، شبث بن ربعی کو ہمارے حوالہ کر دے۔

حضرت مختار کا خط عبدالملک بن مروان کے نام

حضرت مختار نے عبدالملک بن مروان کے نام جو خط تحریر فرمایا۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط امیر جلیل خادم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بادشاہ غاصب حق اہلبیت نبوت عبدالملک بن مروان کے نام ہے۔ اما بعد، تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے زمین و آسمان محمد مصطفےٰ اور ان کی آل پاک کے لئے پیدا کیا ہے اور شکر ہے اس خدا کا کہ جس نے مجھے دشمنان اہلبیت پر اس لئے مسلط فرمایا ہے۔ کہ میں ان کا فرد اور ملعونوں کو زندہ نہ چھوڑوں اور سرکشان عرب و عجم کو خاموش کر دوں۔ اور ان لوگوں کو ان کے کئے کا اسی طرح بدلا دے دوں۔ جس طرح ہام بن گو درز عجمی نے نے سرزمین بابل پر بنی اسرائیل سے حضرت یحییٰ کے خون کا بدلا لیا تھا اے عبدالملک تیرے پاس قاتلان حسین میں سے تین نمایاں افراد پہنچے ہوئے ہیں اگر تو بخوشی دمشق پر حکومت کرنا چاہتا ہے اور تیری خواہش ہے کہ ہمارے اور تیرے درمیان جنگ کی آگ نہ بھڑکے تو ان تینوں ملعونوں کو ہمارے سپاہی ابو عمرہ اور حاجب کے حوالہ کر دے، تجھے پتہ ہے۔ کہ ہماری تجھ سے کوئی دشمنی نہیں ہے لیکن ہم بتائے دیتے ہیں کہ اگر تو نے ان لوگوں کو ہمارے حوالہ نہ کیا۔ تو ہم ایسے لشکر سے تجھ پر حملہ کریں گے۔ جس کا ایک سرا عراق میں اور دوسرا شام میں ہوگا۔"

اس کے بعد خط کو لپیٹ کر ابو عمرہ کیسان کو دیا اور فرمایا کہ اسے دمشق لے جا کر عبدالملک ابن مروان کے حوالہ کر اور اس سے زبانی کہہ دے کہ انسانیت سے میری تحریر اور میرے مطالبہ پر غور کرے ابو عمرہ نے نامہ مبارک ہاتھ میں لیا۔ اور اسے بوسہ دیا، آنکھوں سے لگایا اور اپنے سر پر رکھا اور حضرت مختار کی قدم بوسی کر کے چند بہادروں سمیت وہ روانہ شام ہوگیا۔ دمشق پہنچنے کے بعد ابو عمرہ نے اطلاع کرائی کہ

میں امیر مختار کی طرف سے آیا ہوں، مجھے ملنے کی اجازت دی جائے۔ عبدالملک بن مروان نے اذن حضوری سے پہلے اپنے ملازمین کو حکم دیا کہ دربار آراستہ کیا جائے اور اس کی کمال درجہ کی آرائش کر دی جائے جب کئی دن میں دربار آراستہ ہو چکا تو اس نے اپنے ملازمین سے کہا کہ یہ قاصد جو آیا ہے وہ اس مختار کی طرف سے آیا ہے۔ جو میرا ملازم ہے۔ اس کی عورت میرے یہاں خدمتگار اور دایہ رہ چکی ہے۔ لہٰذا جب ابو عمرہ آئے تو اس کا خیر مقدم نہ کرو۔ اور اسے ذلیل کرنے کی کوشش کرو۔ پھر اس کے بعد حکم دیا گیا کہ ابو عمرہ کو بلایا جائے۔ ابو عمرہ چونکہ رنگ ڈھنگ دیکھ چکا تھا۔ لہٰذا وہ پوری سطوت کے ساتھ داخل دربار ہوا جس وقت وہ دربار میں داخل ہوا ایسا معلوم ہوا کہ سکندر رومی آگیا ہے۔ لیکن اندر پہنچتے ہی اس نے محسوس کیا کہ مجھے ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ وہ کرسی جو تخت شاہی کے پہلو میں مہمان کے لئے ہوا کرتی موجود نہ تھی۔ ابو عمرہ قریب عبدالملک پہنچ کر اس طرح سلام کیا۔ "السلام علی من اتبع الھدیٰ" اس کے سلام کا کسی نے جواب نہ دیا۔ البتہ نعمان نامی دربان نے کہا کہ اے ناسمجھ تُو نے امیرالمومنین کو سلام کیوں نہیں کیا۔ ابو عمرہ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور گھوم کر ایک بڑی کرسی کے قریب گیا جس پر طوفان بن زیاد حاکم یروشلم و بیت المقدس بیٹھا ہوا تھا۔ ابو عمرہ نے کہا کہ اے برادر مجھے اپنی کرسی پر اپنے ساتھ بیٹھنے کی چند منٹ کے لیے جگہ دے دو تاکہ میں اپنے خط کا جواب لے لوں اور فوراً واپس چلا جاؤں۔ یہ سن کر طوفان بن زیاد نے کہا کہ اے مطروق (ناہنجار) کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ یہ کوفہ ہے اور یہ دربار مختار کا ہے۔ کہ جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے اے بدبخت تجھے کیا حق ہے۔ کہ شام کے دارالامارہ میں کرسی پر بیٹھے۔ یہ کہہ کر اس ملعون نے حضرت مختار کے لئے بھی یہ چند ناسزا الفاظ استعمال کر دئے۔ یہ سن کر ابو عمرہ عبدالملک بن مروان کی طرف متوجہ ہو کر بولا کہ تو سن رہا ہے اور دیکھ رہا ہے کہ تیرے دربار میں میرے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے۔ اے پسر مروان اور اے شائستہ نیران تجھے معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ میرا امیر مومنوں کا امیر ہے۔ اور اس کا دربار شرفا کا دربار ہے میں نے تو یہاں آکر اچھی طرح سمجھ لیا کہ تو فاسقوں کا امیر ہے اور تیرے دربار میں شرافت کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ یہ سُن کر عبدالملک بن مروان بولا۔ کہ تو اور تیرا امیر دونوں کافروں سے بدتر ہیں۔ اور خدا و رسول کے دھتکارے ہوئے ہیں۔ ابو عمرہ نے کہا کہ اے عبدالملک تجھ پر اور تیرے دارالامارہ پر خدا کی لعنت یہ کہہ کر ابو عمرہ اٹھ کھڑا ہوا۔ تاکہ دربار سے باہر چلا جائے جب یہ دربار سے باہر جانے لگا تو عبدالملک نے کہا اس جسور کو جانے نہ دو اور اسی وقت قتل کر دو۔ یہ دیکھ کر ابو عمرہ بھی جنگ پر تیار ہو گیا۔ دربار کی حالت کو ابتر دیکھ کر محمد بن ابی ہریرہ جو کہ عبدالملک کا وزیر تھا کہنے لگا کہ اے امیر تو تو رسول خدا کا خلیفہ ہے

تیرے لئے یہ بالکل نازیبا ہے کہ تو اپنے مہمان کو قتل کرا دے۔ اے امیر اگر تو نے اسے قتل کرا دیا تو ساری دنیا میں تیری بدنامی ہوگی اور لوگ یہی کہیں گے کہ اسلامی بادشاہ نے خلاف اصول کام کیا ہے۔ اے امیر کیا تو نے نہیں سنا کہ حضرت علی علیہ السلام نے جس وقت امیر معاویہ کے پاس طرماح بن عدی کو پیغام رسانی کیلئے بھیجا تھا اور انہوں نے دربار میں آکر مادر معاویہ ہندہ کو زانیہ اور زنان بنی امیہ کو جماع دوست اور یزید کو نطفہ غلام بجدل کوفی، عائشہ، عثمان، ابن زبیر، طلحہ اور اسد کو برا بھلا کہا، مگر امیر معاویہ نیز یزید نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اور ان سے کوئی مواخذہ نہیں کیا۔ اے امیر تجھے چاہیئے کہ تو بھی انہی کے نقش قدم پر چلے اور نہایت خوبصورتی سے اس موقع کو ٹال دے تاکہ تیرے حلم اور بردباری کا چرچا ہو جائے۔ اور لوگ تیرے تدبر کا دم بھرنے لگیں۔ یہ سن کر عبدالملک بن مروان خاموش ہو گیا لیکن طوفان بن زیاد بول اٹھا کہ اے ابو عمرو تجھے شرم نہیں آتی کہ تو جنگ جمل میں حضرت علیؑ کے خلاف برسر پیکار تھا، اور آج ان کی حمایت میں بول رہا ہے اور تجھے وہ دن بھول گئے ہیں جب تو ہمارے ہاتھوں میں گرفتار تھا۔ اور ہم نے تجھ پر رحم کیا تھا۔ اب میں اگرچہ بوڑھا ہو گیا ہوں لیکن پھر بھی میدان جنگ میں پوری دلیری سے لڑنے کے لئے تیار ہوں۔

بروز خصم آں شیر دلیرم — کہ یکتن برترا ز ہفتاد شیرم
منم آں رزم جوئی نامداری — کہ غالب در مصاف چرخ پیرم

یہ سن کر ابو عمرو پھر عبدالملک بن مروان کی طرف متوجہ ہو کر بولا کہ اپنے درباریوں کی زبان روک لے تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ میں تم لوگوں سے ڈرتا نہیں ہوں، عبدالملک نے کہا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں کہ تو اور تیرا امیر ابو عبیدہ کا بیٹا فاسق ہیں۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ تم لوگوں نے عرب و عجم کو درہم برہم کر دیا ہے اور بنی امیہ اور ان کے ہوا خواہاں کی کثیر تعداد قتل کر دی ہے۔ اے ابو عمرو سن! میں کہتا ہوں کہ اگر میں تجھ کو اور امیر کو اور اس کے ماننے والوں کو دار پر نہ کھینچ دوں تو میں مرد نہیں، ابو عمرو نے کہا کہ باتیں کیا بنا رہا ہے جا جو تیرا جی چاہے کر لے۔ اور میں یہاں تک کہتا ہوں کہ تو جو کرنا چاہتا ہے اگر تجھ سے ہو سکے تو کر ورنہ عورتوں کی طرح گھر میں بیٹھ جا۔ عبدالملک نے کہا کہ اے ابو عمرو اپنی زبان کو قابو میں رکھ ورنہ میں ابھی تیری گردن زدنی کا حکم دے دوں گا۔ اس کے بعد ابو عمرو نے کہا کہ باتیں تو بہت ہو چکیں، اب تو میرے خط کو پڑھ اور اس کا جواب دے تاکہ میں یہاں سے چلا جاؤں۔ یہ سن کر اس نے پسر ابو ہریرہ سے کہا کہ دیکھ تو خط میں کیا لکھا ہے۔ اس نے جب خط کو کھول کر پڑھا تو عبدالملک چراغ پا ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ پسر ابو عبیدہ سے کہنا کہ ہوش میں آجائے ورنہ

اس کے لئے حجاج بن یوسف ثقفی کو حکم دے دوں گا۔ وہ بیس ہزار کا لشکر لے کر کوفہ جا پہنچے گا اور اسے تباہ کر ڈالے گا۔ اور ابراہیم کو گرفتار کر کے میرے پاس پہنچا دے گا۔ اور سن میں جو کچھ کہتا ہوں اسے ضرور کر گزروں گا اور اگر ایسا نہ کروں تو خلافت مجھ پر حرام ہو گی۔ ابو عمرو نے کہا کہ اے عبدالملک میں مناظرہ کے لئے یہاں نہیں آیا۔ تیرا جو جی چاہے کر۔ میں تو اس لئے آیا ہوں کہ تو قاتلان حسین کو جو تیری پناہ میں ہیں میرے حوالے کر دے۔ تاکہ میں جلد سے جلد اپنے امیر کی خدمت میں واپس چلا جاؤں۔ عبدالملک نے کہا کہ جا اور اپنے امیر سے کہہ دے کہ میں ان لوگوں کو تیرے حوالے نہ کروں گا۔ اور تیرے خط کا جواب تلوار کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہ سن کر ابو عمرو نہایت غصہ کی حالت میں دربار سے اٹھ کر باہر نکل گیا اس کی دلیری کی دشمن بھی داد دینے لگے۔

سفیر مختار ابو عمرہ اور جارود میں جنگ

ابو عمرہ جب دربار سے نکل کر دروازہ شام سے باہر جانے لگا تو جارود اور طوفان بن زیاد نے تین ہزار سواروں سمیت جارود کے باپ کا خون بہا لینے کے لئے برسرپیکار ہوئے۔ ابو عمرو نے جارود کے گلے پر نیزہ مار کر اسے ہلاک کر دیا۔ پھر اپنے لشکر کی مدد سے ان کے تین ہزار پر پے در پے حملے کئے۔ یہاں تک کہ ایک ہزار ملعون قتل ہو گئے۔ اور پندرہ بہادر ابو عمرو کے بھی شہید ہوئے۔ ایک ہزار کے مرتے ہی بقیہ سب کے سب بھاگ کھڑے ہوئے اس کے بعد معلوم ہوا کہ شاہی فوج میں ایک بڑی جمعیت ملازمین عبدالملک شراب میں مست پڑی ہے ابو عمرو اس باغ میں داخل ہوا اور اس نے ان سب کو قتل کر ڈالا اور ان کے سر کاٹ کر نیزوں پر بلند کئے۔ عبدالملک بن مروان کو جب اس واقعہ کی خبر پہنچی تو اس نے فوج کا ایک بڑا دستہ ابو عمرو کے تعاقب کے لئے بھیجا لیکن ابو عمرو کو وہ نہ پا سکا بالآخر ابو عمرو کمال کامیابی کے ساتھ وارد کوفہ ہوا۔

ابو عمرہ کی شام سے واپسی اور حضرت مختار کی خدمت میں حاضری

کوفہ پہنچنے کے بعد ابو عمرو حضرت مختار کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے شام کی ساری داستان حضرت مختار کی خدمت میں بیان کی حضرت مختار اور جملہ اہل دربار بے انتہا خوش و مسرور ہوئے۔ حضرت مختار نے ابو عمرو کو انعام و اکرام سے نوازا۔ اور اس کی بڑی مدح کی ۔

مور و انعام و احسان امیر نامدار
اے عزیزاں گشت در دہران دلیر نامدار

عبد الملک کی بوکھلاہٹ

ابو عمرو کی شام سے واپسی کے بعد عبد الملک بن مروان کو قاتلانِ حسین کے قتل کی تفصیل معلوم ہوئی۔ اس تفصیل سے آگاہی کے بعد وہ آپے سے باہر ہو گیا اور اس نے فوراً ابن زیاد کو بلا کر کہا کہ بنی امیہ کے بے شمار افراد مختار کی تیغ و سنان کے نذر ہو گئے ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ میرے سریر حکومت پر متمکن ہونے کے باوجود کثیر بنی امیہ بیدریغ قتل کر دیئے گئے۔ اے ابن زیاد اب ہونا یہ چاہیئے کہ کثیر لشکر سمیت کوفہ جا کر مختار اور اس کی حکومت ختم کر دی جائے۔ ابن زیاد نے کہا کہ اے امیر اس کام کو میں سرانجام دوں گا۔ اور مختار کے وجود سے زمین کو پاک کروں گا۔ ان دونوں ملعونوں میں باہمی فیصلہ کے بعد عبید اللہ ابن زیاد ایک لاکھ بروایتے تراسی ہزار کا لشکر لے کر بارادہ کوفہ روانہ ہو کر بمقام موصل جا پہنچا۔

حضرت ابراہیم کی دوبارہ موصل کو روانگی

حضرت مختار کو جب ابن زیاد کے موصل پہنچنے کی اطلاع ملی تو انہوں نے حضرت ابراہیم کو بروایت ابومخنف ۲۴ ہزار بروایتے پندرہ ہزار بروایتے بارہ ہزار بروایتے دس ہزار بروایتے سات ہزار کا لشکر دے کر موصل کے لئے روانہ کر دیا۔ روضۃ الصفا میں ہے۔ کہ یہ روانگی دوسری مرتبہ کی ہے۔ دمعہ ساکبہ میں ہے کہ حضرت مختار بہت دور تک حضرت ابراہیم کو رخصت کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ ذوب النضار ابن نما میں ہے کہ حضرت مختار پا پیادہ گئے۔ اور حضرت ابراہیم کے اس کہنے کے جواب میں کہ آپ سوار ہو جایئے یہ فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ نصرت آل محمد میں میرے قدم گرد آلود ہوں۔

نور الابصار میں ہے کہ رخصت کرنے کے وقت حضرت مختار نے حضرت ابراہیم کو گلے سے لگایا۔ اصدق الاخبار میں۔ ہے کہ آپ نے حضرت ابراہیم سے فرمایا کہ تین باتوں کا خاص طور سے لحاظ رکھنا (۱) اپنے ہر ظاہر و باطن امر میں [illegible] پر بھروسہ۔ (۲) جلد سے جلد موقف جنگ" تک پہنچنا۔ (۳) جب دشمن کا مقابلہ ہو تو بلا تاخیر جنگ شروع کر دینا۔ اس کے بعد حضرت مختار واپس کوفہ تشریف لائے۔ اور حضرت ابراہیم موصل کے لئے روانہ ہو گئے۔ کیونکہ ابن زیاد اس وقت موصل تک پہنچ چکا تھا۔ اور بارادۂ عراق روانہ ہونے ہی والا تھا۔ حضرت ابراہیم نے حضرت مختار کے فرمانے کے بموجب نہایت تیز روی سے کام لیا۔ تاکہ عراق کی طرف ابن زیاد کی پیش قدمی رک جائے اور مڈبھیڑ موصل ہی میں ہو جائے۔ حضرت ابراہیم تیزی سے جا رہے تھے۔ یہاں تک زمین موصل پر جا پہنچے۔ اور "نہر خازر" کے قریب مقام باربثیا میں جا ٹھہرے جو موصل سے پانچ فرسخ قبل براہ عراق واقع ہے۔

حضرت ابراہیم کے منازلِ سفر

روضۃ المجاہدین میں ہے کہ حضرت مختار حضرت ابراہیم کو رخصت کرنے کے لئے بہت دور تک تشریف لے گئے۔ ایک مقام پر حضرت ابراہیم نے کہا کہ اب آپ واپس تشریف لے جائیں اور میرے لئے دعا فرمائیں۔ میں انشاء اللہ اس وقت تک واپس نہ آؤں گا جب تک ابن زیاد کو قتل نہ کر لوں۔ اس کے بعد حضرت مختار واپس تشریف لائے۔ اور حضرت ابراہیم بارادہ موصل روانہ ہوگئے۔ آپ کا مقدمہ الجیش، ابراہیم بن طفیل نخعی کے سپرد تھا۔ ان کے بعد ابراہیم بن مزاحم بن مالک اشتر ایک دستہ لے کر روانہ ہوئے۔ پھر ایک دستہ لے کر شعر بن ابی شعر روانہ ہوئے۔ ان کے بعد علی بن مالک گئے پھر ان کے بعد عمر بن قرظہ ایک دستہ لے کر روانہ ہوئے۔ ان کے بعد جہیم بن حاتم گئے۔ پھر عبداللہ ابن عکرمہ پانچ سو سواروں سمیت روانہ ہوئے۔ ان کے بعد طاہر بن ثعلبہ دو سو سواروں سمیت روانہ ہوئے یہ لشکر کے سارے دستے نماز ظہر سے قبل تک چلے گئے۔ سب کے آخر میں حضرت ابراہیم کی روانگی عمل میں آئی۔ حضرت مختار نے سب کو وداع کیا اور سب کے لئے دعائے کامیابی کی حضرت ابراہیم کے بعد حارث بن عفان اور ورقاء بن غارب کو حضرت مختار نے روانہ فرمایا۔ حضرت ابراہیم اپنے تمام چھوٹے بڑے دستوں سمیت روانہ ہو کر قریہ دیہیم میں پہنچے۔ اس قریہ کے لوگ آل محمد کے سخت مخالف تھے۔ اس قریہ کا رئیس صالح بن عمر تھا۔

قریہ دیہیم کے باشندوں کا قتل

حضرت ابراہیم جب اس کے قریب پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ یہاں کے تمام باشندے منافق ہیں۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کا قتل ہم پر واجب ہے۔ یہ سن کر ورقا ابن غارب نے کہا کہ اے امیر اگر اجازت ہو تو میں داخل قریہ ہو کر ان سب کو تہ تیغ کر دوں۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ بہتر ہے۔ لیکن مناسب یہ ہے کہ پہلے جاسوس بھیج کر مزید حالات معلوم کئے جائیں اور یہ چیز خاص طور سے دیکھی جائے، کہ یہاں کوئی مومن تو نہیں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی مومن ہمارے ہاتھوں سے قتل ہو جائے اس کے لئے ایک شتربان تجویز کیا گیا۔ وہ روٹی خریدنے کے بہانے سے داخل قریہ ہوا۔ اس نے دیکھا کہ گاؤں کے چھوٹے بڑے بوڑھے جوان غرضیکہ سب کے سب ایک قبرستان میں گاؤں سے نکل کر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو کہ آل محمد کو برا کہتے ہیں۔ اور ابن زیاد کی مدح کرتے ہیں شتربان نے ایک شخص سے کہا کہ میں یہاں روٹی لینے کے لئے آیا ہوں کیا مجھے روٹی مل جائے گی۔ اس نے جواب

دیا کہ روٹی ملنی مشکل ہے کیونکہ گاؤں کے تمام لوگ ابراہیم بن اشتر کے مقابلہ میں ابن زیاد کی کامیابی کے لیے دعا کرنے کے واسطے گاؤں سے باہر نکل آئے ہیں اب وہاں کوئی موجود ہی نہیں ہے۔ جو روٹی پکائے۔ جاسوس نے جب یہ حال دیکھا تو آکر حضرت ابراہیم سے بیان کیا۔ آپ نے ورقا بن غارب کو حکم دیا کہ فوج کا ایک دستہ لے کر ان لوگوں پر حملہ کرو۔ اور ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑو۔ چنانچہ ورقا نے حملہ کیا۔ اور تمام کے تمام کو قتل کر ڈالا اور ان کا سارا سامان لوٹ لیا۔

زمیں زان درویش تا قصر شاہ

شد از سیل تاراج یکسر سپاہ

اور قریہ میں آگ لگا دی۔ اس واقعہ کی اطلاع حضرت ابراہیم نے حضرت مختار کو ارسال کی۔ حضرت مختار بے حد خوش ہوئے اور انہوں نے ابتدائی کامیابی سے انتہائی کامیابی کا تصور پیدا کر لیا۔

مدائن میں عبداللہ ابن حُر کی غداری

نور الابصار میں بحوالہ ذوب النضار ابن نما رقوم ہے کہ حضرت ابراہیم قطع منازل کرتے ہوئے وارد مدائن ہوئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے تین شبانہ روز قیام فرمایا۔ اسی دوران قیام میں آپ نے رقم خراج وصول کی اور اسے اپنے لشکر والوں میں تقسیم فرما دیا۔ اس تقسیم میں عبداللہ ابن حُر کو پانچ سو درہم ملے، اس نے کہا کہ میں ہرگز نہ لوں گا۔ ابراہیم نے تو ایک ہزار درہم لیا ہے۔ اور مجھے پانچ سو دیا جاتا ہے۔ کیا مالک اشتر سے حُر کا درجہ کم تھا۔ حضرت ابراہیم نے جب اس کی باتیں سنیں۔ تو اپنا حصہ بھی اس کے حوالہ کر دیا۔ اس نے اسے بھی لے لیا۔ لیکن اپنی بدنیتی سے باز نہ آیا۔ بالآخر اس نے حضرت مختار کی بیعت توڑ دی۔ اور بُرا بھلا کہتا ہوا مصعب ابن زبیر کے پاس چلا گیا۔ جب حضرت مختار کو اس کے کرتوت معلوم ہوئے۔ تو آپ نے اس کا گھر جلوا دیا۔ اور اس کی عورت سلمیٰ بنت خالد کو قید خانہ میں بھجوا دیا۔

کتاب اخذ الثار ابو مخنف اور قرۃ العین امام احمد میں ہے کہ آپ چلتے چلتے نو دن کی مسلسل بدوجہد کے بعد دسویں روز بمقام ابنار وارد ہوئے۔ ابنار میں جب آپ کا لشکر داخل ہوا تو اس قریہ کے لوگوں نے نکل کر ان کے لشکر کو روکا۔ اور ان سے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو۔ اور اتنا بڑا لشکر لے کر یہاں کیوں آئے ہو اور کہاں جانے کا ارادہ ہے اور کیا جانے کی غرض ہے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے فرستادہ ہیں ہم موصل جا رہے ہیں کیونکہ وہاں ابن زیاد آیا ہوا ہے۔ ہمارے کوفہ سے نکلنے کی غرض یہ ہے کہ ہم لوگ حضرت امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کا عزم کئے ہوئے

ہیں اور اس سلسلہ میں کافی کامیابی حاصل کر کے اب ابن زیاد کو قتل کرنے کے ارادے سے موصل جا رہے ہیں اہل قریہ نے جب یہ سُنا تو ان لوگوں نے ان کا خیر مقدم کیا اور ان لوگوں کو بڑی عزت سے سراہا اور ان سے درخواست کی کہ یہ لوگ دانہ چارہ وغیرہ مفت قبول کریں۔ حضرت ابراہیم نے کہا کہ ہم تم سے اس کے سوا کوئی مدد نہیں چاہتے کہ ہم کو اپنے قریہ سے گزرنے کی اجازت دے دو۔ چنانچہ ان لوگوں نے بڑی خوشی کے ساتھ اجازت دی۔ اور یہ لوگ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ حضرت ابراہیم نے حکم دیا کہ اب کوہ اسود کی شاہراہ پکڑ لو اور اسی سے روانہ ہو چلو، چنانچہ سب کے سب روانہ ہو گئے چلتے چلتے یہ لوگ بمقام نخل اسود وارد ہوئے۔ وہاں انہوں نے دو دن قیام کیا۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر بمقام جبر جا پہنچے اور وہاں ایک شبانہ روز قیام کیا۔ پھر وہاں سے چل کر بمقام انوقہ وارد ہوئے۔ اور وہاں تین شبانہ روز قیام کیا۔ پھر وہاں سے دیر کبری کے ارادہ سے چلے اور وہاں پہنچ کر اسی دن دیر صغریٰ کی طرف چل پڑے اور وہاں سے حوشق عبور کر کے تاشیہ کی طرف روانہ ہوئے پھر وہاں سے چل کر وسکرہ کی طرف روانہ ہوتے ہوئے دیر حمام میں وارد ہوئے۔ وہاں مختصر قیام کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر بمقام دیر جالیہ پہنچے۔ پھر وہاں سے چل کر منصوریہ میں وارد ہوئے۔ وہاں تھوڑے سے قیام کے بعد روانہ ہوئے۔ اور دیر لطیف وقیس میں جا ٹھہرے۔ پھر وہاں سے چل کر حصن جعفر میں فروکش ہوئے پھر وہاں سے چل کر تکریت پہنچے۔

تکریت میں واحسینا کے نعرے

حضرت ابراہیم تکریت پہنچ کر اسے عبور کرنا چاہتے تھے کہ اہل تکریت نے اپنے مستحکم قلعہ کے پھاٹک بند کر دیئے۔ اور انہوں نے کہا کہ جب تک ہمیں اس لشکر کی تفصیلات معلوم نہ ہوں ہم ہرگز راستہ نہ دیں گے حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ ہم لوگ امیر مختار کے لشکر والے ہیں۔ کہ ہم امام حسین کے خون بہا کا عزم کر چکے ہیں اور ہم اس مقصد میں کافی کامیابی بھی حاصل کر چکے ہیں۔ اب ابن زیاد سے امام حسین علیہ السلام کا خون بہا لینے کے لئے نکلے ہیں، ہمارا ارادہ ہے کہ ہم جلد سے جلد اس کے وجود سے زمین خالی کر دیں۔

اہل تکریت نے جونہی امام حسین کا نام سُنا واحسینا کے نعرے لگانا شروع کر دیئے اور سخت گریہ و نوحہ کیا۔ ان لوگوں نے اپنے سروں پر خاک ڈال لی اور بڑی عزت کے ساتھ ان لوگوں کا استقبال کیا ایک روایت کی بنا پر تکریت کے روسا اور مشائخ نے حضرت ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ اس کار ثواب میں ہمیں بھی شامل کریں۔ اور اس سلسلہ میں انہوں نے بروایت ابومخنف دس ہزار اور بروا... امام احمد مبلغ پچاس ہزار اشرفی پیش کر کے خواہش کی کہ اسے اپنی فوج میں تقسیم کر دیں۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ

ہم نے طے کیا ہوا ہے کہ اس سلسلہ میں کسی سے کوئی مالی امداد قبول نہ کریں گے اس لیے ہم اس کے قبول کرنے سے معذور ہیں۔

اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ تکریت سے روانہ ہوکر ستر فرسخ کی راہ طے کرنے کے بعد بمقام "کحیل" وارد ہوئے وہاں آپ نے ایک یوم قیام فرمایا۔ پھر وہاں سے چل کر بمقام بالیط وارد ہوئے، پھر وہاں سے روانہ ہوکر بمقام موصل پہنچے، اہل موصل نے جب ایک بڑے لشکر کا اپنے احاطہ حکومت میں داخلہ محسوس کیا تو وہ لوگ بہ تعداد ہزار وبروایت روضۃ المجاہدین بیس ہزار شمشیر کشیدہ برآمد ہوگئے اور انہوں نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو۔ اور کیوں اس طرف آئے ہو۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم حضرت مختار کے لشکر کے لوگ ہیں۔ اور امیر مختار حضرت محمد بن حنفیہ کی طرف سے امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے مامور ہوئے ہیں۔

موصل میں ماتم حسینی ان لوگوں نے جونہی امام حسین علیہ السلام کا نام سُنا اپنے سروں پر خاک ڈالنا شروع کر دیا اور اپنے کپڑوں کو چاک چاک کر ڈالا۔ اور سخت نوحہ و ماتم کے ساتھ گریہ کیا اور بروایت نور الابصار دس روز تک اسی عالم میں رہے۔ پھر انہوں نے حضرت ابراہیم سے درخواست کی کہ یہاں کے دوران قیام کے مصارف ہم سے قبول کریں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم لوگوں نے فیصلہ کیا ہے کہ کسی سے مالی امداد نہ لیں گے۔ اس لئے ہم معذور ہیں۔ پھر ان لوگوں نے کہا کہ اچھا آپ لوگ یہاں چند دن قیام کریں تاکہ ہم جاسوس بھیج کر حالات معلوم کریں۔

حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ ہم زیادہ نہیں رک سکتے، کیونکہ ہمارے امیر نے حکم دیا ہے کہ جلد سے جلد ابن زیاد کا سر حاصل کریں۔ اے اہل موصل تمہیں معلوم ہے کہ آل رسول کے ساتھ کربلا میں کیا کچھ کیا گیا ہے۔ اور بنی امیہ کے کارپردازوں خصوصاً ابن زیاد و عمر سعد نے کس طرح آل محمد کو ستایا ہے اے میرے دوستو تم جانتے ہو کہ امام حسین کو تین دن کا بھوکا پیاسا قتل کیا گیا اُن کے اہل بیت کو قید کیا گیا۔ اُن کے مال واسباب لوٹ لئے گئے اور انہیں ہر طرح تباہ کیا گیا۔ اے عزیزو! جو شخص خلوص نیت کے ساتھ ہمارا ساتھ دینا چاہتے۔ وہ ساتھ دے سکتا ہے لیکن ہم مالی امداد قبول نہیں کرتے۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم نے اپنے لشکر کو بارادہ خازر کوچ کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ ابن زیاد موصل نہیں پہنچا تھا۔ اور خازر میں قیام پذیر تھا۔ یہ لوگ وہاں سے روانہ ہوکر بمقام ارحیا وارد ہوئے جو موصل سے چند میل کے فاصلہ پر ہے۔ پھر وہاں سے روانہ ہوکر بروایت حسام الواعظ بمقام دیر اعلےٰ پہنچے۔

کنز مکتوم کا واقعہ

ویرا علی پہنچ کر حضرت ابراہیم نے قیام کا حکم دیا۔ سب لوگ اتر پڑے حضرت ابراہیم نے نماز جماعت ادا کی۔ اس کے بعد آپ اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ اور جملہ سوار اپنے اپنے مستقر پر قیام پذیر ہوئے۔ اتنے میں ایک ضعیفہ بہ لباس کہنہ اپنے ہاتھ میں ایک عصا چوب خرمہ لئے ہوئے حضرت ابراہیم کے خیمہ کے سامنے آبیٹھی اور اس نے آواز دی کہ میں امیر سے ملنا چاہتی ہوں۔ عرصہ ہو گیا کہ اسی انتظار میں دن گزار رہی ہوں کہ اصحاب حسین ادھر آئیں اور میں ان سے ملوں۔ لوگوں نے حضرت ابراہیم کو اس زن پیر کے آنے کی اطلاع دی آپ یہ سمجھے کہ کوئی بھکارن ہے۔ بھیک مانگنے کے لیے یہاں آئی ہے۔ آپ نے اپنے غلام کے ذریعے پچاس درہم اس کے پاس بھیج دئیے۔ اس نے اُسے واپس کر دیا۔ حضرت ابراہیم نے اپنے غلام سے فرمایا کہ اس وقت میرے پاس صرف ایک ہزار درہم ہے جو میں نے مصارف کے لیے رکھا ہے یہ عورت شاید پچاس درہم سے زیادہ چاہتی ہے۔ اچھا میرے دراہم میں سے نصف اس کو دے دے۔ غلام نے پانچ سو درہم اس ضعیفہ کے سامنے پیش کئے۔ اس نے اُسے بھی واپس کر دیا اور کہا کہ میں امیر سے ملنا چاہتی ہوں۔ غلام نے حضرت ابراہیم سے اس کا بیان دہرایا۔ حضرت ابراہیم سمجھے کہ ضعیفہ اس رقم کو بھی کم سمجھ رہی ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ کل دراہم اس عجوزہ کو دے دئے جائیں۔ غلام نے ایک ہزار درہم ضعیفہ کو دے کر امیر کی طرف سے معذرت کی زن پیر نے کہا کہ میں کوئی عطیہ نہیں چاہتی۔ میں تو امیر سے مل کر ایک واقعہ بتانا چاہتی ہوں۔ اور وہ ایسا ہے جس سے امیر کو بے انتہا فائدہ ہے۔ غلام نے حضرت ابراہیم کی خدمت میں عرض کی۔ کہ زن ضعیفہ کوئی عطیہ نہیں چاہتی وہ کہتی ہے کہ مجھے امیر سے کوئی ایسی بات کہنی ہے۔ جس میں امیر کا بڑا فائدہ ہے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اسے میرے سامنے لے آؤ۔ جب ضعیفہ حضرت ابراہیم کے سامنے پہنچی۔ تو آپ نے اس کے لباس اور بشرہ سے پرہیزگاری کے آثار معاینہ کیے، آپ نے فرمایا کہ اے ضعیفہ بیان کر کیا واقعہ ہے اس نے کہا کہ میں اسی شہر میں قیام پذیر ہوں اور چالیس سال سے اپنے شوہر کے ساتھ رہتی تھی۔ میرا شوہر لکڑہارا تھا۔ باغوں میں جا کر لکڑیاں توڑتا اور جمع کرتا تھا اور وہ روزانہ ایک درہم کی لکڑیاں بیچتا تھا۔ جس میں سے نصف گھر کے خرچ میں لگاتا تھا اور نصف تصدق کرتا تھا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ سخت بارش ہوئی اور میرے شوہر کے باہر نکلنے اور لکڑیاں فراہم کر کے فروخت کرنے کا کوئی امکان نہ رہا۔ میرا شوہر کہنے لگا۔ کہ اب کیا کروں گا نہ باہر جا سکتا ہوں نہ کچھ پیدا کر سکتا ہوں۔ . . . . آخر کھانا پینا کیسے چلے گا میں نے کہا کہ غم نہ کر خدا نے پیدا کیا ہے وہی

ہمارے کھانے پینے کا بندوبست کرے گا۔ بالآخر شام کے قریب جبکہ ہم لوگ بیٹھے ہوئے اس قسم کی باتیں کررہے تھے۔ میری نگاہ صحن خانہ پر پڑی میں نے دیکھا کہ ۱½ بالشت کا ایک نہایت سفید پتھر زمین میں گڑا ہوا ہے میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ دیکھ صحن میں جو یہ پتھر بارش کی مہربانی سے نمودار ہوا ہے اسی کو اکھاڑ لے۔ اور بازار میں لے جاکر اسی کو فروخت کردے۔ آج کی روٹی بھر کا دام مل ہی جائے گا اور گزارہ ہو جائے گا چنانچہ میرے شوہر نے اسے اکھاڑ لیا۔ جب اُسے اکھاڑا تو حدید چینی کا ایک دروازہ نظر آیا جس میں بہت بڑا قفل لگا ہوا تھا۔ ہم نے اس قفل کو کھول کر جو دروازہ کھولا تو ایک بڑا سا سرداب دکھائی دیا۔ میرا شوہر چراغ کی مدد سے اس میں اُتر گیا۔ اس میں جاکر دیکھا کہ سونا ہی سونا بھرا ہے اور اس میں سونا اتنا زیادہ ہے کہ جس کی تعداد خدا کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ میرے شوہر نے اس میں سے ایک دینار نکال لیا۔ اور باہر آکر اس سرداب کے منہ کو پھر پتھر سے بند کردیا۔ اس کے بعد وہ بازار گیا۔ اور وہاں سے گوشت اور روٹی لایا۔ پھر ہم لوگ بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔ ناگاہ میرے شوہر کے لقمہ گلوگیر ہو گیا۔ اور وہ اسی وقت مرگیا۔ میں نے کھانا چھوڑ دیا۔ اور اس کھانے کو تصدق کردیا۔ تین دن کے بعد ہاتف کی ندائے غیبی آئی کہ یہ مال اس کے لئے ہے جو امام حسین پر ظلم کرنے والوں کا بدلہ لینے کے لئے خروج کرے گا۔ اور واقعہ کربلا کا بدلا لے گا۔ اے امیر میں اس لئے حاضر ہوئی ہوں کہ آپ کو اس واقعہ اور اس حالت کی خبر دوں۔ اگر آپ وہ دولت لینی چاہتے ہیں تو میرے ہمراہ تشریف لے چلئے۔ میں آپ کو اس کی جگہ بتادوں یا پھر اپنے معتمدین کو بھیج دیجئے حضرت ابراہیم اپنے معتمدین سمیت خود موقع پر تشریف لے گئے۔ آپ نے سرداب کے منہ کو کھولا تو واقعاً اس میں اتنی دولت تھی جس کی کوئی انتہا نہ تھی۔ حضرت ابراہیم نے ایک فرش بچھا کر سارا سونا اس میں سے نکلوایا۔ پھر آپ نے اپنے ۲۴ ہزار سواروں کو دس دس ہزار دینار دیئے اور پانچ ہزار دینار ضعیفہ کو عطا فرمایا اور ایک لاکھ دینار خود لیا اس کے بعد سو ناقوں پر اُسے بار کرکے پانچ سو سواروں کی حراست میں حضرت مختار کی خدمت میں ارسال کردیا اور پچاس سوار اس خزانہ کی حفاظت کے لئے متعین کردیئے اور حضرت مختار کو اس کی تفصیل سے متعلق ایک خط تحریر کردیا۔

تیس ہزار دینار امام زین العابدین کی خدمت میں

بروایت روضۃ المجاہدین حضرت مختار کی خدمت میں جب یہ سونے سے لدے ہوئے ناقے پہنچے تو آپ بے انتہا خوش ہوئے۔ اور آپ نے اس عظیم دولت کو فقراء و مساکین اور اپنے لشکر والوں میں تقسیم کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں تیس ہزار دینار اور

حضرت محمد بن حنفیہ کی خدمت میں بیس ہزار دینار ارسال فرمائے۔

الغرض حضرت ابراہیم نے حوالی موصل یعنی دیر اعلیٰ سے کوفہ خزانہ بھیجنے کے بعد ایک شبانہ روز قیام فرمایا۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر نصیبین سے پانچ فرسخ قبل بمقام عینین قیام پذیر ہوگئے نصیبین کا حاکم اس زمانہ میں حنظلہ بن عمار ثعلبی تھا۔ اور اپنے ملک میں اپنے نام کا خطبہ پڑھواتا تھا۔ وہ کسی کے ماتحت نہ تھا اس کے پاس دس ہزار مسلح فوج تھی۔

حضرت ابراہیم کا خط حنظلہ ثعلبی کے نام

حضرت ابراہیم نے اپنی فرودگاہ سے مندرجہ ذیل مضمون پر مشتمل ایک خط حنظلہ حاکم نصیبین کے نام تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط ابراہیم ابن مالک اشتر نخعی کی طرف سے حنظلہ بن عمار ثعلبی کے نام ہے۔
امابعد اے حنظلہ تمہیں معلوم ہو کہ بنی اُمیہ نے امام حسین علیہ السلام پر کربلا میں جو ظلم کیا ہے اس کی مثال ابتدائے خلق سے اب تک نہیں ملتی میں اس وقت ۲۴-۲۵ ہزار پر مشتمل فوج لے کر ابن زیاد سے لڑنے کے لئے نکلا ہوں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ میں امام حسین علیہ السلام کے خون کا بدلا لوں اور کربلا میں جو عمل و کردار پیش کیا گیا ہے اس کا مزہ اس کے کرنے والوں کو چکھا دوں۔ اے حنظلہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی نزاع نہیں ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میں اتنا لشکر لے کر تمہارے شہر میں داخل ہوں تو تم راستوں کے دروازے بند نہ کراؤ۔ اور مجھے اتنا موقع دے دو کہ میں ایک دروازہ سے اپنی فوج سمیت داخل ہو کر دوسرے دروازہ سے پار ہو جاؤں۔ اے حنظلہ اگر تم نے میری گزارش پر توجہ کی تو اس کا عوض تمہیں خدا و رسول دیں گے۔

حضرت ابراہیم نے مذکورہ مضمون پر مشتمل خط لکھ کر اسے اپنی مہر سے مزین فرمایا اور اسے بند کر کے اپنے ایک ملازم نصیر نامی کے حوالہ کیا اور حکم دیا کہ اس خط کو حنظلہ تک پہنچا دو۔ نصیر خط لئے ہوئے حنظلہ کے پاس پہنچا، ابھی اس سے ملاقات نہ ہونے پائی تھی کہ ابن زیاد کا قاصد بھی خط لئے ہوئے وہاں پہنچ گیا۔ ابن زیاد بھی نصیبین سے پانچ فرسخ دور براہ شام ایک لاکھ کے لشکر سمیت مقیم تھا۔ دربان نے حنظلہ کو دونوں قاصدوں کے پہنچنے کی خبر دی۔ حنظلہ نے کہا کہ دونوں کو میرے پاس لے آؤ۔ جب دونوں قاصد داخل ہوئے تو دونوں نے سلام کیا۔ حنظلہ نے جواب سلام دے کر کہا کہ تم میں سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے صحابی ابراہیم بن اشتر کا قاصد کون ہے؟ نصیر نے آگے بڑھ کر کہا

کر میں ہوں۔ حنظلہ نے کہا کہ میرے قریب آؤ۔ جب وہ قریب آیا۔ تو حنظلہ نے اسے اپنے پاس تخت پر بٹھایا اور اس سے خط لے کر اُسے بوسہ دیا۔ آنکھوں سے لگایا۔ اور اسے کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ ابھی خط ختم نہ ہونے پایا تھا۔ کہ حنظلہ نے دھاڑیں مار کر رونا شروع کیا۔ جب رونے سے افاقہ ہوا۔ تو کہا کہ میں چارہ پانی بھی دوں گا۔ اور ابراہیم کے ہمراہ ہو کر ابن زیاد سے جنگ بھی کروں گا۔ اس کے بعد وہ متوجہ ہوا۔ قاصد ابن زیاد کی طرف اور کہنے لگا کہ لا ابن زیاد کا خط کہاں ہے۔ اس نے ابن زیاد کا خط حنظلہ کے سامنے پیش کیا، حنظلہ نے جب اس میں یہ لکھا ہوا دیکھا کہ میں شیعیان علی بن ابی طالب سے لڑنے کے لئے عراق جانا چاہتا ہوں۔ جس وقت ایک لاکھ پر مشتمل میرا لشکر نصیبین پہنچے تو اس کے قیام وطعام اور چارہ پانی کا انتظام کرنا اور دیکھ تجھے یہ سب انتظامات لازمی طور پر کرنا ہیں کیونکہ یہ امور جو میں لکھ رہا ہوں وہ حاکم شام کی ہدایت کے مطابق ہیں۔ اے حنظلہ تجھے چاہیئے کہ تو حاکم شام کے حکم کی تعمیل میں اپنے کو گردِ سمجھو۔

حنظلہ نے ابن زیاد کا خط جونہی پڑھا آتش زیر پا ہو گیا۔ اور غصہ سے کانپتے ہوئے اس کے خط کو پارہ پارہ کر دیا۔ پھر اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اضربوا عنق رسول ابن زیاد کہ ابن زیاد کے قاصد کو قتل کر دیا۔ چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا۔ اور حنظلہ نے نصیر کو قیمتی خلعت عطا کر کے اسے ایک تیز رفتار گھوڑا عنایت کیا اور طوق طلائی سے اُسے نوازا۔ پھر فرمایا کہ اے نصیر تو امیر ابراہیم کے پاس جاکر سارا ماجرا سنا دینا۔ اور کہنا کہ میں میرا لشکر میرا مال تمہارے لیے وقف ہے۔ اور یہ بھی کہنا کہ مجھے اس امر کی تمنا ہے۔ کہ میں تمہارے ساتھ ہو کر انتقام واقعہ کربلا میں مقاتلہ کروں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حنظلہ کو ابن زیاد کا خط قاصد نے دیا۔ تو اس نے اسے زمین پر پھینک کر یہ اشعار پڑھے ؎

لا مرحبا بالکتاب حیث اتی	مع قاصدہ و لا بکاتبہ
لاقتلن الرسول منتقماً	من قاصد الکفر حیث جاء بہ
ان رسول الحسین حسین اتی	من قبل ھذا الی مجاربہ
اذاقہ جرعة المنون وقد	جاء علیہ بغضاً لصاحبہ
فقد جعلناہ ھذا بذال فما	علی من یوم لوماً الام بہ
وانتی والبنی منتقماً	من ابن ھند ومن مصاحبہ
وابن مرجانة العین فقد	بالغ فی الکفر من عجائبہ
لانفدن السھام فیہ ومن	اعوانہ ثم من اقاربہ
ارضی بذالک الالہ خالقنا	واطلب الفوز من مواھبہ

ھذا جواب الکتاب جیث اتی فیلعن اللہ وجہ کاتبہ

یعنی مبارک نہ ہو یہ خط جو کہ آیا ہے اور نہ اس کا قاصد اور اس کا کاتب ۔ میں ضرور اس قاصد کو انتقام کے طور پر قتل کردوں گا کیونکہ یہ قاصد کافر ہے ۔ بیشک جب قاصد امام حسین گیا اس سے قبل تو اسے بغض کی وجہ سے موت کا گھونٹ پلایا ۔ میں اس قاصد حسینی کے قتل کے عوض میں آج اس کے قاصد کو قتل کروں گا ۔ میرے اس فعل پر کسی صورت سے ملامت کا شائبہ نہیں ہے ۔ میں پیغمبر اسلام کی قسم کھاتا ہوں ۔ کہ میں ابن ہند اور اس کے مصائب سے انتقام لے کے رہوں گا ۔ اور خصوصیت سے ابن مرجانہ سے انتقام لوں گا بیشک یہ سب کچھ اس کے عجائب کفر کی انتہا کا پتہ دیتا ہے ۔ میں تیرا انتقام اس میں نافذ کروں گا اور انتقام لوں گا ۔ اس کے مددگاروں اور اقارب سے اور اپنے اس عمل سے خداوند عالم کو خوشنود کردوں گا اور میں خداوند عالم سے جو کہ میرا خالق ہے کامیابی کا امیدوار ہوں ۔ بس یہی اس نامہ کا جواب ہے جو میرے پاس آیا ہے خدا اس کے کاتب پر لعنت کرے ۔ اس کے بعد حنظلہ نے ابن زیاد کے قاصد کو قتل کرا دیا ۔

حضرت ابراہیم کا نصیبین میں ورود

حضرت ابراہیم کے قاصد نصیر نے واپس جا کر حضرت ابراہیم سے سارا واقعہ بیان کیا اور حنظلہ کا جو زبانی پیغام شرکت انتقام سے متعلق تھا وہ بھی حضرت ابراہیم تک پہنچایا ۔ حضرت ابراہیم بے انتہا خوش ہوئے اور انہوں نے اپنے لشکر کو حکم دے دیا کہ فوراً بارادہ نصیبین روانہ ہو جائے ۔ حضرت ابراہیم کا لشکر وہاں سے روانہ ہو کر جونہی نصیبین کے قریب پہنچا ۔ دیکھا کہ حنظلہ ایک لشکر عظیم کے ساتھ شہر سے باہر استقبال کو آیا ہوا ہے ۔ ابراہیم نے دوڑ کر معانقہ کیا اور دونوں مجاہد شیر و شکر ہو گئے ۔ جب شہر کے اندر داخلہ ہوا تو ملاحظہ کیا کہ بڑے بڑے خیمے نصب ہیں اور تمام مہمانی کے اسباب فراہم ہیں ۔ اور اس قدر زاد و توشہ اکٹھا ہے کہ لاکھوں کے لشکر کو کفایت کر سکتا ہے ۔

نصیبین میں شور گریہ

حضرت ابراہیم نے شہر میں داخلہ کے بعد یہ بھی دیکھا کہ وہاں کے جملہ مرد اور عورتیں سب گریبان چاک ہیں اور گریہ و ماتم میں محو ہیں ۔ ہر گھر سے رونے کی آواز بلند ہے اور ہر شخص یالثارات الحسین کا نعرہ لگا رہا ہے ۔ حضرت ابراہیم نے زاد اور چارہ وغیرہ کے بارے میں کہا کہ مجھے امام حسین علیہ السلام کے حق کی قسم ہے کہ میں زاد وغیرہ مفت نہ لوں گا ۔ کیونکہ ہم لوگوں نے پہلے سے اس کا فیصلہ کیا ہوا ہے کہ سوا افرادی امداد کے کوئی امداد قبول نہ کریں گے ۔ لوگوں نے حضرت ابراہیم کو فتح و ظفر کی دعا دی اور خداوند عالم کی بارگاہ میں درخواست کی ان مجاہدوں کو شاندار کامیابی عطا فرمائے ۔

حضرت ابراہیم اور حنظلہ کا ماردین میں ورود

حضرت ابراہیم جب ایک شبانہ روز نصیبین

میں قیام کے بعد آگے کے لئے روانہ ہونے لگے۔ تو حنظلہ بن عمار ثعلبی نے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ چل کر خون بہا لینے میں آپ کا شریک ہوں گا۔ حضرت ابراہیم نے حنظلہ کی یہ درخواست بخوشی منظور کی اور اسے بھی ہمراہ لے لیا۔ حنظلہ حضرت ابراہیم سے اپنے دو لڑکوں غلاموں اور دس ہزار کی فوج سمیت مل کر آمادہ ہمنوائی ہوا۔ یہ سارا لشکر اور سارے لوگ نصیبین سے روانہ ہو کر ماردین میں وارد ہوئے۔ یہ مقام بھی حنظلہ ہی کا تھا۔ اس میں اس کا ایک کوتوال حکومت کرتا تھا جس کا نام "دردان" تھا۔

جب یہ لشکر عظیم وارو ماردین ہوا تو کوتوال نے اسے دیکھ کر اپنے بڑے لڑکے کو حکم دیا کہ قلعہ سے باہر جا کر معلوم کرے کہ یہ کون لوگ ہیں۔ وہ قلعہ سے باہر آ کر جب اس مقام پر پہنچا جہاں یہ لوگ فروکش تھے تو اس نے دیکھا کہ ایک پُر رونق شخص کے ہمراہ حنظلہ بھی بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے زمین ادب کو بوسہ دیا۔ اور ان لوگوں کو سلام کر کے ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حنظلہ نے اسے حکم دیا کہ فوراً قلعہ میں واپس جا کر دردان کو بھیج دے کوتوال کے فرزند نے واپس قلعہ میں جا کر اپنے والد سے کہا کہ اس طرح کا لشکر آیا ہوا ہے۔ اور لشکر کی کمان ابراہیم اور حنظلہ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ لوگ امام حسین علیہ السلام کے خون کا بدلا لینے کے لئے نکلے ہیں۔ اے پدر بزرگوار حنظلہ نے آپ کو بہت جلد بلایا ہے۔ دردان فوراً حاضر خدمت ہوا۔ امیر حنظلہ نے اس سے کہا کہ ہم لوگ ابن زیاد کے مقاتلہ اور مقابلہ کے لئے نکلے ہیں اور اس سے لڑ کر اسے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ دردان نے کہا کہ اے امیر اگر تھوڑی دیر پہلے آپ لوگوں کا آنا ہوا ہوتا تو میں ابن زیاد کو آپ کے ہاتھوں اسیر کرا دیتا۔ حنظلہ نے کہا کہ وہ کس طرح؟ دردان نے کہا کہ وہ اپنی اولاد اور غلاموں سمیت میرے پاس چالیس اونٹوں سمیت آیا تھا اور اس کے پاس چالیس اونٹ مال سے لدے ہوئے تھے۔ اب صورت یہ ہے کہ وہ ان سب کو میرے پاس چھوڑ کر یہاں سے بیس فرسخ دور بمقام "مدینہ" مقیم ہے۔ حضرت ابراہیم نے کہا کہ اے "دردان" اس وقت اس کی اولاد کہاں ہے؟ کوتوال نے کہا کہ میرے پاس اسی قلعہ میں موجود ہے۔ حضرت ابراہیم نے پوچھا کہ کتنے افراد ہیں۔ اور کیا کیا مال ہے، اس نے کہا کہ تین بیویاں چار لڑکیاں بڑی اور دو لڑکیاں چھوٹی ہیں۔ اور ایک سو بیس غلام اور کنیزیں ہیں۔ چار لڑکے ہیں، جن میں سب سے بڑا بیس سال کا ہے۔ چالیس اونٹ ہیں جو مال سے پُر تھے۔ اور سو صندوق ہیں جن میں بہتر حریر و دیباج کے کپڑے ہیں۔

ابن زیاد کے بال بچوں کا قتل

حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اے دردان ان سب کو میرے سامنے حاضر کرو۔ چنانچہ تمام لوگ اور جملہ چیزیں حاضر کی گئیں۔ حضرت ابراہیم نے اس وقت ایک درد بھری تقریر کی جس میں فرمایا کہ اے لوگو! تم کو معلوم ہے کہ ابن زیاد نے کربلا میں گیا

کیا ظلم کیا ہے۔ حضرت علی اکبر، حضرت عباس، عون بن علی، یحییٰ بن علی، جعفر بن علی، اسی طرح ۱۸ بنی ہاشم کو شہید کیا، یہی نہیں بلکہ اسی ملعون کی بدکرداری سے حضرت امام حسین اور دیگر ایسے افراد کو قتل کیا گیا جن کی نظیر مادر گیتی کی آغوش میں نہیں ہے اے لوگو! ان لوگوں کو قتل کرنے کے بعد اہل حرم کو بری طرح لوٹا گیا، ان کی چادریں تک چھینی گئیں، انہیں بے محمل وعماری کے ناقوں پر سوار کر کے درباروں، بازاروں میں پھرایا گیا اور انہیں قید خانوں میں بند کیا گیا۔ آہ اسی ابن زیاد ملعون کے زیر اہتمام کربلا کے بے آب و گیاہ جنگل میں فاطمہ کی کشتِ اُمید نذر باد خزاں ہو گئی۔ اے لوگو! میں نے تہیہ کیا ہے۔ کہ ابن زیاد اور اس کی اولاد کو سطح ارض پر زندہ نہ چھوڑوں گا۔

یہ کہہ کر حضرت ابراہیم نے تلوار برہنہ کی اور ابن زیاد کے بڑے لڑکے کا سر تن سے جدا کر دیا حضرت ابراہیم کی پیش دستی کے بعد لوگوں نے ابن زیاد ملعون کے سارے گھرانے کو کنیزوں اور غلاموں سمیت قتل کر ڈالا۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم نے ابن زیاد کا سارا مال لشکر والوں پر تقسیم کر دیا اور تین خردار امیر حنظلہ کو، ایک خردار دردان کو عنایت فرمایا۔ پھر امیر حنظلہ نے دردان سے کہا کہ اب تمہاری کیا نیت ہے آیا میرے ساتھ رہتے ہو یا جاتے ہو۔ دردان نے کہا کہ میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں گا آپ کے ساتھ لگا رہوں گا۔

ابن زیاد کی گرفتاری کے لئے ابراہیم اور دردان کی روانگی

پھر اس نے کہا کہ اے امیر حنظلہ اگر تو چاہے تو میں ابن زیاد کو تیرے ہاتھوں قتل یا گرفتار کراؤں۔ حنظلہ نے پوچھا اس کی کیا ترکیب ہے، اس نے جواب دیا کہ اس کی ترکیب یہ ہے کہ میں اور امیر ابراہیم اس مقام کی طرف اپنے لڑکوں کو ہمراہ لے کر چلا جاتا ہوں جس مقام پر ابن زیاد ٹھہرا ہوا ہے اس کے قریب پہنچ کر ایک خیمہ نصب کر کے ابن زیاد کو کہلا بھیجوں گا۔ کہ امیر حنظلہ نے ابراہیم کے ہاتھوں پر بیعت کر لی ہے۔ مجھے یہ شبہ ہے کہ کہیں وہ ابراہیم کے ہمراہ آ کر تیرے بال بچوں کو تباہ نہ کر دے۔ اس لئے تو تنہائی میں مجھ سے آ کر مل۔ میں یہ بھی کہلا دوں گا۔ کہ اپنے ہمراہ کسی کو نہ لانا کیوں کہ مجھے جاسوسوں سے خطرہ ہے۔ پھر جب وہ میرے پاس آئے گا اور ضرور آئے گا تو اسے خیمہ میں قتل کر دیا جائے گا۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم اور امیر حنظلہ نے کہا کہ تیری رائے نہایت مناسب ہے۔ بے شک تو ایسا بندوبست کر۔

باہمی فیصلہ کے بعد حضرت ابراہیم اور دردان ماردین سے اس طرح روانہ ہوئے کہ ابراہیم

نے اپنا لباس تبدیل کر کے ہیئت بدل لی، یہ دونوں چلتے چلتے اس مقام کے قریب خیمہ زن ہوئے جس مقام میں ابن زیاد ایک لاکھ کا لشکر لئے ہوئے ٹھہرا ہوا تھا۔ جسے بروایت قرۃ العین مدینہ کہتے تھے۔ اس کے بعد دردان نے اپنے ایک بیٹے کو جو بڑا ہوشیار، بہادر و فصیح البیان تھا ابن زیاد کے پاس بھیجا اور اس سے کہہ دیا کہ تو جا کر اس سے یہ کہ کہ میرا باپ یہاں سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ٹھہرا ہے۔ اور تجھے بلا رہا ہے اس نے کہا ہے کہ میرے پاس تنہا آجائیے۔ میں بہت ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں اس سے کہنا کہ جو باتیں وہ کرے گا، اس کے بال بچوں کے متعلق ہوں گی۔

یہ سن کر دردان کا لڑکا وہاں سے روانہ ہو کر ابن زیاد کے پاس پہنچا۔ دربانوں نے ابن زیاد کو اس کے آنے کی اطلاع دی۔ ابن زیاد نے اذن حضوری دے کر اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے اس نے سارا واقعہ جو اس کے باپ نے نقل کرنے کو بتایا تھا، بیان کر دیا۔ یہ سن کر ابن زیاد آتش زیر پا ہو کر اٹھا اور فوراً دردان کے پاس جا پہنچا۔ اسے جب ابن زیاد کے پہنچنے کی اطلاع ملی تو وہ خیمہ سے اپنے دوسرے لڑکوں سمیت نکلا اور اس نے اس کا پورا استقبال کیا۔ اس کی رکاب تھامی اور اسے خوبصورتی کے ساتھ اتارا۔ اس کے بعد وہ داخل خیمہ ہوا۔ حضرت ابراہیم ابن زیاد کے داخل خیمہ ہونے پر اپنے مقام سے تعظیم کے لئے اٹھے نہیں۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ دردان نے کہا کہ میرے عزیز ہیں۔ پھر ابن زیاد نے کہا کہ تم نے کس لئے تنہائی میں مجھے بلایا ہے۔ اس نے کہا اے امیر سخت دشوار بات اور اہم ترین امر یہ ہے کہ ابن اشتر ہزاروں کا لشکر لے کر وارد نصیبین ہو گئے ہیں اور امیر حنظلہ نے ان کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ اس وقت لوگ لشکر لے کر میرے قلعہ ماردین کے قریب قیام پذیر ہیں، مجھے شبہ ہے کہ وہ لوگ کہیں تیرے اہل و عیال اور مال منال کی اطلاع پا کر کوئی ناشائستہ حرکت نہ کر بیٹھیں، اور اے امیر تو جانتا ہے کہ مجھ میں اتنے بڑے لشکر سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھ سے تیرے بال بچوں کو طلب نہ کریں اے امیر اگر انہوں نے طلب کر لیا اور میں نے نہ دیا تو ظاہر ہے کہ وہ قلعہ کو حراست میں لے کر مجھے بھی تباہ کر دیں گے اور تیرے بال بچوں کو بھی قتل کر ڈالیں گے اے امیر میں سخت پریشانی کی حالت میں تیرے پاس آیا ہوں۔ اب تو جو مناسب سمجھ کر۔ ابن زیاد نے کہا کہ تو گھبرا نہیں۔ ابراہیم کے پاس جو لشکر کی تعداد ہے اس سے کہیں زیادہ میرے لشکر کی تعداد ہے، میں کل ایک لاکھ کا لشکر لے کر وارد ماردین ہوں گا۔ اور ابراہیم و حنظلہ اور جملہ لشکر کو پسپا کر دوں گا۔ اور اے دردان تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ لشکر کی سرداری تجھے دوں گا، اور تجھے اتنا مالا مال کر

دوں گا۔ کہ تو تا زندگی خوشحال رہے گا اس کے بعد وہ اُٹھ کھڑا اور اپنے لشکر گاہ کی طرف یہ کہتا ہوا کہ میں کل انتظار کئے بغیر آج ہی ماردین کے لئے روانہ ہو جاؤں گا۔ تو یہاں سے روانہ ہو کر نہر خازر پر میرا انتظار کر، چلا گیا۔ دردان نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ اے امیر شکار شیر کے جنگل میں آکر نکل گیا۔ آخر آپ نے یہ کیا کیا۔ کہ اس نادر موقع کو ہاتھ سے جانے دیا۔ بخدا یہ بالکل ویسی ہی بات ہوئی جیسی ہانی بن عروہ اور مسلم بن عقیل کے درمیان ہوئی تھی۔ ہانی نے مسلم سے کہا تھا۔ کہ جب ابن زیاد میری عیادت کے لیئے آئے۔ تو تم اسے میرے گھر میں قتل کر دینا۔ مگر مسلم نے یہ خیال کر کے کہ مہمان پر ہاتھ کیونکر اٹھاؤں۔ نیز یہ کہ چوری سے مارنا جوانمردی کے خلاف ہے۔ اس کو نہ قتل کیا۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ خیمہ میں بھرپور وار کی گنجائش نہ تھی۔ کیونکہ خیمہ بہت چھوٹا تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ دھوکے سے مارنا شیوہ جوانمرداں نہیں ہے اور اے دردان گھبراؤ نہیں ابن زیاد کو میرے ہی ہاتھوں سے قتل ہونا ہے۔ انشاء اللہ وہ عنقریب قتل ہوگا۔

ابن زیاد کی مدینہ سے ماردین کی طرف روانگی

دردان سے یہ معلوم کر کے کہ ابراہیم اور حنظلہ میں معاہدہ ہو گیا ہے اور دونوں ایک بڑے لشکر سمیت وارد ماردین ہو گئے ہیں۔ سخت مضطرب اور پریشان ہوا کیونکہ ابن زیاد اپنے بال بچوں کو وہیں چھوڑ آیا تھا۔ اس کے لئے خطرہ محسوس ہونے سے یہ بے انتہا پریشان ہو گیا۔ اس نے دردان سے کہا کہ میں کل انتظار کئے بغیر آج ہی قلعہ ماردین کے لئے روانہ ہوں گا۔ اے دردان تم ایسا کرو کہ نہر کے پل کے قریب اپنے بچوں سمیت ٹھہر کر میرا انتظار کرو۔ میں تم سے اور بھی کچھ باتیں کروں گا۔ دردان نے کہا "سمعاً و طاعۃً" اس کے بعد ابن زیاد اپنے لشکر گاہ کی طرف چلا گیا۔ اور دردان و ابراہیم پل کی طرف چلے گئے۔ جو اس مقام سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔

ابن زیاد نے اپنے لشکر گاہ میں پہنچنے کے بعد روانگی کا بگل بجوا دیا اور سب کے سب بارادہ ماردین اپنی قیام گاہ مقام مدینہ سے روانہ ہو گئے۔ حضرت ابراہیم اور دردان پل کے قریب کھڑے ہوئے سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ برابر آکر عبور کر رہے ہیں۔ اور نہایت تیزی سے پار ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ بروایت قرۃ العین و نور الابصار یہ لوگ تانبے کی کشتیوں کے ذریعے سے پار ہو رہے تھے۔ ایک روایت کی بنا پر ان کا عبور ایک پل کے ذریعہ سے ہو رہا تھا جو کہ لکڑی وغیرہ کا بنا ہوا تھا۔

بروایت نور الابصار تقریباً ایک لاکھ کا لشکر پار ہو گیا۔ اس کے بعد ابن زیاد اپنے مقام

سے روانہ ہوکر پار ہونا چاہتا تھا۔ اس کی روانگی ایک نہایت عمدہ قسم کے ناقہ کے ذریعہ سے عمل میں آئی اس ناقہ پر ایک عماری تھی جو سونے سے مزین تھی، اس پر دیباج کے ایسے پردے پڑے ہوئے تھے جو شتر مرغ کے بالوں سے مرصع تھے۔ اس کو مروارید اور جواہر سے بنایا گیا تھا۔ جو جواہرات اس میں ٹکے ہوئے تھے، اپنے بہترین ہونے کی وجہ سے روشنی دے رہے تھے۔ ابن زیاد جو ٹوپی پہنے ہوئے تھا، اس میں اعلیٰ قسم کے جواہرات لگے ہوئے تھے۔ عماری کے گرد بیس شمعیں بقد آدمی سونے کے طشتوں میں روشن تھیں، جنہیں رومی غلام لئے ہوئے تھے۔ اور داہنے بائیں عنبر کی شمعیں جل رہی تھیں۔

بروایت اخذ الثار ابو مخنف، جب حضرت ابراہیم نے دیکھا کہ ابن زیاد بدنہاد اس شان و شوکت سے آرہا ہے تو آپ نے ہاتھ میں اپنی تلوار لے لی اور چہرہ پر ڈھاٹہ باندھ لیا، تاکہ کوئی پہچان نہ سکے۔ یہ دیکھ کر خادمولان نے ان سے کہا کہ تم شارع عام سے ہٹ جاؤ تاکہ امیر گذر جائے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ میں کیسے ہٹ جاؤں، میں تو امیر سے ملنے کے لئے آیا ہوں۔ مجھے اس سے ملنے کی شدید ضرورت ہے۔ اور چونکہ اس مقام کے علاوہ میری اس سے ملاقات نہیں ہوسکتی اس لئے میں یہاں آیا ہوں، میں آج اس سے ضرور ملوں گا۔ غلاموں نے زیادہ مزاحمت نہ کی۔ اور حضرت ابراہیم اپنے مقام پر کھڑے رہے۔ جب ابن زیاد ان کے قریب پہنچا تو آپ نے فریاد و فغان کی آوازیں بلند کیں۔ اور کہا کہ میں مصیبتوں میں مبتلا ہوں اور امیر سے پناہ مانگتا ہوں۔ اس نے جونہی صدائے استغاثہ سنی، اپنا سر عماری سے باہر نکالا۔ حضرت ابراہیم نے بڑھ کر اس کی گردن پکڑ لی اور اسے زمین پر کھینچ کر گرا دیا اور آواز "یالثارات الحسین" بلند کی۔ ان کی آواز کا بلند ہونا تھا کہ حضرت ابراہیم کا لشکر آپہنچا اور جنگ شروع ہوگئی۔ یہاں تک تا صبح جنگ ہوتی رہی۔ وہ لشکر جو نہر سے پار ہوگیا تھا پلٹ آیا۔ اور صبح تک گھمسان کی جنگ ہوئی۔ صبح کے وقت حضرت ابراہیم کو معلوم ہوا۔ کہ میں نے جس شخص کو عماری پر سے گھسیٹ کر گرفتار کیا ہے، وہ ابن زیاد کے بجائے اس کا غلام "حاجب" ہے۔ آپ نے اسے یہ کہہ کر پارہ پارہ کر دیا کہ یہ ملعون بھی آل محمد سے دشمنی میں اس سے کم نہ تھا۔ اس ملعون نے سینکڑوں محبان آل محمد کو قتل کیا ہوا ہے، لیکن افسوس اب تک ابن زیاد قتل نہیں ہوا۔ اس مقام پر علامہ عطاء الدین حسام الواعظ تحریر فرماتے ہیں کہ جب ابن زیاد اپنے خیمہ گاہ سے بارادہ مارد ین نہر خازر کے پل کی طرف روانہ ہونے لگا تو اس کے دل میں کچھ خیال آیا۔ اور اس نے اپنا ارادہ عماری میں بیٹھنے کے متعلق بدل دیا اور اپنے غلام حاجب کو بلا کر اسے حکم دیا کہ وہ اس کی جگہ پر بیٹھ کر روانہ ہو۔ چنانچہ وہ عماری میں بیٹھ کر پورے زیادی حشم و خدم کے ساتھ روانہ ہوا جو ہر حشم عماری کو دیکھتا تھا یہی سمجھتا تھا کہ اس میں ابن زیاد بیٹھا ہوا ہے

جب عماری پل کے قریب پہنچی۔ حضرت ابراہیم خوش ہو گئے۔ انہوں نے خیال کیا کہ اب میں اس کا کام تمام کردوں گا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم عماری کی طرف بڑھے۔ غلاموں نے کہا کہ اے شخص اس مقام سے دور ہو جا۔ اس طرف سے امیر ابن زیاد کی عماری وسواری گزر رہی ہے حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ میں کیسے جا سکتا ہوں۔ میں تو امیر ہی سے ملنے کے لئے آیا ہوں میں ایک ستم دیدہ اور تعب وتکلیف رسیدہ ہوں۔ امیر کی بارگاہ میں فریاد لے کر آیا ہوں۔ حضرت ابراہیم یہ کچھ کہہ آگے بڑھے اور آپ نے عماری کے قریب پہنچ کر فریاد شروع کر دی۔ یہ سن کر "حاجب" نے سر پردہ عماری سے نکال کر فریاد رسی کرنی چاہی۔ ابراہیم نے سمجھا کہ ابن زیاد ہے آپ نے فوراً اُسے عماری سے باہر گھسیٹ کر زمین پر گرا دیا اس کے بعد آواز دی۔ یالثارات الحسین آپ کی آواز کا بلند ہونا تھا۔ کہ حضرت ابراہیم کے لشکر والے دوڑ پڑے اور نیزہ وشمشیر کے وار کرنے لگے۔ حضرت ابراہیم نے حاجب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ لیکن وہ یہی سمجھ رہے تھے۔ کہ ابن زیاد کو قتل کیا ہے۔ صبح ہونے کے بعد حضرت ابراہیم کو معلوم ہوا کہ ابن زیاد کے بجائے اس کا غلام قتل ہو گیا ہے۔ اس علم کے بعد آپ نے اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ آج وہ میرے ہاتھوں سے نکل گیا ہے لیکن انشاء اللہ کل ایسا نہ ہوگا۔ خدا نے چاہا تو وہ بہت جلد میرے ہاتھوں سے قتل ہوگا۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ جنگ کے میدان میں کود پڑے چنانچہ دونوں طرف سے مقابلہ جاری ہو گیا۔ اور جنگ نے نہایت شدت اختیار کر لی۔ پھر جب صبح ہوئی حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ ان حملوں میں تیس ہزار دشمنان آل رسول قتل ہو چکے ہیں لیکن افسوس اب تک ابن زیاد ملعون ہماری تلوار کی زد میں نہ آیا۔

حضرت ابراہیم کا خط حضرت مختار کی خدمت میں

حضرت ابراہیم نے حضرت مختار کو اپنی کارگزاری لکھ بھیجی اور یہ بھی تحریر کر دیا کہ میں اس وقت تک عزم کوفہ نہ کروں گا۔ جب تک ابن زیاد کو قتل نہ کر لوں گا۔ حضرت مختار اس خط کو ملاحظہ کر کے بے انتہا خوش ہوئے۔

ابن زیاد کا خط عبدالملک بن مروان کے نام

شکست کھانے کے بعد ابن زیاد بدنہاد نے والی شام عبدالملک بن مروان کو لکھا کہ ابراہیم نے یہاں آفت ڈھائی ہوئی ہے میرے تیس ہزار بہادر قتل ہو گئے ہیں۔ جلد سے جلد مجھے افراد کی کمک بھیجی جائے۔ راوی کا بیان ہے کہ اسی مقام پر ابن زیاد کو یہ معلوم ہو گیا کہ اس کے بال بچوں کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اس امر کے

معلوم ہوتے ہی ابن زیاد نے عبدالملک سے مزید کمک مانگی اور فیصلہ کر لیا کہ حضرت ابراہیمؒ سے پورا پورا بدلا لے گا۔

حضرت ابراہیمؒ اور ابن زیاد کے لشکر میں مڈبھیڑ اور دونوں میں گھمسان کی جنگ

ابن زیاد نے یہ معلوم کرنے کے بعد کہ اس کے بال بچے قتل کر دئے گئے ہیں ماردین جانے کا ارادہ ترک کر کے ابراہیمؒ اور ان کے لشکر کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کے بعد وہ اپنے لشکر کی ترتیب کی طرف متوجہ ہوا۔ اسی دوران میں بروایت روضۃ المجاہدین حضرت ابراہیمؒ کا خط اُس کے کمانڈر انچیف عمیر بن خباب کے نام پہنچا جس میں انہوں نے اسے اپنی دیرینہ دوستی کے حوالہ سے اپنی طرف آجانے کی دعوت دی تھی، عمیر نے حضرت ابراہیمؒ کے قاصد کی واپسی کے بعد وہ خط ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیا۔ ابن زیاد نے رائے دی کہ تم ضرور ان کی طلب پر ان کے پاس رات کے وقت جاؤ اور ان کے جملہ حالات معلوم کر کے واپس چلے آؤ۔ چنانچہ یہی کچھ طے کرنے کے بعد عمیر نے حضرت ابراہیمؒ کی خدمت میں پہنچنے کا فیصلہ کیا روضۃ الصفا میں بحوالہ خوارزمی مرقوم ہے کہ بنی سلیم کا چشم و چراغ عمیر بن خباب رات کی تاریکی میں ایک ہزار کا لشکر لے کر ابن زیاد کی فوج سے نکلا اور حضرت ابراہیمؒ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ حضرت ابراہیمؒ نے اس کی بڑی عزت و توقیر کی اور اس پر مکمل انعام و اکرام فرمایا۔ بے نہایت مال و دولت سے اسے مالا مال فرمایا۔ اس کے آنے کے بعد حضرت ابراہیمؒ نے بطور مشورہ اس سے دریافت کیا کہ اگر ہم اپنے لشکر گاہ کے گرد خندق کھدوا دیں تو کیا یہ مناسب نہ ہوگا، عمیر نے کہا کہ سچ بات یہ ہے کہ آپ کے پاس ابن زیاد کے لشکر کے لحاظ سے لشکر بہت کم ہے میرا خیال ہے کہ اگر آپ جنگ میں تاخیر کریں گے آپ کو سخت نقصان ہوگا، جو کچھ کرنا ہے بلا تامل اور بغیر کسی سوچ بچار کے کر گزریئے اور مطلقاً دیر نہ کیجئے۔ حضرت ابراہیمؒ عمیر بن خباب کی اس رائے پر بہت خوش ہوئے اور انہوں نے فرمایا کہ تمہاری بات میرے دل کو لگ گئی اور تمہارا کہنا میرے قلب کی آنکھوں میں کھپ گیا تم نے وہی بات اس وقت کہدی جو کوفہ سے روانہ ہوتے وقت حضرت امیر مختار نے فرمائی تھی۔ بیشک میں یہی کچھ کروں گا عمیر نے کہا کہ آپ کو علم نہ ہوگا میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ابن زیاد اور اس کے لشکر کے دلوں پر آپ لوگوں کا سکہ بیٹھا ہوا ہے۔ بس اب تاخیر نہ کیجئے۔ ورنہ وہ یہ سمجھ لیں گے کہ آپ لوگ اُن سے دبتے اور ڈرتے ہیں حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا کہ تمہارے اس مشورہ سے میں بہت زیادہ مطمئن ہو گیا ہوں اور مجھے تم پر پورا اعتماد ہو گیا ہے۔ بروایت طبری عمیر بن خباب نے کہا کہ میں آپ کے ہاتھوں پر بیعت کرتا ہوں اور شرط صرف یہ ہے کہ جب آپ کا لشکر ابن زیاد کے لشکر پر حملہ کرے تو مجھے نظر انداز کر دے، اُس نے یہ

بھی کہا کہ میں موقع جنگ میں اپنے مقبوضہ دستہ فوج سمیت آپ کی طرف آجاؤں گا۔

بروایت روضۃ المجاہدین اس کے بعد عمیر بن خباب حضرت ابراہیمؑ سے رخصت ہو کر چلا گیا اور اس نے ابن زیاد سے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ ابن زیاد نے دس ہزار دینار اور ایک قیمتی خلعت سے اُسے نوازا اور اس کی بڑی تعریف کی۔ راوی کا بیان ہے کہ عمیر بن خباب کے چلے جانے کے بعد حضرت ابراہیمؑ نہایت خوش و مسرور پا پیادہ ورقاء کے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ ورقاء نے آپ کا استقبال کیا، حضرت ابراہیمؑ نے ورقاء سے فرمایا کہ بھائی آج تو ایک بڑا اہم کام ہو گیا ہے۔ ورقاء نے پوچھا وہ کیا ہے، حضرت ابراہیمؑ نے عمیر بن خباب سلمی کی ساری گفتگو دہرا دی۔ ورقاء نے آپ کی بات سُن کر کہا کہ اے امیر جو کچھ ہوا درست ہوا۔ لیکن میں کہدینا چاہتا ہوں کہ عمیر بن خباب قابل اعتماد نہیں ہے۔ اس میں وفا کا پہلو مطلقاً نہیں ہے۔ اس کے متعلق میرا ذاتی تجربہ ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے اسے اپنے کانوں سے شیعوں کی مذمت کرتے ہوئے سنا ہے اس کے علاوہ یہ بات ہے کہ میرے چچازاد بھائی نے اس کے متعلق مجھ سے یہ بیان کیا ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ علیہ السلام شہید کر دیئے گئے اور اس کی خبر موصل میں پہنچی تو میں اُس وقت اسی عمیر بن خباب سلمی کے مکان میں تھا۔ خبر شہادت سُنتے ہی میں رونے لگا مجھے روتا دیکھ کر عمیر ہنسنے لگا، میں نے کہا بڑے افسوس کی بات ہے کہ فرزند رسولؐ شہید کر دئے گئے اور تو ہنستا ہے، عمیر نے جواب دیا کہ انہوں نے تو خواہ مخواہ اپنی جان دی، اس قتل پر رونا کیا۔ اس کے بعد وہ گھر سے باہر چلا گیا، پھر تھوڑی دیر کے بعد خندیدہ گھر میں داخل ہوا اور کہنے لگا کہ حسینؑ کا سر امیر یزید کی خدمت میں روانہ کر دیا گیا ہے۔ یہ کہکر چند ناسزا الفاظ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شان مبارک میں استعمال کئے، یہ سُننا تھا کہ میں نے اُٹھ کر اُس کے منہ پر ایک سخت طمانچہ رسید کیا۔ اُس نے بھی اس کا جواب دیا یہاں تک کہ مُکوں اور گھونسوں کی کافی ردّ و بدل ہوئی۔ اس کے بعد میں اپنے گھر واپس آگیا۔ یہ سُن کر حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ مجھے اس کے متعلق اس قسم کے واقعہ کی اطلاع نہ تھی، اسی لئے میں نے اُس پر بھروسہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔

اصدق الاخبار محسن عاملی میں ہے کہ عمیر بن خباب جب حضرت ابراہیمؑ کے پاس آیا تھا تو اُس کے ہمراہ فرات بن سالم بھی تھا۔ یہ لوگ جب حضرت ابراہیمؑ کے پاس پہنچنے کی سعی کر رہے تھے اس موقعہ پر طلیعہ پھرنے والوں نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کیوں آئے ہو، انہوں نے جواب دیا کہ ہم حصین بن نمیر کی فوج کے لوگ ہیں اور حضرت ابراہیمؑ سے ملنے کے لئے آئے ہیں، اُن لوگوں نے ان کے آنے کی اطلاع حضرت ابراہیمؑ کو دی، انہوں نے حکم دیا کہ میرے پاس انہیں لے آؤ جس وقت یہ لوگ حضرت ابراہیمؑ کے پاس پہنچے وہ اپنے اصحاب کے ہمراہ "الاؤ" پر بیٹھے ہوئے تھے، عمیر پشت کی جانب سے جا کر اُن کی پیٹھ سے لپٹ گیا۔ انہوں نے

گردن موڑ کر پوچھا، کون ہے؟ عمیر نے کہا کہ میں عمیر سلمی ہوں، حضرت ابراہیمؑ بلا کسی تردد کے خاموش بیٹھے رہے اور انہوں نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ کہیں دشمنی کے ارادہ سے نہ آیا ہو۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ عمیر بیٹھ جاؤ عمیر جب بیٹھ گیا تو اپنے ساتھی فرات ابن سالم سے بولا کہ تو نے ان سے بڑا قوی دل کسی کو دیکھا ہے، اس وقت دیکھ میں ان کی پشت سے پسٹ گیا تو انہوں نے پہلو تک نہیں بدلا اور یہ بالکل مطمئن بیٹھے رہے، اس نے جواب دیا کہ بے شک یہ اطمینان ان کے قوی دل اور بہادر ہونے کی دلیل ہے۔ اُس کے بعد اُس نے حضرت ابراہیمؑ کی بیعت کی اور یہ بتا کر چلا گیا کہ میں لشکر کے میمنہ پر رہوں گا اور موقع پر آپ کے ساتھ ہو جاؤں گا۔

حضرت ابراہیمؑ کے لشکر کی ترتیب

عمیر بن خباب سلمی کے جانے کے بعد آپ نے اپنے لشکر کی ترتیب مکمل فرمائی، آپ نے میمنہ پر سفیان بن یزید بن معقل ازدی کو متعین فرمایا اور میسرہ علی بن مالک الخشعی کے حوالہ کیا اور جملہ سواروں پر طفیل بن لقیط نخعی کو مقرر فرمایا اور پیادوں پر مزاحم بن مالک سکونی کو لگایا۔ اور اپنے لئے قلب لشکر قرار دیا۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے لشکر کی ترتیب کے بعد بروایت روضۃ الصفا انہیں مناسب نصائح سے بہرہ ور فرمایا اور حکم دیا کہ یکے بعد دیگرے چل کر سارا لشکر ایک مقام پر جمع ہو جائے، یہ لشکر اپنے مقام سے روانہ ہو کر جب مقام معین کی طرف چلا تو ایسے راستے سے روانہ ہوا کہ ابن زیاد کا لشکر راستے میں پڑتا تھا۔ ان لوگوں نے جب ان کا جاہ و حشم دیکھا اور دلیری سے ان کا گزرنا ملاحظہ کیا تو بے حد متعجب ہوئے کیونکہ ان کے تصور میں ان کی وہ حیثیت نہ تھی جو اس وقت نظر آئی، بالآخر ابن زیاد نے یہ سمجھتے ہوئے کہ "بغیر از جنگ چارہ نیست"، لڑے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے اپنے لشکر کی ترتیب کا بندوبست کیا اور اس ترتیب میں اس امر کی پوری کوشش کی کہ ایسے لوگ میمنہ و میسرہ وغیرہ پر لگائے جائیں جو صحیح طریقے سے کام کر سکیں۔

ابن زیاد کے لشکر کی ترتیب

چنانچہ ابن زیاد نے میمنہ کو، شرحبیل بن ذوالکلاع کے سپرد کیا۔ اور میسرہ ربیعہ بن مخارق غنوی کے حوالہ کیا اور قلب میں حصین بن نمیر کو متعین کیا، اور جناح میسرہ پر عبداللہ ابن مسعود فرازی کو لگایا اور خارج میسرہ پر جملہ بن عبداللہ کو معین کیا۔

حضرت ابراہیمؑ کی سیاست اور لشکر ابن زیاد میں باہمی کشت و خون

ترتیب لشکر کے بعد ہی رات نے گھیرا ڈال دیا اور آغاز جنگ کا موقع نہ نکل سکا۔ رات کی تاریکی میں بروایت روضۃ المجاہدین حضرت ابراہیمؑ طلایہ لشکر کے لئے نکلے در قارنے

درخواست کی کہ امیر ذرا آرام فرمالیں کیونکہ صبح جنگ کرنی ہے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ اے ورقاء جب سے کوفہ چھوڑا ہے نیند بھر سونا نصیب نہیں ہوا اور سلاح جنگ میرے بدن سے جدا نہیں ہوا اے ورقاء مجھے سونے کا مشورہ دیتے ہو، سنو! اب میں نیند بھر اُسی وقت سووں گا جس وقت ابن زیاد کو موت کی نیند سلا دُوں گا۔ البتہ اے ورقاء میری رائے یہ ہے کہ میں مشغول کار ہوں تم ذرا سو رہو۔

ورقاء اپنے خیمہ میں سونے کے ارادے سے چلے گئے اور حضرت ابراہیمؑ اپنے لشکر کے گرد طلایہ پھرنے لگے۔ پھرتے پھرتے آپ نے ایک شامی کو ابن زیاد کے لشکر کی طرف جاسوسی کے لئے بھیجا اور اُس نے آکر خبر دی کہ دو سو افراد پر مشتمل ایک گروہ طلایہ پھر رہا ہے اور اس کا سرگروہ بکر بن یزید ہے۔ بکر بن یزید وہ شخص تھا جو اکثر ابن زیاد کے ہمراہ شراب پیا کرتا تھا۔ ایک دن رات کے وقت شراب کی حالت میں اس نے ابن زیاد سے کہا تھا کہ اے امیر تو نے ایک ایسا نیک کام کیا ہے کہ جس کے بعد اب کتنا ہی گناہ کرے اُس پر معذب نہ ہوگا اور وہ تیرا نیک کام "قتل حسینؑ" ہے، حضرت ابراہیمؑ اس واقعہ کو پہلے سے سُنے ہوئے تھے، ان کے دل میں اس کی طرف سے زبردست آگ بھڑکی ہوئی تھی۔ شامی جاسوس نے یہ بھی بتایا کہ اس وقت سارا لشکر شراب میں مست زمین پڑا ہے۔ یہ سُن کر حضرت ابراہیمؑ سات سو سواروں کو ہمراہ لے کر اس مقام پر پہنچے جہاں دو سو افراد سرمست شراب تھے آپ بکر بن یزید کو پہچانتے تھے۔ اُس کے گروہ میں داخل ہوکر آپ نے بکر کو قتل کر دیا۔ اور دوسری جانب سے نکل کر روانہ ہو گئے۔ بکر بن یزید کے قتل ہوتے پر آپس میں تلوار چل گئی اور کافی کشت و خون ہوا۔

لطیفہ یہ ہے کہ یہ جنگ دو سو طلایہ گردوں سے بڑھ کر اصل لشکر ابن زیاد میں پھیل گئی اور صبح ہوتے ہوتے تقریباً بیس ہزار دشمنان اسلام تلوار کے گھاٹ اتر گئے۔ صبح کو معلوم ہوا کہ زمین خون سے لالہ زار ہے اور وہ ملعون اپنے کشتوں کو دفن کر رہے ہیں۔ یہ معلوم کر کے حضرت ابراہیمؑ اور آپ کے لشکر نے شکر کا سجدہ کیا۔

حضرت ابراہیمؑ کی شب بیداری اور اپنے لشکر کی ہمت افزائی

علماء و مورخین کا بیان ہے کہ ترتیب لشکر کے بعد سے حضرت ابراہیمؑ کی آنکھ نہیں لگی، ساری رات جاگتے رہے، کبھی طلایہ پھرتے تھے، کبھی اپنے بہادروں کی ہمت افزائی فرماتے تھے۔ پھر جب سحر کا اوّل وقت ہوا تو آپ نے اپنے مجاہدوں کو جمع کیا اور انہیں ہدایات دیں اور جب صبح صادق ہوئی تو نماز جماعت اوّل وقت ادا کی، بارگاہ ایزدی میں دست دعا بلند کر کے درخواست کی میرے پالنے والے تیرے نبیؐ کے نواسے کی نصرت کے لئے ہم میدان میں نکلے ہیں

خدایا تو ہماری مدد فرما۔

اس کے بعد صفوں کو ٹھیک ٹھاک کر کے اپنی ایک تقریر کے ذریعہ سے ان کی بلند ہمتی کو مزید جذبۂ نصرت دے دیا اور کہا کہ اے میرے بہادرو فتح وظفر تمہارے قدموں میں ہے ہمت بلند رکھو کوئی طاقت تمہیں شکست نہیں دے سکتی۔ پھر حکم دیا کہ چل پڑو، خدا تمہارے ساتھ ہے۔ حکم پاتے ہی مجاہدین اسلام حضرت ابراہیمؑ کے ہمراہ چل پڑے۔ یہاں تک کہ لشکر شام کے قریب آ گئے۔ یہاں پہنچ کر آپ نے ایک سوار کو حالات معلوم کرنے کے لئے روانہ فرمایا، وہ یہاں سے جا کر تھوڑی دیر میں واپس آیا اور کہنے لگا کہ وہ ملعون بھی تیار کھڑے ہیں، اور عنقریب مقابلہ میں آ جائیں گے، اس سوار نے یہ بھی کہا کہ ان میں کے ایک شخص سے ملاقات ہوئی ہے اُس کی زبان پر "یا شیعۃ ابی تواب، یا شیعۃ مختار الکذاب" کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

یہ سُن کر حضرت ابراہیمؑ نے اپنا گھوڑا طلب فرمایا اور وہ اس پر سوار ہو کر اپنے لشکر کے جملہ عملداروں کے پاس پہنچے اور ہر ایک کے سامنے آپ نے عزم واستقلال کی بنیاد کو مستحکم کرنے کے لئے ایک ایک تقریر فرمائی، ان تقریروں میں آپ نے فرمایا کہ

> "اے دین کے مددگارو اے حق کے شیعو! اس وقت تمہارے سامنے مرجانہ کا بیٹا اور سمیہ کا پوتا ابن زیاد ہے، یہ وہ ملعون ہے جس نے رسول اسلام حضرت محمد مصطفےٰ ص کے نواسے علی مرتضےٰ اور فاطمہ زہراؑ کے بیٹے حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہل بیت کو تین دن کا بھوکا پیاسا قتل کر دیا نہر فرات جاری تھی، یہ پیاسے اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے اور پانی پی نہ سکتے تھے، ان کے لئے خدا کی وسیع وعریض زمین تنگ کر دی تھی۔ خدا کی قسم ابن مرجانہ نے آل محمد ص کے ساتھ اُس سے بھی زیادہ کیا جو فرعون نے نجبائے بنی اسرائیل کے ساتھ کیا تھا۔ میں خدا سے اُمید کرتا ہوں کہ وہ تمہارے دلوں کو اس ملعون کے خون بہانے سے سکون بخشے گا۔ خدا خوب جانتا ہے کہ تم اہلبیت کے بارے میں ان ملعونوں خصوصاً ابن مرجانہ کی طرف سے سوزش قلب لے کر نکلے ہو، تم ہرگز گھبرانا نہیں، خدا تمہاری مدد کرے گا۔

اس طرح آپ نے میمنہ اور میسرہ کے تمام بہادروں کو اُبھارا اور ان کی ہمتوں میں توانائی پیدا کی "ثم رجع الی موضعہ" پھر اپنی جگہ پر واپس تشریف لے گئے (اصدق الاخبار ص۸۰ قرۃ العین ص۱۴۲

تاریخ طبری ج ۴ صہ ۶۵۹، دمعہ ساکبہ صہ ۴۱۳، اخذ الثار صہ ۳۸۹، روضۃ الصفا ج ۳ صہ ۸۳، روضۃ المجاہدین صہ ۱۸۶

جناب اخوص اور ضبعان کلبی میں جنگ

حضرت ابراہیمؒ اپنے بہادروں کو سمجھانے بجھانے کے بعد اپنی جگہ پر واپس تشریف لے گئے اور آپ نے دشمن کے مقابلہ کے لئے اپنے ایک بہادر جناب اخوص بن شداد ہمدانی کو برآمد کیا، اب عبدالملک بن مروان کی طرف سے ابن زیاد کے پاس مزید کمک پہنچ چکی تھی بروایتے چار لاکھ کا لشکر ہو گیا اور بروایتے ایک لاکھ کی تعداد پوری ہو گئی، جناب اخوص نے کمال جرأت سے میدان میں نکل کر دشمن کو للکارا، ان کی آواز سنتے ہی فوج مخالف سے بروایت روضۃ الصفا و اصدق الاخبار "سگے از کلاب شام" "شام کے کتوں میں سے ایک بنی کلب کا شخص" اعوف ابن ضبعان کلبی نمودار ہوا جب وہ سامنے آیا تو اس نے یہ کہہ کر آواز دی "یا شیعۃ المختار الکذاب یا شیعۃ ابن الاشتر المرتاب" "اے مختار کذاب کے شیعو! اور اے ابراہیمؒ اشتر گمراہ کے شیعو! پھر اس کے بعد اس نے یہ اشعار بطور رجز پڑھے ؎

انا بن ضبعان الکریم المفضل — من عقبۃ یبرون من دین علی

کذاک کانوا فی الزمان الاول

میں ابن ضبعان ہوں، میں بڑا کریم اور حملہ آور ہوں، میں ان گروہوں میں سے ہوں جو دین علی بن ابی طالب سے زمان اول کے لوگوں کی طرح بیزار ہیں۔

یہ سن کر جناب اخوص نے اسی ردیف و قافیہ میں جواب دیا ؎

انا بن شداد علی دین علی — لست لعثمان بن اروی بولی

لاصلین الیوم فیمن یصطلی — بحر نار الحرب حتی تنجلی

میں اخوص بن شداد ہمدانی ہوں اور دین علی بن ابی طالب کے ہونے پر فخر کرتا ہوں، مجھے دین عثمان سے کوئی محبت اور واسطہ نہیں ہے۔ میں آج کے دن ان لوگوں کو جو جنگ کی آگ کے تاپنے کے مشتاق ہیں۔ نارِ جنگ سے اس طرح تپا دوں گا کہ ان کی حیثیت کھل جائے گی اس کے آپ نے اس ملعون سے پوچھا کہ تجھے کس چیز کا غرہ ہے کہ تو حسینی لشکر کے مقابلہ میں آن کھڑا ہوا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں بڑا بہادر ہوں لوگ میری بہادری کی وجہ سے مجھے "منازل الابطال" کہتے ہیں، میں بڑے بڑے بہادروں کو لمحوں میں مٹی میں ملا دیتا ہوں۔

جناب اخوص نے فرمایا کہ تیرے ہی نام سے میرا نام بھی ملتا جلتا ہے۔ مجھے لوگ میری جرأت و دلیری اور کمال بہادری کی وجہ سے "مقرب الاجال" کہتے ہیں میں جس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ لیتا ہوں

اجل اس کے سر پر پہنچ جاتی ہے۔ پھر اس کے بعد دونوں میں مقابلہ شروع ہو گیا۔ وار چلنے لگے تا دیر سلسلہ جنگ جاری رہا دونوں اپنے جوہر دکھاتے رہے۔ یہاں تک کہ جناب اخوص کا ایک کھرا وار چل گیا اور اعوف زمین پر لوٹنے لگا، موت نے سر پر سایہ کیا، ملک الموت نے قبض روح کی اور شام کا خاندانی کتا سرد ہو گیا۔

اس کے بعد جناب اخوص نے عوف کے خون سے رنگین تلوار کو فضا میں حرکت دے کر فرمایا کہ اے "قاتلان حسین"، "ھل من مبارز" ہے تم میں کوئی ایسا جو میرے مقابلہ کے لئے نکلے، لشکر سے جواب نہ آیا آپ نے پھر آواز دی کہ اے حضرت امام حسین کو قتل کرنے والو، آؤ، اور میری تلوار کے جوہر دیکھو، یہ سن کر غیرت و حمیت نے دشمن کے لشکر میں ہلچل مچا دی اور ایک شخص جس کا نام داؤد بن عروۃ دمشقی تھا برآمد ہوا۔

داؤد دمشقی کا قتل

داؤد بن عروہ دمشقی نے میدان میں آکر رجز پڑھا، جس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس بہادر باپ کا بیٹا ہوں جس نے بڑی بڑی صفوں کو تہ و بالا کر دیا ہے۔ میں بڑا بہادر اور تجربہ کار شہسوار میدان قتال ہوں۔

جناب اخوص نے بھی اسی کے ردیف و قافیہ میں اس کا جواب دیا اور بتایا کہ تو نے جو کچھ کہا ہے غلط ہے تو نہ بہادر ہے اور نہ بہادر کا بیٹا ہے، ارے تیرا تعلق تو حق اور یقین سے بھی نہیں ہے اور تو پورے طور پر ملعون بن ملعون ہے۔

اس کے بعد مقابلہ شروع ہوا۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ جناب اخوص نے اپنی شمشیر بُران کے (مقرب الاجال) وار سے داؤد کو ضبعان کے پاس پہنچا دیا۔ اس کے بعد وہ اپنے لشکر میں واپس تشریف لائے۔

حصین بن نمیر کا قتل

اس کے بعد حصین بن نمیر جو کہ کربلا کی جنگ کے خصوصی ذمہ داروں میں سے تھا میدان قتال میں آیا اور اس نے بڑے غرور کے ساتھ یہ رجز پڑھا۔ ؎

یاقادۃ الکوفۃ اھل المنکر — شیعۃ المختار و ابن الاشتر
ھل فیکم قوم کریم العنصر — مھذب فی قومہ بمفخر
یبوء بخوی قاصد الایتر

اے کوفہ کے اہل منکر اور اے شیعہ مختار اور ابن اشتر ہے تم میں کوئی ایسا کریم الاصل

اور بلند عنصر جو اپنی قوم میں مہذب اور فخر کے قابل ہو، آئے میرے مقابلہ میں اور ڈٹ کر لڑے یہ سُن کر فوج حسینی سے جناب شریک بن حزیم تغلبی برآمد ہوئے اور انہوں نے اسی کے ردیف و قافیہ میں بطور رجز یہ اشعار پڑھے۔ ؎

یا قاتل الشیخ الکریم الازهر بکربلاء یوم التقاء العسکر
اعنی حسیناً ذالثناء والمفخر وابن النبی الطاهر المطهر
وبن علی البطل المظفر هذا فخذها من هزبر قور
ضربت قرم ربعی مضری

اے بزرگ کریم الاصل کو کربلا میں اسی دن قتل کرنے والے جس دن مڈبھیڑ ہو رہی تھی، ہماری مراد کریم ازہر کے قتل سے امام حسینؑ کا قتل ہے جو مدح و ثنا اور فخر کے قابل تھے اور وہ نبیؐ طاہر و مطہر کے فرزند تھے اور وہ اُن علی بن ابی طالب کے فرزند تھے جو بہادر اور ہر معرکہ میں کامیابی حاصل کرنے والے تھے، اب آج میرے ہاتھوں وہ ضرب لیتا جا جس سے کسی طرح نجات نہیں ہو سکتی۔

یہ کہکر آپ نے اس ملعون پر حملہ کر دیا اور دو چار ضربوں کی رد و بدل کے بعد اُسے قتل کر ڈالا، تلوار نے اس کے سر کا بوسہ لیا، ملک الموت نے بڑھ کر آغوش میں اُٹھا لیا۔ مورخ ہروی کا بیان ہے کہ حصین بن نمیر کے قتل ہونے سے لشکر شام کے حوصلوں پر اوس پڑ گئی اور ضعف و ہراس ان کے دلوں میں پیدا ہو گیا۔ ایک روایت کی بنا پر جب داؤد دمشقی قتل ہوا تو ابن زیاد نے حکم دیدیا کہ انفرادی جنگ مت کرو بلکہ متفقہ طور پر ابن اشتر پر حملہ کر دو، یہ حکم پاتے ہی لشکر شام جس کی تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی ٹڈی دل کی طرح حسینی مجاہدوں پر حملہ آور ہو گیا، حصین بن نمیر نے میمنہ شام سمیت میسرہ حضرت ابراہیمؒ پر حملہ کر دیا بروایت روضۃ المجاہدین پہلے تیروں کی بارش ہوئی جس سے حضرت ابراہیمؒ کے بہت سے بہادر زخمی ہو گئے پھر تلوار چلنے لگی، حضرت ابراہیمؒ کے میسرہ کے قائد جناب علی بن مالک بڑی بہادری سے لڑے اور یہ عالم کر دیا کہ دشمنوں کے دانت کھٹے ہو گئے۔ لیکن آخر میں آپ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ آپ کی شہادت کے بعد فوراً علم اسلام آپ کے فرزند جناب قرہ بن علی نے سنبھال لیا اور جنگ میں مصروف و مشغول ہو گئے، آپ نے بھی بڑی دلیری سے جنگ کی۔ بالآخر آپ بھی چند بہادروں سمیت شہید ہو گئے۔ آپ کی شہادت کے بعد "وانهزمت میسرة ابراهیم" حضرت ابراہیمؒ کے میسرۂ لشکر میں شکست کے آثار نمایاں ہو گئے۔ یہ دیکھ کر جناب عبداللہ بن ورقاء نے علم اسلام سنبھال لیا اور اہل میسرہ کو مخاطب کر کے انہوں نے کہا کہ "الی یا شرطة الله" کہ اے خدا کی فوج کے افراد اور اے دین خدا کے ذمہ دارو

میری طرف آؤ آج اسلام کی بقا تمہارے جم کر لڑنے پر منحصر ہو گئی ہے، دیکھو ابراہیمؑ جیسا بہادر تمہارا امیر ہے، یہ ابن زیاد ملعون سے لڑنے کے لئے آئے ہیں جو امام حسینؑ کا قاتل ہے،" ارجعوا الی" اب ہمت بلند کرو اور میری طرف پلٹ آؤ۔ یہ سن کر بہت سے افراد میدان قتال میں پھر جم گئے، اتنے میں حضرت ابراہیمؑ اپنا سر کھولے ہوئے ان کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے بروایت اصدق الاخبار کہا کہ اے خدا کے گروہ والو تمہارا فرار قابل عتاب نہیں ہے جو کچھ ہوا وہ ہوا، اب اپنی جگہ پر آ جاؤ اور دشمنوں سے جم کر مقابلہ کرو اور بروایت روضۃ الصفا آپ نے فرمایا کہ ہم ابن زیاد سے لڑنے کے لئے میدان میں آئے ہیں اور تم جانتے ہو کہ یہ ملعون امام حسینؑ کا قاتل ہے اس نے کربلا کے میدان میں امام علیہ السلام کو تین دن کا بھوکا پیاسا قتل کر ڈالا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو کربلا میں اسی نے پیاس سے مار دیا ہے، اے بہادرو یہی وہ ملعون ہے جس نے امام حسینؑ کے اہل بیت کے ساتھ وہ ظلم کیا ہے جو فرعون نے بنی اسرائیل کے ساتھ بھی نہیں کیا تھا میرے دلیرو، اسی ملعون نے رسول کریمؐ کے اہلبیت کو بازاروں میں پھرایا اور درباروں میں داخل کیا ہے۔ آؤ، اور کمال دلیری کے ساتھ اس کا مقابلہ کرو، میں ابن اشتر ہوں اور تمہاری مدد کے لئے موجود ہوں۔ یہ سننا تھا کہ سارا لشکر پلٹ آیا اور گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ یہ جنگ اتنی دیر جاری رہی کہ شام ہو گئی۔" وسپاہ شام در وقت اصفرار شمس چارہ در انہزام دانستہ فرار برقرار اختیار کردند" سورج ڈوبنے کے وقت لشکر شام نے میدان میں ٹھہرنے کے بجائے بھاگنے کو ترجیح دی اور جنگ امروز ختم ہو گئی (روضۃ الصفا ج ۳ ص ۸۴ و اصدق الاخبار ص ۸۵)

علامہ عطاء الدین حسام الواعظ تحریر فرماتے ہیں کہ جب دوسرا دن ہوا تو حصین بن نمیر نے لباس ملوکانہ پہنا اور آلات حرب سے اپنے کو آراستہ کیا اور اپنے لشکر والوں سے کہا کہ آج جنگ کا آغاز میں کروں گا اور ایسی جنگ کروں گا کہ دنیا حیران رہ جائے گی۔ چنانچہ جب صفیں دونوں طرف کی مقابلہ میں آ گئیں تو یہ ملعون میدان میں آیا اور اس نے اپنا حسب ونسب بیان کرنے کے بعد مبارز طلبی کی، حضرت ابراہیمؑ کے لشکر سے انس نامی ایک بہادر نمودار ہوئے اور دونوں میں مقابلہ شروع ہوا، تھوڑی دیر جنگ کے بعد انس شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد ایک اور مجاہد حصین کے سامنے آیا۔ اس ملعون نے انہیں بھی شہید کر دیا۔ یہ دیکھ کر جناب ورقاء میدان میں آ گئے اور آتے ہی انہوں نے حصین بن نمیر پر نیزہ سے حملہ کیا، اس کے بعد کافی دیر تک نیزہ بازی ہوتی رہی یہاں تک کہ ورقاء کے ایک وار سے دفعتہً حصین کے ہاتھ سے نیزہ چھوٹ گیا، جناب ورقاء نے فوراً اسے پکڑ کر زمین پر گرا دیا۔ یہ دیکھ کر لشکر ابراہیمؑ کے چند افراد نے دوڑ کر نہایت پھرتی سے اسے اٹھا لیا اور بھاگ کر اپنے لشکر میں آ پہنچے

یہاں پہنچ کر اُس کی مشکیں کس دیں، اس کے بعد اُسے لشکرگاہ میں لے جا کر حضرت ابراہیمؒ کے سامنے پیش کیا، ادھر جنگ جاری رہی اور ادھر حصین کا فیصلہ ہوتا رہا حضرت ابراہیمؒ کے سامنے بیان کیا گیا کہ اسی نے حضرت علی اصغر پر تیر مارا تھا، یہی وہ ملعون ہے جس نے علی اکبر کے سر پر تلوار لگائی تھی، اسی نے بہت سے اصحاب حسین کو مجروح کیا تھا، حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا کہ اسے مختلف قسم کے عذاب میں مبتلا کیا جائے۔ چنانچہ لوگوں نے اس کے دونوں پاؤں توڑ دیئے۔ اور اسے اوندھا زمین پر ڈال کر شمشیر و خنجر سے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، ابن زیاد کو جب اس کے قتل کی اطلاع ملی تو وہ حد درجہ غمگین ہوا اور اس نے کہا کہ حصین بن نمیر کے قتل سے "پشت لشکر من شکست" میرے لشکر کی کمر ٹوٹ گئی۔ روضۃ المجاہدین صہ ۲۰۱ ع ۵

ع ۵ سر حضرت قاسم کے ساتھ حصین بن نمیر کا سلوک اور چھ بی بیوں کا آسمان سے اُترنا

حصین بن نمیر کے مظالم کی انتہا مندرجہ ذیل واقعہ سے معلوم ہوتی ہے جسے ابو مخنف بن لوط بن یحییٰ خزاعی نے تحریر کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ:۔

جب حضرت امام حسینؑ شہید ہو چکے اور شہداء کے سر کاٹے جا چکے، خیمے جلائے جا چکے اور گیارھویں محرم کو مخدرات عصمت و طہارت کو سرہائے شہداء سمیت کوفہ کی طرف روانہ کیا جا چکا تو اس وقت جبکہ کربلا سے دو منزل کوفہ کیطرف جایا جا چکا تو حصین بن نمیر نے (جو کہ لشکر عمر کا سپہ سالار تھا) عمر سعد سے کہا کہ اے امیر چھ ماہ ہو چکے ہیں کہ میں اپنے گھر کے حالات سے بے خبر ہوں اگر تو اجازت دے تو میں اپنے وطن چلا جاؤں، عمر سعد نے اجازت دیدی اور وہاں سے روانہ ہو گیا، روانگی سے قبل ابن سعد سے رخصت ہوتے وقت اس نے درخواست کی کہ مجھے ابوترابیوں کے سروں میں سے ایک سر عطا کر دے تاکہ اپنے اہل وطن کے سامنے اپنی سرخروئی حاصل کر سکوں اور اپنے کارنامے کے ثبوت میں اس سر کو پیش کر کے انہیں بھی خوش کر سکوں، عمر سعد نے اس کی درخواست منظور کر لی اور اس نے حضرت قاسم بن امام حسنؑ علیہ السلام کا سر اس کے حوالہ کر دیا۔ وہ ملعون اسے لئے ہوئے روانہ ہوا، اس کا گذر جس گاؤں سے ہوتا تھا لوگ اس کا استقبال کرتے تھے اور زر و جواہر اس پر نثار کرتے تھے یہاں تک کہ اپنے وطن "رے" میں وارد ہوا جب وہاں کے حاکم "طغرل" کو اطلاع ملی تو اس نے اس سر مبارک کو میدان میں بھیج کر اس کے ساتھ بے ادبی کرائی، پھر اُسے ایک عورت "خاتون" نامی جو کہ جابر بن عبداللہ انصاری کی نسل سے تھی کے پاس رکھوا دیا وہ عورت اس سر کے حالات سے ناواقف تھی اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ کس کا سر ہے؛

جب دوسرا دن ہوا تو اس سر کو حصین بن نمیر وغیرہ اس کے پاس سے لے گئے اور اسے میدان میں لے جا کر اس کے ساتھ "چوگان بازی" کرتے رہے۔ جب شام ہوئی تو پھر واپس لائے، یہی عمل کئی روز تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ شب

حضرت ابراہیمؑ کے میمنہ کا حملہ ابن زیاد کے میسرہ پر اور عمیر کی تلاش

جنگ جاری ہی تھی کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے میمنہ لشکر کو حکم دے دیا کہ میسرۂ ابن زیاد پر حملہ کرو، بروایت طبری حضرت ابراہیمؑ کو یہ امید تھی کہ جب ہم میسرہ پر حملہ کریں گے تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۲) جمعہ آ گئی۔ خاتون کہیں باہر گئی ہوئی تھی جب رات کو گھر میں داخل ہوئی تو اس نے اپنے گھر کو نہایت روشن پایا، یہ دیکھ کر بہت سخت متحیر ہوئی اور کہنے لگی بارالہا، یہ ماجرا کیا ہے آج تو میرے گھر میں اتنی روشنی ہے کہ چراغ کی ضرورت نہیں ہے، اے خدا کیا یہ سر حضرت رسول کریمؐ کا ہے کہ اس سے اس قدر روشنی پیدا ہو رہی ہے یا ان کے اہل بیت میں سے کسی کا ہے کیونکہ یہ کرامت اس گھرانے کے سوا کسی کے سر سے ظاہر نہیں ہو سکتی، اس کے بعد وہ خاتون اپنے مقام سے اٹھی اس سر کے قریب گئی اسے مشک و عنبر سے معطر کیا اور کہنے لگی۔ ؎

روئے چہ گونہ روئے مانند آفتابے
موئے چہ گونہ موئے ہر حلقہ پیچ وتابے

اس کے بعد زار و قطار رونے لگی پھر اس نے طے کیا کہ آج رات کو چار شمعیں روشن کر کے ساری رات جاگوں گی، شاید مجھ پر یہ ظاہر ہو جائے کہ یہ سر مبارک کس کا ہے۔ غرضیکہ رات کو اس نے چار شمعیں روشن کیں اور انہیں اس سر مبارک کے گرد نصب کر کے خود اس کے قریب زمین پر بیٹھ گئی، کبھی عبادت کرتی تھی، کبھی روتی اور چلاتی تھی، یہاں تک کہ نصف شب گزر گئی، ناگاہ اس خاتون نے دیکھا کہ آسمان سے چھ پاک بی بیاں نازل ہوئیں "حضرت فاطمہ، فاطمہ بنت اسد، آمنہ بنت وہب، خدیجہ بنت خویلد، آسیہ زن فرعون، مریم مادر عیسیٰؑ"، اور یہ سب بیبیاں اس سر کے قریب گئیں (وہ بی بیاں سیاہ لباس پہنے ہوئے تھیں اور ان کے چہرے کبود تھے) ان کے قریب جاتے ہی وہ سر اپنی جگہ سے بلند ہو کر آیۂ "ام حسبتم ان اصحاب الکهف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا"، پڑھتا ہوا حضرت فاطمہ کی گود میں جا پہنچا، آپ نے اسے سینے سے لگا لیا اور سب اس قدر روئیں کہ جس کی کوئی حد نہیں، اس وقت حضرت فاطمہؑ نے فرمایا کہ میرے نور نظر تم پر جو مصائب نازل ہوئے ہیں میں ان پر قربان، اے میرے بیٹے آگاہ ہو کہ میں عرصہ محشر میں تمہاری طرف سے بارگاہ احدیت میں فریاد کروں گی اور میرے میدان محشر میں آنے کی شان یہ ہوگی کہ علیؑ کا عمامہ میری گردن میں ہوگا حسنؑ کا زہر آلود پیراہن دائیں کندھے پر اور حسینؑ کا خون آلود پیراہن بائیں کندھے پر ہوگا اور میں حسینؑ کے زخمی گھوڑے پر سوار ہوں گی۔ یہ دیکھ کر "خاتون" اپنے مقام سے اٹھی اور اس نے حضرت سیدہ کا دامن پکڑ کر بے پناہ گریہ کیا اور ان سے ایک نجات نامہ کی درخواست کی۔ جناب سیدہ نے اپنے دست مبارک سے ایک نجات نامہ تحریر فرما کر کہا، کہ اسے اپنے پاس رکھ میں تیرے جنت میں جانے کی ضامن ہوں یہ فرما کر وہ اور جملہ مخدرات نظروں سے غائب

(باقی اگلے صفحہ پر)

عمیر سلمی جو میسرہ کا قائد ہے اپنے حسب وعدہ ہماری طرف آجائے گا یا ایسے اسباب پیدا کر دے گا جس سے ابن زیاد کے میسرہ کو شکست ہو جائے گی۔ لیکن بروایت اصدق الاخبار قاتلھم عمیر قتالاً شدیداً و انف من الفرار، عمیر سلمی نے حضرت ابراہیمؒ کے لشکر سے زبردست جنگ شروع کر دی اور اپنی منزل چھوڑنے کو عار سمجھا، یہ دیکھ کر حضرت ابراہیمؒ نے اپنے لشکر کو حکم دے دیا کہ اب میمنہ اور میسرہ نہ دیکھو اور سب مل کر حملہ کرو، چنانچہ نہایت تیزی سے حملہ شروع ہو گیا (تاریخ طبری ج ۷ ص ۶۵ و اصدق الاخبار ص ۸۵) علامہ عطاء الدین حسام الواعظ لکھتے ہیں کہ دونوں لشکروں نے عظیم ترین جنگ کی اور سب بڑی دلیری سے لڑے ؎

دو لشکر چناں اژدہا و نہنگ ۔۔۔ بہم برکشادند بازو بہ جنگ

بخوں ریختن تیز شد جنگ ہا ۔۔۔ برآمد زوریائے خوں میغہا

اس کے بعد دونوں لشکر اپنے اپنے لشکرگاہ میں دم لینے کے لئے چلے گئے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد سب میدان قتال میں آپہنچے اور جنگ اپنے جوبن پر آگئی۔

(بقیہ حاشیہ ص ۳۶۳) ہو گئیں۔ ان کے جانے کے بعد خاتون نے اپنے فرزند سے سارا واقعہ بیان کر کے کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ تیرا سر اس سر قاسم بن حسنؑ کے عوض میں پیش کر دوں اور اسے بچا لوں، اس کے بیٹے عبداللہ نے بخوشی اس خواہش مادری کو منظور کر لیا۔ چنانچہ ماں نے اپنے بیٹے کو ذبح کر کے اس کا سر امام حسنؑ کے فرزند حضرت قاسم کے سر کی جگہ رکھ دیا، جب چوگان باز آئے تو اس نے اپنے بیٹے کا سر دے دیا وہ اسے میدان میں لے گئے مگر تھوڑی دیر بے ادبی کے بعد انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ پہلا سر نہیں ہے، وہ خاتون کے گھر واپس آئے، خاتون کے ایک اور فرزند تھا جس کا نام اسمٰعیل تھا اس نے ماں کو ان کے عنقریب یہاں پہنچنے کی اطلاع دی، ماں نے دعا کی خدایا! مجھے ان لوگوں کے یہاں تک پہنچنے سے پہلے موت دیدے۔ کیونکہ میں ان کے مظالم برداشت نہیں کر سکتی، میرے پالنے والے تو جانتا ہے کہ میں نے جو کچھ کیا ہے محمدؐ و آل محمدؐ کی محبت میں کیا ہے، الغرض اس پر موت طاری ہو گئی اور وہ وفات پا گئی۔ روایت میں ہے کہ وہ لوگ خاتون کے مرنے کے بعد اس کے گھر میں داخل ہوئے اور سر حضرت قاسم کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ لوگ اسے بمقام "شمران" لے کر چلے گئے جب حضرت عمار یاسر کے پوتے ابراہیم بن محمد بن عمار یاسر کو بمقام رودبار معلوم ہوا تو وہ اپنے اعزا سمیت شمران جا کر کافی جنگ و جدال کے بعد اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے اور انہوں نے اس سر مبارک کو اور خاتون و عبداللہ کے جسم کو بمقام "دربند علیا" دفن کر دیا (کنز الانساب و بحر المصائب ص ۳ طبع بمبئی ۱۳۰۲ھ) اکثر روایات میں ہے کہ حضرت قاسم بن حسنؑ کا سر بھی سرہائے شہداء کے ساتھ شام تک گیا ہے۔

یزیدبن معاویہ کندی کا قتل

اب کی مرتبہ سب سے پہلے جو شخص میدان قتال میں آیا وہ یزید بن معاویہ کندی تھا جو شام کا رہنے والا اور دشمن آل محمدؐ تھا۔ اس ملعون نے میدان میں آتے ہی رجز پڑھا اور اپنے خاندان وقبیلہ کا حوالہ دے کر اپنی شجاعت پر فخر کرنے لگا، اس نے پکارا کہ ہے کوئی لشکر ابن اشتر میں ایسا جو میرے مقابلہ کے لئے آئے۔ یہ سن کر ملازمان عبداللہ صخرہ میں ایک شخص میدان میں آیا اور دونوں میں جنگ ہونے لگی، تادیر جنگ کے بعد وہ شخص درجہ شہادت پر فائز ہو گیا، اس کے بعد اس نے لشکر ابراہیم کو پھر للکارا، اور ادھر سے جعدہ بن قیس برآمد ہوئے اور واروں کی کاٹی ردوبدل کے بعد شہید ہو کر داردجنت الفردوس ہوئے، ان کے بعد پھر ایک سوار برآمد ہوا، اور وہ بھی شہید ہو گیا، یہاں تک کہ بارہ مجاہد درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔ اس کے بعد اس کی مزید کمک میں عبداللہ نخعی پانچ سو سواروں سمیت آگیا، یہ دیکھ کر ابراہیم بن اسحاق نخعی اس کے مقابلہ کے لئے برآمد ہوئے۔ دونوں میں جنگ ہونے لگی حضرت ابراہیم نے جب یہ دیکھا کہ ایک ابراہیم کے مقابلے میں بہت سے شامی جنگ کر رہے ہیں تو آپ بہ نفس نفیس موقع جنگ میں آگئے۔ ابھی آپ وار نہ کرنے پائے تھے کہ ایک شخص نے اطلاع دی کہ ایک لشکر ابن زیاد کی مدد کے لئے آ رہا ہے، حضرت ابراہیم نے ورقاء کو حکم دیا کہ میمنہ ومیسرہ درست کر کے اس لشکر کی پیشقدمی کو روک دو، ورقہ نے ایک چھوٹا سا دستہ فوج مرتب کیا، سعید بن اسحاق کندی کو میمنہ پر اور عبداللہ النخعی کو میسرہ پر مقرر کر کے خود قلب لشکر کی حیثیت سے آگے بڑھے، جب آنے والے لشکر کے علموں پر نگاہ پڑی، ورقاء بن عارب نے کہا کہ یہ گروہ بنی امیہ کا نہیں معلوم ہوتا کیونکہ ان کے علم کا پھریرہ سیاہ ہوتا ہے۔ اس کے پھریرے سرخ وسفید ہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص کو دیکھا۔ کہ اپنے لشکر سے نکل کر آگے بڑھا۔ ورقاء گھوڑا دوڑا کر اس کے قریب پہنچے۔ اس نے پوچھا کہ تم کون ہو اور تمہارا افسر کون ہے؟ ورقاء نے اپنا اور اپنے امیر کا نام بتایا اس نے یہ سنتے ہی "یالثارات الحسین" کا نعرہ لگایا اور کہا کہ میں عبدالرحمن ابن جندب ہوں۔ مجھے حضرت امیر مختار نے تمہاری کمک کے لئے بھیجا ہے، میرے عقب میں ظفر بن حارث بھی ایک بڑا لشکر لئے ہوئے آ رہے ہیں۔ ابھی یہ دونوں آپس میں باتیں ہی کر رہے تھے کہ اتنے میں ظفر تین ہزار کا لشکر لئے ہوئے وارد ہو گئے۔ ورقاء نے انہیں سینے سے لگایا اور سب مل کر حضرت ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابراہیم نے ان لوگوں کو اپنے گلے سے لگایا اور ان کی پیشانیوں کا بوسہ دیا، اس کے بعد ظفر بن حارث نے حضرت ابراہیم سے خواہش کی کہ ہم لوگوں کو لڑنے کی اجازت دی جائے۔ حضرت ابراہیم نے جنگ کی اجازت دے دی۔ یہ اپنے لشکر کو آراستہ کئے کھڑے

ہی تھے کہ یزید بن معاویہ کندی نے برآمد ہو کر مبارزطلبی کی، ظفر بن حارث نے لشکر سمیت حملہ کرنا چاہا لیکن اُس نے یہ کہکر اُنہیں حملہ سے باز رکھا کہ ایک کے مقابلہ میں ایک ہی کو آنا زیب دیتا ہے، یہ سُن کر ظفر نے اس کے مقابلہ کے لئے جعفر بن حسان کو بھیجا۔ جب دونوں آمنے سامنے آئے تو رجز خوانی نے زور پکڑا۔ پھر مقابلہ شروع ہوا، کافی دیر جنگ جاری رہی بالآخر جعفر بن حسان شہید ہو گئے۔

ظفر بن حارث نے جعفر بن حسان کی شہادت کے بعد خود اپنے گھوڑے کو ایڑ دی اور وہ یزید بن معاویہ کے مقابلہ میں آگئے۔ یزید نے رجز پڑھا، ظفر نے اس کا جواب دیا، پھر اس نے حملہ کیا، ظفر نے اس حملہ کو رد کر دیا۔ اسی طرح کافی دیر جنگ جاری رہی، بالآخر ظفر بن حارث نے ایک زبردست نیزہ کا وار اُس کے پہلو پر کیا، نیزہ پار ہو گیا اور یہ ملعون داخل دار بوار ہو گیا۔ (روضۃ المجاہدین ص ۲۰۷)

لشکر شام وعراق میں مڈبھیڑ، حضرت ابراہیم کی فیصلہ کن جنگ اور ابن زیاد کا قتل

مورخین کا بیان ہے کہ عمیر سلمی کی دھوکا دہی کے بعد حضرت ابراہیم نے نہایت شدت کے ساتھ جنگ کے لئے اپنی فوج کو حکم دے دیا آپ نے کہا کہ اے بہادرو اب میمنہ ومیسرہ کا تصور چھوڑ دو "اقصد واھذ السواد الاعظم" اس سواد اعظم کو تباہ وبرباد کر دینے کی ٹھان لو اور فنون جنگ کے تصرف میں منہمک ہو جاؤ، اور بہادری کا وہ جوہر دکھاؤ کہ جنگ صفین کے بہادر بھی دانتوں تلے انگلیاں دبالیں، خدا کی قسم اگر ہم نے انہیں شکست دیدی اور ابن زیاد کو قتل کر لیا تو جنت ہم لوگوں کے ہاتھ سے کہیں جا نہیں سکتی، ہاں میرے بہادرو بڑھو، فوج کی کثرت کی پرواہ نہ کرو، حق تمہارے ساتھ ہے، باطل کی جڑیں ہلا دو، یہ کہنا تھا کہ قیمشی اصحابہ الیھم" کہ ابراہیم کی فوج کمال جرأت وہمت سے آگے بڑھی "فتطاعنوا بالرماح ثم تضاربوا بالسیوف" اب کیا تھا دونوں طرف سے پہلے نیزے چلے، پھر تلواریں چلیں اور اس شدت سے جنگ جاری ہوئی کہ گرد وغبار نے دونوں لشکر کے جنگ آزماؤں کو اپنے دامنوں میں لے لیا ہے اور یہ حالت پیدا ہو گئی کہ لوہے کی کھٹا کھٹ اور تلوار کی جھنکار کے سوا نہ کچھ نظر آتا تھا نہ کچھ سنائی دیتا تھا۔ اس جنگ میں حضرت ابراہیم آگے آگے تھے۔ آپ حملہ کرتے جاتے تھے اور یوں رجز پڑھتے جاتے تھے۔ ؎

قد علمت مذحج علماء لاخطل	انی اذ لقرن لقینی لا وکل
ولا جزوع عندھا ولا نکل	اروع مقل اما اذ انکس فشل

اضرب فی القوم اذا جاء الاجل　　　　واعتلی راس البطل ماح البطل

بالذکر البتار حتی ینجدل

بنی مذحج کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں جنگ آزمائی میں عاجز اور ناشکیبا نہیں ہوں،
جب میرا مقابلہ ہو جاتا ہے تو پھر میں مطلقاً ہراساں نہیں ہوتا مجھے خدا نے وہ شجاعت دی ہے
جس کا جواب نہیں، میں بتا دینا چاہتا ہوں جنگ سے مرد ضعیف گھبراتے اور ڈرتے ہیں، مجھے خدا نے
وہ شیر دل انسان بنایا ہے جو کسی حالت میں کسی سے خوف نہیں کھاتا، میں انشاء اللہ ان نامردوں کو بحکم
خدا تلوار کے گھاٹ اتار دوں گا اور جو اپنے کو بہادر جانتے ہوں گے اُن کے جسموں کو ان کے سروں
سے سبکدوش کر دوں گا۔

اس کے بعد سارا لشکر عراق حضرت ابراہیم کی قیادت میں ایک ساتھ حملہ آور ہو گیا اور دونو لشکر
آپس میں خوب گھتھ گئے اور جنگ کی آگ تیزی کے ساتھ شعلہ فشاں ہو گئی، اب میدان میں خون
کے فوارے چھوٹتے اور سروں کے گرتے اور ہاتھ پاؤں کے کٹنے کے سوا اور کچھ نہ تھا اسی دوران میں
حضرت ابراہیم نے بروایت اصدق الاخبار اپنے علمبردار سے فرمایا "انغمس برایتک فیھم" کہ اپنے
علم سمیت شام کے لشکر میں گھس جا، علمدار نے کہا اے امیر ایسے حالات میں یہ امر بڑا مشکل ہے،
حضرت ابراہیم نے ہمت دلاتے ہوئے کہا کہ یہ بالکل مشکل نہیں ہے، آگے بڑھ، چنانچہ وہ آگے بڑھا
اور حضرت ابراہیم نے اپنی تلوار کے داروں کو تیز تر کر دیا، نتیجہ یہ ہوا، کہ آپ کی تلوار جدھر چلتی تھی اُدھر
صف کی صف صاف ہو جاتی تھی، آپ کا یہ عالم تھا کہ خدا سے لو لگائے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے علامہ
حسام الواعظ لکھتے ہیں ؎

بروز نبرد آں یلِ ارجمند　　　　بشمشیر و خنجر بگرز و کمند

برید و درید و شکست و بہ بست　　　　یلاں را سر و سینہ و پا و دست

مورخین کا بیان ہے کہ اہل عراق خداوند عالم کے وعدہ نصرت پر بھروسہ کئے ہوئے "وکان
حقا علینا نصر المومنین" (پ ۲۲ ع ۸) آگے بڑھ رہے تھے اور پے بہ پے کامیابی ان کے قدم
چوم رہی تھی۔ ابراہیم ابن مالک اشتر کی تلوار کی دھار پر ملک الموت دوڑ رہے تھے اور اُن کے وار بر
اہل شام کے گلے چڑھے جا رہے تھے، کیا عجب کہ مالک اشتر کی روح اور حضرت مشکلکشا کی توجہ
ابراہیم کی مدد کر رہی ہو، الغرض جنگ اپنی پوری تاب و توانائی سے جاری تھی کہ نماز ظہر کا وقت
آ گیا، مجاہدین اسلام نے اشاروں سے نماز ادا کی اور کشتوں کے پشتے لگا دئے، دشمنوں کی ہمتیں

پست ہوئیں، فرار نے قدم چومے اور سارا لشکر شام اکھڑ گیا۔

اصدق الاخبار میں ہے کہ سب سے پہلے عمیر سلیمی نے شکست کھائی جس نے حضرت ابراہیم سے وعدہ حمایت کیا تھا۔ اس جنگ کے متعلق حضرت ابراہیم کا بیان ہے کہ ایک نہایت جری شخص میرے مقابلہ میں آیا جسے میں پہچان نہیں سکا، اُس نے کافی دیر مجھ سے مقابلہ کیا لیکن خدا کے فضل سے میں نے اس کے ہاتھ مشرق کی طرف اور پاؤں مغرب کی طرف اُڑا دئے اور اُسے دو نیم کر دیا۔

یہ جنگ رات گئے تک جاری رہی، مورخین کا بیان ہے کہ جنگ صفین کے بعد یہ پہلی جنگ ہے جس میں بے شمار افراد قتل ہوئے۔ جب بے شمار افراد قتل ہو گئے اور میدان قتال خون سے لالہ زار بن گیا تو لشکر شام کے "بقیۃ السیف" اپنی جان بچا کر بھاگے۔ حضرت ابراہیم کے لشکر نے ان کا پیچھا کیا اور بہت سے لوگوں کو بھاگتے ہوئے قتل کیا۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ جنگ جاری ہی تھی کہ رات ہو گئی اور نماز شام کے بعد حضرت ابراہیم نے دیکھا کہ ایک شخص نہر خازر کے کنارے مجھ سے لڑنے کے لئے آ رہا ہے۔ وہ شخص ایسا ہے کہ حریر کا عمامہ باندھے ہوئے ہے اور اس کے جوشن سونے کے ہیں۔ ابراہیم نے اس پر حملہ کر کے اُسے پچھاڑ دیا۔ بروایت ابوالموید خوارزمی ابراہیم نے اپنے لوگوں سے کہا کہ میں نے ایک شخص کو نہر کے کنارے قتل کیا ہے مجھے گمان ہے کہ وہ ابن زیاد تھا۔ ایک شخص نے کہا کہ رات میں مقتول کو آپ کیونکر ابن زیاد کہتے ہیں۔ ابراہیم نے کہا کہ میں اُسے اس لئے ابن زیاد سمجھ رہا ہوں کہ جب اس کے پاؤں پر تلوار لگی تھی تو اُس سے مشک و عنبر کی بو آئی تھی۔

تواریخ میں ہے کہ ابن زیاد نے جب امام حسین علیہ السلام کے سر کو اُٹھایا تھا تو ایک قطرہ خون کا اُس کے زانو پر گر گیا تھا اور وہ زانو کو توڑ کر زمین تک پہنچ گیا تھا، اُس خون نے اُس کے زانو میں ناسور کر دیا تھا، اُس کی بدبو کو چھپانے کے لئے وہ مشک و عنبر استعمال کیا کرتا تھا۔ لوگوں نے جب جا کر دیکھا تو وہ ابن زیاد ہی تھا، بروایت ابن نما اس ملعون کا سر کاٹ لیا گیا اور ساری رات اُس کے جثہ کی حفاظت کی گئی۔ جب صبح ہوئی تو ابن زیاد کے غلام "مہران" کو بلا کر اس سے شناخت کرایا گیا تو اس نے اس کی تصدیق کی، بروایت اصدق الاخبار آپ نے اُس کے جسم کو اُلٹا لٹکا دیا، پھر اس کے بعد اُسے نذر آتش کرا دیا۔

مورخ معاصر مرزا سلطان مرزا لکھتے ہیں کہ ابراہیم ابن مالک اشتر ۲۲ ذوالحجہ سنہ ۶۶ھ مطابق ۲۰ جولائی سنہ ۶۸۶ء کو شام کی جنگ پر روانہ ہوئے۔ جلدی جلدی منزلیں طے کرتے ہوئے ابراہیم ابن مالک علاقہ موصل

میں داخل ہوئے۔ دریائے خازر کے کنارے قیام کیا۔ یہیں عبیداللہ ابن زیاد بھی آگیا۔ دریائے خازر کے کنارے "یار بتیا" پر جو موصل سے پانچ فرسخ کے فاصلہ پر تھا، فریقین کی لڑائی ہوئی۔ نہایت سخت لڑائی ہوئی۔ دو دن کی لڑائی کے بعد عبیداللہ ابن زیاد کی فوج کو شکست فاش ہوئی، عبیداللہ ابن زیاد اور حصین بن نمیر دونوں اس لڑائی میں مارے گئے، ابراہیم کا کہنا ہے کہ انھوں نے ایک ایسے شخص کو مارا جس کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی وہ عبیداللہ ابن زیاد بن ابیہ تھا لیکن ایک اور روایت بھی ہے۔ شریک بن جدیر التغلبی حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے تھے اور جنگ میں ان کی ایک آنکھ جاتی رہی تھی، جب حضرت علیؑ کی لڑائیاں ختم ہوگئیں تو یہ بیت المقدس چلے گئے۔ جب امام حسینؑ کی شہادت کی خبر اُن کو معلوم ہوئی تو انھوں نے کہا کہ میں خدا سے عہد کرتا ہوں کہ اگر میرا بس چلا تو میں ابن زیاد کو قتل کر ڈالوں گا یا خود جان دے دوں گا۔ جب ان کو خبر ملی کہ مختار خون امام کا بدلہ لینے اُٹھا ہے تو یہ مختار کے پاس چلے آئے اور اس لڑائی میں شریک ہوئے۔ انھوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں نے یہ عہد خدا سے کر لیا ہے تو تین صد جوانمردوں نے اُن کے ہاتھ پر آخر دم تک لڑنے کی بیعت کر لی، جب دونوں فوجیں آپس میں دست و گریبان ہوئیں تو شریک ابن جدیر نے اپنے ہمراہیوں سمیت ایسا شدید حملہ کیا پرے کے پرے صاف کر ڈالے اور ابن نمیر تک جا پہنچے غبار کا ایک طوفان اُٹھا اور تلواروں کی کھٹا کھٹ کے سوا اور کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی، جب غبار فرو ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ دونوں یعنی شریک ابن جدیر اور عبیداللہ ابن زیاد مقتول پڑے ہوئے ہیں اور دونوں کے بیچ میں کوئی اور نہیں ہے (تاریخ طبری عربی جز ۷، صد ۱۲۵)

علامہ محسن الامین عاملی تحریر فرماتے ہیں کہ شریک ابن جدیر کی جنگ حصین بن نمیر سے ہوئی ہے "وھو یظنہ" عبیداللہ بن زیاد، اور وہ حصین ابن نمیر ہی کو ابن زیاد سمجھ رہے تھے بالآخر انھوں نے رجز خوانی کے بعد ابن نمیر کو قتل کر دیا تھا (اصدق الاخبار صد ۸۶)

میرے پاس تاریخ طبری فارسی ہے اُس میں شریک بن جدیر کا ذکر نہیں ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ "حصین عبیداللہ ابن زیاد را بکشت" ایک حصین نامی شخص نے ابن زیاد کو قتل کیا ہے۔ میرے نزدیک طبری کا بیان درست نہیں ہے کیونکہ دیگر تمام مورخین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ ابن زیاد حضرت ابراہیم کی تلوار سے قتل ہوا ہے (رحات التحلود صد ۶۳) الغرض جب ابن زیاد قتل ہوا تو حضرت ابراہیم نے کہا الحمد للہ الذی اجری قتلہٗ علی یدی" خدا کا شکر ہے کہ اس نے میرے ہاتھوں سے ابن زیاد کو قتل کر دیا۔ (اصدق الاخبار صد ۸۶ و ذوب النضار صد ۱۴۱)

مورخ ہروی کا بیان ہے کہ قتل ابن زیاد کی تحقیق کے معاً بعد حضرت ابراہیم نے پیشانی زمین پر رکھکر

سجدہ شکر ادا کیا (روضۃ الصفا ج ۳ ص۸۲)

مورخین کا بیان ہے کہ اسی جنگ میں شام کی فوج کے جملہ نمایاں سربراہ وقائد مثل حصین بن نمیر شراجیل بن ذی الکلاع، ابن حوشب، غالب باہلی، ابو اشرش ابن عبداللہ وغیرہم قتل ہوئے ہیں (ذوب النضار ص۱۴۲) علامہ عطاء الدین حسام الواعظ لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم اور اُن کے ہمراہ ظفر بن حارث اور اُن کے پیچھے سارا لشکر اسلام لشکر ابن زیاد سے لڑنے کے لئے آگے بڑھے اور یہ سب دریائے حرب میں کود پڑے ؎

درآمد خروش بگیر و بگیر ۔ یکے خوردہ نیزہ یکے خوردہ تیر

ان سے لڑنے کی تاب نہ لاکر لشکر ابن زیاد مجبوراً بھاگنے پر آمادہ ہوگیا، جب ابن زیاد نے اپنے لشکر کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو یہ بھی آمادۂ فرار ہوگیا، لشکر عراق نے جب یہ دیکھا کہ ابن زیاد اس کا لشکر میدان چھوڑ کر موصل کی طرف بھاگنے لگا ہے تو اس نے اُن بھاگنے والوں کا پیچھا کیا اور اُن میں کے آٹھ ہزار آدمیوں کو قتل کر ڈالا ؎

بہ نیزہ یکے زد وگر زد بہ تیغ ۔ نہ ایں خورد افسوس و نہ آں دریغ

مختصر یہ کہ حضرت ابراہیم نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی کہ تمام راستوں کو گھیر لو، کہیں ایسا نہ ہو کہ ابن زیاد ملعون نکل بھاگے اور ہماری ساری محنت وجانفشانی ضائع ہو جائے۔ کیونکہ اس وقت ہمارا مقصد اصلی قتل ابن زیاد ہی ہے۔ یہ سُن کر سارا لشکر ابن زیاد کی تلاش میں لگ گیا۔ لشکر کے تمام لوگ آپس میں یہی کہتے تھے کہ جس صورت سے ہو ابن زیاد کو قتل کرنا ہے اگر کہیں یہ ملعون نکل گیا تو گویا ہم نے کچھ کیا ہی نہیں، غرضیکہ بے انتہا تلاش کے باوجود ابن زیاد کا سراغ نہ مل سکا، نہ اس کے لئے یہ پتہ چلا کہ وہ قتل ہوگیا نہ یہ معلوم ہوسکا کہ ملعون سب کے ساتھ بھاگ گیا ہے، اس بے خبری کی وجہ سے سارا لشکر غمگین و محزون تھا کہ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ میرا اندازہ یہ ہے کہ میں نے اُسے قتل کر ڈالا ہے کیونکہ نہر خازر کے قریب میرے مقابلہ میں ایک شخص ایسا آکر مقتول ہوا ہے جس کے جسم سے مشک و عنبر کی خوشبو آئی تھی مقتولین میں تلاش کرو شاید وہی ملعون میری تلوار کی زد میں آکر داخل دارالبوار ہوگیا ہو لوگوں نے جب مقتولین میں تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ ملعون بن ملعون قتل ہو چکا ہے۔ لوگوں نے اس کا سر کاٹ لیا اور اس کے پاؤں میں رسی باندھ کر اُسے گھسیٹتے ہوئے موصل لے گئے۔ (روضۃ المجاہدین ص۲۰۸)

مورخ شہیر لوط بن یحییٰ ابن مخنف ابن سلیمان ازدی المشہور بہ ابی مخنف المتوفی ۱۵۷ھ و امام ہمام عبداللہ ابن محمد تحریر فرماتے ہیں کہ ابن زیاد ایک لاکھ کے لشکر سمیت حضرت ابراہیم بن مالک اشتر سے موصل میں نہر خازر کے کنارے لڑ رہا تھا یہاں تک کہ اسی ہزار سپاہی قتل ہوگئے بالآخر وہ میدان قتال

میں گرفتار کر لیا گیا۔ حضرت ابراہیم نے اسے رسیوں سے اچھی طرح باندھ کر چند موثق کے حوالہ کر دیا یہ ملعون بندھا ہوا تھا اور اس کے قریب سے جو بھی گزرتا تھا اس پر تھوکتا اور لعنت کرتا تھا جب رات گزر گئی اور صبح نمودار ہوئی تو حضرت ابراہیم نے نماز صبح سے فراغت کے بعد حکم دیا کہ "نطع طائفی" یعنی طاقت کا بنا ہوا چمڑے کا فرش بچھایا جائے اور اس سے اوپر دیباج کا شامیانہ تان دیا جائے چنانچہ تعمیل کر دی گئی اس کے بعد حضرت ابراہیم اور اُن کے اصحاب جن کے کپڑے خون سے رنگے ہوئے تھے آ گئے۔ حضرت ابراہیم نطع طائفی پر جلوہ افروز ہوئے اور آپ نے حکم دیا کہ جو لوگ گرفتار ہیں اُن میں کے نمایاں افراد میرے سامنے پیش کئے جائیں فادل من قدم ابن زیاد الملعون الفاسق الفاجر" آپ کے ارشاد کے مطابق پیشی شروع ہوئی۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے ابن زیاد ملعون پیش کیا گیا۔ جب وہ ملعون سامنے آیا حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اسے اچھی طرح رسیوں سے باندھ کر زنجیروں میں جکڑ دیا جائے اور اس کے گرد آگ روشن کر دی جائے۔ چنانچہ فوراً تعمیل حکم کر دی گئی اس کے ساتھ جو کچھ ہو رہا تھا اس کے اصحاب اُسے بغور دیکھ رہے تھے۔ جب یہ ملعون زنجیروں میں جکڑا جا چکا تو حضرت ابراہیم اپنے مقام سے اٹھے اور انہوں نے اپنا حجازی خنجر نکال کر اس کے زانو سے اس کا گوشت کاٹا اور اسے بھنوا کر اسے کھلوایا یہ اپنا گوشت کھا رہا تھا اور اس کی آنکھیں دیکھ رہی تھیں اگر یہ گوشت کھانے سے انکار کرتا تھا تو اس کے خنجر چبھویا جاتا تھا، اس دوران میں حضرت ابراہیم "یالثارات الحسین" کا نعرہ لگا رہے تھے۔ اس کے بعد جب وہ ملعون مرنے کے قریب ہوا تو اُسے ذبح کر دیا گیا۔ پھر اس کا سر کاٹا گیا۔ پھر اس کے جثہ پر گھوڑے دوڑا دئے گئے، "ثم حرق جثتہ الخبیثۃ" پھر اس کے جثہ خبیث کو نذرِ آتش کر دیا گیا (اخذ الثار ابومخنف ص۹۲ و قرۃ العین ص۲۵۲ تاریخ آئمہ ص۴۰۵)

شبث بن ربعی کا قتل

ابن زیاد کے بعد آپ کے سامنے دیگر اسیر پیش ہوئے۔ آپ نے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ بلایا اور سب سے دریافت کیا کہ کربلا میں کیا کیا ہے جو جس قسم کا بیان دیتا تھا اُسے اُسی قسم کی سزا دیتے تھے۔ ان میں سے بہت سے ایسے تھے جن کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے۔ بہتوں کے ساتھ وہ سلوک کیا جو ابن زیاد کے ساتھ کیا گیا تھا "حتی لم یبق الا سبعون رجلاً من خواص اللعین" یہاں تک کہ ابن زیاد ملعون کے خواص میں سے صرف ستر افراد باقی رہ گئے پھر اُن کا بھی قلع قمع کر دیا گیا۔

ابومخنف کا بیان ہے کہ جب شبث بن ربعی پیش کیا گیا تو حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اے

ملعون بتا کہ تو نے کربلا میں کون کون سے ظلم کئے تھے اور کس قدر تو نے آل محمدؐ کو تباہ کرنے میں حصہ لیا تھا اُس ملعون نے جہاں اور باتیں بیان کیں وہاں یہ بھی کہا ضربت وجہہ التشریف بالسیف" کہ میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے چہرۂ مبارک پر تلوار لگائی تھی۔ یہ سننا تھا کہ حضرت ابراہیم رونے لگے آپ نے فرمایا کہ اے ملعون بن ملعون ارے تجھے خدا و رسولؐ سے کچھ خوف نہ آیا، پھر آپ نے حکم دیا کہ اس کے ران کا گوشت کاٹا جائے۔ یہاں تک کہ یہ مر جائے، جب وہ ملعون واصل جہنم ہو گیا تو اس کا سر کاٹ کر اُس کے جسم کو نذرِ آتش کر دیا گیا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم نے ایک چادر مقتولین کی لاشوں پر بچھا کر اُس پر کھانا کھایا۔ (کتاب اخذ الثار و انتصار المختار علی الطغاۃ الفجار صد ۹۲)

مقاتلہ کے بعد میدان جنگ کی حالت علماء کا بیان ہے کہ اختتام جنگ کے بعد حضرت ابراہیم نے اپنے شہداء کو نماز پڑھ کے دفن کر دیا۔ اور ابن زیاد کا مقتول لشکر پڑا رہا میدان جنگ خون سے لالہ زار تھا اور گدھ، بھیڑئیے، چیتے اور لومڑی بجو وغیرہ ان کے گوشت کھاتے رہے (دمعہ ساکبہ صد ۱۴۲ طبع نجف)

مقتولین موصل کی تعداد ابو مخنف کا بیان ہے کہ اگرچہ حضرت ابراہیم کے لشکر کی تعداد کم تھی لیکن ان کے لشکر نے ابن زیاد کے ایک لاکھ پر مشتمل لشکر میں سے اسی ہزار افراد کو قتل کیا ہے (اخذ الثار صد ۹۱) علامہ محسن الامین العاملی تحریر فرماتے ہیں کہ جنگ موصل میں مقتولین کی تعداد بے انتہا تھی۔ اسی لئے مقتولوں کو لکڑی کے ذریعہ سے شمار کیا گیا تھا" فکانوا سبعین الفاً" ان کی تعداد ستر ہزار تھی (اصدق الاخبار صد ۸۵) مورخ ہروی تحریر فرماتے ہیں کہ ابو الموید خوارزمی کی تحریر کے مطابق جنگ خازر (موصل) میں ستر ہزار زیادی قتل ہوئے تھے اور دس ہزار آٹھ سو زخمی ہوئے تھے (روضۃ الصفا ج ۳ صد ۸۴)

علامہ شیخ نجم الدین جعفر بن نجیب الدین محمد بن جعفر بن محمد بن نما حلی جن سے علامہ حلی علیہ الرحمہ روایت کیا کرتے تھے یہ ساتویں صدی کے عالم ہیں، موصوف اپنی مشہور کتاب ذوب النضار فی شرح الثار کے ضمیمہ بحار الانوار ج ۱۰ کے صد ۱۴ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابو عمر البزاز کا بیان ہے کہ میں خازر میں حضرت ابراہیم کے ہمراہ تھا۔ مقاتلہ کے بعد جب لکڑی کے ذریعہ سے مقتولین کا شمار کیا گیا تو ان کی تعداد ستر ہزار تھی (دمعہ ساکبہ صد ۱۴۲)

مال غنیمت کی حصولی علامہ محسن الامین العاملی تحریر فرماتے ہیں کہ مقاتلہ سے فراغت اور ابن زیاد کے بقیۃ السیف لشکر کے فرار کے بعد حضرت ابراہیم کے لشکر نے ان ملعونوں کا سارا

سامان لوٹ لیا" وکان فیہ کل الشئ،، اس سامان میں بہت کچھ تھا (اصدق الاخبار صث)

امام ہمام عبداللہ ابن محمد حنفی تحریر فرماتے ہیں کہ مال غنیمت میں گھوڑوں اور سلاح جنگ کے علاوہ ایک ہزار اونٹوں کے بار کے کپڑے اور ایک ہزار اونٹوں بھر سونا اور چاندی تھا (قرۃ العین ضیمہ نور العین صد ۱۵۳ طبع بمبئی ۱۲۹۲ء)

علامہ عطاء الدین لکھتے ہیں اس مال غنیمت کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد ایک حصہ لشکر والوں پر تقسیم کر دیا، حنظلہ اور اس کے لشکر نے اپنا حصہ لینے سے انکار کیا اور کہا کہ "حصہ ما را بخدمت حضرت امام زین العابدین بفرست" ہمارا حصہ امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دیا جائے۔ روضتہ المجاہدین صد ۱۶۳

حضرت مختار مدائن میں حضرت ابراہیم اپنی پوری کامیابی سے کام کر رہے تھے۔ لیکن چونکہ موصل کوفہ سے بہت دور ہے اور حضرت مختار حضرت ابراہیم کے حالات سے بے خبر تھے اس لئے انہیں سخت پریشانی پیدا ہو گئی اور وہ نہایت اضطراب کی حالت میں تفحص حالات ابراہیم پر مجبور ہو گئے، انہوں نے پھر یہ کیا کہ کوفہ پر اپنا نائب سائب بن مالک کو مقرر کر کے مدائن کا سفر اختیار کیا، آپ پہلے ساباط پہنچے پھر وہاں سے چل کر مدائن میں قیام فرما ہوئے پھر

مدائن میں حضرت مختار کا خطبہ آپ نے اہل مدائن کو جمع کر کے ایک عظیم الشان خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! میرے جرنیل موصل گئے ہوئے ہیں میں اُن کے حالات سے بے خبر ہوں میں تم سے کہتا ہوں کہ تم لوگ ان کی امداد کے لئے آمادہ وتیار ہو جاؤ اور اُن کی مدد کے لئے ہمہ تن تیار ہو کر روانہ ہو جاؤ کیونکہ وہ قاتلان حسین کے قتل کے سلسلہ میں ابن زیاد سے مقابلہ کے لئے موصل گئے ہوئے ہیں (ذوب النضار ابن نما صد ۱۴۱)

حضرت مختار کا اخبار فتح حضرت مختار حضرت ابراہیم کے حالات کے تفحص و تلاش میں تھے اور اسی حالت میں انہوں نے مدائن میں کئی دن گزار دئیے۔ یہاں تک کہ بروایت مورخ ہروی ایک دن آپ نے فرمایا کہ ابراہیم کامیاب ہو گئے ہیں اور وہ ابن زیاد اور دیگر رؤسا شام کے سر عنقریب میرے پاس بھیجیں گے۔ یہ سن کر بروایت طبری لوگ کہنے لگے کہ مختار علم غیب کا مظاہرہ کرتے ہیں حالانکہ علم غیب آنحضرت صلعم کے سوا کسی کو نہیں تھا۔ اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ مختار نے فتح سے تین یوم قبل حضرت ابراہیم کی کامیابی کی خبر دی تھی۔ مورخ ہروی کا بیان ہے کہ یہ اُن کی فراست تھی اُن پر کوئی وحی وغیرہ نازل نہیں ہوتی تھی اور وہ لوگ جاہل ہیں جو ان کی اس قسم کی ذہنی فراست کو نزول وحی سے تعبیر کرتے ہیں (روضۃ الصفا ج ۳ صد ۸۴) (وتاریخ طبری ج ۴ صد ۶۵۹) علامہ ابن نما کا بیان ہے

کہ "قال الشعبی کنت معہ، فاتتہ، البشری بقتل عبید اللہ واصحابہ نکاد یطیر فرحاً ورجع الی الکوفۃ فی الحال مسرورا" ابا الظفر" شعبی کہتا ہے کہ میں مدائن میں حضرت مختار کے ہمراہ تھا، حضرت مختار حضرت ابراہیم کے حالات کے تفحص ہی میں تھے کہ عبید اللہ اور اس کے لشکر کے قتل ہونے کی انہیں بشارت وصول ہو گئی۔ وہ اس خبر سے اس درجہ مسرور ہوئے کہ قریب تھا کہ اُن کی روح جسد عنصری سے پرواز کر جائے اس کے بعد وہ فتح و کامرانی کی پوری مسرت کے ساتھ فوراً کوفہ کو روانہ ہو گئے (ذوب النضار صد ۱۴۱ و دمعہ ساکبہ صد ۴۱۲)

تاریخ قتل ابن زیاد

علماء و محدثین کا بیان ہے کہ ابن زیاد ملعون ۱۰ محرم الحرام ۶۷ھ کو قتل ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو (ذوب النضار ابن نما صد ۱۴۱ صواعق محرقہ صد ۱۱۸ واصدق الاخبار صد ۸۴ طبع دمشق انوار الابصار شبلنجی صد ۱۲۶)۔ ایک روایت میں ہے کہ اس ملعون کا قتل ماہ صفر میں واقع ہوا ہے۔

حضرت ابراہیم کا ایک خواب اور اس کی تعبیر

قتل ابن زیاد کے بعد حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ میں نے خوں بہا کے سلسلہ میں اس لئے جلدی کی ہے کہ میں نے واقعہ کربلا کے بعد ایک خواب دیکھا تھا وہ یہ تھا کہ آسمان سے کچھ لوگ اتر رہے ہیں جو سبز لباس میں ہیں اور وہ زمین پر پہنچنے کے بعد قاتلان حسین کو قتل کر رہے ہیں۔ اس خواب کو دیکھے ہوئے بہت زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا کہ حضرت مختار نے خروج کیا اور مجھے ان کی حمایت کا موقع ملا (ذوب النضار صد ۱۴۱)

حضرت ابراہیم سے ظفر بن حارث کی رخصتی

علامہ عطاء الدین حسام الواعظ رقمطراز ہیں، کہ میدان جنگ میں پوری کامیابی حاصل کرنے کے بعد حضرت ابراہیم نے ابن زیاد کے بے نہایت مال و منال پر قبضہ کیا اور پھر وہ اپنے لشکر گاہ میں واپس تشریف لائے، آپ کے ہمراہ ظفر بن حارث بھی تھے، ظفر نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ اے امیر آپ مجھے اجازت دے دیجئے کہ میں واپس چلا جاؤں۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ ابھی تک تو ہم مشغول بہ جنگ ہی رہے ہم تمہاری خاطر نہ کر سکے اب موقع ہے کہ شرائط ضیافت ادا کریں، ظفر نے کہا کہ ہمارا مقصد قاتلان حسین کو قتل کرنا اور ان ملعونوں کے حامیوں کو تہ تیغ کرنا تھا، خدا کا شکر ہے کہ ہم لوگ اس مقصد میں کامیاب ہو گئے ہیں، اب ہمیں اپنے گھر جانے کی اجازت دی جائے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اچھا آج کی رات اور قیام کریں پھر جانے کا فیصلہ کریں، غرضیکہ دونوں بہادر ایک ہی خیمہ میں رات بسر کرنے کے لئے شب باش ہوئے، ساری رات ان دونوں میں بات چیت ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

ان لوگوں نے نماز صبح ادا کی۔ پھر حضرت ابراہیم نے اپنے لشکر کے نمایاں افراد کو انعامات دئے۔ شعر بن ابی شعر کو ایک گھوڑا قیمتی خلعت اور بہت کافی درہم و دینار سے نوازا، ظفر بن حارث نے انعام قبول نہیں کیا، ورقاء بن غارب کو اپنا خاص ابلق گھوڑا عنایت کیا۔ عبدالرحمٰن نے سارے لشکر کی دعوت کی، اس کے بعد ظفر بن حارث کے ساتھ بہت سے آدمیوں کو کر کے انہیں روانہ کوفہ کر دیا گیا۔ پھر حضرت ابراہیم موصل کی طرف روانہ ہو گئے (روضۃ المجاہدین ص۲۰۹)

حضرت ابراہیم کا موصل میں داخلہ اور اس کے انتظامات

جس وقت آپ کا ورود مسعود شہر موصل میں ہوا تمام روساء موصل آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے ہر ایک سے نہایت اچھے انداز میں ملاقات کی اور تمام لوگوں کو بہت کافی تسلی دی، اور انہیں مطمئن کیا۔ پھر رئیس موصل سے فرمایا کہ تم جس طرح کام کر رہے تھے اسی طرح کام کرتے جاؤ میں فی الحال تمہیں اس وقت معطل اور بے دخل نہیں کرتا جب تک امیر مختار کا کوئی حکم نہ آ جائے۔ یہ سُن کر رئیس موصل خوش ہو گیا اور اُس نے اُٹھ کر حضرت ابراہیم کے ہاتھوں کا بوسہ دیا پھر کہنے لگا کہ اے امیر اس شہر میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو حضرات اہلبیت رسول صلعم کے مخالف ہیں، حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کے خلاف پوری کارروائی کی تم کو اجازت دی جاتی ہے اور اختیار دیا جاتا ہے کہ تم اُن کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہ کرو اور یہاں تک کہا جاتا ہے کہ اگر یہ لوگ راہ راست پر نہ آ جائیں تو ان کے گھربار پھونک دو اور ان کے مال و اسباب لوٹ لو۔

حضرت ابراہیم کے ارشاد کے مطابق رئیس موصل نے راہ راست پر لانے کی سعی میں ناکامیابی کے بعد ستر گھروں کو نذر آتش کر دیا۔ اور ان گھروں کے باشندوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ حضرت ابراہیم رئیس موصل کو حکم دینے کے بعد داخل دارالامارہ ہوئے اور آپ نے زرہ و جوشن وغیرہ اُتار دیا۔ اس کے بعد قلم و دوات طلب فرما کر حضرت مختار کی خدمت میں عریضہ تحریر کیا، خط میں جملہ حالات کی ترمیم کے بعد تحریر فرمایا کہ موصل را بہ نیابت امیر گرفتہ ام و منتظر فرمانم کہ بہر کہ فرمائی روکنم و بخدمت آیم" الخ میں نے آپ کی نیابت میں موصل کو سنبھال لیا ہے اور میں آپ کے حکم کا منتظر ہوں، آپ جسے فرمائیں میں اُسے اس کے حوالہ کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں (روضۃ المجاہدین ص۲۱۰)

علامہ محسن الامین تحریر فرماتے ہیں وفرق ابراھیم عمالہ علی بلاد الموصل واقام ھو بالموصل" حضرت ابراہیم نے موصل کے شہروں میں اپنے عامل مقرر کر دئے اور آپ خود موصل میں مقیم ہو گئے (اصدق الاخبار ص۸۰)

علامہ عبداللہ ابن محمد تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نے جنگ خازر میں ابن زیاد کے تمام لشکر والوں کو قتل کر ڈالا، اور انھوں نے ان سب کے سر کاٹ لئے، پھر ان سروں کو جن میں ابن زیاد اور اس کے ستر مخصوصین کے سر شامل تھے۔ تمام غنائم سمیت حضرت مختار کی خدمت میں روانہ کر دیا، جو شخص ان تمام چیزوں کو حضرت مختار کے پاس لئے جا رہا تھا اسی کے ہمراہ ایک خط بھی ارسال فرمادیا جس میں تمام حالات مندرج تھے۔ "وابراھیم سائر باصحابہ علی اثر رسولہ" حضرت ابراہیم خط ارسال کرنے کے بعد خود بھی روانہ ہو گئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے اصحاب بھی تھے۔ (قرۃ العین ص۱۵۳)

سر ابن زیاد حضرت مختار کی ٹھوکر میں

حضرت مختار کی خدمت میں جب وقت مقتولین موصل کے سر پہنچے اُس وقت آپ ناشتہ فرما رہے تھے، جونہی آپ کی نگاہ ان سروں پر پڑی آپ نے خدا کا شکر کیا، پھر ناشتہ سے فراغت کے بعد آپ اپنے مقام سے اُٹھ کر سر ابن زیاد ملعون کے قریب تشریف لے گئے اور آپ نے اپنے پیر سے اُس کے سر کو کچلا پھر اپنی جوتی اُتار کر دُور پھینکتے ہوئے غلام سے فرمایا کہ اسے پاک کر لاؤ۔ کیونکہ میں نے اس نجس کافر کے چہرہ پر اس کو لگایا ہے (دمعہ ساکبہ ص۴۱۴ اصدق الاخبار ص۹ و ذوب النضار ص۴۱۴) علامہ ہروی محمد خاوند شاہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مختار کی خدمت میں جو سر بھیجے گئے تھے وہ جملہ رؤسائے شام کے تھے جن میں عبیداللہ ابن زیاد، حصین بن نمیر، شرحبیل ابن ذوالکلاع، ربیعہ ابن مخارق کے سر شامل تھے، جس وقت یہ سر کوفہ میں پہنچے ہیں شیعوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا ہے اور ان لوگوں نے شکر کے سجدے کئے ہیں اور بہت نذریں مستحقین تک پہنچائی ہیں (روضۃ الصفاء ج ۳ ص۸۴)

ابن زیاد کے سر میں سانپ کی آمد و رفت

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت مختار کی خدمت میں جس وقت ابن زیاد کا سر پہنچا، آپ نے اُس پر تھوکا اور حکم دیا کہ جملہ سروں کو دارالامارہ میں مختلف مقامات پر لٹکا دیا جائے۔ چنانچہ تمام سر لٹکا دئے گئے، ابن زیاد ملعون کا سر اس مقام پر لٹکایا گیا جس مقام پر حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر لٹکایا گیا تھا، تواریخ میں ہے کہ ابن زیاد کا سر جونہی حضرت مختار کے سامنے لایا گیا ایک پتلا سانپ نمودار ہوا وہ اس ملعون کے منہ میں گھس کر ناک سے نکل گیا۔ پھر ناک میں گھس کر منہ سے نکل گیا۔ اسی طرح وہ بار بار کرتا رہا اور تمام اہل دربار یہ تماشا دیکھتے رہے، اسے دیکھ کر حضرت مختار نے فرمایا کہ کوئی کچھ نہ بولے اسے آنے جانے دو۔ تاریخ کامل میں بحوالہ ترمذی مرقوم ہے کہ عامر بن واثلہ کا بیان ہے کہ بمقام "سدہ" کوفہ ابن زیاد کا سر سفید کپڑے سے بند رکھا ہوا تھا جب میں اس کپڑے کو اُٹھایا تو دیکھا کہ ایک سانپ بار بار اس کے منہ میں گھس کر

ناک سے اور ناک میں گھس کر مُنہ سے نکلتا ہے پھر جب وہ سر رحبہ میں ٹکا دیا گیا تب بھی اسی طرح سانپ کی آمد و رفت جاری رہی۔ سبط ابن جوزی کا بیان ہے کہ ابن زیاد کے سر کے سوراخوں میں سانپ کی آمد و رفت کا سلسلہ تین یوم مسلسل جاری رہا ہے (اصدق الاخبار ص ۹، دمعہ ساکبہ ص ۴۱۴، ذوب النضار ص ۴۱۶، نور الابصار شبلنجی ص ۱۲۴، صواعق محرقہ ص ۱۱۸، الفخری ص ۸۹، تاریخ کامل ج ۴ ص ۱۰۳)

قاتلانِ حسین کے سروں کی مکہ کو روانگی

اس کے بعد حضرت مختار نے ابن زیاد اور بہت سے رؤساء شام کے سروں کو عبدالرحمٰن ابن ابی عبیدہ ثقفی و عبدالرحمٰن بن شداد الجشمی و انس ابن مالک کے ہمراہ مکہ معظمہ حضرت محمد بن الحنفیہ کے پاس بھیج دیا اور باقی سروں کو مختلف مقامات پر آویزاں کرا دیا۔ ان سروں کے علاوہ بروایت مورخ ہروی و بروایت علامہ مجلسی ۳۰ + ۲۰ ۵۰ ہزار اشرفی محمد حنفیہ اور امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں بھیجی گئی جس سے حضرت عقیل بن ابی طالب کے مکان کی مرمت کرائی گئی اور جو مکہ و مدینہ کے مستحقین میں تقسیم کی گئی (دمعہ ساکبہ ص ۴۱۴ ذوب النضار ص ۴۱۴، روضۃ الصفا ج ۳ ص ۸۴، بحار الانوار ص ۲۹۰ ج ۱۰)

مورخ ابو الفداء کا بیان ہے کہ عمر سعد اور اس کے فرزند حفص کا سر ذی الحجہ ۶۶ھ ہی میں حضرت مختار نے حضرت محمد حنفیہ کے پاس ارسال کر دیا تھا (تاریخ ابو الفداء ج ۲ ص ۱۴۹)

مورخ ہروی کا بیان ہے کہ حضرت مختار نے عمر سعد اور حفص کے سر کے ہمراہ بھی کافی رقم حضرت محمد حنفیہ کے پاس بھیجی تھی (روضۃ الصفا ج ۳ ص ۸۵)

حضرت ابراہیم کی گورنری

مورخین کا بیان ہے کہ جنگ موصل سے واپسی پر حضرت مختار نے حضرت ابراہیم کو گلے سے لگا لیا اور انہوں نے اُن کی شجاعت کا اعتراف کرتے ہوئے اُن کو دعائیں دیں۔ مورخ ہروی رقمطراز ہیں کہ حضرت ابراہیم کی شاندار کامیابی سے حضرت مختار کی سلطنت کا دائرہ کوفہ سے مدائن اور دیار ربیعہ و مصر تک وسیع ہو گیا (روضۃ الصفا ج ۳ ص ۸۴)

حضرت شہید ثالث تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی حکومت کافی وسیع ہو گئی اور آپ کا سکہ کوفہ، بصرہ سے رے و خراسان، نہاوند اور حدود اصفہان اور آذربائیجان تک جاری ہو گیا اور ان مقامات پر آپ کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا (مجالس المومنین)

حضرت مختار نے حضرت ابراہیم کی واپسی موصل کے بعد روسائے مقتولین کو ٹھکانے لگانے کے بعد حضرت ابراہیم سے فرمایا کہ میں تمہیں موصل وغیرہ کا گورنر مقرر کرنا چاہتا ہوں، یہ سن کر حضرت ابراہیم نے بروایت شیخ سلیمان قندوزی حضرت مختار سے فرمایا کہ اے امیر آپ کے دشمنوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ عوام سے قطع نظر

آپ کی دو بڑی سلطنتیں مخالف ہیں۔ مجھے ابن زبیر اور ابن مروان سے خطرہ ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر مجھے آپ نے اپنے سے دور کر دیا اور دشمن سلطنت نے آپ پر یورش کر دی اس وقت آپ کا کیا بنے گا یہ ظاہر ہے کہ دُور رہنے کی وجہ سے میں بھی آپ کی مدد نہ کر سکوں گا۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ آپ مجھے اپنے سے دُور نہ فرمائیں اور موصل کی سلطنت کسی دوسرے کے حوالہ کر دیں، حضرت مختار نے فرمایا کہ اے میرے بہادر جرنیل تمہارا کہنا درست ہے لیکن میری رائے یہ ہے کہ تم موصل کی گورنری قبول کر کے وہاں جا پہنچو اور میری کوئی فکر نہ کرو، کیونکہ میں جس مقصد کے لئے اُٹھا تھا اُس میں پورے طور پر کامیاب ہو چکا ہوں، اب نہ مجھے زندگی کی ہوس ہے اور نہ سلطنت کی خواہش، تمہارے چلے جانے کے بعد اگر کسی دشمن حکومت نے مجھ پر حملہ کر دیا اور وہ مجھ پر غالب بھی آ گئی تو میں درجہ شہادت پر فائز ہو کر حیات ابدی حاصل کر لوں گا، یہ سُن کر حضرت ابراہیم خاموش ہو گئے اور حضرت مختار نے بروایت طبری موصل اور جزیرہ اور اُن کے ملحقات کی گورنری اُن کے سپرد فرما دی (تاریخ طبری ج ۴ ص ۶۵۹)

حضرت ابراہیم کوفہ سے روانہ ہو کر موصل پہنچے اور انہوں نے وہاں کا کام سنبھال لیا۔ لیکن انہیں حضرت مختار کی فکر رہی اور اُن سے جدائی کا غم رہا۔ انہوں نے موصل پہنچنے کے بعد زبان حال سے کہا ؎

جینے کو جی رہا ہوں میں پھر بھی یقین جانیئے
آپ سے چھوٹنے کے بعد جینے کا کچھ مزا نہیں

حضرت ابراہیم اہلِ بینش کی نگاہ میں

حضرت ابراہیم حضرت مالک اشتر کے فرزند تھے آپ کو بروایت روضۃ المجاہدین حضرت علیؑ سے فنون جنگ میں شرف تلمذ حاصل تھا۔ آپ کو خواب میں حضرت مختار کا ساتھ دینے اور قاتلان حسینؑ سے بدلہ لینے کی ہدایت کی گئی تھی، آپ کے لئے حضرت محمد حنفیہ اور حضرت امام زین العابدینؑ نے دعا فرمائی ہے اور شعرائے عرب نے آپ کی مدح سرائی میں قصیدے لکھے ہیں جن میں سراقہ بن مرداس بارقی اور ابوالسفاح زبیدی اور یزید ابن مفرغ کے قصیدے بہت مشہور ہیں، زبیدی کے قصیدے میں کے چند شعر یہ ہیں۔ ؎

اتاکم غلام من عرانین مذحج — جری علی الاعداء غیر نکول
اتاکا عبید اللہ فی شر عصبۃ — من الشام لما ان رضوا القلیل
فلما التقی الجمعان فی حومۃ الوغا — وللموت فیھم ثم جر ذیول
فاصبحت قد ودعت ھنداً واصبحت — مولھۃ ما وجدھا بقلیل

واخلق بهند ان تساق سبية ۔۔۔ لها من ابی اسحاق شر حليل

تولی عبید الله خوفا من الردی ۔۔۔ وخشية ماضی الشفرتين صقيل

جزی الله خیرا شرطة الله انهم ۔۔۔ شفوا بعبيد الله کل غليل

ابن زیاد کے قتل ہونے کے بعد حضرت ابراہیم کے لشکر نے بے انتہا مال غنیمت حاصل کیا اسی موقع سے متعلق شاعر کہتا ہے کہ ایک بہادر نوجوان (ابراہیم) جو کہ سرداران قبیلہ بنی مذحج سے ہیں تمہارے ارادے سے اے دشمنان خدا تمہارے سامنے آئے اور پوری بہادری کے ساتھ آئے، اور اُن کے مقابلہ کے لئے ابن زیاد ملعون ایک بڑی فوج کے ہمراہ آکر حملہ آور ہوا جو شام کے رہنے والے تھے، جب دونوں سپاہ آپس میں ٹکرائیں تو ابن زیاد بدنہاد کی فوج کو موت دامنگیر ہو گئی۔ اور اس ملعون نے اپنی بیوی ہند سے رخصت حاصل کی اور میدان جنگ میں آموجود ہوا حالانکہ اس کی بیوی سخت رنجیدہ اور غمگین تھی، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے قتل کے بعد وہ بھی اس کی مستحق تھی کہ اُسے حضرت مختار کے پاس بھیج دیا جاتا، لیکن ایسا نہیں کیا گیا بلکہ اُس کے بھائی عتبہ کے ہمراہ اس ہندہ بنت اسماء بن خارجہ کو کوفہ روانہ کر دیا گیا، ابن زیاد نے جب حضرت ابراہیم جیسے بہادر کی تلوار کی برش دیکھی تو بھاگنے پر آمادہ ہو گیا۔ خداوند عالم حضرت ابراہیم کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے محبان آل محمدؐ کے دلوں کو ابن زیاد کے قتل سے مسرور کیا۔

تاریخ میں ہے کہ ایسی صورت میں جبکہ ابن زیاد میدان قتال میں تھا اس کا ایک غلام موصل سے بھاگ کر عبدالملک بن مروان کے پاس شام پہنچا، جب اس نے ابن زیاد کی حالت دریافت کی تو اس نے کہا کہ میں اُسے میدان میں اس عالم میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ وہ پیاسا تھا اور جب میں نے اُسے پانی دیا تو اُس نے اس میں سے پینے کے بعد اپنے جسم پر چھڑکا تھا۔ اس کے بعد مجھے معلوم نہیں کہ اُس پر کیا گزری (نور الابصار صـ۱۲۶)

———— ✕ ————

باب ۲۴

قاتلانِ حسینؑ کے سروں کی مکہ میں رسیدگی

حضرت محمد حنفیہ اور حضرت امام زین العابدینؑ کا حضرت مختار اور حضرت ابراہیم کو دعائیں دینا

اور

ایامِ غم کا اختتام

مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت مختار نے عبدالرحمٰن بن ابی عبیدہ ثقفی اور عبدالرحمٰن بن شداد خثعمی اور انس بن مالک اشعری کی معیت میں عبیداللہ ابن زیاد اور دیگر سرداران شام کے سر حضرت محمد بن الحنفیہ کی خدمت میں بمقام مکہ روانہ فرمائے۔ انہیں لوگوں کے ہمراہ مبلغ تیس ہزار دینار سرخ بھی روانہ فرمایا اور ایک خط بھی تحریر کر کے ارسال کیا جس میں لکھا کہ میں نے آپ کے مددگاروں اور آپ کے ماننے والوں کی ایک فوج آپ کے دشمنوں کو قتل کرنے کے لئے موصل ارسال کی تھی۔ چنانچہ اس فوج نے خدا کے فضل سے آپ کے دشمنوں سے بڑی بے جگری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس فوج نے پوری پوری کامیابی حاصل کی اور بے شمار دشمنوں کو تہ تیغ کیا جس سے مومنین کے دلوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی اور آپ کے تمام ماننے والے خوش و مسرور ہو گئے اور ان کے دلوں میں جو رنج و غم کی بیماری تھی وہ دور ہو گئی۔ حضرت مختار نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ اس سلسلہ میں جس نے سب سے بڑا کردار ادا کیا ہے وہ حضرت ابراہیم بن مالک اشتر ہیں (نور الابصار ص۱۶۱، اصدق الاخبار ص۹۱)

حضرت محمد حنفیہ سجدۂ شکر میں حضرت مختار کے بھیجے ہوئے لوگ قطع منازل اور طے مراحل کرتے ہوئے جب مکہ معظمہ پہنچے اور حضرت محمد حنفیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے "فلما راھا خر ساجداً" اور حضرت محمد حنفیہ کے سامنے اُن سروں کو پیش کیا تو وہ انہیں دیکھتے ہی سجدہ شکر میں چلے گئے۔ خوارزمی کا بیان ہے کہ آپ نے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی (مجالس المومنین ص۳۵۸)

حضرت مختار کے لئے حضرت محمد حنفیہ کی دعا

دعا للمختار و قال جزی اللہ المختار الخ اور آپ نے حضرت مختار کے حق میں بارگاہ احدیت میں دعا کرتے ہوئے کہا کہ خداوند عالم مختار کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے ہماری طرف سے واقعہ کربلا کا بدلا قاتلانِ حسین سے لیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ اُن کا ہم پر بلکہ جملہ اولاد عبدالمطلب پر ایسا احسان ہے جس سے ہم لوگ کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔

حضرت ابراہیم کے لئے حضرت محمد حنفیہ کی دعا

اس کے بعد آپ سجدۂ شکر سے سر اُٹھا کر عرض پرواز ہوئے" اللھم احفظ لابراھیم الاشتر وانصرہ علی الاعداء وفقہ لما تحب وترضی واغفر لہ فی الاخرۃ والاولی، خدایا تو ابراہیم بن مالک اشتر کی بہرصورت حفاظت فرما اور دشمنوں کے مقابلہ میں ہمیشہ ان کی امداد فرما اور انہیں ایسے امور کے کرنے کی توفیق عطا فرما جو تیری مرضی کے مطابق ہو اور جس سے تو راضی ہو اور انہیں دنیا و آخرت میں بخش دے (دمعہ ساکبہ ص۴۱۴ نور الابصار ص۱۶۱)

سر ابن زیاد حضرت امام زین العابدین کی خدمت میں

حضرت محمد حنفیہ نے سجدۂ شکر کرتے اور حضرت مختار و ابراہیم کو دعائیں دینے کے بعد ابن زیاد عمر سعد، حصین بن نمیر اور شمر بن ذی الجوشن وغیرہ ہم کے سر کو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں ارسال فرمایا۔ بحار الانوار ص۳۹۷ میں ہے کہ اس زمانہ میں امام علیہ السلام مکہ معظمہ میں ہی تھے، حضرت کی خدمت میں جس وقت ابن زیاد وغیرہ کا سر پہنچا اور آپ کی نگاہ ان سروں پر پڑی آپ نے فوراً سجدۂ شکر کے لئے اپنی پیشانی جھکا دی اور خدا کی بارگاہ میں آپ عرض پرواز ہوئے، الحمد للہ الذی ادرک لی ثاری من عدوی، تمام تعریفیں اُس خدا کے لئے ہیں جس نے ہمارے دشمنوں سے دنیا میں فی الجملہ بدلا لینے کی مختار کو توفیق عطا فرمائی (رجال کشی ص۸۵، دمعہ ساکبہ ص۴۱۴ نور الابصار ص۱۶۲ مجالس المومنین ص۳۵۶، اخذ الثار ابو مخنف ص۴۹۶، اسرار اللغات ص۵۶۸)

جناب مختار کے لئے حضرت امام زین العابدین کی دعا

پھر سجدہ سے سر اُٹھانے کے بعد آپ نے فرمایا، جزی اللہ المختار خیراً،، کہ خداوند عالم مختار کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے پوری جانفشانی اور مشقت سے ہمارے دشمنوں کو قتل کیا، علامہ ابن نما کا بیان ہے کہ جس وقت ابن زیاد کا سر امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اُس وقت آپ ناشتہ فرما رہے تھے۔ آپ نے فوراً سجدۂ شکر ادا کر کے حضرت مختار کو دعا دی (ذوب النضار ص۱۵۱ کشف الغمہ

واخذ الثار۔ تاریخ اسلام ج ا ص۳۹ میں ہے کہ مختار نے ابن زیاد کا سر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دیا جس وقت سر پہنچا آپ کھانا تناول فرمارہے تھے۔ (عقد فرید ج ۲ ص ۲۵۱)

علماء مورخین کا بیان ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے سجدۂ شکر سے سر اُٹھانے کے بعد مختار و ابراہیم کو دعا دی اور فرمایا کہ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے میری وہ دعا قبول فرمائی جو میں نے دربار کوفہ میں کی تھی، آپ نے فرمایا کہ جس وقت فرزند رسول حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک طشت طلا میں رکھا ہوا تھا۔ اس وقت یہ ابن زیاد ملعون ناشتہ کر رہا تھا۔ میں نے اس وقت دعا کی تھی "اللھم لا تمتنی حتی ترینی راس ابن زیاد" خدایا مجھے اس وقت تک موت نہ دے جب تک مجھے ابن زیاد کا سر کٹا ہوا نہ دکھا دے (احسن القصص الاخبار ص۹۱، اخذ الثار ص۴۹۶، نور الابصار ص۱۶۲، مجالس المومنین ص۳۵۷)

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ قتل ابن زیاد اور اس کے سر کے مکہ پہنچنے سے تین سال قبل حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ وہ زمانہ قریب ہے کہ مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی ابن زیاد جیسے ملعون کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیجیں گے اور جس وقت وہ سر میرے پاس پہنچے گا۔ میں اس وقت اپنے اصحاب کے ہمراہ ناشتہ کر رہا ہوں گا، پھر جب وہ زمانہ قریب آیا جس کا حوالہ حضرت نے دیا تھا تو بہت سے اصحاب آپ کی خدمت میں جمع ہو گئے اور وہ لوگ اس وقت کا انتظار کرنے لگے جس وقت سر ابن زیاد بقول امامؑ آنے کا یقین تھا۔ ایک دن ناشتہ کا کھانا رکھواتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ فلاں تاریخ اور فلاں دن ابن زیاد وغیرہ کا سر میرے پاس پہنچ جائے گا" "چوں آں روز شد و حضرت از تعقیب فارغ شد" جب وہ دن آیا اور حضرت تعقیب نماز صبح سے فارغ ہوئے تو آپ کے اصحاب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ان لوگوں کے لئے ناشتہ طلب فرمایا، جونہی ناشتہ لاکر رکھا گیا "آں دو سر را آوردند" وہ دو سر جن کا آپ نے حوالہ دیا تھا لائے گئے (وہ سر ابن زیاد اور عمر سعد یا شمر کا تھا) آپ کی نگاہ جیسے ہی اُن سروں پر پڑی آپ فوراً خداوند عالم کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ میں چلے گئے، پھر سر اُٹھانے کے بعد آپ نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے دنیا سے اب تک نہ اُٹھایا تھا کہ میں نے آج ان ملعونوں کا سر دیکھ لیا، اس کے بعد آپ بار بار اُن سروں کی طرف دیکھنے لگے۔ اور انتہائی خوشی کی حالت میں بار بار حملہ خدا کرنے لگے، آپ کا دستور تھا کہ ناشتہ کے بعد آخر میں آپ اپنے مہمانوں کے لئے حلوا منگوایا کرتے تھے، اصحاب ناشتہ کرنے کے بعد اس اُمید میں سے تھے کہ اب حلوا لایا جائے گا لیکن حضرت حلوا منگوانے کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ کیوں کہ آپ اُن سروں کو دیکھنے میں مشغول تھے، جب مہمانوں کو حلوا نہ ملا تو ان میں سے کسی نے درخواست کی اور حضرت کی بارگاہ میں حلوہ کی یاد دہانی کرائی، آپ نے فرمایا کہ اے میرے اصحاب

آج حلوا کیا مانگ رہے ہو؟ ارے اس وقت ان سرہائے دشمنان خدا کے دیکھنے سے زیادہ اور کون سا حلوا شیریں ہوگا؟ اے میرے اصحاب" لا نذید حلوا احلی من نظرنا الی ھذین الراسین" میں ان دونوں سروں کو دیکھنے سے زیادہ کسی حلوا میں شیرینی اور لذت نہیں پاتا، جلاء العیون صد ۲،۴۸ بحار الانوار ج ۱۰ صد ۳۹۹)

بالآخر وہ سر ایک روایت کی بنا پر جلا ڈالا گیا اور ایک روایت کی بنا پر اُسے مکہ کی کسی گھاٹی میں ڈال دیا گیا (بحار الانوار صد ۳۹۷ ج ۱۰) علامہ ہروی کا بیان ہے کہ ان سروں کے لئے حضرت محمد حنفیہ نے حکم دیا کہ انہیں نمایاں جگہ پر آویزاں کر دیا جائے۔ لیکن عبداللہ ابن زبیر حاکم مکہ نے مخالفت کی اور انہیں دفن کرا دیا۔

(روضتہ الصفا ج ۳ صد ۸۴ طبع لکھنؤ)

یوم غم کا اختتام سروں کے پہنچنے کے بعد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام انتہائی مسرت کے عالم میں داخل خانہ ہوئے اور آپ نے اپنی مخدرات عصمت و طہارت کو حکم دیا کہ اب غم کا لباس اُتار دو، آنکھوں میں سُرمہ لگانا اور سروں میں تیل ڈالنا شروع کر دو۔ چنانچہ مخدرات عصمت و طہارت نے غم کے کپڑے بدل ڈالے اور آنکھوں میں سرمہ لگانا سروں میں تیل ڈالنا شروع کر دیا، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ واقعہ کربلا کے بعد سے ہماری عورتوں نے اس وقت تک نہ سر میں تیل ڈالا تھا نہ خضاب کیا تھا نہ آنکھوں میں سرمہ لگایا تھا نہ گھر میں چولہا روشن کیا تھا جب تک ابن زیاد قتل نہیں ہو گیا۔ حضرت فاطمہ بنت امیر المومنینؑ کا بیان ہے کہ ہم لوگوں نے اس دن سر میں تیل ڈالا، بالوں میں کنگھی کی۔ آنکھوں میں سرمہ لگایا، بالوں میں خضاب کیا اور گھر میں چولہا جلایا۔ جس دن مختار بن ابی عبیدہ ثقفی نے ابن زیاد وغیرہ کا سر مکہ معظمہ میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس ارسال کیا تھا۔ روایت کے عیون الفاظ یہ ہیں :۔

روی المرزبانی باسنادہ عن جعفر بن محمد علیہ السلام انہ قال ما اکتحلت ھاشمیۃ ولا اختضبت ولا رائی فی دار ھاشمی دخان خمس حجج حتی قتل عبید اللہ بن زیاد لعنہ اللہ وعن یحیی بن ابی راشد قال قالت فاطمۃ بنت علی علیہ السلام ماتحننت امراۃ منا ولا اجالت فی عینھا مرودًا ولا امتشطت حتی بعث المختار راس عبید اللہ ابن زیادؑ۔

رزبانی اپنے اسناد سے بیان کرتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی ہاشمیہ نے اُس وقت تک سرمہ نہیں لگایا، اور خضاب نہیں کیا، گھر میں چولہا نہیں جلایا جب تک ابن زیاد قتل نہیں ہو گیا اور یہ سلسلہ پانچ حجوں کے گزرنے تک جاری رہا۔

یحییٰ بن ابی راشد کا بیان ہے کہ فاطمہ بنت علیؑ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تک مختار نے ابن زیاد کا سر نہیں بھیجا اُس وقت تک ہم میں سے کسی عورت نے نہ کوئی خوشی منائی ہے نہ آنکھوں میں سلائی پھیری ہے نہ بالوں میں کنگھی کی ہے۔ (دمعہ ساکبہ ص۴۱۴، اصدق الاخبار ص۹۱، مجالس المومنین ص۳۵۷، نور الابصار ص۱۶۲، جلاء العیون ص۲۴۸، ذوب النضار ص۴۱۵، رجال کشی ص۸۴)

علامہ ابو عمرو محمد بن عمر بن عبد العزیز الکشی تحریر فرماتے ہیں کہ ابن زیاد کے سر کے ہمراہ عمر بن سعد اور بہت سے قاتلان حسین کے سر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں بھیجے گئے تھے (رجال کشی ص۸۵ طبع بمبئی، علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ ابن زیاد کے سر کے ہمراہ عمر سعد کا بھی سر تھا (جلاء العیون ص۲۴۶، و بحار الانوار ج۱۰ ص۲۸۰) علامہ ابن نما تحریر فرماتے ہیں کہ عمر سعد کا سر دیکھ کر حضرت محمد حنفیہ نے سجدۂ شکر ادا کرنے کے بعد دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے ہوئے کہا "اللھم لا تنس ھذا الیوم للمختار" خدایا اس دن کو مختار کے لئے فراموش نہ فرمانا اور انہیں اہلبیت رسولؐ کی طرف سے جزائے خیر عنایت فرما (ذوب النضار ص۴۱۲)

مذکورہ روایت اور تاریخی شواہد سے دو باتوں کا ثبوت ملتا ہے۔ ایک تو یہ کہ جس تاریخ کو ابن زیاد، عمر سعد اور دیگر ملاعین کے سر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تھے اُس دن خوشی منانی چاہیئے، تحفۃ العوام مصدقہ علماء کرام مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ کے ص۲۸ میں نویں ربیع الاوّل کو بحوالہ سرکار ناصر الملۃ اعلی اللہ مقامہ قتل عمر سعد و عید شجاع مرقوم ہے، دوسرے یہ کہ قید خانہ شام سے اہلبیت حسینی سنہ ۶۲ھ میں رہا ہو کر کربلا پہنچے تھے، کیونکہ مدینہ پہنچنے کے بعد سے پانچ حج کے گزرنے کے بعد ربیع الاوّل سنہ ۶۷ھ میں مخدرات عصمت نے ظاہری سوگ بڑھایا تھا۔ اگر سنہ ۶۱ھ ہی میں رہائی تسلیم کی جائے تو دیگر وجوہ کے علاوہ روایت مذکورہ کو غلط ماننا پڑے گا حالانکہ وہ بالکل صحیح ہے کیونکہ سنہ ۶۱ھ میں رہائی کے بعد سے سنہ ۶۶ھ ربیع الاوّل تک چھ حج گزرتے ہیں جو روایت صحیحہ کے مقابلہ میں قطعاً ناقابل قبول ہے۔

حضرت محمد حنفیہ اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں سر ابن زیاد وغیرہ کے پہنچنے سے متعلق حضرت شاعر اجل سید سرفراز حسین صاحب خبیر لکھنوی ارشاد فرماتے ہیں:۔

وہ سر بن حنفیہ کے پاس جب آیا — زباں سے اپنی یہی بعد شکر فرمایا
زہے نصیب خدا نے یہ روز دکھلایا — یہ وہ شقی تھا کہ جس نے نبی کو رلوایا

یہاں سے فرق شقاوت اساس لے جاؤ
خدا کے واسطے عابد کے پاس لے جاؤ

امامِ وقت ہے وہ جانشینِ شاہِ انام — مری طرف سے یہ کہنا پس درود و سلام
کہ قتل ہو گیا ابن زیاد بد انجام — سر اس کا بھیجا ہے مختار نے برائے سلام
خوشی کا تم کو جو حق بیشتر پہنچتا ہے
مرے ذریعہ سے تم کو یہ سر پہنچتا ہے

اگرچہ اُٹھ گیا ہم اہلِ غم کے گھر سے سُرور — مگر جو تم کو خوشی ہو تو میں بھی ہُوں مسرور
مری طرف سے یہ زینب بہن سے کہنا ضرور — بڑھائیں سوگ کریں کچھ تو دل رنج کو دُور
کسی طرح تو مصیبت زدہ کا سوگ اُترے
جو تم کہو تو عجب کیا بہن کا سوگ اُترے

غرض روانہ کیا سر وہ جانبِ سجاد! — یہاں تھے فرشِ عزا پر امام نیک نہاد
زباں پہ تھا کہ نبی کا چمن ہوا برباد! — حضور بیٹھے ہوئے تھے بخاطرِ ناشاد
پدر کی یاد میں شاہِ انام روتے تھے
دکھا تھا سامنے کھانا امام روتے تھے

اُٹھایا تھا ابھی لقمہ بصد ملال و محن — کہ اک غلام نے حاضر کیا سرِ دشمن
حضور شکر کے سجدہ میں جھک گئے فوراً — اٹھایا سجدہ سے جب سر تو رو دئیے شاہِ زمن
نظر کے سامنے کیب منظرِ ملال آیا
مریض امام کو کیا جانے کیب خیال آیا

سببِ فغاں کا جو پوچھا تو بولے شاہِ زماں — میں کس زباں سے کہوں کیا پھر انظر میں سماں
ہم اس کے سامنے پہنچے تھے جب باہ و فغاں — شقی کے سامنے بچھا ہوا تھا دسترخواں
نبی کا کنبہ کئی دن سے بے غذا تھا تمام
اور اس کے سامنے کھانا چنا ہوا تھا تمام

زبانِ حال یہ ہے یاں سے اب مدارِ کلام — حرم سرا میں گئے بادشاہ عرش مقام
کیا پھوپھی کو ادب سے امام دیں نے سلام — زبانِ دل سے پکاری یہ زینب ناکام
میں بے حواس ہوئی گھر میں اس طرح آئے
پھوپھی نثار یہ بے وقت کس طرح آئے

کہا زبانِ ادب سے امام نے اُس دم — کہ آیا ہے سر ابن زیاد زشت شیم

پکاری یہ لبِ حسرت سے زینب پُرغم — خدا کا شکر اُٹھا دہر سے وہ اہلِ ستم
عجب نہیں ہے جو خلقِ خدا کو چین ملے
میں جب ہوں شاد کہ مجھ کو مرا حسینؑ ملے

جزائے خیر دے مختار کو خدائے جلیل — یہ سر نہیں عوض فرق سرورِ جبریل
کہا امام نے تائیدِ حق تھی اس کی کفیل — یہی محبت آلِ رسولؐ کی ہے دلیل
ہے اُس کو فکر کہ دل سے غبارِ غم دھو جائے
سب اس لئے تھا کہ خوش عترت نبی ہو جائے

اگرچہ باغِ نبی بن میں یوں ہوا ہے تباہ — کہ روندڈالے کوئی جس طرح سے خشک گیاہ
ہے کم جو کیجئے تا روزِ حشر نالہ و آہ — اتار دیئے مری خاطر سے اب لباس سیاہ
یہی نہیں کہ حضور اس جہاں میں روتی ہیں
یہ حال دیکھ کے زہرا جناں میں روتی ہیں

یہ سُن کے صبر کی کشتی ہوئی جو طوفانی — پکاریں زینب مضطر باشکِ افشانی
پھریں گے نہر سے عباس لیکے جب پانی — میں تب بڑھاؤں گی سوگ اے حسینؑ کے جانی
نہ کھانا کھانے کا حظ ہے نہ پانی پینے کا
حسینؑ لے گئے سب لطف میرے جینے کا

پھریں گے رن سے برادر تو میں بڑھاؤنگی سوگ — ملیں گے قاسم و جعفر تو میں بڑھاؤنگی سوگ
پلٹ کے آئیں گے اصغر تو میں بڑھاؤنگی سوگ — منائیں گے مجھے اکبر تو میں بڑھاؤنگی سوگ
گلے لگاؤں گی منہ آنسوؤں سے دھو دھو کے
دکھاؤں گی انہیں شانوں کے نیل رو رو کے

(رضا کار اربعین نمبر - ج ۱۰ ، ص ۵-۶ لاہور)

حضرت مختار کے عہدِ حکومت میں شرکاءِ واقعہ کربلا، افرادِ بنی اُمیہ اور پرستارانِ یزید معاویہ کے مقتولین کی تعداد

کارنامہ حضرت مختار اور اُن کی کارکردگی سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں ہم اس وقت اس چیز کا جائزہ لینا چاہتے ہیں کہ ان کے عہدِ حکومت میں واقعہ کربلا میں شرکت کرنے والوں اور اس سے دلچسپی رکھنے

والوں کے مقتولین کی تعداد کیا تھی۔ اس کے متعلق مختلف کتابوں میں متعدد اقوال ملتے ہیں، عالم اہل سنت علامہ شہاب الدین احمد بن حجر المکی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مختار نے چھ ہزار شہر کا قتل امام حسین کو قتل کیا ہے (صواعق محرقہ صـ۱۱۸ طبع مصر ۱۳۲۴ھ)

علامہ محسن الامین الحسینی صاحب اعیان الشیعہ و علامہ جعفر بن نما رقمطراز ہیں کہ حضرت مختار نے اپنے اٹھارہ ماہ کے عہد حکومت میں اٹھارہ ہزار شہر کا قتل حسین کو قتل کیا ہے (اصدق الاخبار صـ۹۱ و ذوب النضار صـ۱۵۴) صاحب کتاب مفتاح الجناح والنجات عالم اہل سنت تحریر فرماتے ہیں کہ اڑتالیس ہزار پانچ سو چونسٹھ افراد قتل ہوئے ہیں (اسرار الشہادت صـ۵۷۲) علامہ ابو المؤید خوارزمی اور علامہ قاضی میبذی شارح دیوان مرتضوی لکھتے ہیں کہ حضرت مختار کے عہد حکومت میں اسی ہزار تین سو تین افراد قتل ہوئے ہیں۔ (مجالس المومنین صـ۳۵۷، صـ۳۵۹) حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اپنی تفسیر میں حضرت علی علیہ السلام کی پیشگوئی کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ جناب مختار نے تین لاکھ تراسی ہزار افراد کو اپنے عہد حکومت میں قتل کیا ہے (آثار حیدری ترجمہ تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام صـ۲۸۴ طبع لاہور) میرے نزدیک اسی آخری قول کو ترجیح ہے کیونکہ ۷۰/۸۰ ہزار کا صرف جنگ موصل میں قتل ہونا مسلمات سے ہے (اخذ الثار ابو مخنف صـ۹۱۴ و ذوب النضار ابن نما صـ۱۴۴ روضۃ الصفاء ج ۳ صـ۸۲ طبع لکھنؤ)۔

باب ۲۵

حضرت مختار کی کامیابیوں سے عبداللہ ابن زبیر کی گھبراہٹ

محمد بن حنفیہ کی گرفتاری ـــــ حضرت مختار کی کمک

اور

حضرت محمد بن حنفیہؑ کی رہائی

مکہ معظمہ میں قاتلان امام حسین علیہ السلام کے سروں کے پہنچنے کے بعد عبداللہ ابن زبیر حاکم مکہ کو حضرت مختار کے صحیح کارناموں اور ان کی نمایاں کارکردگی کی اطلاع ہوئی۔ بروایت مورخ ہروی اس اطلاع نے انہیں

بوکھلادیا، ان کے دل میں بغض وحسد کی آگ بھڑکنے لگی، انہوں نے اپنے دل میں لگی ہوئی آگ کو بجھانے کے لئے اس کی سعی شروع کر دی کہ مختار سے بیعت لے کر انہیں اپنا ماتحت بنالیں اس کے لئے انہیں اس کے سوا کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی کہ حضرت مختار کے پیرو مرشد حضرت محمد حنفیہ سے بیعت لے لیں ان کا مقصد یہ تھا کہ جب محمد حنفیہ بیعت کرلیں گے تو مختار اُن کے تابع ہونے کی وجہ سے میری بیعت پر مجبور ہو جائیں گے، چنانچہ انہوں نے یہ جاننے کے باوجود کہ حضرت محمد حنفیہ حکومت کی ہوس نہیں رکھتے اور صرف مشغول عبادت ہیں انہیں بلوا بھیجا، جب وہ تشریف لائے تو اُن سے بیعت کے لئے کہا۔ حضرت محمد حنفیہ نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا، ابن زبیر نے اُن کے انکار پر کہا کہ اگر آپ بیعت نہ کریں گے تو میں آپ کو قتل کر دوں گا، حضرت محمد حنفیہ نے فرمایا کہ اگر تم مجھ سے بیعت لینا ہی چاہتے ہو تو مجھے ایک سال کی مہلت دو میں اس مسئلہ میں اچھی طرح سوچ سمجھ لوں، ابن زبیر نے کہا کہ میں تمہیں ایک ساعت کی بھی مہلت نہ دوں گا تم فوراً بیعت کرو ورنہ اپنی جان سے ہاتھ دھو لو، حضرت محمد حنفیہ نے فرمایا، کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ حضرت رسول کریمؐ نے تو صفوان جیسے مشرک کو چار ماہ کی مہلت دی تھی اور تم مجھے ایک ساعت کی بھی مہلت نہیں دیتے، اسی طرح کافی رد و قدح ہوتی رہی اور بحث و مباحثہ جاری رہا یہاں تک کہ اس امر پر فیصلہ ہو گیا کہ مہلت صرف دو ماہ کے لئے دی جا سکتی ہے۔ اور اس دو ماہ میں قید کے اندر رہنا ہوگا، چنانچہ ابن زبیر نے حضرت محمد حنفیہ کو چاہ زمزم کے قریب ایک مکان میں محصور کر دیا اور آپ کی نگرانی کے لئے چالیس افراد مقرر و معین کر دئیے اور اُن کے مکان کے اردگرد بہت کافی لکڑیاں جمع کرا دیں کہ اگر یہ انقضائے مدت مہلت کے بعد بیعت نہ کریں تو ان کو پھونک دیا جائے۔ بروایت مورخ طبری حضرت محمد حنفیہ جب چاہ زمزم پر اپنے اہل بیت سمیت قید کر دئیے گئے تو انہوں نے اپنے ہمدردوں سے کہا کہ مختار بن ابی عبیدۂ ثقفی اس وقت برسر اقتدار ہیں اس معاملہ میں ان کی طرف رجوع کرنی چاہیئے، چنانچہ انہوں نے حضرت مختار کو ایک خط تحریر فرمایا اور اس میں اپنے حالات و واقعات لکھ دئیے۔

حضرت محمد بن حنفیہ کا خط جونہی حضرت مختار کے پاس پہنچا وہ آپے سے باہر ہو گئے اور انہوں نے سخت غصہ میں ایک اجتماع طلب کیا اور لوگوں سے انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ اے لوگو! اس وقت ابن زبیر نے حضرت محمد حنفیہ کو اس لئے قید کر دیا ہے کہ وہ اس کی بیعت نہیں کرتے، اے لوگو اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اُن کو رہا کرانے کے لئے یہاں سے روانہ ہوں اور جس صورت سے ہو سکے اُن کو رہا کرائیں آپ نے یہ بھی کہا کہ کس قدر خوش قسمتی ہے کہ انہوں نے ہمیں یاد کیا ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اس

شان و شوکت سے داخل مکہ ہوں کہ ابن زبیر حیران رہ جائے۔
مورخ ہروی کا بیان ہے کہ خطبہ کے بعد حضرت مختار نے لشکر کی ترتیب و تجہیز کا حکم دیا، ترتیب لشکر کے بعد آپ نے طبیان بن عمارہ کو پانچ سو افراد سمیت مقدمۃ الجیش بنا کر روانہ کر دیا اور انہیں چار ہزار درہم بھی دے دیا۔ اس کے پیچھے ابو العمر اور ہانی بن قیس اور عمر بن طارق اور یونس بن عمران کو لشکر دے دے کر روانہ فرمایا، یہ لوگ اس وقت پہنچے جبکہ مہلت کے دو ماہ پورے ہونے میں صرف دو دن باقی رہ گئے تھے۔ ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر ابن زبیر سے جنگ کی اور محمد حنفیہ کو رہا کرا لیا (روضۃ الصفا ج ۳ ص ۸۶ و تاریخ طبری ج ۴ ص ۶۵۸) علامہ شیخ محمد الخضری لکھتے ہیں کہ مختار کی کامیابی سے عبداللہ بن زبیر جل اٹھا اور اس نے محمد حنفیہ اور اُن کے بال بچوں کو قید کر دیا، حضرت مختار نے انہیں رہا کرایا۔ اس کے بعد وہ شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ لیکن راستے سے لوٹ کر مکہ واپس آئے اور شعب ابیطالب میں رہے پھر ابن زبیر نے مکہ سے نکال دیا پھر وہ طائف چلے گئے وہیں رہے بسے (تاریخ خضری ج ۲ ص ۲۱۲)
اس واقعہ کی تفصیل بروایت علامہ عطاء الدین حسام الواعظ یہ ہے کہ عبداللہ ابن زبیر نے اپنے ایک جرنیل عمرو بن قیس کو حکم دیا کہ محمد بن حنفیہ کو دربار میں حاضر کرے اور اس سے کہا کہ جا کر انہیں پکڑ لا تاکہ میں اُن کے ساتھ وہی سلوک کروں جس کا کرنا مجھ پر واجب ہے، عمرو بن قیس کہتا ہے کہ میں ابن زبیر کا حکم پانے کے بعد سید کے دولتکدہ کی طرف روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر ان کی خدمت میں حاضر ہو گیا، اور میں نے دیکھا کہ وہ مشغول عبادت ہیں اور قرآن مجید پڑھ رہے ہیں وہ کثرت عبادت کی وجہ سے بے انتہا ضعیف و لاغر ہو گئے ہیں، نور ان کے چہرہ مبارک سے نمایاں ہے اور عبادت کی بالیدگی اُن کے بشرہ سے ہویدا ہے میں نے آگے بڑھ کر اُن کی خدمت میں سلام عرض کیا، آپ نے جواب سلام عنایت فرمایا۔ میں نے عرض کی محترم سید آپ کو حاکم مکہ عبداللہ ابن زبیر یاد کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ابن زبیر مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہا ہوں، میں نے لوگوں کی طرف سے اپنا دروازہ بند کر رکھا ہے، کسی سے ملاقات نہیں کرتا، اے ابن قیس جاؤ اور ابن زبیر سے کہہ دو کہ وہ میری طرف سے مطمئن رہے ابن قیس نے کہا کہ اے سردار میرے اگر میں آپ کو لائے بغیر اس کے پاس جاؤں گا تو مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے سخت اذیت دے گا اس لئے استدعا ہے کہ آپ تشریف لے چلیں، حضرت محمد بن حنفیہ نے فرمایا کہ بہتر ہے چلو تمہاری خاطر سے چلتا ہوں، یہ فرما کر آپ نے لباس تبدیل فرمایا، حضرت علی علیہ السلام کی ردا اوڑھی، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی پہنی اور ان کا اعصائے مبارک لیا اور پیدل ابن زبیر کے مکان کی طرف چل پڑے، عمرو بن قیس نے عرض کی مولا، گھوڑے پر سوار ہو جائیے۔ آپ نے

فرمایا کہ اے عمرو خدا تمہیں جزائے خیر دے، میں نے اُس وقت سے گھوڑے پر چڑھنا چھوڑ دیا ہے جب سے کہ میرے بھائی حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا میں شہید کئے گئے ہیں، عمرو بن قیس کہتے ہیں کہ حضرت پیادہ ہی روانہ ہوئے اور میں بھی اُن کے ہمراہ پیادہ ہی چلتا رہا، یہاں تک کہ ہم لوگ ابن زبیر کے مکان پر پہنچے۔ حضرت محمد حنفیہ اس قدر کمزور ہو گئے تھے کہ راستے میں جا بجا اپنے عصا پر تکیہ کر کے کھڑے ہو جاتے تھے، میں اُن کی اس تکلیف کو دیکھ کر ابن زبیر پر مسلسل لعنت کر رہا تھا، غرضیکہ جب ہم لوگ ابن زبیر کے مکان کے قریب پہنچے اور سید کی نگاہ اُس کے مکان پر پڑی تو سید دعا پڑھنے لگے۔ پھر جب بد عبداللہ ابن زبیر کے سامنے پہنچے تو اُس نے ان کی بڑی تعظیم کی، خود اُس نے ان پر سلام کیا اور اپنی جگہ سے اُٹھ کر اُن کے استقبال کو آگے بڑھا، پھر اپنی جگہ پر انہیں بٹھایا پھر کہنے لگا کہ آپ نے مختار کو اپنا خلیفہ بنا کر عراق بھیج دیا ہے تاکہ وہ امام حسینؑ کے خون کا بدلا لیں، انہوں نے وہاں پہنچ کر اندھیر کر دیا ہے۔ وہاں کے لوگوں کو تباہ کر ڈالا ہے، میرے غلاموں کو وہاں سے نکال دیا ہے اور میرے رؤسا کو قتل کر ڈالا ہے اور اُن کے مال و اسباب لٹوا لیے ہیں، یہ بات ان کی پسندیدہ نہیں ہے حضرت محمد حنفیہ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ اگر مختار امام حسین کے خون کا بدلہ لے رہے ہیں تو اس میں میرا کیا گناہ ہے اور اے ابن زبیر تم اس میں ثواب سمجھتے ہو، کہ معاویہ بن ابی سفیان میرے والد بزرگوار سے عثمان کے خون کا بدلہ بے حجت و دلیل طلب کرے اور کہتے ہو کہ معاویہ حق پر تھا اور مختار کو گناہگار جانتے ہو جو امام حسین علیہ السلام کے خون ناحق کا بدلا لینے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں، اے ابن زبیر مختار ان لوگوں کی حمایت و نصرت میں کھڑے ہوئے ہیں جن کی محبت خدا کی طرف سے تم سب پر واجب قرار دی گئی ہے، مختار کا کیا گناہ ہے اگر وہ قاتلانِ حسین کو ان کے کردار کا بدلا دے رہے ہیں خیر وہ جو بھی کر رہے ہوں سوال یہ ہے کہ مجھے کیوں بلایا ہے، میں نے کیا خطا کی ہے، ابن زبیر نے کہا کہ اے محمد اس قسم کی باتوں سے کوئی فائدہ نہیں ہے میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ تم مختار کو یہ لکھ دو کہ وہ اس قسم کی حرکتیں چھوڑ دیں حضرت محمد حنفیہ نے فرمایا کہ میں اس قسم کا خط لکھنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ مختار اس باب میں میری بات نہ مانیں گے میں اپنی بات خراب کرنا نہیں چاہتا، ابن زبیر نے اس کے جواب میں مزید سخت کلامی کی جرأت کی، اگرچہ اس مقام پر بہت سے رؤساء مکہ بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر انہوں نے کچھ نہ کہا لیکن عثمان بن شیبہ بول اُٹھے کہ ابن زبیر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے فرزند کے ساتھ اس قسم کی گفتگو کسی صورت سے مناسب نہیں، اے ابن زبیر تم کو اس کی جسارت نہیں کرنی چاہیئے تھی، ابن زبیر نے کہا کچھ بھی ہو مگر جو کچھ میں نے کہا ہے وہ آپ کو کرنا ہے، اچھا میں تین ماہ کی مہلت اس سلسلہ میں دیتا

ہوں کہ مختار کو خط لکھ کر اُن کو خانہ نشین کرادیں، حضرت محمد حنفیہ نے فرمایا کہ مجھے خط لکھوانے کے بجائے بہتر یہ ہوگا کہ تو بھی ان کے ساتھ وہی کچھ کر، جو یزید نے امام حسین کے ساتھ کیا ہے، یہ سن کر ابن زبیر سخت ناراض ہوا اور کہنے لگا کہ اچھا اب میں تمہیں اپنے گھر واپس نہ جانے دوں گا۔ اس کے اس نے حکم دے دیا، کہ محمد حنفیہ کو چاہ زمزم کے قریب قید کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ قید کر دیئے گئے، دراصل ابن زبیر کا مقصد یہ نہ تھا کہ مختار اپنے کام سے باز آئیں کیونکہ انہیں جو کچھ کرنا تھا قریب قریب کر چکے تھے بلکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ محمد حنفیہ کے ذریعہ سے مختار سے بیعت لے اور اُن کو اپنا ماتحت بنا لے۔ بالآخر اس نے محمد حنفیہ سے بیعت کا سوال کر دیا، ان کی بیعت سے بھی یہی مطلب تھا کہ جب یہ بیعت کر لیں گے تو مختار لامحالہ میری بیعت کر لیں گے اور جب ان تمام امور سے وہ مایوس ہوا تو اس نے انہیں قید میں بند کر دیا، محمد حنفیہ نے بیعت کے سوال پر یہ بھی فرمایا تھا کہ میرے امام حضرت زین العابدین علیہ السلام ہیں۔ میں ان کی بیعت کر چکا ہوں اور ان کی موجودگی میں کسی دوسرے کی بیعت نہیں کر سکتا۔

حضرت محمد حنفیہ کا خط جناب مختار کے نام

مقید ہونے کے بعد حضرت محمد حنفیہ نے مناسب سمجھا کہ حضرت مختار کو خط لکھ کر اپنے حالات سے باخبر کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک خط تحریر فرما کر اسے اپنے غلام "اسعد" کے سپرد فرمایا اور اُسے حکم دیا کہ اسے کوفہ لے جا کر امیر مختار کو دیدے، اسعد خط لئے ہوئے شب و روز بھاگتا ہوا کوفہ پہنچا اور حضرت مختار سے ملنے کی کوشش کی، سب سے پہلے اس کی ملاقات ابو عمرہ اور حاجب سے ہوئی، انہوں نے پوچھا کہ تم کہاں سے آرہے ہو اور تمہارے آنے کی غرض کیا ہے، اسعد نے جواب دیا کہ میں مکہ سے آرہا ہوں، میرے پاس حضرت محمد حنفیہ کا خط ہے یہ سن کر ابو عمرہ نے اُسے اپنے سینے سے لگا لیا اور اسے حضرت مختار کے پاس پہنچایا، جب یہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو کہنے لگا کہ میں حضرت محمد حنفیہ کا خط لایا ہوں، یہ سن کر وہ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اُسے اپنے تخت پر بٹھالیا، پھر خط کو لے کر آنکھوں سے لگایا اُسے بوسہ دیا اس کے بعد اُسے کھول کر پڑھا اور فرمایا "لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" اللہ اکبر میرے سید و سردار کو اس قدر تکلیف ہے اور مجھے کوئی اطلاع نہ تھی۔

حضرت محمد حنفیہ کی رہائی

اس کے بعد آپ نے ارکین دولت کو خط سنایا، پھر ترتیب لشکر کا حکم دیا اور سب سے پہلے ہانی بن قیس کے ہمراہ دو سو بہادر روانہ فرمائے۔ پھر بشیر بن عمران کی سرکردگی میں دو سو سوار روانہ کئے، پھر طفیل بن عمرو کی سرکردگی میں دو سو بہادر روانہ فرمائے پھر پانچسو سوار روانہ کئے۔ پھر لقمان بن عمر کے ہمراہ دو سو سوار روانہ فرمایا۔ پھر عمر بن طارق کے ہمراہ دو سو سوار روانہ

فرمائے۔ پھر یونس بن عمرو کو ایک سپاہ کے ہمراہ روانہ کیا پھر ایک لشکر کو الجرن بن قیس کے ساتھ روانہ کیا، پھر دو ہزار بہادر طیبان بن عمرو تمیمی کی سرکردگی میں روانہ فرمائے اور جملہ لشکر کی سپہ سالاری انہیں کے سپرد کی۔ ان کو ایک عظیم الشان رایت عنایت فرمایا جس پر النصرۃ للہ ولرسولہٖ ولاولیائہٖ مرقوم تھا، یہ تمام لشکر مختلف راستوں سے روانہ ہو کر مکہ کے قریب مقام طوق المرۃ" میں جمع ہوا جو مکہ سے ایک منزل پہلے واقع ہے یہاں سے یہ لوگ آگے بڑھے اور انہوں نے چاہ زمزم پر پہنچ کر حضرت محمد بن حنفیہ کو قید سے رہا کرا لیا، جس قید خانہ میں یہ محبوس تھے اُس کے گرد لکڑیاں چنی ہوئی تھیں اور مدت مہلت میں صرف دو یوم باقی تھے، اس سلسلہ میں ابن زبیر بھی موقع پر پہنچ گیا اور جنگ کے لئے دونوں لشکر آمادہ ہو گئے۔ لیکن حضرت محمد حنفیہ نے یہ کہکر کہ "حرم کعبہ" میں جنگ مناسب نہیں عراقیوں کو لڑنے سے روک دیا اس کے بعد اہل مکہ کے درمیان میں پڑنے سے ابن زبیر اور حضرت محمد حنفیہ میں مصالحت ہو گئی۔ طیبان بن عمرو اپنے لشکر سمیت کوفہ کو واپس چلے گئے اور انہوں نے سارے واقعات حضرت مختار کی خدمت میں بیان کر دیئے

حضرت محمد حنفیہ سے ابن زبیر کی چھیڑ چھاڑ

مصالحت کے باوجود عبداللہ ابن زبیر حضرت محمد حنفیہ سے چھیڑ چھاڑ کرتا رہا، کیونکہ اُسے اُن کی روحانیت سے خطرہ لاحق تھا، اُس نے ایک دن ایک شخص کو محمد حنفیہ کے پاس بھیجکر کہلایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے پاس رسول خدا کی جانماز ہے آپ اُسے میرے حوالہ کر دیں۔ حضرت محمد بن حنفیہ نے فرمایا کہ ابن زبیر سے کہنا کہ میرے پاس جو جانماز ہے وہ جناب خدیجہ کبریٰ کی ہے ان کے بعد وہ رسول کریم صلعم کے پاس رہی۔ اس پر جبریل نے بھی نماز پڑھی۔ پھر وہ حضرت فاطمہ کے پاس آئی پھر امام حسنؑ و امام حسینؑ کے پاس رہی ان کے بعد امام زین العابدین کے پاس پہنچی انہوں نے میرے پاس بطور امانت رکھوائی ہے میں اُسے تیرے حوالہ نہیں کر سکتا۔ اگر تو تقرب کے لئے اُسے مجھ سے مانگتا ہے تو بہتر ہے، کہ اولاد رسول سے تقرب حاصل کر، بڑے افسوس کی بات ہے کہ تو اولاد رسول کی مخالفت کرتا ہے اور ان کی جانماز سے تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے۔

ابن زبیر کے فرستادہ" نے جس وقت یہ جواب آکر ابن زبیر کو بتایا تو وہ آگ بگولہ" ہو گیا۔ اور مسعود بن مخرمہ، رئیس مکہ سے کہنے لگا کہ محمد حنفیہ کی نیت درست نہیں معلوم ہوتی، مجھے خدشہ ہے کہ کہیں وہ میری حکومت کا تختہ نہ پلٹ دیں، مسعود نے پوچھا کہ کیا ان کی طرف عہد نامہ صلح کے خلاف کوئی امر ظاہر ہوا ہے اُس نے کہا کہ "نہیں" مسعود نے کہا کہ اے ابن زبیر حضرت محمد حنفیہ کی طرف سے بدگمانی نہ کر وہ خلاف عہد کبھی نہیں کر سکتے اور نہ وہ امامت کے خواہش مند نہیں ہیں۔ اگر ان کا

اس کے متعلق کچھ خیال ہوتا تو مختار کے بھیجے ہوئے لشکر کو لڑنے سے نہ روکتے اور تجھ سے صلح نہ کرتے میں کہتا ہوں کہ جس طرح ان کی نیت صاف ہے تو بھی ان کی طرف سے اپنی نیت صاف کر لے اور اُن کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر ورنہ اولاً تو وہ خود بہادر ہیں ثانیاً اہل مکہ بھی انہیں کا ساتھ دیں گے اور جس طرح دین تجھ سے چلا گیا ہے دنیا بھی چلی جائے گی۔ ابن زبیر نے کہا کہ کچھ بھی ہو میں اُن سے رسول خدا کی جانماز ضرور حاصل کروں گا، مسعود نے کہا کہ رسولؐ کی وراثت اُن کی آل کے لئے ہے تو اس جانماز کا حقدار نہیں ہے، یہ سن کر ابن زبیر کو غصہ آگیا اور اُس نے عمرو بن عبداللہ کو حکم دیا کہ تم فوراً محمد حنفیہ کے پاس جاکر اُن سے رسول خدا کی جانماز حاصل کرو اور اگر وہ دینے سے انکار کریں تو ان سے لڑو اور جو جی چاہے کرو۔ عمرو بن عبداللہ تیس آدمیوں کو لے کر حضرت محمد حنفیہ کے مکان پر پہنچا، حضرت محمد حنفیہ نے اس کے پہنچنے سے پہلے دربان کو حکم دے دیا تھا کہ مکان کا پھاٹک بند کر دو تاکہ دشمنان آل رسول داخل خانہ ہو سکیں اس نے وہاں پہنچ کر حضرت ابن حنفیہ کے مکان کے صدر دروازہ پر نیزہ لگایا اور پکار کر کہا کہ ہم ابن زبیر کے حکم سے آئے ہیں دروازہ کھول دیں، حضرت نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے بعد اس ملعون نے لکڑیاں جمع کرا کے آگ لگانا چاہی۔ اس پر اہل مکہ بگڑ گئے اور سخت مزاحم ہوئے، انھوں نے کہا کہ غضبِ خدا حضرت رسول کریم کے گھر میں ابن زبیر آگ لگوا رہا ہے، ان باتوں کو سُن کر حضرت محمد حنفیہ گھر سے باہر برآمد ہو گئے اور عمرو بن عبداللہ کو مخاطب کر کے بولے اے دشمن خدا یہ رسول خدا کا گھر ہے اسی میں وہ پیدا ہوئے ہیں یہیں جبریل نازل ہوتے رہے ہیں تم اس میں آگ لگانا چاہتے ہو، اے دشمنانِ خدا تم سے یہ امر بعید بھی نہیں ہے کیونکہ تمہارے باپ دادا ہمارے خاندان کے ساتھ پہلے لڑ چکے ہیں۔ یاد رکھو کہ وہ دن دُور نہیں کہ خداوند عالم ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا، اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے عمرو جا کر ابن زبیر سے کہہ دے کہ مجھے اتنی مہلت دیدے کہ میں مدینہ کسی کو بھیج دوں اور وہ وہاں سے واپس آجائے، اس کے بعد پھر میں یہاں سے چلا جاؤں گا اور تیری زندگی بھر پھر نہ آؤں گا عمرو واپس ابن زبیر کے پاس چلا گیا اور اس نے اُس سے سارا واقعہ بیان کیا، ابن زبیر نے اس جواب پر کچھ ناراضگی ظاہر کی جس کے جواب میں عمرو نے کہا کہ ان کی بات مان لینی چاہیئے۔ کیونکہ وہ فتنہ کا ارادہ نہیں رکھتے۔ لیکن اگر وہ مخالفت کے لئے کھڑے ہو گئے تو ان کا مقابلہ کرنا دشوار ہو گا، کیونکہ تمام اہل مکہ ان کی حمایت میں ہیں۔ یہ سُن کر ابن زبیر نے مہلت دے دی۔

حضرت محمد حنفیہ کا خط حضرت امام زین العابدین کی خدمت میں | حضرت محمد حنفیہ نے ابن زبیر سے مہلت پانے کے بعد

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو مدینہ ایک خط تحریر فرمایا جس میں لکھا کہ پدر بزرگوار نے مجھے فرمایا تھا کہ ایک وہ وقت بھی آئے گا کہ جس میں تمہیں ہجرت کرنی پڑے گی، اب وہ وقت آگیا ہے ابن زبیر میرے درپے ہے میں چاہتا ہوں کہ مکہ سے مدینہ کے لئے ہجرت کروں، اے میرے بھتیجے چونکہ تم امام زمانہ ہو اس لئے تم سے اجازت چاہتا ہوں (فقط والسلام)

حضرت محمد حنفیہ نے خط بند کر کے اپنے غلام "اسعد" کو دیا وہ اسے لے کر مدینہ کے لئے روانہ ہوا۔ جب مدینہ پہنچا تو لوگوں نے کہا کہ ہم ایک ہفتہ سے تیرا انتظار کر رہے ہیں، اسعد نے کہا کہ تم لوگوں کو میرے آنے کی کیسے خبر ہو گئی، اُن لوگوں نے کہا کہ ہمیں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے علم امامت سے فرمایا تھا کہ میرے چچا کا خط اسعد لا رہا ہے جس میں ہجرت کے متعلق سوال ہے۔

حضرت امام زین العابدین کا جواب

اسعد نے حضرت محمد حنفیہ کا خط حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اسے ملاحظہ فرمایا اور آپ رونے لگے اور آپ نے فرمایا "صدق جدی امیر المومنین" اس کے بعد آپ نے قلم اُٹھا کر جواب تحریر فرمایا جس میں لکھا کہ آپ ہجرت میں عجلت فرمائیں اور جلد یہاں تشریف لائیں (والسلام)

آپ نے جواب نامہ اسعد کے حوالہ فرمایا اور وہ اسے لیکر وہاں سے روانہ ہوا، اس نے مکہ پہنچ کر محمد حنفیہ کی خدمت میں نامہ امام پیش کیا حضرت محمد حنفیہ نے کھڑے ہو کر نامہ کا استقبال کیا پھر اسے لے کر اپنے سر پر رکھا اور اسے آنکھوں سے لگایا پھر اُسے کھول کر ملاحظہ کیا، پھر فرمایا فرمان برادرم" میں اس حکم کی تعمیل ضرور کروں گا۔ اس کے بعد آپ نے سامانِ سفر درست کرنا شروع کر دیا۔

حضرت محمد حنفیہ کی مکہ سے مدینہ کو روانگی

اہل مکہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ آپ مکہ سے ہجرت کر رہے ہیں تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے درخواست کی کہ آپ اس جنت نظیر مقام سے ہجرت نہ فرمائیں، آپ نے فرمایا کہ میری ہجرت والد محترم کی پیشنگوئی اور برادر زادہ امام زین العابدینؑ کے حکم سے ہو رہی ہے۔ میں اسی طرح ہجرت کر رہا ہوں جس طرح حضرت رسول کریمؐ نے ہجرت فرمائی تھی اے میرے مکہ کے رہنے والو میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ تم سفر آخرت کے زادِ راہ سے غافل نہ رہنا، غریبوں کی خدمت کرنا اور میرے برادر زادہ امام زین العابدین کی محبت کو نماز کی طرح فرض جاننا میرے دشمنوں سے تبرا اور میرے دوستوں سے تولا کرنا۔ تکبر سے بچنا اور محبت دنیا سے اپنے دل کو خالی رکھنے کی کوشش کرنا، جب آپ ہدایت فرما چکے تو مکہ کے وہ لوگ جو اس وقت موجود تھے جن کی تعداد بیس تھی کہنے لگے کہ اے سید محترم ہم لوگ آپ کے ہمراہ چلیں گے اور سایہ کی مانند آپ سے

جدا نہ ہوں گے سے

گر تو صد بار دامن افشانی   نہ گذاریم دامن از دستم

آپ نے فرمایا کہ تم کچھ دور چل سکتے ہو لیکن بالکل ہجرت مناسب نہیں۔ اس کے بعد حضرت نے نماز خفتن کے بعد اپنے اہل و عیال کو روانہ کر دیا، پھر آپ خود روانہ ہوئے۔ آپ نے دو جبہ عدنی پہنا، سفید عمامہ باندھا۔ چہرہ پر نقاب ڈالی۔ مصحف بغل میں لیا۔ تلوار حمائل کی اور گھر سے نکل پڑے۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں سواری کے لئے گھوڑا پیش کیا، آپ نے فرمایا کہ میں نے اس وقت عہد کر لیا ہے کہ تاعمر گھوڑے پر سوار نہ ہوں گا، جس وقت مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ میرے بھائی امام حسین علیہ السلام کو لوگوں نے گھوڑے سے گرا کر شہید کیا ہے، پھر لوگوں نے اونٹ پیش کیا۔ آپ اس پر سوار ہو گئے۔ پھر آپ نے اپنے وطن کے در و دیوار کو حسرت سے دیکھا اور مدینہ کی طرف منہ کر کے بولے، "السلام علیك یابن اخی" اے میرے برادر زادہ امام بن امام، میں تیرے حکم سے سفر کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپ روانہ ہوئے اور آپ کے ہمراہ آپ کے ہوا خواہاں بھی تھے، آپ کی روانگی براہ طائف عمل میں آئی۔ جب صبح ہوئی اور اہل مکہ کو اطلاع ملی کہ آپ مکہ سے تشریف لے گئے تو ان لوگوں نے ابن زبیر پر لعنت کی اور ان کے چلے جانے پر سخت اظہار ناراضگی کیا۔ عبداللہ ابن عباس، ابن زبیر کے پاس تشریف لے گئے اور آپ نے فرمایا کہ اے ابن زبیر اب تیرا دل ٹھنڈا ہو گیا، یاد رکھ وہ وقت دور نہیں کہ بدترین خلق تجھے بُری طرح قتل کرے گا اور تیرا جاہ و حشم تیرے کام نہ آئے گا، یہ سُن کر وہ سر ڈال کر خاموش ہو گیا اور اُس نے ابن عباس کو کوئی جواب نہ دیا۔

جب ابن عباس دربار سے چلے گئے تو اس نے ابو منذر کو حکم دیا کہ تین سو سوار لے کر محمد حنفیہ کے پیچھے جا کر اُن بیس افراد کو واپس لائے جو اُن کے ہمراہ گئے ہیں۔ اس نے کہا کہ جب وہ میرے پاس آئیں گے میں اُن کو عبرتناک سزا دوں گا تاکہ کوئی شخص محبت آل محمدؐ کا دم نہ بھرے۔ منذر تین سو افراد لے کر اُن کے عقب میں روانہ ہوا اور اس نے انہیں بمقام "راس الطریقین" جا لیا۔ حضرت محمد حنفیہ نے پوچھا کیا بات ہے، اس نے کہا کہ ابن زبیر کا حکم ہے کہ آپ کے ہمراہ جو لوگ جا رہے ہیں انہیں واپس لایا جائے، اس کے بعد اُس نے اہل مکہ سے کہا کہ تم اپنے اپنے گھر واپس جاؤ ورنہ میں تمہیں گرفتار کر کے دربار میں حاضر کروں گا یا قتل کر ڈالوں گا۔ اہل مکہ نے کہا اے ابو منذر یہ سمجھ لو کہ ہمارا واپس لے جانا آسان نہیں ہے اگر تو ہماری واپسی پر زور دے گا تو ہم تیرا اور تیرے گروہ کا سر اُڑا دیں گے، یہ سُننا تھا کہ حضرت محمد حنفیہ نے فرمایا کہ تم لوگ ہٹ جاؤ میں تنہا ان لوگوں کے لئے کافی ہوں۔ یہ کہکر

آپ ابومنذر اور اس کے گروہ کے مقابل میں آگئے، آپ نے کہا کہ اے ابومنذر تو واپس جا اور ابن زبیر کو میری طرف سے کہہ دے کہ حکومت میں نے تیری چھوڑ دی ہے اب ہم سے کیا چاہتا ہے اگر تیرا یہ خیال ہے کہ ہم تیرے خوف سے ہجرت کر رہے ہیں تو یہ بالکل غلط ہے ہم صرف حکم خدا سے جا رہے ہیں جو ہمیں امام زین العابدین علیہ السلام کے ذریعہ سے پہنچا ہے، یہ سن کر ابومنذر نے تلوار نکال لی اور وہ مقابلہ کے لئے آمادہ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت محمد حنفیہ شمشیر کشیدہ اس گروہ پر جا پڑے اور اس شان سے انہوں نے قطع و برید کی کہ حضرت امیرالمومنین یاد آگئے ؎

ذوالفقار پدر بدست گرفت　　　　می زدے خلق را چناں بر سر
کہ ز فرقش بریدہ شد تا ناف　　　　وآنگہی می شگافت سر تا سر

الغرض جنگ نے زور پکڑا، آپ چونکہ شجاعت میں یکتائے زمانہ تھے۔ لہٰذا آپ جس شخص کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے اُسے تباہ کر چھوڑتے تھے اور بہت سے ایسے لوگ تھے کہ جن کو کمر سے پکڑ کر اس طرح زمین پر پھینکا کہ ہڈی پسلی چور چور ہو گئی بالآخر ابومنذر تک جا پہنچے اور اُسے دو ٹکڑے کر ڈالا اس کے بعد بھگدڑ مچ گئی اور اہل مکہ نے ان دشمنوں کا تعاقب کیا اور دو فرسخ تک انہیں بھگا کر بیس افراد کو قتل کر ڈالا، پھر واپس آ کر حضرت محمد حنفیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت محمد حنفیہ کا طائف میں ورود

حضرت محمد حنفیہ نے ان لوگوں کو حکم روانگی دیا اور وہاں سے چل پڑے یہاں تک کہ طائف میں پہنچے ۔ طائف کے رئیس "عسان"، کو جونہی اس کی اطلاع ملی کہ حضرت محمد حنفیہ تشریف لا رہے ہیں وہ بہت سے آدمیوں کو ہمراہ لے کر اُن کے استقبال کے لئے پہنچا اور اس نے خواہش ظاہر کی کہ آپ وہاں قیام پذیر ہوں، محمد حنفیہ نے فرمایا کہ اے "عسان" تیرے والد نے تو ہم لوگوں کے ساتھ پوری دشمنی کی ہے تو کس طرح ہماری حمایت کی طرف متوجہ ہے اُس نے کہا کہ میں اپنے والد کے طرز عمل سے ہمیشہ بیزار رہا ہوں اور ایک دن تو ایسا ہوا کہ میں نے اُسے حضرت علی علیہ السلام کی مخالفت سے ذرا سختی کے ساتھ منع کیا ہے جس کے نتیجے میں اُس نے مجھے گھر میں اس طرح قید کر دیا کہ میرے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے میں قید میں پڑا ہوا تھا کہ خواب میں حضرت رسول کریمؐ تشریف لائے اور انھوں نے میری بڑی دلجوئی فرمائی اور کہا کہ گھبراؤ نہیں میں تیرے باپ کو تیرے ہاتھوں سے قتل کرا دوں گا وہ ناری ہے چنانچہ ایک اور جوان وہاں پر آگئے انہوں نے جوان کو حکم دیا کہ میرے باپ کو ان کی خدمت میں حاضر کرے، جب میرا باپ سامنے آیا آپ نے مجھے چھری دے کر حکم دیا کہ اس کا پیٹ پھاڑ دے میں نے اس کا پیٹ پھاڑ دیا اور وہ مر گیا، جب صبح ہوئی اور میں

خواب سے بیدار ہوا تو میں نے دیکھا کہ اپنے بستر پر میرا باپ مقتول پڑا ہے، جب گھر والوں کو اطلاع ہوئی رونا پیٹنا شروع کر دیا، بالآخر میں نے اُسے دفن کر دیا اس واقعہ کی اطلاع سوا میرے کسی اور کو نہ تھی، جب وہ مرگیا تو میں اس کی جگہ پر آ گیا اقتدار حاصل ہونے کے بعد میں نے اہل طائف سے سارا واقعہ بیان کیا، جس کی وجہ سے اہل طائف محب آل محمدؐ بن گئے اور اب خدا کے فضل سے بہت کثیر تعداد دوستدار اہل بیت ہے۔

غرضیکہ "عسان"، کی خواہش کے مطابق حضرت محمد حنفیہ طائف میں ٹھہر گئے اور آپ نے ایک ہفتہ وہاں قیام کیا۔ ان لوگوں نے آپ کی بے انتہا خدمت کی، انہوں نے آپ کے ہاتھوں پر بیعت کرنی چاہی آپ نے فرمایا، کہ بیعت لینے کا حق اس وقت صرف امام زین العابدین کو ہے۔ آٹھویں روز آپ وہاں سے روانہ ہو کر مین ہوتے ہوئے منزل مقصود پر جا پہنچے (روضتہ المجاہدین ص ۱۶۵/۱۸۲) حضرت محمد حنفیہ کے مکہ سے چلے جانے کی خبر سے حضرت مختار اس درجہ رنجیدہ ہوئے کہ رو پڑے ص ۸۳) علامہ مسعودی کا بیان ہے کہ ابن زبیر نے محمد حنفیہ اور ابن عباس کو اتنا تنگ کیا کہ ان لوگوں نے مجبوراً مکہ چھوڑ دیا عبداللہ ابن عباس طائف چلے گئے اور وہیں فوت ہوئے (مروج الذہب جز ۳ ص ۸۲ طبع بغداد و تاریخ ابو الفداء ج ۲ ص ۱۵۱) علامہ نوراللہ شوشتری شہید ثالث تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت محمد حنفیہ ۸۱ھ میں بمقام مدینہ منورہ وفات پا کر جنت البقیع میں دفن ہوئے (مجالس المومنین ص ۱۱۹ و عمدۃ الطالب ص ۳۱۹ طبع بمبئی ۱۳۱۸ھ) ایک قول کی بنا پر وہ طائف میں مقیم رہے اور وہیں انہوں نے انتقال کیا (روضتہ الصفا ج ۳ ص ۸۷)

باب ۲۶

حضرت مختار کا خط مصعب بن زبیر کے نام

مصعب کا خط عبداللہ ابن زبیر کے نام۔ عراق پر ابن زبیر کی چڑھائی۔ لشکر مختار اور ابن زبیر میں جنگ

اور

حضرت مختار علیہ رحمۃ کی شہادت

اُدھر حضرت مختار کی کامیابیوں سے عبداللہ ابن زبیر خار کھائے بیٹھے ہی تھے کہ ادھر

حضرت مختار نے ان کے مقرر کردہ والی بصرہ مصعب بن زبیر کو ایک سخت قسم کا خط تحریر فرمادیا جس میں اس کے قاتلان حسین مثل محمد بن اشعث و شبث بن ربعی وغیرہما کو پناہ دیتے رہنے کا حوالہ تھا، حضرت مختار چونکہ اس کے اس قسم کی حرکتوں سے سخت ناراض تھے۔ لہٰذا انھوں نے اُسے دھمکی دی اور کیا عجب کہ اس کو لکھا ہو کہ میری بیعت قبول کرو ورنہ مجھ سے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ مصعب بن زبیر نے بروایت علامہ عطاء الدین حسام الواعظ اُس طرف کے تمام راستے خراب کرا دئے اور سارے پل تڑوا دئے جس طرف سے مختار کے آجانے کا امکان تھا، اس کے بعد اُس نے اپنے بھائی عبداللہ ابن زبیر بادشاہ مکہ و حجاز کو ایک خط تحریر کیا جس میں لکھا کہ مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی حکومت کوفہ حاصل کرنے کے بعد اس درجہ جری ہو گئے ہیں کہ اب انہیں کسی کی قوت و طاقت کی پرواہ نہیں ہے انہوں نے مجھے ایک خط لکھا ہے جس میں مجھے سخت دھمکی دی ہے اور تمہاری طرف سے بے پروائی ظاہر کی ہے وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اُن کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا اور وہ ایک مستحکم سلطنت کے مالک ہو گئے ہیں۔ عبداللہ ابن زبیر نے اس خط کے جواب میں مصعب بن زبیر کو لکھا کہ مجھے مختار کے تمام حالات و خیالات معلوم ہیں وہ لاکھوں افراد قتل کر کے جری ہو گئے ہیں۔ اب ضرورت ہے کہ جلد سے جلد ان کی سرکوبی کر دی جائے۔ میں تمہیں لکھتا ہوں کہ تم فوراً جنگ کی تیاری میں مشغول ہو جاؤ اور پوری طاقت سے حملہ کا انتظام کرو، میں والی یمن و فارس و کرمان وغیرہ کو خط لکھ رہا ہوں کہ وہ تمہاری مدد کے لئے فوجوں سمیت پہنچینگے مصعب بن زبیر کو عبداللہ ابن زبیر کا جونہی یہ خط ملا وہ ملعون شاد و مسرور ہو گیا اور اس نے اپنے سرداروں کو بلا کر عبداللہ کا خط سنایا اور تیاری کے لئے ہدایات جاری کر دیں۔ اُدھر عبداللہ ابن زبیر نے اپنے ممالک محروسہ کے والیوں کو خطوط لکھ کر حکم دے دیا کہ تم جلد سے جلد فوج سمیت بصرہ روانہ ہو کر مصعب بن زبیر کے احکام کی اطاعت کرو وہ جو کہے اس سے مطلقاً سرتابی نہ کرو، عبداللہ ابن زبیر نے جہاں اوروں کو خط لکھا ایک خط حاکم فارس و اہواز، مہلب بن ابی صفرہ، کو بھی تحریر کیا کہ "چوں نامہ بتو رسد باید کہ بہ تعجیل ہر چہ تمامتر لشکر خود را برداشتہ متوجہ بصرہ شوی و در حرب مختار معاونت برادرم نمائی" کہ جونہی تمہیں میرا یہ خط ملے تم فوراً اپنا سارا لشکر لے کر بصرہ پہنچ جاؤ اور مختار سے لڑنے کے لئے میرے بھائی مصعب بن زبیر کی مدد کرو (روضۃ المجاہدین ص۲۱۲)

بروایت مورخ ہروی ادھر حضرت مختار کے مخالفین مصعب بن زبیر کو حضرت مختار سے لڑنے کے لئے آمادہ کر رہے تھے اور پوری کوشش میں تھے کہ جس صورت سے ہو سکے مختار پر حملہ کر کے ان کی سلطنت کو ختم کیا جائے اور انہوں نے جو قاتلان حسین کو قتل کیا ہے اُس کا اُن سے

بدلا لیا جائے۔ جب لوگوں نے مصعب سے بہت زیادہ توجہ کے ساتھ کوشش کی تو اس نے کہا کہ میں مختار سے لڑنے کے لئے آمادہ ہوں اور ضرور ان سے مقابلہ کروں گا۔ لیکن میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مختار سے مقابلہ کے لئے میں اس وقت تک نہ جاؤں گا جب تک مہلب ابن ابی صفرہ والی اہواز میرے پاس نہ آجائے (روضۃ الصفا ج ۳ ص ۸۶)

علامہ محمد باقر تحریر فرماتے ہیں کہ مصعب بن زبیر حضرت مختار سے جنگ کرنے کے لئے اس لئے آمادہ نہیں ہو رہا تھا کہ اُسے ان کی شان و شوکت اور ان کی جرأت و ہمت کی پوری اطلاع تھی وہ یہ بھی جانتا تھا کہ مختار کے پاس بے شمار لشکر بھی ہے، جب لوگوں نے بہت زیادہ مجبور کیا تو اس نے کہا کہ سنو، میں مختار سے اسی صورت میں لڑ سکتا ہوں کہ میرے ہمراہ مہلب بن ابی صفرہ ہو اگر وہ میری مدد کے لئے نہیں آسکتا تو میں ہرگز مختار سے مقابلہ کے لئے تیار نہیں ہوں، حضرت مختار کے دشمنوں نے اہواز پہنچ کر مہلب کو تیار کرنا چاہا "وکان لایری الخروج علی المختار و محاربتہ" لیکن چونکہ وہ حضرت مختار سے لڑنے کو کسی صورت میں پسند نہیں کرتا تھا اس لئے وہ ٹال مٹول کرتا رہا۔ مگر اس کا اہمال اور اس کا تماطل زیادہ دیر پا نہ ہو سکا (دمعہ ساکبہ ص ۴۱۲)

کیونکہ بروایت طبری عبداللہ بن زبیر مہلب کو پہلے ہی لکھ چکا تھا کہ تم اپنے علاقہ سے لشکر مرتب کر کے بصرہ چلے جاؤ اور مصعب کے ہمراہ ہو کر مختار پر حملہ کر دو (تاریخ طبری ج ۴ ص ۶۵۹) تاہم اس نے کافی دنوں ٹال مٹول میں گزارا اور اسی کی کوشش کرتا رہا کہ حضرت مختار سے جنگ نہ کرنی پڑے اور اسی وجہ سے " از اہواز بیرون نیامدہ" اہواز سے بارادہ بصرہ نکل کر روانہ ہوا جب مصعب نے اس کا ٹال مٹول دیکھا تو اس کو آمادہ کرنے اور لانے کے لئے ایک شخص کو بھیج دیا۔ اس نے مہلب کو روانگی بصرہ پر آمادہ کر دیا (روضۃ الصفا ج ۳ ص ۸۷) بالآخر مہلب بن ابی صفرہ، فارس و اہواز پر اپنے فرزند کو نائب مقرر کر کے تین ہزار کی فوج سمیت بصرہ کو روانہ ہو گیا۔ جب بصرہ کے قریب پہنچا اور مصعب بن زبیر کو اس کی رسیدگی کی خبر ہوئی تو وہ ارکان دولت سمیت بصرہ سے نکل کر اس کے استقبال میں مشغول ہو گیا، جب مہلب کا سامنا ہوا مصعب نے اُسے اپنے سینے سے لگا لیا اور اُس نے اس کی پوری تعظیم و تکریم کی اور نہایت اچھے خیر مقدم کے ساتھ وارد شہر بصرہ کیا۔ جب دوسرا دن ہوا مصعب ابن زبیر مہلب کی قیام گاہ پر گیا اور اس سے کہنے لگا کہ مختار سے جنگ کے متعلق کیا صورت اختیار کرنی چاہیئے۔ کونسی ایسی شکل ہے کہ اس پر آسانی سے قابو حاصل ہو جائے۔ مہلب بن ابی صفرہ نے کہا کہ میری پہلے بھی یہی رائے تھی کہ مختار سے جنگ نہ کی جائے اور میں اب بھی خیال کرتا ہوں

کہ مختار سے قتال کا خیال ترک کر دیا جائے اور انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ وہ وقت دُور نہیں کہ عبدالملک بن مروان میں اور مختار میں جنگ ہوگی، اب اگر ان دونوں میں جنگ ہوگئی اور ان میں سے کوئی بھی مارا گیا تو ہمارے لئے فائدہ ہے کیوں کہ یہ دونوں ہی ہمارے مخالف ہیں (روضۃ المجاہدین ص۲۱۳) مگر اس نے اُس کے کہنے کی کوئی پرواہ نہ کی اور حضرت مختار پر حملہ کے لئے کوفہ کی روانگی کا فیصلہ کر دیا۔ (تاریخ ابوالفداء ج ۲ ص۱۴۹) مورخ شیخ محمد الخضری بیگ لکھتے ہیں کہ مختار سے جنگ کے لئے روانگی سے پہلے مصعب بن زبیر نے لوگوں کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا اور اس میں حمد و ثناء کے بعد آیات کے اشاروں سے حکومت شام و کوفہ کی مذمت کی اور حکومت مکہ کی مدح سرائی کر کے عبداللہ ابن زبیر کی طرف لوگوں کو مائل کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اے اہل بصرہ تم لوگ اپنے حاکموں کو خطاب دیا کرتے ہو "لقد لقیت نفسی بالجزار" میں نے اپنا لقب خود جزار رکھ لیا ہے (تاریخ خضری ج ۲ ص۲۱۵) یعنی قتل اور نحر کرنے والا (المنجد ص۸۶) مورخ خضری کا بیان ہے کہ بعض اشراف اہل کوفہ نے حسب عادت مصعب سے مختار کے خلاف چغلی بھی کھائی تھی اور اس سے کہا تھا کہ ہم مختار کو نہیں چاہتے، تم آجاؤ اور اگر جنگ ہوگی ہم جنگ میں بھی تمہاری مدد کریں گے اور کوشش کریں گے کہ اُن کو تمہارے سپرد کر دیں۔ ص۲۱۵)

الغرض مصعب بن زبیر اپنا لشکر تیار کر کے کوفہ کی طرف روانگی پر آمادہ ہوگیا، جب لشکر مرتب ہو چکا تو وہ وہاں سے روانہ ہو کر بروایت ابو مخنف بمقام "نہر دیر" پہنچا، مہلب بن ابی صفرہ بھی ایک عظیم جمعیت سمیت مصعب کے ہمراہ تھا (دمعہ ساکبہ ص۴۱۵ و اخذ الثار ص۴۹۶) وہاں پہنچ کر مصعب بن زبیر نے ایک شخص مسمی عبدالرحمٰن ابن مخنف ازدی کو اس مقصد کے ماتحت کوفہ بھیج دیا کہ وہ وہاں کے لوگوں کو مختار کے خلاف بھڑکا کر اُن سے برگشتہ کر دے اور سب کو عبیداللہ بن زبیر کی بیعت میں لے آئے، عبدالرحمٰن نے کوفہ پہنچ کر بڑی تیزی سے اپنا کام شروع کر دیا اور لوگوں کے بہکانے میں شب و روز لگا رہا، (روضۃ الصفا ج ۳ ص۸۴) کوفہ والوں کی تو فطرت ہی میں بے وفائی اور غداری تھی۔ اُن میں کے اکثر اس ترکیب سے متاثر ہو گئے جس کا مظاہرہ موقع جنگ میں ہوا (دمعہ ساکبہ ص۴۱۵)

احمر بن شمیط کی سپہ سالاری

علامہ شیخ محمد خضری بیگ تحریر فرماتے ہیں کہ مصعب بن زبیر ایک نہایت عظیم لشکر لے کر روانہ کوفہ ہوگیا اور لشکر کی قیادت اُس نے خود سنبھالی اس کے ہمراہ بے شمار رؤسا لشکر بھی تھے "فبلغ خبرہ المختار فانتدب لہ جنداً قاتل مصعباً عند المذار" حضرت مختار کو جب اطلاع ملی کہ مصعب بن زبیر کوفہ کے ارادہ سے نکل پڑا ہے۔ تو

تو آپ نے بھی ایک زبردست لشکر اس کے مقابلہ کے لئے بھیج دیا (تاریخ خضری ج ۲ ص ۲۱۰) مورخ ابو مخنف لکھتے ہیں کہ جس مقام پر مصعب کا لشکر ٹھہرا تھا اس کے قریب حضرت مختار کا لشکر بھی جا ٹھہرا، مصعب کو جب معلوم ہوا تو اس نے پیغام بھیجا کہ عبداللہ ابن زبیر کی بیعت کرلی جائے اور جنگ کی آگ نہ بھڑکے مگر ان لوگوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا جس کے نتیجے میں آتش حرب بھڑک اٹھی اور دونوں میں جنگ چھڑ گئی (اخذ الثار ص ۹۶) علامہ محمد باقر تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت مختار کو ابن زبیر کی کوفہ کے قریب آمد کی اطلاع ملی تو انہوں نے احمر بن شمیط کی قیادت میں تیس ہزار کا لشکر بھیج کر اس کا مقابلہ کیا جب جنگ کی آگ تیزی سے بھڑک اٹھی تو اہل کوفہ نے اپنی عادت کے مطابق ابن شمیط کو دشمنوں کے سپرد کر دیا۔ اور جنگ سے اس طرح پہلو تہی کرنے لگے کہ بالآخر احمر بن شمیط درجہ شہادت پر فائز ہو گئے (دمعہ ساکبہ ص ۴۱۵) مورخ ہروی رقمطراز ہیں کہ مصعب کے قریب کوفہ پہنچنے کے بعد حضرت مختار نے احمر بن شمیط کو تیس ہزار کا لشکر دے کر مقابلہ کے لئے روانہ کر دیا۔ جب دونوں صفیں مقابلہ میں جمع ہو گئیں تو مصعب نے ان لوگوں کو کہلا بھیجا کہ بہتر یہ ہے کہ جنگ سے باز رہو اور بلا تامل عبداللہ ابن زبیر کی بیعت کر لو، ان لوگوں نے اس قول کے ماننے سے انکار کر دیا۔ بالآخر جنگ شروع ہو گئی اور احمر بن شمیط قتل ہو گئے ان کے قتل ہوتے ہی کوفہ کا لشکر ہزیمت خوردہ واپس ہوا، اس کی واپسی میں بھی بہت سے افراد مارے گئے یعنی مصعب کے لشکر نے حضرت مختار کے لشکر کی بڑی تعداد قتل کر دی، حضرت مختار کا بچا ہوا لشکر جب واپس ہو کر حضرت مختار کی خدمت میں پہنچا اور سارا واقعہ بیان کیا تو حضرت مختار نے اک آہ سرد کھینچی، اور کہا کہ "از مرگ چارہ نیست" اب مرنے کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے (روضۃ الصفا ج ۳ ص ۸۷)

علامہ عطاء الدین حسام الواعظ کا بیان ہے کہ حضرت مختار نے مصعب کے آجانے کے بعد عبداللہ کامل کو اپنا خلیفہ مقرر کر کے احمر بن شمیط کو سپہ سالار لشکر قرار دیا اور حکم دے دیا کہ مصعب سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہو جائے۔ اس فیصلہ کے بعد احمر بن شمیط نے لشکر مرتب کیا اور روانگی کا پروگرام مکمل کر دیا۔ اس کے بعد احمر بن شمیط، عبداللہ بن کامل، قاسم بن عبیداللہ کامل، عبداللہ بن صبرہ، قدامہ بن عیسیٰ اسحاق بن سعید بن مسعود ثقفی خزیمہ بن نصیر، عبداللہ بن یزید، سعد بن فضل نخعی لشکر لیکر روانہ ہو گئے۔ روانگی کے وقت احمر بن شمیط نے حضرت مختار کے ہاتھوں کا بوسہ دیا، جب لشکر روانہ ہوا حضرت مختار بھی پا پیادہ مشایعت کے لئے روانہ ہوئے، کافی دور جانے کے بعد احمر بن شمیط نے درخواست کی کہ آپ واپس تشریف لے جائیں یہ سنکر حضرت مختار آبدیدہ ہو گئے اور آپ نے اپنی تلوار ابن شمیط کو دے کر انہیں اپنے سینے سے لگا لیا اور ابن شمیط ہی کی طرح ہر ایک سردار کو سینے سے لگایا۔ پھر آپ کوفہ کی طرف اور لشکر اسلام مزار کی طرف

روانہ ہوگیا۔ احمر بن شمیط لشکر سمیت روانہ ہوکر مدائن کے قریب سکونت گیر ہوا۔ ایک شبانہ روز قیام کے بعد وہاں سے روانگی عمل میں آئی۔ یہ لوگ وہاں سے روانہ ہوکر قریب بہ "مزار" فروکش ہوئے۔

مصعب بن زبیر کو جب احمر بن شمیط کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ بھی مزار کے قریب آ ٹھہرا۔ احمر بن شمیط کو مصعب کے آجانے کی خبر نہ تھی۔ ناگاہ ان کا بھیجا ہوا جاسوس پلٹ کر آیا اور اس نے کہا کہ اے امیر آگاہ ہو کہ مصعب بن زبیر بالشکر گراں مزار کے قریب آیا ہوا ہے۔ یہ سن کر احمر بن شمیط نے طلایہ مقرر کر دیا، اور عبداللہ ابن صبرہ کو حکم دیا کہ سو آدمیوں کو لے کر لشکر کے بائیں جانب طلایہ پھرے اور اُسے ہدایت کر دی کہ جو کچھ سنے یا دیکھے فی الفور اس سے باخبر کر دے۔ عبداللہ رات کی تاریکی میں طلایہ پھرتا رہا۔

مصعب بن زبیر نے بھی طلایہ مقرر کر دیا تھا اُس نے یہ کام اپنے بھائی جعفر کے سپرد کیا تھا جب رات کا کچھ حصہ گزرا تو عبداللہ ابن صبرہ نے دیکھا کہ ابن زبیر کی سپاہ کے کچھ لوگ گھوڑوں سوار آلات حرب سے آراستہ چلے آ رہے ہیں عبداللہ بن صبرہ نے عبداللہ کامل کو اطلاع دی انہوں نے کہا کہ تم لوگ بھی آلات حرب سے آراستہ ہو جاؤ۔ ادھر یہ لوگ تیار ہوئے اُدھر ابن زبیر کا طلایہ پھرنے والا لشکر آ پہنچا اور دونوں میں مڈبھیڑ ہو گئی اور خون کی ندی بہنے لگی۔ مصعب بن زبیر کو جب اس ہنگامی حالت کی اطلاع ملی تو وہ ایک بڑا لشکر لے کر آ پہنچا، جب احمر بن شمیط کو اس حالت کی اطلاع ملی وہ بھی اپنا لشکر لیکر آ پہنچے اور باہم گتھ گئے اب صبح طالع ہو رہی تھی اور جنگ اپنا شباب دکھا رہی تھی، میدان خون سے لالہ زار تھا، جنگ کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ یہاں تک نماز ظہر کا وقت آ گیا اور جنگ بند ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر جنگ کا آغاز ہوا احمر بن شمیط خود میدان میں آ کر محو نبرد آزمائی ہوئے۔ جب دشمن کے لشکر کے کئی سردار قتل ہو گئے تو مصعب بن زبیر خود میدان میں آ گیا۔ دونوں آزمودہ کار بہادروں میں تلواروں اور نیزوں کی رد و بدل ہونے لگی اور تا غروب آفتاب مسلسل جنگ جاری رہی اور کسی ایک کو دوسرے پر کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ دونوں فن سپہ گری میں کامل تھے۔ بالآخر مصعب عاجز آ کر واپس گیا اور احمر بن شمیط لشکر سے محو پیکار رہے۔ یہاں تک کہ لشکر ابن زبیر کو زیر و زبر کر ڈالا، راوی کا بیان ہے کہ مصعب کے چار سو پچاس سوار قتل ہوئے ۔ اور احمر بن شمیط کے صرف سات بہادر درجہ شہادت پر فائز ہوئے، اس واقعہ سے مصعب بن زبیر سخت ہراساں اور پریشان ہو گیا۔

مصعب کا جاسوس لشکر مختار میں

مصعب بن زبیر نے لشکر احمر بن شمیط کی جرأت و ہمت اور کثرت کو دیکھ کر صحیح اندازے کے لئے مقام مزار کے رہنے والے

ایک شخص کو جاسوسی کے لئے حضرت مختار کے لشکر میں بھیج دیا اور اس سے وعدہ کیا کہ تو اگر صحیح حالات لشکر سے باخبر کرے گا تو میں تجھے ایک ہزار دینار سرخ دوں گا، وہ شخص کوئی چیز سر پر لیکر اُسے فروخت کرنے کے لئے آواز لگاتا ہوا لشکرگاہ احمر بن شمیط میں پہنچا، وہ وہاں پہنچ کر اپنی چیز بیچنے کے بہانے سے لشکر کی تعداد اور اس کی حیثیت کو معلوم کرتا رہا۔ جب اُسے حالات معلوم ہو گئے تو وہ وہاں سے واپس آکر مصعب بن زبیر سے ملا۔ اس نے اُس سے حالات و واقعات بیان کرنے کے بعد ایفاء وعدہ کا ذکر کیا، مصعب نے خازن کو حکم دیا کہ اُسے پچاس دینار دیدے، اس شخص نے کہا کہ آپ نے مجھ سے ایک ہزار دینار دینے کا وعدہ کیا تھا اس نے جواب دیا کہ تجھے اس سے زیادہ دینار نہیں مل سکتے۔ وہ ناراض ہو کر وہاں سے چلا آیا اور دل میں کہنے لگا کہ اب میں ان کے راز احمر بن شمیط کو بیان کر دوں گا۔

مصعب کے شبخون مارنے کے راز کا افشا

وہ شخص مصعب بن زبیر سے ناراض ہو کر احمر بن شمیط سے ملنے کے لئے چلا، جب خیمہ گاہ احمر کے قریب پہنچا تو اُس نے دیکھا کہ اسمٰعیل مزاری وہاں پر موجود ہے۔ اس مرد مزاری نے اسمٰعیل مزاری سے کہا کہ میں ایک نہایت اہم خبر لایا ہوں، مجھے اپنے امیر احمر کے پاس لے چلو اسمٰعیل نے احمر بن شمیط کو اس کے آنے کی خبر دی۔ انہوں نے اذن حضوری عنایت فرمائی اور مرد مزاری حاضر خدمت ہوا۔ احمر بن شمیط نے پوچھا کہ تو کون ہے اور کیا خبر لایا ہے، اس نے کہا کہ میں وہی مزاری شخص ہوں جو چند یوم قبل آپ کے لشکرگاہ میں چھابڑی لگایا کرتا تھا۔ میں دراصل مصعب کا جاسوس ہوں لیکن مجھے مصعب سے بعض واقعات سے تکلیف پہنچی ہے اور قدرتی طور پر مجھے آپ سے ہمدردی پیدا ہو گئی ہے میں اسی لئے اس سے منہ موڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور آپ کو بتانا چاہتا ہوں، اور وہ یہ ہے کہ مصعب بن زبیر نے زیاد بن عمر ازدی کی زیر قیادت دو ہزار افراد روانہ کر کے آج رات کو آپ پر شبخون مارنے کا حکم دیا ہے، اے امیر میرے خیال میں یہی مناسب ہے کہ آپ اپنا لشکر بھیج کر فلاں مقام پر اُن پر حملہ کرا دیں وہ چونکہ مصعب سے بہت دور ہیں اس لئے وہ ان لوگوں کی مدد کو نہ پہنچ سکے گا، اور اس وقت سب کے سب محو خواب پڑے ہیں، احمر بن شمیط نے اس مرد مزاری کی بات سُن کر فوراً اور سرداروں کو طلب کیا اور اُن سے تبادلہ خیال کے بعد عبداللہ بن وزیر کو ساڑھے چار سو بہادروں کی قیادت سپرد کر کے حکم دیا کہ اس مزاری کو ہمراہ لے کر موقع پر جاؤ اور ان بدنیت لوگوں کو پارہ پارہ کر ڈالو، عبداللہ بن وزیر حکم امیر احمر بن شمیط کے مطابق وہاں سے روانہ ہوا چلتے چلتے راستے

ہیں دو آدمی آتے ہوئے دکھائی دئے عبداللہ نے انہیں اپنے گھیرے میں لے کر اُن سے پوچھ کہ تم لوگ کون ہو، کہاں سے آئے ہو اور کہاں جارہے ہو اور اس طرف تمہارا کیا کام ہے'' ان لوگوں نے پہلے تو بیان کرنے میں حیلہ بہانہ کیا لیکن جب شمشیر کی چمک نے انہیں مرعوب کردیا تو بولے کہ ہم زیاد۔بن عمرو ازدی کے ملازمین میں سے ہیں۔ یہ سُن کر عبداللہ نے ان کی مشکیں کسوالیں۔ پھر وہاں سے روانہ ہوئے راستے میں پانچ افراد اور دکھائی دیئے، عبداللہ نے انہیں بھی گرفتار کرالیا۔ پھر اُن سے پوچھا کہ کوئی خبر ہو تو بیان کرو انہوں نے کہا کہ ایک خبر یہ ہے کہ زیاد بن عمر ازدی جو کہ شبخون مارنے والوں کا قائد ہے اس وقت مالک بن مستمع کے خیمہ میں دعوت کھا رہا ہے۔ عبداللہ نے کہا کہ بہتر ہے اب قہر خدا اُس پر نازل ہو جائے گا۔ اس کے بعد وہ لوگ آگے بڑھے اور عبداللہ نے عمرو بن اصدق کو سو سواروں سمیت داہنی طرف اور مسعود بن حارث کو سو سواروں سمیت بائیں جانب محض اس لئے قرار دے دیا کہ کوئی شخص فرار کر کے باہر نہ جانے پائے۔ اس کے بعد ڈھائی سو سواروں سمیت عبداللہ لشکر گاہ زیاد بن عمرو ازدی کی طرف بڑھے، اور انہوں نے صدائے تکبیر بلند کی، ان کے باجوں اور تکبیر کی آوازوں سے زیاد کے لشکر والے خیموں سے نکل کر بھاگنے لگے، ادھر عبداللہ نے حملہ کر دیا ادھر بھاگنے والوں کو عمرو بن اصدق اور مسعود بن حارث قتل کرنے لگے، عبداللہ کے سپاہیوں نے زیاد بن عمر کو اسیر کر لیا اور اس کے علاوہ بہت سے لوگوں کو گرفتار و اسیر کیا پھر اُن سب کے سر کاٹ لئے اور انہیں احمر بن شمیط کی خدمت میں بھیج دیا صبح ہونے کے بعد احمر بن شمیط نے اُن سروں کو حضرت مختار کی خدمت میں روانہ کر دیا۔

مصعب بن زبیر جو شبخون مارنے کے لئے لشکر روانہ کر کے کامیابی کی امید میں بیٹھا تھا جب اُسے معلوم ہوا کہ شبخون مارنے کے راز کے افشا ہونے سے ہمارا لشکر قتل کر دیا گیا ہے تو اُسے سخت غصہ آیا اُس نے اپنے لشکر کے سرداروں کو بلا کر تہدید کی اور کہا کہ ہمارا لشکر اگرچہ احمد کے لشکر سے کہیں زیادہ ہے لیکن پھر بھی ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہر معرکہ میں وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں، میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ اگر تم لوگ اچھی طرح ان لوگوں کا مقابلہ نہ کرو گے تو ایک دن ہمارا اور تمہارا وہی حشر ہوگا جو ابراہیم کے ہاتھوں ابن زیاد اور اس کے لشکر کا ہو چکا ہے، اور درحقیقت اگر تم لوگوں میں لڑنے کی صلاحیت اور طاقت نہیں ہے تو پھر میدان چھوڑ کر بھاگ جانا چاہیئے۔ مہلب بن ابی صفرہ نے کہا کہ اے مصعب میں نے پہلے ہی تم سے کہا تھا کہ مختار سے لڑنے کا ارادہ نہ کرو مگر تم نے نہ مانا، اب اپنا حشر دیکھ رہے ہو، بہرحال اب جبکہ میدان میں آچکے ہیں تو ہمیں لڑنا مرنا چاہیئے، میدان چھوڑنے کا اب کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا اس کے بعد وہ لوگ آگے بڑھے اور جنگ شروع ہو گئی، اب کیا تھا دونوں طرف سے لوگ میدان

میں آ گئے اور تلوار و نیزے چلنے لگے احمر بن شمیط کی طرف سے عبداللہ بن وزیر لڑ رہے تھے۔ اسی اثنا میں عبداللہ کامل بھی میدان میں آ گئے ان دونوں بہادروں نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔

احمر بن شمیط کی نبرد آزمائی اور شہادت

یہ دیکھ کر مہلب بن ابی صفرہ نے دو ہزار سواروں کو عمرو اور احمد بن قیس کی قیادت میں میدان میں بھیج دیا، احمر بن شمیط جو کہ ابراہیم بن اشتر ہی جیسے بہادر تھے عبداللہ کامل سے کہنے لگے تو تم میدان سے واپس آ جاؤ اب میں تمہاری جگہ پر جنگ کروں گا وہ واپس آئے اور احمر میدان کی طرف روانہ ہوئے میدان کی طرف جاتے وقت انہوں نے اپنے لشکر والوں سے کہا کہ میں میدان میں جا رہا ہوں۔ اگر واپس آیا تو تمہاری خدمت کروں گا اور اگر شہید ہو گیا تو تم لوگ میری جگہ پر عبداللہ کامل کو اپنا امیر سمجھنا۔

احمر بن شمیط میدان میں پہنچے اور انہوں نے شیرانہ حملے شروع کر دئے اور اس بے جگری سے لڑے کہ دشمنوں کے "چھکے چھوٹ" گئے۔ یہ دیکھ کر مصعب بن زبیر سخت خائف ہوا اور اس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ سب مل کر احمر بن شمیط پر حملہ کر دو۔ چنانچہ احمر بن شمیط کو چاروں طرف سے گھیر کر ان پر بزدلانہ مگر بے شمار حملے شروع کر دئے، احمر چونکہ میدان شجاعت کے تاجدار تھے وہ جس طرف جھکتے تھے پرے کے پرے صاف کر دیتے تھے جس پر تلوار ان کی پڑتی تھی دو ٹکڑے کر ڈالتے تھے، احمر بن شمیط مصروف جنگ تھے اور پوری جوانمردی سے لڑ رہے تھے کہ ناگاہ ان کی پیشانی پر ایک تیر آ کر لگا آپ نے تیر کو پیشانی سے نکالا مگر پیکان تیر دماغ سے نہ نکلا بالآخر آپ زمین پر تشریف لائے، اور کلمہ شہادتین زبان پر جاری کرتے ہوئے راہی جنت ہوئے۔

عبداللہ کامل کی جنگ اور شہادت

احمد بن شمیط کی شہادت کے بعد عبداللہ ابن کامل نے علم لشکر سنبھالا اور انہوں نے اپنے لشکر والوں سے کہا کہ اے بہادرو! احمر بن شمیط درجہ شہادت کے خواہاں تھے خدا نے انہیں شہادت عطا فرما دی، تم لوگ ہمت نہ ہارو اور اپنی روایتی شجاعت کے ساتھ جنگ کرتے رہو، میں تمہارے ساتھ ہوں، الغرض عبداللہ اپنے لشکر سمیت میدان میں تھے ہی کہ مصعب بن زبیر کے لشکر سے علبید بن حصین برآمد ہوا۔ عبداللہ کامل نے اس بے جگری سے جنگ کی کہ اگر رستم و سام ہوتے تو داد شجاعت دیتے۔ بالآخر بے شمار دشمنوں نے یکبارگی حملے سے انہیں بھی شہید کر ڈالا (روضۃ المجاہدین صـ ۲۱۱/۲۱۸)

حضرت مختار خود میدان جنگ میں

احمر بن شمیط اور عبداللہ کامل کی خبر شہادت سے حضرت مختار سخت مایوس ہوئے اور آپ نے کلمۂ استرجاع زبان

پر جاری فرمایا اور اپنے لوگوں سے کہا کہ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ میں خود میدان میں جاؤں، اور دشمنان اسلام سے مقابلہ کروں، لشکر والوں نے حمایت کا وعدہ کیا اور آپ آمادۂ قتال ہوئے۔ مورخ ہروی رقمطراز ہیں کہ "بعد ازاں بالشکرے کہ در کوفہ داشت بعزم جنگ رواں شد" بڑے بڑے افسروں کے قتل ہو جانے کے بعد حضرت مختار اپنی اس فوج کو لے کر جو ان کے پاس کوفہ میں تھی موقع جنگ کی طرف روانہ ہوگئے (روضۃ الصفا ج ۳ ص ۸۰)

علامہ عطاء الدین حسام الواعظ تحریر فرماتے ہیں کہ احمر بن شمیط اور عبداللہ ابن کامل کی شہادت سے مصعب بن زبیر بہت زیادہ دلیر ہو گیا اور اس نے یہ سمجھ لیا کہ مختار کے دونوں بازو ٹوٹ گئے کیونکہ اُسے یہ علم تھا کہ یہ دونوں لشکر مختار میں جس درجہ پر فائز ہیں وہ کسی اور کو نصیب نہیں، ان کی شہادت کے فوراً بعد اُس نے حضرت مختار کو ایک خط تحریر کیا جس میں لکھا کہ تم اب بھی جنگ سے ہاتھ اُٹھا لو، اور عبداللہ ابن زبیر کی بیعت کر لو، حضرت مختار نے خط پاتے ہی تحریر فرمایا کہ امام زمانہ صرف حضرت امام زین العابدین ع ہیں، ان کی موجودگی میں مَیں کسی اور کی بیعت اصولاً نہیں کر سکتا، میں اُن کی بیعت کر چکا ہوں اور اسی کو کافی سمجھتا ہوں، مصعب بن زبیر نے حضرت مختار کا جواب پاتے ہی کوفہ کی طرف روانگی کا فیصلہ کیا، حضرت مختار کو جب معلوم ہوا کہ مصعب شہر کوفہ کی طرف بڑھ رہا ہے تو آپ اس کی پیش قدمی روکنے کے لئے عبداللہ ابن ثعلبۂ انصاری کو کوفہ میں چھوڑ کر بصرہ کے راستے پر چل پڑے چلتے چلتے آپ بمقام "حرا" قیام پذیر ہوئے۔

حضرت مختار کے لشکر کی ترتیب اور آغاز جنگ

وہاں پہنچ کر آپ نے اپنے لشکر کو مرتب کیا، لشکر کا کمانڈران چیف یزید بن سلیمان کو قرار دیا۔ میسرہ سعد بن عامر ہمدانی، میمنہ علی بن شعر کے سپرد فرمایا اور خود قلب لشکر میں جاگزین ہوئے ترتیب لشکر کے بعد ہی مصعب بن زبیر اپنے لشکر سمیت آ پہنچا اور اس نے حضرت مختار کے لشکر گاہ کے قریب قیام کیا، اُس نے بھی اپنا لشکر مرتب کیا۔ اُس نے خصوصی طور پر مہلب بن ابی صغرہ کو میمنہ دیا اور قلب لشکر اپنے لئے قرار دیا۔ ترتیب لشکر کے بعد مصعب بن زبیر نے عباد بن حصین کے ذریعہ سے حضرت مختار کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ جنگ سے باز آؤ اور میرے بھائی عبداللہ ابن زبیر کی بیعت کر لو، حضرت مختار نے بیعت سے انکار کر دیا ...س کے بعد وہ آگے بڑھا اور حضرت مختار بھی آگے بڑھے اور دونوں صفیں برابر میں ڈٹ گئیں، اس کے لشکر سے ایک شخص برآمد ہوا جس کے جواب میں حضرت مختار کی طرف سے "سعد بن مقدار" میدان میں تشریف لائے اور اس شدت کی جنگ

ہوئی کہ لوگ حیران رہ گئے۔ پھر تھوڑی دیر کے لئے جنگ رک گئی پھر "زکوان" نامی غلام سامنے آیا۔

جعفر بن قیس کی جنگ اور شہادت

اس کے مقابلہ کے لئے حضرت مختار کی طرف سے جعفر بن قیس سامنے آئے۔ آپ نے بڑی دلیری سے جنگ کی اور تادیر مقاتلہ و مقابلہ جاری رہا۔ بالآخر آپ درجۂ شہادت پر فائز ہو گئے۔

جعفر بن قیس کی شہادت کے بعد "سعید ہمدانی" نے برق خاطف کی طرح زکوان پر حملہ کرکے اُسے واصل جہنم کر دیا، اس کے بعد رات ہو گئی اور سلسلہ جنگ منقطع ہو گیا۔

عامر بن حسان کی اور شہادت

جب صبح ہوئی اور دونوں لشکروں نے نماز سے فراغت حاصل کی تو اب لڑنے کے لئے دونوں کو بڑھنا تھا لیکن دونوں لشکروں میں تھکن کی وجہ سے ہمت باقی نہ تھی۔ لہٰذا تا ربع یوم کوئی بھی میدان میں نہ آیا، چاشت کا وقت گزرنے کے بعد مصعب بن زبیر کی طرف سے ایک شخص برآمد ہوا اس کے ہمراہ دو غلام بھی تھے جب حضرت مختار کو علم ہوا تو آپ نے "عامر بن حسان" کو میدان میں بھیجا۔ آپ اُس کے مقابلہ میں تشریف لے گئے اور بڑی بہادری سے لڑے لیکن دھوکا کھا کر شہید ہو گئے، اس کے بعد محمد بن ثعلب میدان میں تشریف لائے۔ آپ نے تھوڑی دیر میں اُسے واصل جہنم کر دیا، اس کے قتل ہونے سے حضرت مختار بے انتہا خوش ہوئے اس کے بعد رات ہو گئی۔

جب صبح ہوئی دونوں لشکر باہم محوِ پیکار ہو گئے، حضرت مختار نے بے شمار دشمنوں کو واصل جہنم کیا، جنگ جاری رہی یہاں تک کہ نماز خفتن کا وقت آگیا، قریب تھا کہ لشکر کوفہ ہزیمت کھا جائے۔ کہ حضرت مختار پیادہ ہو کر جنگ کرنے لگے اور انہوں نے ایسی جنگ کی کہ دنیا حیران رہ گئی، اس جنگ کا سلسلہ تا بشام جاری رہا۔ رات کو جنگ رک گئی اور حضرت مختار اور محمد بن سعد حالات جنگ پر تقریباً ساری رات تبادلہ خیالات کرتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور نماز صبح ادا کی گئی۔

پھر جنگ شروع ہو گئی اور مہلب و مصعب دونوں میدان میں آگئے اور تا شام جنگ جاری رہی اور بے شمار افراد دونوں طرف کے آب شمشیر سے سیراب ہو گئے۔ اس کے بعد علقمہ بن سعید نے سعید بن عامر کو واصل جہنم کیا۔ پھر "ہبیر ابن منذر" مصعب بن زبیر کی طرف سے میدان میں آیا اور اس نے علقمہ پر حملہ کیا لیکن علقمہ نے پوری ہوشیاری کے ساتھ اس پر حملہ کرکے اُسے داصل جہنم کر دیا۔ پھر اس کے بعد ایک اور شخص میدان میں آکر دست علقمہ سے واصل جہنم ہوا۔ پھر علقمہ بن سعید اپنے لشکر گاہ کی طرف

واپس چلے آئے، اس کے بعد مہلب بن ابی صفرہ میدان میں آیا اور اس نے حضرت مختار کے بہت سے سپاہیوں کو قتل کر ڈالا۔ پھر رات ہو گئی۔ اور دونوں طرف کے لشکر طلایہ پھرنے لگے اتنے میں دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہو گئی۔ ایک شخص شہریار نامی گرفتار ہو کر حضرت مختار کے پاس آیا اور اُس نے معذرت کی۔ آپ نے اسے اس شرط پر چھوڑ دیا کہ تو اپنے وطن واپس چلا جا۔ چنانچہ وہ کوفہ ہوتا ہوا اپنے وطن چلا گیا۔ حضرت مختار نے اسے ہزار دینار بھی عنایت فرمایا۔

جب صبح ہوئی دونوں لشکروں میں جنگ شروع ہوئی، ایک شخص مصعب کے لشکر سے میدان میں آیا۔ حضرت مختار کی طرف سے مالک بن عمرو نہدی مقابلہ کے لئے نکلے اور انہوں نے اسے واصل جہنم کر دیا (بروایت روضتہ الصفا) یہ مقتول محمد بن اشعث تھا اور یہی قاتلان حسین میں کا آخری مالک بن عمرو نے اس کا سر کاٹ لیا اور حضرت مختار کے گھوڑے کے قدموں میں لا کر ڈال دیا۔ حضرت مختار بہت ہی خوش ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ مادر گیتی کی آغوش میں قاتلان حسین میں کا کوئی بھی باقی نہیں رہا۔

اس کے بعد حضرت مختار اور ان کے لشکر نے دلیرانہ حملے کئے اور نصف شب تک ایسی جنگ جاری رہی کہ اس کی مثال نہ تھی، آج کی لڑائی میں دونوں طرف کے بہت سے سپاہی قتل اور شہید ہو گئے۔ پھر دونوں لشکر اپنے اپنے لشکر گاہ میں چلے گئے۔

حضرت مختار کی سیاست اور پانچ ہزار دشمنوں کا قتل

حضرت مختار نے محمد بن سعد سے فرمایا کہ مہلب کی وجہ سے ہمارے سپاہی زیادہ مارے جاتے ہیں۔ اب ایسی ترکیب کرنی چاہیئے کہ مہلب واصل جہنم ہو، محمد نے کہا جو تدبیر آپ فرمائیں وہ بہتر ہو گی میں اس میں آپ کی مدد کروں گا۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ میں اپنے سرداروں کو جمع کر کے اُن کے سامنے تمہیں بہت سخت و سست کہوں گا تم خفا ہو کر اپنے دستہ فوج سمیت یہاں سے براہ کوفہ روانہ ہو جانا، جب تم روانہ ہو گے تو تمہارے تعاقب میں جاسوسوں کی خبر دہی کی وجہ سے مہلب اور اس کا دستہ روانہ ہو گا۔ کیونکہ مصعب تمہارا سخت دشمن ہے۔ جب یہ دستہ روانہ ہو گا میں اس کے پیچھے چل کر اس پر حملہ کروں گا، ایک طرف سے میرا حملہ ہو گا دوسری طرف سے تم حملہ کرنا۔ اس طرح ہم اس کے قتل میں کامیاب ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مصعب نے پانچ ہزار کا دستہ محمد بن سعد کے پیچھے روانہ کیا اور مختار خود ان کے پیچھے روانہ ہوئے۔ اس لشکر میں اگرچہ مہلب خود نہیں گیا۔ لیکن اور چند جرار سپاہی تھے۔ حضرت مختار نے ان کا پیچھا کیا۔ بالآخر پشت کی طرف سے حضرت مختار نے اور آگے کی جانب سے محمد بن سعد نے حملہ کیا اور پانچ ہزار

کو واصل جہنم کر دیا۔ یہ واقعہ رات کے وقت کا ہے۔
جب صبح ہوئی اور مصعب کو اپنے لشکر کی تباہی معلوم ہوئی تو اس نے سخت رنج کیا، مہلب نے کہا کہ میں نے آپ سے پہلے ہی کہا تھا کہ لشکر کا تعاقب نہ کرائیے۔ کہیں اس سلسلہ میں مختار مکر نہ کر رہے ہوں۔ مگر آپ نے نہ مانا، اب بتائیے کہ جیسا آپ کہہ رہے تھے کہ میں اُن کے تعاقب کے لئے جاؤں۔ اگر میں جاتا تو یقیناً قتل ہو جاتا مصعب نے مہلب سے کہا کہ اب تیرے مشوروں پر ضرور عمل کیا کروں گا۔
(روضۃ المجاہدین ص ۲۱۸/۲۲۵، روضۃ الصفا ج ۳ ص ۸۷)

حضرت مختار علیہ الرحمہ کی شہادت

مورخین کا بیان ہے کہ جنگ برابر جاری تھی۔ جب اس سلسلہ کا آخری دن آیا حضرت مختار نے صبح سویرے اپنے لشکر کو مرتب کیا، میمنہ و میسرہ قلب و جناح درست فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے لشکر والوں میں ایک تقریر فرمائی جس میں کہا کہ اے میرے بہادرو میدان میں لڑنا مرنا مردوں کی عادت ہے، تمہیں چاہیئے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے اسوۂ زندگی پر نگاہ رکھو اور پوری مردانگی سے لڑو۔ اگر میدان جنگ میں روح جنت کی طرف پرواز کر گئی اور درجہ شہادت نصیب ہو گیا تو یہی حیاتِ ابدی کا پیغام ہو گا جس کے لئے دنیا ترس رہی ہے، میرے بہادرو! جنگ آخری منزل تک آ پہنچی ہے۔ اب بہر صورت ہمیں کامیابی حاصل کرتی ہے اگر زندہ رہے تو حکومت ہماری بحال رہے گی۔ اور اگر شہید ہو گئے تو جنت ہمارے ہاتھوں سے کہیں نہیں گئی۔

حضرت مختار کی تقریر کے جواب میں اُن کے لشکر نے بڑی ہمت افزائی کی اور کہا کہ اے امیر آپ مطمئن رہیں ہم نے جس دن آپ کی حمایت کا ارادہ کیا ہے اُسی دن فیصلہ کر لیا ہے کہ زندگی اور موت دونوں حالتوں میں آپ کے ساتھ رہیں گے اور کوئی وقت ایسا نہ آنے دیں گے جس میں آپ کو تنہائی کا صدمہ برداشت کرنا پڑے، اے امیر ہم نے محبت آل محمد کو اپنے دل میں جاگزیں کر لیا ہے۔ ہم جیتے اور مرتے دونوں میں اُن کی محبت سے الگ نہیں ہو سکتے۔

یہ سن کر حضرت مختار نے اُن کی آفرین کی اور کہا کہ اب تیار ہو جاؤ اور یکبارگی سب مل کر حملہ کر دو، حضرت مختار کا حکم پاتے ہی سب کے سب حملہ کے لئے آمادہ ہو گئے، حضرت مختار کی زیر قیادت یہ لشکر آگے بڑھا اور سب نے مل کر مصعب بن زبیر کے لشکر پر حملہ کیا اور ان لوگوں نے ایسی جنگ کی کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ بروایت عطاء الدین اس قدر دشمنوں کو ان لوگوں نے

قتل کرڈالا کہ گھوڑوں کو راستہ چلنا دشوار ہو گیا تھا۔ بروایت روضۃ الصفا، حضرت مختار شبانہ روز جنگ و جدال میں مشغول رہے۔ علامہ عطاء الدین کا بیان ہے کہ اس قدر بہادرانہ جنگ ہوئی کہ لشکر ابن زبیر بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔

مصعب بن زبیر کے لشکر کا فرار کرنا تھا کہ مصعب اور مہلب دونوں میدان میں آگئے اور ان کے ہمراہ وہ لشکر تھا جو فی الحال نبرد آزمائی میں مشغول نہ تھا۔ چونکہ یہ لشکر تازہ دم تھا لہٰذا اس لشکر نے حضرت مختار کے تھکے ہوئے لشکر پر حملہ کر کے اُن کی ہمتوں کو پست کر دیا۔ اب یہ حالت ہو گئی کہ بروایت علامہ محمد باقرؒ "واھل الکوفۃ یتسللون عن المختار لواذا" اہل کوفہ حضرت مختار کے ساتھ بے دلی سے لڑتے رہے اور موقع پا کر بھاگتے رہے اور یہ نوبت پہنچی کہ "لم یبقی معہ الا نفر قلیل" اُن کے ہمراہ بہت تھوڑے لوگ رہ گئے (دمعہ ساکبہ ص۴۱۵)

علامہ عطاء الدین حسام الواعظ کا بیان ہے کہ دن بھر تو لوگ کچھ نہ کچھ ساتھ دیتے رہے لیکن جب رات ہو گئی تو تقریباً تمام ہی لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت مختار بھی کوفہ کو واپس تشریف لائے اور آپ نے دار الامارہ میں قیام فرمایا۔

عبداللہ ابن حاتم کی وفاداری اور بہادری

جب عبداللہ ابن حاتم کو ان حالات کی اطلاع ملی تو وہ حضرت مختار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے حضرت مختار سے کہا کہ میرے ہمراہ چار سو افراد ہیں۔ اگر آپ فرمائیں تو ہم آگے بڑھ کر بمقام کناسہ مصعب بن زبیر کی کوفہ کی طرف پیش قدمی کو روکیں۔ کیونکہ اب یقین ہے کہ وہ کوفہ پر قبضہ کرنے اور آپ کو قتل یا گرفتار کرنے کے لئے ضرور آئے گا۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ میں کسی سے مدد کا خواستگار نہیں ہوں۔ ابن حاتم نے کہا کہ میں خوشنودی خدا کے لئے آپ کی حمایت کرنا چاہتا ہوں۔ الغرض وہ کناسہ میں جا ٹھہرے۔ جب مصعب اپنے لشکر سمیت آنے لگا تو انہوں نے بڑی بے جگری سے اُس سے جنگ کی، انہوں نے پہلے حملہ میں بیس آدمیوں کو قتل کر ڈالا، آخر الامر تاب مقاومت نہ لا کر کوفہ سے باہر چلے گئے۔

مصعب ابن زبیر کوفہ میں

اس کے بعد مصعب بن زبیر اپنا لشکر لئے ہوئے داخل کوفہ ہوا۔ اور وہاں پہنچ کر اُس نے لوگوں سے پوچھا کہ مختار ثقفی کہاں ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ اس وقت دار الامارہ میں مقیم ہیں، اُس نے پوچھا کہ اُن کے ہمراہ کتنے افراد ہیں لوگوں نے کہا کہ ان کے ہمراہ بہت سے افراد ہیں (روضۃ المجاہدین ص۲۲۴)

حضرت ابراہیم کے لئے حضرت کی بےچینی

جب حضرت مختار کو معلوم ہوا کہ مصعب ابن زبیر وارد کوفہ ہو گیا ہے تو آپ نے اس امر کی سعی پیہم شروع کر دی کہ کسی صورت سے حضرت ابراہیم کو موصل میں خبر بھجوا دیں اور انہیں اپنی حالت سے آگاہ کر دیں " لم یوجد من یوصل کتابہ ابی ابراھیم بن الاشتر، لیکن انہیں کوئی ایسا آدمی نہ مل سکا جو اُن کا خط حضرت ابراہیم کے پاس موصل پہنچا دے تاریخ میں ہے کہ یہ ادھر بےچین رہے اور اس امر کی کوشش کرتے رہے کہ ابراہیم تک خط پہنچے اور وہ اُدھر بے چین رہے۔ کیونکہ اُن کو صحیح حالات حضرت مختار کے معلوم نہیں ہو رہے تھے لیکن چونکہ حضرت مختار سے انہیں بہت ہی گہرا لگاؤ تھا۔ لہٰذا وہ سُنی سُنائی خبر ہی پر لشکر لے کر موصل سے روانہ ہو گئے " یرید الکوفۃ لادراک المختار" ان کی روانگی کا مقصد یہ تھا کہ حضرت مختار کی مدد کریں لیکن افسوس یہ اس وقت پہنچے جب حضرت مختار درجہ شہادت پر فائز ہو چکے تھے (دمعہ ساکبہ ص۴۱۵)

حضرت مختار دار الامارہ میں محصور ہو گئے

مصعب بن زبیر نے کوفہ پہنچنے کے بعد دار الامارہ کا محاصرہ کر لیا اور اتنا زبردست پہرہ لگا دیا کہ کسی قسم کی آمد و رفت کا امکان باقی نہ رہا۔ کھانا پانی غرضیکہ جملہ ضروریات زندگی کے راستے بند کر دئے حضرت مختار نے جب یقین کر لیا کہ اب جان کسی صورت سے نہیں بچ سکتی تو انہوں نے اپنے اہل و عیال اور فرزندوں کو وصیت کرنا شروع کیا۔ آپ نے کہا کہ میں عنقریب درجہ شہادت پر فائز ہو جاؤں گا تم لوگ اس بات کا خیال رکھنا کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تمہارے امام ہیں، اُن کی خدمت اپنا فریضہ جاننا اور ہمیشہ تقویٰ کے جادہ پر لگے رہنا اور جب مدینہ منورہ پہنچنا حضرت کو میرا سلام کہدینا اس کے بعد خصوصی طور پر اپنے فرزند ثابت سے کہا کہ میرے قتل کے بعد تم لوگ کسی صورت سے حضرت ابراہیم بن مالک اشتر کے پاس موصل چلے جانا اور دشمنان دین سے مقابلہ میں ان کی مدد کرنا۔ (روضۃ المجاہدین ص۲۲۶)

علامہ محمد باقر لکھتے ہیں " بقی محاصرا حتی عیل صبرہ" حضرت مختار اتنے دنوں تک محصور رہے کہ اُن کا صبر و ضبط جاتا رہا (دمعہ ساکبہ ص۴۱۵) مورخ طبری لکھتے ہیں کہ حضرت مختار محصور کر لئے گئے۔ ان کے ہمراہ چھ ہزار افراد دار الامارہ میں تھے اور سب بھوکے مر رہے تھے (تاریخ طبری ج ۷ ص۱۴۶) مورخ ابو مخنف لکھتے ہیں کہ حضرت مختار دار الامارہ میں محصور ہو گئے، " فبقی فیہ اربعین یوما" اور اسی حالت میں چالیس یوم رہے اور ان کی اور ان کے ساتھیوں کی یہ حالت ہو گئی، کہ

بھوک پیاس کی وجہ سے بات نہیں کرسکتے تھے (اخذ الثار ص۴۹۷) مورخ ابو الفداء لکھتے ہیں کہ حضرت مختار اپنی جائے کچہری میں محصور ہوگئے مصعب نے کوفہ میں گھس کر محاصرہ کرلیا لیکن وہ حالت محاصرہ میں بھی لڑا (تاریخ ابو الفداء ج ۲ ص۱۴۹) مورخ ہروی لکھتے ہیں کہ حضرت مختار چھ ہزار افراد سمیت دارالامارہ میں متحصن ہوگئے، یہ حصار چالیس یوم تک رہا۔ اس مدت میں حضرت مختار کے لشکر کی یہ حالت ہوگئی کہ بھوک اور پیاس کی وجہ سے آہ و فغاں کرنے لگے (روضۃ الصفاج ۳ ص۸۷)

اپنے ہمراہیوں کو حضرت مختار کی فہمائش

مورخین کا بیان ہے کہ جب حضرت مختار کے ساتھی دارالامارہ میں بھوکوں مرنے لگے تو انھوں نے حضرت مختار سے کہا کہ اب بہتر یہ ہے کہ ہم لوگ مصعب بن زبیر سے امان حاصل کرلیں اور عبداللہ ابن زبیر کی بیعت کرکے اپنی جان بچالیں۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ سنو! تم لوگوں نے ان لوگوں کے باپ، دادا، بھائی اور لڑکوں اور ان کے قبیلوں کو قتل کیا ہے اور ان کے گھروں کو برباد کیا ہے۔ اگر مصعب تمہیں امان بھی دیدے تو اس کے لشکر والے تمہیں کبھی زندہ نہ چھوڑیں گے اور تم کو اس ذلت و خواری سے قتل کریں گے کہ دنیا حیران رہ جائے گی۔ بہتر یہ ہے کہ تم لوگ میرے ہمراہ ہو کر دارالامارہ سے نکلو اور ہم سب مل کر جنگ کریں، دیکھو میدان جنگ میں لڑ کر قتل ہوجانا اس سے بہتر ہے کہ بے بسی و بے کسی سے مجبوری کی حالت میں قتل ہوں، حضرت مختار کی اس فہمائش کے جواب میں اُن لوگوں نے سکوت اختیار کیا اور وہ جنگ کے لئے آمادہ نہ ہوئے (روضۃ الصفاج ۳ ص۸۷ و تاریخ طبری ج ۴ ص۶۶)

حضرت مختار کو محمد بن سعد کا مشورہ اور اس کا جواب

حضرت مختار نے جب دیکھا کہ میرے ساتھی جنگ کے لئے آمادہ نہیں ہیں تو انھوں نے خود برآمد ہونے کا ارادہ کیا۔ ان کے اس ارادہ کو دیکھ کر ان کے ایک مخلص محمد بن سعد آگے بڑھ کر بولے، اے امیر دشمن بے شمار ہیں ان سے لڑنا فی الحال آسان نہیں ہے۔ میری رائے اور میرا مشورہ یہ ہے کہ ہم لوگ دارالامارہ کے کوٹھے پر چل کر ان لوگوں پر تیر برسائیں یہ لامحالہ تقریباً پانچ سو قدم ہم سے دُور ہوں گے اور جب رات ہوجائے تو ہم لوگ چپکے سے نکل چلیں اور قبائل میں پھر کر اپنے مددگار فراہم کریں اور حضرت ابراہیم بن اشتر کو اپنے ہمراہ لاکر ان سے مقابلہ کریں۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں ایسا کبھی نہیں کروں گا۔ یہ تو بزدلی ہے اور پھر اب مجھے جینے کی ہوس بھی نہیں ہے کیونکہ میرا مقصد واقعہ کربلا کا بدلا لینا تھا اور وہ میں لے چکا، اب تو میں خدا کی بارگاہ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ "مرا بدیدار فرخندہ آثار حضرت امام حسین علیہ السلام واصل گردان"، کہ خدایا

مجھے درجہ شہادت پر فائز فرما کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے دیدار سے مسرور فرما۔ (روضۃ المجاہدین ص۲۲۶)

حضرت مختار انیس (۱۹) ساتھیوں سمیت میدان جنگ میں

اس کے بعد حضرت مختار بروایت روضۃ الصفا اپنے جوشن کے نیچے کفن پہن کر اپنے انیس (۱۹) مجاہدوں سمیت دار الامارہ سے نکل پڑے، مورخ طبری کا بیان ہے کہ حضرت مختار نے پہلے غسل کیا پھر حنوط کیا پھر اپنے انیس (۱۹) ساتھیوں سمیت میدان میں برآمد ہو گئے (تاریخ طبری ج ۴ ص۶۶ و دمعہ ساکبہ ص۴۱۵)

حضرت مختار کی دلیرانہ جنگ اور شہادت

حضرت مختار دار الامارہ سے نکل کر اپنے انیس (۱۹) ساتھوں سمیت مصعب بن زبیر کی فوج پر حملہ آور ہوئے اور بڑی بہادری سے لڑتے لڑتے ان کے لشکر میں گھس گئے۔ ان لوگوں نے حضرت مختار کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور ان پر بے شمار حملے کرنے لگے، اس عظیم الشان جنگ میں حضرت مختار کے تقریباً تمام ساتھی شہید ہو گئے اور حضرت تنہا رہ گئے، تنہائی کے بعد آپ کے حملوں میں شیرانہ انداز پیدا ہو گیا، آپ جس طرف متوجہ ہوتے تھے کشتوں کے پشتے لگا دیتے تھے، دوران جنگ میں آپ کے جسم مبارک پر بے شمار زخم لگ گئے اور ان زخموں سے پرنالہ کی طرح خون جاری تھا، یہاں تک کہ آپ پر ضعف شدید طاری ہو گیا "فاسند ظہرہ الی حائط القصر" آپ نے ستانے اور دم لینے کے لئے اپنی پشت مبارک ایک دیوار سے لگا لی۔ اتنے میں دو ملعون بھائی "طارق اور طریق" آگے بڑھے ان ملعونوں نے حضرت مختار پر پیہم وار شروع کر دئے۔ چنانچہ آپ زمین پر گر پڑے۔ ان ملعونوں نے آپ کا سر مبارک بدن اقدس سے جدا کر دیا، اس طرح شیر بیشۂ شجاعت کی روح مبارک جنت الفردوس کی طرف پرواز کر گئی" انا للہ وانا الیہ راجعون (اخذ الثار ص۴۹۷ و روضۃ المجاہدین ص۲۲۷، تاریخ فخری ص۹۰ مجالس المومنین ص۳۵۹، روضۃ الصفا ج ۳ ص۸۰، تاریخ طبری ج ۴ ص۶۵۹، تاریخ ابو الفداء ج ۲ ص۱۴۹، تاریخ خضری ج ۲ ص۲۱۶) سہ

وہ لڑتے لڑتے رہ حق میں جان سے گزرے
خوشا وہ مرد مجاہد خوشا وہ مرد شہید (اثر صہبائی)

حضرت مختار کی تاریخ شہادت

مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت مختار علیہ الرحمہ نصف رمضان المبارک ۶۷ھ کو درجہ شہادت پر فائز ہوئے ہیں۔ ذوب النضار ابن نما ص۲۱، دمعہ ساکبہ ص۴۱۵، تاریخ ابو الفداء ج ۲ ص۱۴۹، تاریخ آئمہ ص۳۹۴، ناسخ التواریخ

ج ۲/۲ ص۶۸۶، خیر الکمال فی اسماء الرجال محدث ابوالحسن طبع لاہور ۱۳۱۸ھ اس کے متعلق مورخ معاصر سشن جج مسٹر سلطان مرزا نے بحوالہ طبری ۱۴ر رمضان ۶۷ھ مطابق ۳ر اپریل ۶۸۶ء تحریر کی ہے لیکن میرے نزدیک ۱۵ر رمضان المبارک ۶۷ھ ہجری مطابق ۱۱ اپریل ۶۸۶ء عیسوی یوم دوشنبہ صحیح ہے

حضرت مختار کا سر مبارک

حضرت مختار کا سر مبارک کاٹ کر طارق اور طریق نے مصعب بن زبیر کے پاس پیش کیا اُس ملعون نے حکم دیا کہ اسے مسجد جامع کو تہ کے در میں لٹکا دیا جائے۔ چنانچہ آپ کا سر مبارک آویزاں کر دیا گیا (تاریخ طبری ص۶۶ ج۴) پھر چند دنوں کے بعد حکم دیا گیا کہ اسے عبداللہ ابن زبیر کے پاس مکہ بھیج دیا جائے چنانچہ عبداللہ ابن عبدالرحمٰن کے ہاتھوں اُسے عبداللہ ابن زبیر کے پاس بھیج دیا گیا (دمعہ ساکبہ ص۱۵۴)

مورخ ہروی کا بیان ہے کہ دونوں بھائیوں نے حضرت مختار کا سر کاٹ کر مصعب کے سامنے پیش کیا مصعب نے انہیں تین ہزار درہم انعام دئیے پھر اُس کو ایک فتحنامہ سمیت عبداللہ ابن عبدالرحمٰن کے ذریعہ سے عبداللہ ابن زبیر کے پاس مکہ بھیج دیا، عبداللہ کہتا ہے کہ میں جس وقت مکہ پہنچا اُس وقت عبداللہ ابن زبیر مسجد الحرام میں مشغول نماز تھے۔ میں ان کے انتظار میں رہا یہاں تک کہ وہ نماز صبح سے فراغت کر کے مسجد سے برآمد ہوئے، میں نے آگے بڑھ کر انہیں سلام کیا انہوں نے جواب دیا، میں نے اُن کی خدمت میں فتح نامہ پیش کر کے اُن سے کہا کہ سر مختار با من است" اے امیر مختار کا سر میرے پاس ہے انہوں نے کہا کہ اس کہنے کا کیا مطلب ؟ میں نے کہا کہ میرا مطلب یہ ہے کہ آپ مجھے انعام دیجئے، ابن زبیر نے کہا کہ اپنے انعام کے عوض میں اسی سر کو لے لے، میں تو کوئی انعام دینے کے لئے تیار نہیں ہوں، عبداللہ کہتا ہے کہ ابن زبیر کا یہ جواب سُن کر میں مسجد ہی میں سر ڈال کر واپس چلا آیا (روضۃ الصفاج ص۸۸)

حضرت مختار کی خبر شہادت سے حضرت ابراہیم کی حالت

علامہ عطاء الدین حسام الواعظ رقمطراز ہیں کہ جونہی حضرت ابراہیم کو حضرت مختار کی شہادت کی خبر ملی انہوں نے اپنا گریبان چاک کر ڈالا۔ عمامہ زمین پر پھینک دیا اور وہ اس قدر روئے کہ بیہوش ہو گئے جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے اپنے گرد محبان آل محمدؐ کو جمع پایا پھر سب نے مل کر فلک شگاف نالے کئے ؎

غلغلہ در گنبدِ مینا فتاد
ولولہ در صفحہ، غبر افتاد

(روضۃ المجاہدین ص۲۲۷)

۲۷ب

حضرت مُختار کی شہادت کے بعد

حضرت مختار ۶۷ سال کی عمر میں قاتلان حسین کی سرکوبی اور ان کی سیفی ضیافت کے بعد درجہ شہادت پر فائز ہو گئے، آپ کے شہید ہونے کے بعد غالب طبقہ نے وہ تمام مظالم کئے جو مغلوب طبقہ کے ساتھ اہل دنیا کیا کرتے ہیں۔ آپ کے ساتھیوں کو قتل کیا گیا۔ آپ کے اہلحرم کو تلوار کے گھاٹ اُتار اگیا۔ آپ پر لعنت کرائی گئی۔ آپ پر الزامات قائم کئے گئے۔

حضرت مختار کے ساتھیوں کا حشر

تواریخ میں ہے کہ حضرت مختار نے دارالامارہ سے نکلتے وقت اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ میرے ہمراہ نکل کر چلو اور جنگ کرو کیونکہ اگر تم کو مصعب امان دے بھی دے گا تو اہل کوفہ تمہیں نہ بخشیں گے۔ کیونکہ تم نے ان کے تقریباً ہر گھر سے کچھ نہ کچھ افراد قتل کئے ہیں۔ لیکن ان لوگوں نے اسے باور نہ کیا تھا اور مصعب کے امان پر بھروسہ کر لیا تھا، جب مختار کی شہادت کے بعد ان لوگوں کو جن کی تعداد چھ ہزار تھی، جن میں بروایت ابو حنیفہ دینوری چار ہزار عرب اور دو ہزار عجم تھے اور جن میں اکثریت ان لوگوں کی تھی جو حضرت مختار کا ساتھ چھوڑ کر دار الامارہ میں پناہ گیر ہوئے تھے، نکالا گیا تو بروایت مورخ ہروی رؤسا کوفہ مصعب کے سامنے آ گئے اور انہوں نے کہا کہ اے امیر ہمارے اور مختار کے درمیان "خون" ہے ہم چاہتے ہیں کہ اُن سے خوں بہا حاصل کریں۔ اے امیر اگر تو نے اس سلسلہ میں ہماری حمایت نہ کی اور ہمارے ان دشمنوں کو چھوڑ دیا تو پھر ہم سے بھی کسی قسم کی امید نہ رکھنا۔ مصعب نے کہا کہ گھبراؤ نہیں ہم تمہارا خیال ضرور کریں گے (روضۃ الصفا ج ۳ ص ۸۳) اس کے بعد بروایت مورخ طبری ابن زبیر نے ان چھ ہزار افراد کے ہاتھ پاؤں بندھوا دئے اور انہیں بمقام کناسہ لا کر ڈال دیا اور چاہا کہ قتل کرا دے۔ اتنے میں ایک شخص "بجیر" نامی جو انہی لوگوں میں تھا بول اُٹھا۔ اے امیر آج تو ایسی منزل پر ہے کہ جس کے دو راستے ہیں ایک حصول خوشنودی خدا، دوسرا اس کی ناراضگی، میں امیر سے درخواست کرتا ہوں کہ خدا کی ناراضگی سے بچئے۔ اے امیر ہم اہل قبلہ ہیں، مسلمان ہیں، نماز گزار ہیں، اگر تو ہمیں بخش دے گا خدا تجھ سے خوش ہوگا

اگر ہمیں قتل کر ڈالے گا، خدا ناراض ہوگا، دیکھ ہم تیرے قبضے میں آئے ہوئے ہیں اور تو ہم کو امان دے چکا ہے۔ اگر امان بحال ہے تو تیرے لئے یہی سزاوار ہے اور اگر تو ہمیں قتل کرے تجھے کوئی روک نہیں سکتا اے امیر ہماری درخواست پر غور کر اور ہمیں بخش دے، یہ سُن کر مصعب بن زبیر پسیج اُٹھا اور مائل بعفو ہو گیا۔ اس کے فوراً بعد عبدالرحمٰن ابن محمد بن اشعث بول اُٹھا، اے امیر یہ لوگ ہم سے کمتر تھے جب انہیں ہم پر قابو حاصل ہو گیا تو انہوں نے ہمارے ساتھ کوئی رعایت نہ کی اور بے محابا ہمیں قتل کیا، اے امیر اگر تو نے ان لوگوں کو بخش دیا تو ہم تیرے ساتھ نہ ہوں گے۔ یہ سُن کر بجیر بولا کہ اے عبدالرحمٰن تو عجیب بات کرتا ہے اگر ہم نے تم لوگوں کا خون بہایا تو تم لوگوں نے بھی ہمارا بہایا ہے۔ اس کے بعد بجیر نے مصعب سے کہا کہ اے امیر تو عبدالرحمٰن کی بات پر کان نہ دھر، ہم تجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں معاف کر دے۔ اے امیر اگر تو نے ہمیں معاف کر دیا تو ہم تجھ پر اپنی جان فدا کر دیں گے۔ اگر کسی سے تیری جنگ ہو گی ہم اُس کا مقابلہ کریں گے اور اس سلسلہ میں اگر بچ گئے تو ہماری قسمت اور اگر مارے گئے تو ہمارا خون تیری گردن پر نہ ہوگا، اس پر عبدالرحمٰن بولا کہ اے امیر کوفہ کا کوئی گھر ایسا نہیں ہے جس گھر سے ان لوگوں نے کسی نہ کسی کو قتل نہ کیا ہو اور خون نہ بہایا ہو، اے امیر سارا شہر ان لوگوں کا دشمن ہے، اے امیر یہ سب کے سب "خونی" ہیں، دیکھ انہیں معاف کر کے سارے شہر کو اپنا دشمن نہ بنا، میں کہے دیتا ہوں کہ اگر تو نے انہیں معاف کر دیا تو ہم سب تیرے مخالف ہوں گے اور شہر کا ایک آدمی بھی تیری حمایت میں نہ ہوگا، مصعب نے جب سارے شہر کو اس معاملہ میں یک زبان دیکھا تو حکم دے دیا کہ ان لوگوں کو قتل کر دیا جائے (تاریخ طبری ج ۴ ص ۶۶)
مورخ ابوالفداء کا بیان ہے کہ مصعب بن زبیر نے سب کے سب سر بھٹے کی مثل اُڑا دیئے جن کی تعداد سات ہزار تھی (تاریخ ابوالفداء ج ۲ ص ۱۲۹ و تاریخ مسعودی)

مورخ خضری لکھتے ہیں کہ "قتل من کانوا معہ بالقصر صبرا" مختار کے ساتھ قصر میں جو لوگ تھے سب کے سب ایک دوسرے کے سامنے قتل کر دیئے گئے (تاریخ خضری ج ۲ ص ۲۱۶ طبع مصر)

حضرت مختار کی بیوی کا بہیمانہ قتل

حضرت مختار کے سات ہزار ہمنواؤں کو قتل کرنے کے بعد مصعب بن زبیر نے حکم دے دیا کہ جو مختار کا طرفدار نظر آئے اُسے قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بے شمار افراد قتل کئے گئے۔ اس کے بعد بروایت مورخ مسعودی و مورخ خضری وہ مختار کے حرم میں آیا اور ان سب سے کہا کہ تم مختار پر تبرا کرو اور اس سے برأت چاہو، ان سب نے (جان کے ڈر سے) ایسا ہی کیا سوائے دو بیویوں کے مختار کی وہ دو بیویاں ایک ام ثابت بنت ثمرہ بن جندب الفزاری تھی اور دوسری عمرہ بنت نعمان بن بشیر الانصاری تھی انہوں نے کہا کہ ہم ایسے شخص سے

کیونکر نفرت کا اظہار کریں جو یہ کہتا تھا کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ دن کو روزہ رکھتا تھا۔ رات کو نماز میں کھڑا رہتا تھا اور اس نے اپنی جان خدا اور رسولؐ کی راہ میں بنت رسولؐ کے صاحبزادے اور اُس کے اصحاب اور اُس کے رشتہ داروں کے خون کا بدلہ لینے میں دے دی۔ خدا نے اُسے قدرت دی اور اس نے مومنوں کے دل کو ٹھنڈا کیا۔ مصعب نے اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کو ان کے اس قول کی اطلاع دی۔ عبداللہ ابن زبیر نے لکھا کہ اگر وہ قول کو واپس لے لیں اور مختار سے نفرت کا اظہار کریں تو خیر ورنہ دونوں کو قتل کردو۔ مصعب نے تلوار کھینچ لی اور اُن سے کہا کہ مختار سے نفرت کا اظہار کرو، ورنہ اس تلوار سے تمہارا گلا کاٹ ڈالوں گا۔ ام ثابت بنت سمرہ بن جندب نے یہ تو کہکر مختار پر لعنت کی کہ اگر تو تلوار کے ڈر سے مجھے کفر کی طرف بلاتا ہے تو میں کفر کرتی ہوں اور کہتی ہوں کہ "مختار کافر تھے"۔ لیکن عمرہ بنت نعمان بن بشیر نے پھر بھی انکار کیا اور کہا کہ جب مجھے شہادت مل رہی ہے تو میں کیوں اس کو چھوڑ دوں۔ ہرگز نہیں۔ یہ موت ہے لیکن اس کے بعد جنت ہے اور رسولؐ اور اس کے اہل بیت کی خدمت میں حاضری ہے۔ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ میں ابن ہند کی پیروی کروں اور علی بن ابی طالب علیہ السلام کو چھوڑ دوں۔ خدایا گواہ رہنا کہ میں تیرے نبی، اُن کے نواسے اور اُن کے اہل بیتؑ اور اُن کے شیعوں کی پیروی کرنے والی ہوں۔ یہ کہکر تلوار کے سامنے آگئی اور اس سنگ دل نے اسے قتل کر ڈالا۔ بروایت مورخ خضری عمر بن ابی ربیعہ نے اس عجیب و غریب قتل کے سلسلہ میں یہ اشعار کہے ؎

ان من اعجب العجائب عندی — قتل بیضاء حرۃ عطبول

قتلت ھکذا علی غیر جرم — ان للہ درھا من قتیل

کتب القتل والقتال علینا — وعلی الغانیات جر الذیول

میرے نزدیک یہ بات عجائب روزگار سے ہے کہ باکباز، نیک نہاد اور نوجوان حسین عورت کو بلا جرم و خطا قتل کر دیا جائے۔ قتل اور قتال تو ہم پر واجب کیا گیا، عورتوں کو اس سے مستثنیٰ کیا گیا ہے ان کے لئے تو بس یہ ہے کہ دامن گردان کر گھروں میں بیٹھی رہیں (مروج الذہب مسعودی جزء ۳ ص ۴۴ طبع بغداد، تاریخ خضری ج ۲ ص ۲۱۶ طبع مصر نور المشرقین ص ۱۰۹)

حضرت مختار اور ان کے ساتھیوں کے قتل پر عبداللہ بن عمر کی برہمی

عبداللہ ابن عمر بن الخطاب حضرت مختار کے بہنوئی تھے،

ابن زیاد نے جب حضرت مختار کو گرفتار کیا تھا تو انہوں نے ہی ان کو رہا کرایا تھا۔ جب سنہ ۶۷ھ

میں مصعب بن زبیر نے حضرت مختار اور اُن کے چھ ہزار ساتھیوں کو شہید اور قتل کرا دیا تو عبداللہ بن عمر نے سخت برہمی کا مظاہرہ کیا، بروایت طبری واقعہ قتل کے بعد اسی ۶۷ھ میں جب مصعب حج کے ارادے سے نکلا تو اُس نے عبداللہ ابن عمر کے سلام کو جانا ضروری سمجھ کر اُن کے پاس گیا۔ وہاں پہنچ کر اُس نے سلام کیا۔ عبداللہ ابن عمر نے جواب سلام نہ دیا اس نے پوچھا کہ آپ نے جواب سلام کیوں نہیں دیا، کیا کوئی ناراضگی ہے؟ عبداللہ ابن عمر نے جواب دیا کیا ماہ رمضان میں چھ ہزار آدمیوں کا قتل کرا دینا ناراضگی کی دعوت نہیں دیتا۔ مصعب بن زبیر نے کہا کہ اے عبداللہ "ایشاں کافر بود ند" یہ سب کافر تھے، یہ سُن کر عبداللہ نے جھنجھلا کر کہا کہ اگر یہ سب کافر تھے تو ان کی میراث میں سے تجھے بھی کفر ملا ہے، اے ابن زبیر یاد رکھ کہ ایک وہ دن بھی آنے والا ہے جس میں خداوند عالم تجھ سے باز پرس کرے گا اور ضرور کرے گا۔ کیونکہ تو نے چھ ہزار اشراف و بزرگان کو تہ تیغ کر دیا ہے جو یقیناً مسلمان تھے۔ یہ سُن کر مصعب بن زبیر بھُن گیا اور اُس کی بولتی بند ہو گئی اور وہاں سے اُٹھ کر حج کے لئے روانہ ہو گیا (تاریخ طبری ج ۴ ص۶۶ طبع لکھنؤ ۱۸۷۴ء)

حضرت مختار کے شہید ہوتے ہی حضرت محمد حنفیہ سے بیعت کا سوال

ایک دفعہ عبداللہ ابن زبیر نے حضرت محمد حنفیہ سے بیعت طلب کرنے کے بعد انہیں قید کر دیا تھا اور انہوں نے حضرت مختار کے ذریعہ سے رہائی حاصل کر لی تھی، پھر جب تک مختار زندہ رہے عبداللہ ابن زبیر نے انہیں چھیڑنے کی جرأت نہیں کی تھی لیکن اُن کے شہید ہوتے ہی اُس نے پھر انہیں چھیڑنا شروع کیا۔ اس نے بروایت مورخ ہروی اپنے بھائی عروہ بن زبیر کو حضرت محمد حنفیہ کے پاس بھیج کر کہلایا کہ میری بیعت کرو ورنہ جنگ کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔ آپ نے اُسے سخت جواب دے کر حرم میں اعتکاف کر لیا۔ عبدالملک بن مروان کو جب انکار بیعت کی خبر ملی تو اُس نے آپ کو بلا بھیجا مگر جونہی اُن کے جاہ و حشم کی اُسے اطلاع ہوئی تو اُس نے بھی بیعت کا سوال کیا اور انہیں لکھ کر بھیجا کہ جو شخص میری بیعت نہ کرے اُسے میرے قلمرو سے نکل کر جانا چاہیئے۔ آپ دمشق سے واپس آکر شعب ابی طالب میں مقیم ہو گئے۔ اس کے بعد عبداللہ ابن زبیر نے کہلا بھیجا کہ یا تو میری بیعت کر دو یا یہاں سے نکل جاؤ، یہ معلوم کر کے اُن کے ماننے والوں نے جنگ کا پروگرام بنایا۔ لیکن آپ نے جنگ سے روک دیا اور آپ طائف تشریف لے گئے اور جب تک عبداللہ بن زبیر زندہ رہا واپس نہیں آئے۔ جب حجاج بن یوسف نے عبداللہ ابن زبیر کا محاصرہ کیا تو انہیں لکھا کہ آپ مکہ تشریف لا سکتے ہیں۔ جب آپ مکہ تشریف

لائے تو اس نے بھی عبدالملک ابن مروان کی بیعت کا سوال کیا۔ آپ پھر طائف واپس چلے گئے اور وہیں بر ولیتے داصل بحق ہو گئے (روضتہ الصفاج ۳ ص۸۷) ایک روایت میں ہے کہ آپ کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا ہے۔

حضرت مختار کی زیارت

یہ ہمارے مسلمات سے ہے کہ زیارات کے الفاظ معصوم سے ماثور ہوتے ہیں جس قدر بھی زیارتیں ہیں وہ کسی نہ کسی معصوم سے منصوص اور ماثور ہیں۔ جن زیارات کو ہمارے فحول علماء اپنی کتاب میں درج کر دیتے ہیں وہ سند کی حیثیت پا جاتی ہیں۔ حضرت مختار جن کی زیارت کے بارے میں حضرت علامہ آقائے دربندی علیہ الرحمتہ تحریر فرماتے ہیں کہ "زائر المختار ماجور" حضرت مختار کی زیارت پڑھنے اور اُن کے مزار کی زیارت کرنے والا بارگاہ خداوندی سے اجر پائے گا (اسرار الشہادت ص۵۶۷) محی الشریعت فخر الشیعت حضرت علامہ شیخ مفید علیہ الرحمہ جن کا اسم گرامی محمد، کنیت ابو عبداللہ اور لقب مفید ہے اپنی کتاب مزار میں ان کی زیارت تحریر فرماتے ہیں (روضتہ المجاہدین ص۵) حضرت شیخ مفید کی جلالت قدر کی وضاحت کے لئے الفاظ کے دامن تنگ ہیں بس اسی کو کافی سمجھنا چاہیئے کہ امام العصر حضرت امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام نے غیبت صغریٰ کے زمانہ میں اپنے ایک توقیع میں انہیں الشیخ، السدید والمولیٰ الرشید۔ الشیخ المفید تحریر فرمایا ہے اور شیخ کی وفات کے بعد ان کا مرثیہ کہا ہے (مجالس المومنین)

زیارت کے عیون الفاظ یہ ہیں :-

السلام علیك ایها العبد الصالح	اے خدا کے نیک کردار بندے آپ پر سلام ہو
السلام علیك ایها الولی الناصح	اے نصیحت کرنے والے ولی
السلام علیك یا ابا اسحاق المختار	اے ابو اسحاق مختار آپ پر سلام ہو
السلام علیك ایها الاخذ بالثار المحارب للکفرة الفجار	اے خون بہا لینے والے اور کافروں اور فاجروں سے جنگ کرنے والے بہادر آپ پر سلام ہو
السلام علیك ایها المخلص لله فی طاعته ولزین العابدین فی محبته	اے خدا کی خلوص کے ساتھ اطاعت کرنے والے اور امام زین العابدین سے پُر خلوص محبت کرنے والے آپ پر سلام ہو
السلام علیك یامن رضی عنه	اے وہ ہستی کہ جس سے جنت و دوزخ کے

السلام علیك یا من بذل نفسه فی رضی الائمة فی نصرة العترة الطاهرة والاخذ بثارهم من العصابة الملعونة فجزاك الله عن النبی صلی الله علیه وآله وعن اهلبیته علیهم السلام
(نور الابصار صفحہ طبع لکھنؤ)

النبی المختار رقیم الجنة والنار وکاشف الکرب والغمة وقائما مقاما لم یصل الیه احد من الامة

تقسیم کنندہ اور سختیوں اور بلاؤں کے دور کرنے والے بنی مختار راضی ہیں۔ اور اے وہ ہستی کہ جس کے مرتبہ کو کوئی اور نہیں پہنچ سکا۔

اے وہ ہستی کہ جس نے اپنی جان کو خوشنودی آئمہ علیہ السلام حاصل کرنے کے لئے نصرت عترت طاہرہ کے ذریعہ سے ملعونوں سے انتقام لینے کے سلسلہ میں "قربان" کردیا (اے مختار خدا تمہیں حضرت رسول کریمؐ اور حضرات آئمہ طاہرین کی طرف سے جزائے خیر دے)

حضرت مختار کے فرزند ابوالحکم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں

علامہ مجلسی اور علامہ شوشتری تحریر فرماتے ہیں کہ عبداللہ ابن شریک کا بیان ہے کہ میں عید قربان کے دن منیٰ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہیں اور آپ کے قریب حجام بیٹھا ہوا ہے جسے آپ نے حجامت بنانے کے لئے طلب فرمایا ہے ۔ میں نے حضرت کو سلام کیا اور میں آپ کی خدمت میں دوزانو بیٹھ گیا، میں بیٹھا ہی ہوا تھا کہ کوفہ کا ایک مرد ضعیف حاضر خدمت ہوا اور اس نے سلام کے بعد دست مبارک کا بوسہ دینا چاہا۔ آپ نے ہاتھ کھینچتے ہوئے فرمایا کہ تم کون ہو، اس نے کہا کہ میں مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کا فرزند ہوں اور میرا نام "حکم" ہے۔ یہ سننا تھا کہ حضرت نے بڑی محبت کے ساتھ اُسے اپنے قریب کیا اور اپنے اتنے نزدیک اُسے بٹھا لیا کہ دُور سے دیکھنے والا یہی سمجھ سکتا تھا کہ حضرت نے اپنے زانو پر اُسے جگہ دیدی ہے، وہ مرد پیر حضرت کے قریب بیٹھنے کے بعد عرض پرداز ہوا کہ اے مولا، میرے والد مختار کے بارے میں لوگ چہ میگوئیاں کرتے ہیں اور اُن پر طرح طرح کے الزامات لگاتے ہیں، مولا میں اس لئے حاضر خدمت ہوا ہوں کہ آپ مجھے ان کے متعلق اپنے خیالات سے آگاہ فرمائیں تاکہ میں اُن پر بھروسہ کروں اور یہ سمجھ لوں کہ بس یہی صحیح ہے باقی اور باتیں غلط ہیں کیونکہ "سخن سخن شناست" آپ کا فرمانا ہی حق ہے، حضرت نے پوچھا کہ لوگ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ حکم نے کہا کہ مولا بہت

سی باتیں کہتے ہیں اور سب سے زیادہ یہ کہتے ہیں کہ وہ "کذاب" یعنی جھوٹے تھے انہوں نے جو کردار قاتلان حسین علیہ السلام کے بدلہ کے سلسلہ میں پیش کیا ہے وہ فریب تھا۔ یہ سُننا تھا کہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے حکم خدا کی قسم میرے والد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا کہ میری والدہ محترمہ کا مہر انہوں نے اسی رقم سے ادا کیا تھا جو تمہارے والد مختار نے ارسال کیا تھا، اے حکم انہوں نے بڑا کام یہ کیا تھا کہ بنی ہاشم کے اُن مکانات کی مرمت کرائی تھی جنہیں بنی اُمیہ نے منہدم کرا دیا تھا، اُن کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے قاتلان حسین کو ان کے عمل و کردار کا بدلا دیا، خداوند عالم اُن پر رحمت نازل کرے، انہوں نے ہمارا کوئی حق دشمنوں کے قبضہ میں نہیں رہنے دیا، خدا کی قسم میرے والد نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ میں فاطمہ دختر حضرت امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں تھا انہوں نے فرمایا کہ خدا رحمت نازل فرمائے مختار پر کہ انہوں نے ہمارے حقوق دشمنوں سے حاصل کیے اور ہمارے دشمنوں کو چُن چُن کر قتل کیا۔ یہ سُننا تھا کہ حکم بن مختار مطمئن ہو گئے (جلاء العیون ص ۲۴۸ و مجالس المومنین ص ۳۵۶، رجال کشی ص ۸۳) علامہ عطاء الدین حسام الواعظ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا تھا کہ "مختار از ماست و از دوستان مخلص ماست" مختار ہم میں سے ہیں اور ہمارے مخلص دوستوں میں سے ہیں (روضۃ المجاہدین ص ۶)

---

۲۸ ب

مصعب بن زبیر اور عبد الملک بن مروان میں جنگ

کوفہ کے دار الامارہ میں سروں کے واقعات

اور

حضرت ابراہیم ابن مالک اشتر کا انجام

حضرت مختار کی شہادت کے بعد مصعب بن زبیر نے والی موصل و جزیرہ حضرت ابراہیم بن مالک اشتر رحمۃ اللہ علیہ سے مصالحت کی کوشش شروع کر دی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ مصعب کو معلوم تھا کہ ابراہیم

بن اشتر سے مقابلہ آسان نہیں، وہ ابراہیم کی اُس جنگ سے جو خازر (موصل) میں ابن زیاد سے ہوئی تھی بے حد متاثر تھا جس میں حضرت ابراہیم نے اپنی تھوڑی سی فوج سمیت حملہ کر کے اسی ہزار افراد کو واصل جہنم کر دیا تھا، مورخ طبری کا بیان ہے کہ مصعب بن زبیر نے ابراہیم بن اشتر کو جو حضرت مختار کی طرف سے موصل وغیرہ کے گورنر تھے اور اپنی پوری فوج رکھتے تھے، ایک خط لکھا جس میں انہیں اپنانے کی دعوت دی اور یہ بھی بصراحت لکھا کہ اگر آپ ہمارے ہو گئے تو ہم آپ کی گورنری اور آپ کے اختیارات بحال رکھیں گے (تاریخ طبری ج ۴ صہ ۶۶) بروایت مورخ ہروی مصعب نے یہ بھی لکھا کہ آپ جلد سے جلد کوفہ آجائیں۔ چنانچہ وہ کوفہ تشریف لائے جب وہ کوفہ پہنچے تو مصعب در تعظیم و توقیر ابراہیم مبالغہ نمودہ فیصل مہمات را برائیے درویت ارد گرد اینڈ" مصعب نے حضرت ابراہیم کی بڑی تعظیم و توقیر کی اور ملکی مہمات کی ذمہ داری اُن کے سپرد کر دی (روضۃ الصفاج ۳ صہ ۸۸) حضرت ابراہیم نے بقول مورخ ذاکر حسین "مصعب بن زبیر کی ملازمت اختیار کر لی" (تاریخ اسلام ج ۱ صہ ۳۹)

بروایت مورخ ہروی، جب عبد الملک ابن مروان حاکم شام کو یہ معلوم ہوا کہ مصعب بن زبیر اور ابراہیم بن مالک اشتر میں مصالحت ہو گئی ہے اور ابراہیم بدستور گورنر دوالی موصل ہیں تو اُسے بے چینی نے آگھیرا، اُس کی نظروں میں ابن اشتر اور ابن زیاد کی جنگ گذشتہ کا نقشہ پھرنے لگا۔ اُس نے گھبراہٹ کی حالت میں اپنے اعزاؤ اقربا کو جمع کر کے اُن سے کہا کہ ابراہیم کی لشکر کشی کا حال تم سب کو معلوم ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ انہوں نے ابن زیاد جیسے عظیم جرنیل کو اسی ہزار کی فوج سمیت تہس نہس کر دیا تھا۔ اب مجھے اندیشہ ہے کہ یہ پھر کسی وقت اُٹھیں گے اور ہماری سلطنت کو بھی برباد کر چھوڑیں گے، یہ سُن کر بشیر بن مروان نے رائے دی کہ لشکر جمع کر کے حملہ کر دینا چاہیئے۔ عبد الملک نے اپنے تمام سرداران فوج کو جمع کر کے مشورہ کیا، اُدھر مصعب کو عبد الملک کے مشوروں کی اطلاع مل گئی۔ اُس نے مہلب کو بُلا کر اس سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ مہلب نے رائے دی کہ اہواز کو اک ذرا دباتے کے بعد میں تیرے پاس آجاتا ہوں اور میرے آنے کے بعد مکمل تیاری کر کے ہم سب مل کر حملہ کا بندوبست کریں۔ اس کے بعد مصعب نے ابراہیم بن اشتر کو جو کہ موصل نصیبین اور تمام ممالک جزیرہ کے گورنر تھے بلا بھیجا۔ جب وہ تشریف لائے تو ان کے سامنے حالات کا نقشہ رکھا اور انہیں اپنی ساری فوج کا "کمانڈر ان چیف" مقرر کر دیا اور ایک بہت بڑی فوج سمیت کوفہ سے روانہ ہو کر بمقام "قرسیسا" جا ٹھہرے، جب عبد الملک بن مروان کو معلوم ہوا تو وہ

بھی ایک بہت ہی بڑا لشکر لے کر شام سے روانہ ہو کر قرسیسا سے تین فرسخ قبل آکر ٹھہر گیا، اپنے مستقر سے عبدالملک بن مروان نے خفیہ طور پر حضرت ابراہیم ابن مالک اشتر اور دیگر سرداران لشکر کو خطوط لکھے جس میں انہیں اپنی طرف آنے کی دعوت دی اور انہیں بہت کچھ اُمیدیں دلائیں اور حکومتوں کے شعبہ جات دینے کا وعدہ کیا۔ عبدالملک کے ان خطوط کی اطلاع سرداران لشکر نے مصعب بن زبیر کو مطلقاً نہ دی۔ ہاں ابراہیم بن اشتر نے مصعب سے خط کے آنے کا تذکرہ کر کے انہیں اس کا خط دے دیا، مصعب نے پوچھا کہ اے ابراہیم اتنے عظیم وعدوں کو آپ نے کیوں نہ مان لیا اور عبدالملک کے ساتھ ہو جانے میں کیوں تردّد کیا۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ شرافت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ نازک وقت میں دشمن کا ساتھ دے دیا جائے۔ اے مصعب یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ہم بنی امیہ کا ساتھ دیدیں۔ مصعب نے حضرت ابراہیم کو دُعائے خیر دی۔

حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اے مصعب جس طرح مجھے خط لکھا گیا ہے اسی طرح اور بھی سرداروں کو خطوط لکھے گئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اپنے اپنے خط چھپا ڈالے ہیں، تمہارا فرض ہے کہ اس کا تفحص کرو اور ایسے بے اعتبار لوگوں کو قتل کرادو یا مقید کرادو ورنہ یہ بروقت دھوکا دیں گے۔ مصعب نے کہا کہ مجھے تمہارے سوا کسی پر بھروسہ نہیں ہے، میں اگر انہیں مقید کر دوں تو یہ عبداللہ بن زبیر کے پاس میری شکایت کریں گے۔ ابراہیم بن مالک اشتر نے کہا کہ اے مصعب اس جنگ کے بعد نہ تم ہو گے اور نہ تمہارا امیر ہو گا۔" مصعب نے کہا درست ہے۔ بہرصورت پوری ہمت کے ساتھ جنگ کرنے اور مرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں، آگے خدا جو چاہے گا وہی ہو گا۔

اس گفتگو کے بعد جب رات آئی مصعب بن زبیر کے تمام سردار جن کے پاس عبدالملک بن مروان کے خطوط پہنچے تھے۔ سب کے سب مصعب کے لشکر سے فرار کر کے عبدالملک بن مروان کے پاس جا پہنچے۔ ان لوگوں کے چلے جانے سے مصعب بن زبیر سخت مایوس ہو گیا اور صبح کے وقت نہایت مایوسی کی حالت میں میدان قتال میں آگیا۔

لڑائی شروع ہونے سے پہلے عبدالملک بن مروان نے بنی کلاب کے ایک شخص کو جو کہ مصعب کا عزیز تھا، مصعب بن زبیر کے پاس بھیجکر کہلایا کہ ہمارے تمہارے درمیان بہت پرانی دوستی ہے، ہم تم سے کہتے ہیں کہ تم جنگ سے ہاتھ اُٹھا لو اور اس لڑائی کو عبداللہ ابن زبیر اور ہمارے درمیان چھوڑ دو، ہم جانیں اور وہ جانیں۔ مصعب بن زبیر نے عبدالملک بن مروان کی بات پر کان نہ دھرا اور جنگ شروع ہو گئی۔

عبدالملک بن مروان کی طرف سے محمد بن مروان اور مصعب بن زبیر کی طرف سے ابراہیم بن مالک اشتر میدان میں آئے۔ جنگ عظیم کے بعد عبدالملک نے اپنے بھائی کی مدد کے لئے عبداللہ بن یزید کو اور مصعب

نے ابراہیم کی مدد کے لئے چند بہادروں کو بھیج دیا، بالآخر محمد بن مروان عبدالملک کی طرف سے اور مسلم بن عمرو الباہلی مصعب کی طرف سے قتل ہو گئے۔ اس کے بعد مصعب نے ابراہیم بن اشتر کی مدد کے لئے عتاب بن ورقاء کو بھیج دیا، حضرت ابراہیم کی نظر جونہی ابن ورقاء پر پڑی آپ نے استرجاع کیا۔ کیوں کہ آپ نے مصعب سے کہا تھا کہ اس شخص کو میری امداد کے لئے نہ بھیجنا۔ بالآخر جب جنگ نے شدت اختیار کی تو ابن ورقاء نے راہ فرار اختیار کی جس کے نتیجہ میں حضرت ابراہیم عروس موت سے ہمکنار ہو گئے۔

حضرت ابراہیم کی جدائی سے مصعب بن زبیر بے انتہا متاثر ہوا اور میدان جنگ میں بار بار کہتا رہا "کجاست ابراہیم" ہائے ابراہیم کہاں چلے گئے۔ اس قسم کی جنگ میں تو بس انہیں جیسے بہادر کی ضرورت تھی، اسی دوران میں مصعب کی نگاہ عروہ بن مغیرہ پر پڑی، اس نے کہا کہ اے عروہ ذرا جنگ کربلا کا واقعہ بیان کر اور یہ بتا کہ جب امام حسین نے بیعت یزید سے انکار کیا تو پھر ان کے ساتھ فوج مخالف کس طرح سے پیش آئی اور وہ کس انداز سے لڑے اور کیونکر درجہ شہادت پر فائز ہوئے مصعب کے اس سوال پر مغیرہ نے سمجھ لیا کہ یہ اب اپنی کامیابی سے قطعی طور پر مایوس ہو گیا ہے۔

بہرحال اس جنگ کے دوران میں مصعب نے اپنے بیٹے عیسیٰ سے کہا کہ تو فوراً مکہ جا کر عبداللہ ابن زبیر سے حالات بتا اور فوج لے کر میرے پاس آجا، عیسیٰ نے کہا کہ پدر بزرگوار اب میں اگر آپ کے پاس سے چلا جاؤں تو ظاہر ہے کہ میری واپسی تک یہاں جنگ کا خاتمہ ہو جائے گا اور دنیا کہے گی کہ عیسیٰ نے باپ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس لئے عرض ہے کہ آپ مجھے مکہ نہ بھیجیں اور لڑنے کی اجازت دیں۔ چنانچہ اس نے عیسیٰ کو جنگاہ میں بھیج دیا اور وہ کافی جنگ کر کے قتل ہو گیا اور ایک شامی نے اس کا سر کاٹ لیا، یہ دیکھ کر مصعب نے بڑھ کر اس شامی کو قتل کر دیا مصعب نے لڑکے کے قتل ہونے پر بے پناہ گریہ کیا اور اپنے چہرہ پر خاک مل لی (روضۃ الصفاج ۳ صفحہ ۹)

اس کے بعد جنگ پوری شدت سے جاری ہو گئی اور مصعب بن زبیر جو بڑا شجاع تھا عبدالملک بن مروان کے خیمہ تک جا پہنچا اور اس نے اس کے خیمہ کی طناب کاٹ دی۔ اتنے میں حضرت مختار علیہ الرحمہ کے چچازاد بھائی زائدہ ابن قدامہ نے بڑھ کر ایک تلوار مصعب کے سر پر لگائی جس سے وہ زمین پر گر پڑا۔ بروایت طبری زائدہ نے تلوار لگاتے ہوئے کہا کہ یہ مختار ابن ابی عبیدہ کا بدلا ہے اس کے بعد عبداللہ ابن زیاد الطبیان نے اس کا سر کاٹ لیا۔ کیونکہ اس نے اس کے بھائی کو قتل کیا تھا یہ دیکھ کر عبدالملک بن مروان نے اسے ایک ہزار دینار انعام دیا لیکن اس نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ مجھے اپنے بھائی کے خون کا

بدلا چاہیئے تھا وہ میں نے لے لیا۔ اب دینار کی ضرورت نہیں ہے (تاریخ طبری ص۶۶۴ ج ۴)

اس کے بعد عبدالملک بن مروان نے قتل مصعب پر سجدہ شکر کیا۔ عبداللہ بن زیاد الطیبان کا بیان ہے کہ میں نے بڑی کوشش کی کہ عبدالملک کا سر بھی کاٹ لوں تا کہ دونوں بلاؤں سے نجات ہو جائے لیکن افسوس اس بات پر قدرت حاصل نہ ہو سکی، بروایت مورخ ہروی عبدالملک نے مصعب اور اس کے بیٹے عیسٰی کی لاش دفن کرادی۔ اس کے بعد عبدالملک بن مروان داخل کوفہ ہوا اور اہل کوفہ نے اس کی بیعت کر لی۔ پھر وہ داخل دارالامارہ ہو گیا۔ بروایت طبری اس نے چالیس روز کوفہ میں قیام کیا۔ اسی دوران میں اُس نے بصرہ، اہواز، فارس کا والی خالد کو اور بشر کو کوفہ و عراق کا مقرر کر دیا اور خود شام کو واپس چلا گیا۔ تاریخ طبری ج ۲ ص۶۶۴)

سروں کے واقعات

مورخین کا بیان ہے کہ عبدالملک بن مروان جب داخل قصر ہوا تو اس کے سامنے مصعب بن زبیر کا سر پیش کیا گیا۔ یہ دیکھ کر ایک شخص عبدالملک بن عمیر نے کہا کہ اے امیر عجیب بات ہے کہ میں اسی جگہ بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ عبیداللہ ابن زیاد تخت پر ہے اور حضرت امام حسینؑ کا سر مبارک اس کے سامنے رکھا ہے، پھر وہ زمانہ آیا کہ حضرت مختار ابن ابی عبیدہ تخت پر تھے اور ان کے سامنے عبیداللہ بن زیاد کا سر تھا۔ پھر میں نے اس زمانہ میں جب کہ مصعب بن زبیر تخت پر تھا دیکھا کہ حضرت مختار کا سر اس کے سامنے ہے۔ پھر وہ زمانہ ہے کہ آپ تخت پر ہیں اور مصعب کا سر سامنے ہے۔ خدا اب وہ دن نہ دکھائے کہ آپ کا سر کسی کے سامنے ہو۔ یہ سنکر عبدالملک بن مروان کانپ اُٹھا اور "دقام من فورہ وامر بھدم القصر" اور وہ فوراً اس مقام سے اُٹھ کھڑا ہوا اور اس نے حکم دے دیا کہ یہ قصر منہدم کر دیا جائے (حیواۃ الحیوان ج ا ص۶۵، روضۃ الصفا ج ۳ ص۹، نور الابصار شبلنجی ص۱۲۴، تاریخ الخلفاء ص۱۴۰، صواعق محرقہ ص۱۱۸ اخذ الثار ابومخنف ص۹۷، دمعہ ساکبہ ص۴۱۵، مورخ ابو الفداء کا بیان ہے کہ یہ واقعہ ۷۱ھ کا ہے (تاریخ ابو الفداء ج ۲ ص۱۵۱)

حضرت ابراہیم کا انجام

مورخین اہلسنت نے حضرت ابراہیم کے انجام سے متعلق وہی واقعات لکھے ہیں جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ ان واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم مصعب بن زبیر کے ہمراہ ہو کر عبدالملک بن مروان سے لڑے اور میدان جنگ میں راہی ملک عدم ہو گئے لیکن علامہ عطاء الدین احسام الواعظ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مختار کی شہادت کے بعد ہی اُن کے فرزند ثابت بن مختار علیہ الرحمۃ اپنے والد کی وصیّت کے مطابق حضرت ابراہیم کی خدمت میں پہنچ گئے تھے، انہوں نے یہ وصیت کی تھی کہ میری شہادت کے بعد میرے دشمن تمہارے درپے ہوں گے، تم اپنے کو کسی نہ کسی صورت سے بچا کر حضرت ابراہیم کے پاس پہنچا دینا، پھر وہ جو کہیں اس پر عمل کرنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت مختار کی شہادت کے بعد لوگوں نے ثابت بن مختار کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ ثابت بن مختار نے اپنے کو عراق میں روپوش

کر دیا۔ پھر موقع نکال کر حضرت ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ثابت بن مختار کے پہنچنے کے بعد حضرت زید شہید کے پوتے حضرت حسن بن یحیٰی بن زید بھی حضرت ابراہیم کے پاس پہنچ گئے، عبدالملک بن مروان مصعب بن زبیر کو قتل کرنے کے بعد ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے خالد بن یزید کی زیر قیادت بیس ہزار کا لشکر ان سے مقابلہ کے لئے بھیج دیا۔ اس لشکر کے پہنچتے ہی حضرت سلیمان بن صرو خزاعی کے بیٹے محمد بن سلیمان بھی پہنچ گئے۔ ان کے پہنچتے ہی ورقاء بن غارب بھی آموجود ہوئے۔ بالآخر حضرت ابراہیم نے ان لوگوں کا مقابلہ کیا اور ایک عرصہ تک جنگ کا سلسلہ جاری رہا، دوران جنگ میں دونوں طرف سے مددگار پہنچتے رہے۔ ان مددگاروں میں حضرت عباس علمدار علیہ السلام کے پوتے حسن بن عبیداللہ بن عباس علیہ السلام بھی تھے۔ الغرض جنگ نے اتنا طول کھینچا کہ ثابت بن مختار، محمد بن سلیمان ورقاء بن غارب وغیرہ ہم شہید ہو گئے، ان کی شہادت کے بعد حضرت ابراہیم بن مالک اشتر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح بمقام جزیرہ ایک قبر میں جا کر واصل بحق ہو گئے۔ (روضۃ المجاہدین ص ۲۲۰/۲۷۲ طبع طہران)

میں اگرچہ ان دونوں قسم کے اقوال سے مطمئن نہیں ہوں، تاہم یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ بروایت طبری مصعب بن زبیر نے ان چھ ہزار افراد کو جو حضرت مختار کے ساتھ دارالامارہ میں محصور تھے، اس الزام کے حوالے سے قتل کیا تھا، کہ یہ قاتلان حسین کے قاتل ہیں، تو حضرت ابراہیم تو ان قاتلوں کے جرنیل، رئیس، سردار اور عظیم سربراہ تھے۔ پھر ابن زبیر ان کی طرف کیوں کر دست مصالحت بڑھا سکتا تھا اور یہ خود قاتلِ حضرت مختار علیہ الرحمہ سے کیونکر مصالحت کر سکتے تھے، بہر حال جو صورت بھی رہی ہو اب ہم اختتام تحریر پر یہ کہتے ہیں کہ "آسمان شجاعت کے شمس و قمر حضرت مختار و حضرت ابراہیم محبت اہل بیت رسولؐ کے مظاہرے میں اپنے زریں کردار کے وہ نقوش اُبھار گئے جو قیامت تک مٹنے والے نہیں ہیں۔ فجزاھما اللہ خیرا

شعر
خون شبیر کا بدلا لیا خونخواروں سے!
شجر ظلم کی جڑ کاٹ دی تلواروں سے

والسلام

سید نجم الحسن کراروی۔ کوچہ مولانا صاحب پشاور سٹی

مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۶۲ء، مطابق ۱۴ شوال ۱۳۸۱ھ

تمام شد